اکستان میں مسیحیت

ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی



مسلم اکادمی ۱۹/۱۸ محمد نگر، علامہ اقبال روڈ لاہور

ضمیمہ جات

پیش لفظ

(حافظ نذر احمد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

انسان کی زندگی کا غالباً سب سے بڑا خوشگوار لمحہ وہ ہوتا ہے کہ وہ کوئی بلند و بالا منصوبہ بنائے اور اسے اپنی زندگی میں ہی عملی شکل میں دیکھ لے۔ وہ کوئی خواب دیکھے اور اس کے حسین خواب عالم ہست و بود میں ایک جیتی جاگتی شکل میں متشکل ہو جائیں۔ اس کتاب کی تدوین و اشاعت میرے لیے کچھ ایسی ہی کیفیت کی حامل ہے۔

"مسئلہ مسیحیت" پر ایک مدت سے سوچتا رہا ہوں۔ اپنی استطاعت کے مطابق خاکے بھی بناتا رہا ہوں اور کچھ نہ کچھ کرتا بھی رہا ہوں۔ ۱۹۶۲ء میں زیر عنوان "مسیحیت مغربی پاکستان میں" ایک جائزہ مرتب کر کے شائع کیا۔ اس موضوع پر اپنی نوعیت کی یہ پہلی سروے رپورٹ تھی۔ اس دوران اس مسئلہ پر کام کرنے والی تمام مقامی جماعتیں "رابطہ دعوت و تبلیغ" لاہور کے تحت یکجا متحد ہو گئیں۔ بائبل خط و کتابت سکولوں کے علی الرغم ۱۹۷۴ء میں چند احباب کے تعاون سے تعلیم القرآن خط و کتابت سکول لاہور کا قیام عمل میں آیا —— لیکن کتاب "مسیحیت پاکستان میں" میرے خوابوں کی اصل تعبیر ہے۔

کتاب اور مصنف کتاب

فاضل مصنف ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی صاحب نے سات آٹھ سال کی مسلسل عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ اس موضوع پر وہ سب کچھ ایک جگہ جمع کر دیا ہے جو ہمارے عوام و خواص دونوں کی نظر سے پوشیدہ تھا، جب کہ ان حقائق کے طشت از بام ہونے کی اشد ضرورت تھی۔

کسی کو فاضل مصنف کے اخذ کردہ نتائج یا تجزیوں سے اختلاف تو ہو سکتا ہے، لیکن ان کی محنت، ژرف نگاہی، حقائق کی جمع آوری اور سب سے بڑھ کر ان کے اخلاص اور دلسوزی

پاکستان میں مسیحیت

از

ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی

ناشر

مُسلم اکادمی

محمد نگر، علامہ اقبال روڈ، لاہور ۵

(بہ تعاون صدیقی ٹرسٹ، کراچی)

بحضور

سرورِ کونین، ختم الرسل، صلی اللہ علیہ وسلم
والہانہ عقیدت و احترام کے ساتھ
ایک گدائے بے نوا کا حقیر نذرانہ

ا۔ سرور مجید تیغی

اکستان میں مسیحیت

ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی



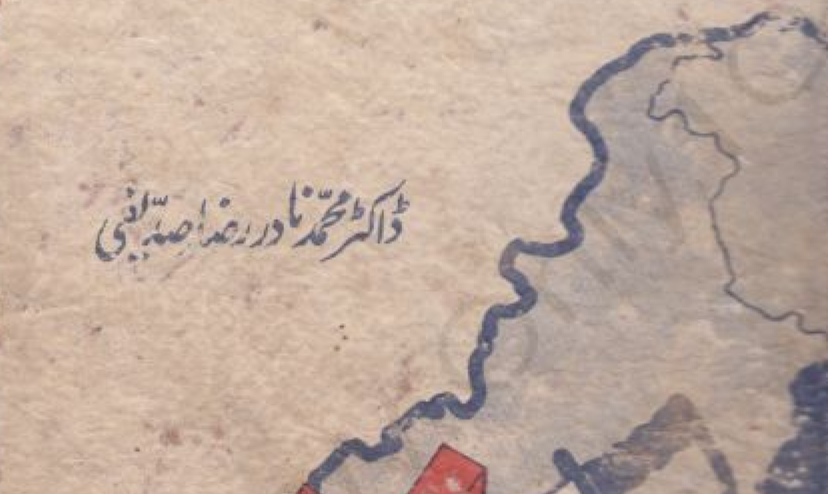
مسلم اکادمی ۱۹/۱۸ محمد نگر، علامہ اقبال روڈ لاہور

میرے مرحوم والد محترم محمد اعظم صاحب صدیقی
وکیل اور میری مرحومہ والدہ محترمہ قمر النساء بیگم صاحبہ
کے علاوہ
ہر دور کے اُن عظیم اور بے باک فرزندانِ توحید
کے نام
جو ہمیشہ جاہلیت کی گھمبیر ظلمتوں سے نبرد آزما رہے

ن ۔ ر ۔ صدیقی

پاکستان میں مسیحیت

ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی



مسلم اکادمی ۱۹/۱۸ محمد نگر، علامہ اقبال روڈ لاہور

فہرست مضامین

ضمیمہ جات

پیش لفظ

(حافظ نذر احمد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

انسان کی زندگی کا غالباً سب سے بڑا خوشگوار لمحہ وہ ہوتا ہے۔ کہ وہ کوئی بلند و بالا منصوبہ بنائے اور اسے اپنی زندگی میں ہی عملی شکل میں دیکھ لے۔ وہ کوئی خواب دیکھے اور اس کے حسین خواب عالم ہست و بود میں ایک جیتی جاگتی شکل میں منتقل ہو جائیں۔ اس کتاب کی تدوین و اشاعت میرے لیے کچھ ایسی ہی کیفیت کی حامل ہے۔

"مسئلہ مسیحیت" پر ایک مدت سے سوچتا رہا ہوں۔ اپنی استطاعت کے مطابق خاکے بھی بناتا رہا ہوں اور کچھ نہ کچھ کرتا بھی رہا ہوں۔ ۱۹۶۲ء میں زیر عنوان "مسیحیت مغربی پاکستان میں" ایک جائزہ مرتب کر کے شائع کیا۔ اس موضوع پر اپنی نوعیت کی یہ پہلی سروے رپورٹ تھی۔ اس دوران اس مسئلہ پر کام کرنے والی تمام مقامی جماعتیں "رابطہ دعوت و تبلیغ" لاہور کے تحت یکجا ملحق ہو گئیں۔ بائبل خط و کتابت سکولوں کے علی الرغم ۱۹۷۴ء میں چند احباب کے تعاون سے تعلیم القرآن خط و کتابت سکول لاہور کا قیام عمل میں آیا —— لیکن کتاب "مسیحیت پاکستان میں" میرے خوابوں کی اصل تعبیر ہے۔

کتاب اور مصنف کتاب

فاضل مصنف ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی صاحب نے سات آٹھ سال کی مسلسل عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ اس موضوع پر وہ سب کچھ ایک جگہ جمع کر دیا ہے جو ہمارے عوام و خواص دونوں کی نظر سے پوشیدہ تھا۔ جب کہ ان حقائق کے طشت از بام ہونے کی اشد ضرورت تھی۔

کسی کو فاضل مصنف کے اخذ کردہ نتائج یا تجزیوں سے اختلاف تو ہو سکتا ہے، لیکن ان کی محنت، ژرف نگاہی، حقائق کی جمع آوری اور سب سے بڑھ کر ان کے اخلاص اور دلسوزی

میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ انہوں نے مسلسل آٹھ برس اس موضوع پر کام کیا۔ اپنی پوری توانائیاں اور تمام تر وسائل اس مقصد عظیم کے لیے وقف کر دیئے۔ بلکہ صحت جیسی متاع عزیز بھی داؤ پر لگا دی۔ اللہ کریم ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔

صاحب کتاب منجھے ہوئے ادیب نہیں، نہ اُنہیں اس کا ادعا ہے۔ اس لیے اگر ادبی اعتبار سے کسی عبارت میں کچھ جھول ہو اور کہیں فقروں کی بندش ڈھیلی ہو یا تحریر میں ادب کی چاشنی نہ ہو، تو وہ اس میں معذور ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کتاب کے مضامین کا تکرار ایک عام قاری پر گراں گذرے۔ اس کا بڑا سبب مصنف کے جذبات کا وفور ہے اور یہ ایسی گراں بہا متاع ہے جو ہر طور قابل ستائش ہوتی ہے۔

جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے ۱۹۷۳ء کے اواخر کی بات ہے کہ میرے نام صدیقی صاحب کا پہلا خط آیا۔ آپ نے کسی تمہید اور رسمی تعارف کے بغیر "مسیحیت" کے بارہ میں چند استفسارات کیے تھے۔ بات میرے دل کی تھی۔ فوراً جواب دیا اور اپنے معمول کے مطابق ان تمام افراد اور اداروں کی نشان دہی کر دی جن سے اس ضمن میں مزید مفید معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ اس پر بات ختم ہو جائے گی۔ لیکن قلمی رابطہ باقاعدہ قائم ہو گیا اور خط و کتابت نے ایک مستقل شکل اختیار کر لی۔

مسئلہ مسیحیت کیا ہے؟

بادی النظر میں اس مسئلہ کی نوعیت خالص مذہبی ہے لیکن حقیقت یہ نہیں۔ نہ مسیحیت اور کتاب مسیح اپنی اصلی شکل میں باقی ہے، نہ مسیحیوں کے اندر اپنے مذہب کے ساتھ حقیقی وابستگی موجود ہے۔ اس کا اندازہ ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اعمال و افعال سے ہو سکتا ہے جن کا مذہب مسیح سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ گرجاؤں میں عبادت کے لیے حاضر ہونے والے افراد کی تعداد مذہب سے عدم وابستگی کی آئینہ دار ہے —— موجودہ بائبل کس حد تک کلام اللہ ہے اور اس میں کس قدر قطع و برید اور ترمیم و تحریف ہو چکی ہے۔ اس پر کتاب میں مفصل بحث موجود ہے یہاں اس کا اعادہ غیر مناسب ہو گا۔

ماضی قریب میں مسیحی مشن اور مشنری دنیا میں جہاں بھی گئے ان کے مقاصد مذہبی سے زیادہ سیاسی رہے اور آج بھی یہی کیفیت ہے اس کے لیے ایک دو نظائر نہیں بلکہ متعدد ممالک کی مثالیں موجود ہیں۔ مشرق وسطیٰ ہو یا افریقی ممالک، انڈونیشیا ہو یا نائجیریا۔ ہر جگہ صورت حال یہی نظر آتی ہے۔ ہر جگہ ان کا مطمح نظر سیاسی تفوق اور سیاسی تسلط عیاں ہوتا ہے۔ خود اپنے ہاں قیام پاکستان کے فوراً بعد اُن کی تبلیغی مساعی اور "خدمت خلق" کا سارا زور پاک بھارت کے سرحدی اضلاع میں رہا ہے اس اجمال کی تفصیل ہم آئندہ صفحات میں پیش کر رہے ہیں۔

جہاں تک مسیحی حضرات کے دعاوی کا تعلق ہے۔ وہ اکثر و بیشتر مبالغہ پر مبنی ہوتے ہیں خصوصاً آبادی کے اضافہ کے بارہ میں وہ ہمیشہ اعداد و شمار بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ اس سے ان کے دو مقاصد ہوتے ہیں، مسلمانوں کو مرعوب کر کے احساس شکست میں مبتلا کرنا، دوسرے اپنے مراکز اور مغربی ممالک سے زیادہ سے زیادہ مالی امداد حاصل کرنا۔

اس وقت خود مقامی مسیحی غیر ملکی مشنریوں سے عاجز آ چکے ہیں۔ ڈاکٹر نادر رضا صدیقی صاحب نے کتاب میں ان کے متعدد اخباری بیانات نقل کیے ہیں۔ اور اب بات اخباری بیانات سے گذر کر کچہری اور مقدمات تک پہنچ گئی ہے۔ چند مقدمات کی عدالتی کارروائی ملاحظہ کیجیے:

"لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس گل محمد خان نے کوٹ لکھپت کے ڈیوڈ پال سمیت اسیوں کی دائر کردہ رٹ درخواست کی سماعت کی جس میں استدعا کی گئی ہے کہ:

ہیکورڈ اکورٹ لکھپت میں کرپال ایمپلائز اڈلٹ ایجوکیشن ویلفیئر انسٹی ٹیوشن کی گورننگ باڈی کو توڑ دینے کی ہدایات جاری کی جائیں اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کے لیے ایک ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا جائے اس طرح اس ادارے میں جو غیر ملکی قابض ہیں ان کے ویزے منسوخ کیے جائیں۔ فاضل عدالت نے ڈپٹی اٹارنی جنرل کو ہدایت کی ہے کہ اس رٹ درخواست کے مندرجات کے مطابق متعلقہ اداروں کو لکھا جائے۔ یہ رٹ درخواست مسٹر مشتاق راج ایڈووکیٹ کی وساطت سے کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مذکورہ ادارے میں نو ایسے غیر ملکی ہیں جو اہم عہدوں پر فائز ہیں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ادارہ

غیر ملکی افراد کے قبضے میں ہے اور یہ لوگ ادارے کی جائیداد بھی فروخت کر رہے ہیں اور اس سے ادارے کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ فاضل عدالت نے اس رٹ درخواست کی ابتدائی سماعت کے بعد متذکرہ حکم صادر کیا۔" (نوائے وقت ۲۶ جون ۱۹۷۹ء)

فی الوقت مسیحی مشنری دوسری اقوام کو مسیحیت میں داخل کرنے سے زیادہ انہیں ان کے دین سے منحرف کرنے پر اپنی تمام تر مساعی صرف کر رہے ہیں اس مقصد کے لیے ان کے سکول، کالج، ہوسٹل، یتیم خانے، شفاخانے، لٹریچر اور ثقافتی یلغار سب سے مؤثر حربے ہیں۔ چنانچہ آج اچھے بھلے مسلمان اپنے نونہالوں کو اللہ، رسول کے نام سے پہلے ٹاٹا، ٹاٹا، ڈیڈی، ممی سکھاتے ہیں۔ ان کی توتلی زبان سے السلام علیکم کی جگہ گڈ مارننگ اور خدا حافظ کہلاتے ہیں قرآنی قاعدہ اور کلام اللہ کی تدریس کے بجائے انگریزی قاعدے سے تعلیم کا آغاز کرتے ہیں کوشش ہوتی ہے کہ قاعدہ غیر ملکی مل جائے۔

یہی صورت معاشرت اور سماجی رسموں کی ہو رہی ہے۔ لباس کی وضع قطع، کھانے پینے کے انداز، نشست و برخاست کے طور طریق مغرب کے سانچے میں ڈھل رہے ہیں۔ کھاتے پیتے گھرانوں میں سالگرہ کی رسم بڑے اہتمام اور باقاعدگی سے خالص مغربی انداز میں منائی جاتی ہے۔ موم بتیاں جلتی ہیں۔ کیک کٹتا ہے، انگریزی گانا ہوتا ہے۔ لیکن اللہ رسول کا نام زبان پر نہیں آتا۔ دعائے خیر نہیں ہوتی۔ صدقہ خیرات نہیں ہوتا۔ اسی طرح "فرسٹ اپریل فول" کی انتہائی لغو اور احمقانہ رسم اب نچلے طبقہ میں بھی سرایت کرتی جا رہی ہے —— یہ سب کچھ اسلامی کردار اور اسلامی نظامِ اخلاق کے خلاف ایک منظم سازش ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کتاب کا ماحصل ہے —— اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ یکسر اشاعتِ مسیحیت اور اپنی علمی برتری کے لیے کوشاں نہیں۔ اصل صورتِ حالات یہ ہے کہ ایک عام مسلمان کو بھی مذہب حقہ اسلام سے منحرف کرنا ان کے لیے چنداں آسان نہیں۔ حالات کی مجبوری، مذہب سے کلی بے خبری یا مادی و جنسی کشش کے نتیجہ میں مرتد ہو جانا اور بات ہے۔

پاکستان میں مسیحیت کی رفتارِ ترقی

ان حالات میں مسیحی مشن اشاعتِ مسیحیت کے لیے اپنی پوری قوت اور تمام تر وسائل شیڈول کاسٹ، اہیر، کولی، خاکروب، مصلی اور اس قسم کے دوسرے غیر مسلم پس ماندہ طبقات پر

صرف کر رہے ہیں اس کی مزید تفصیلات آپ کتاب کے دوسرے باب میں "پاکستان میں مشنریوں کو خصوصی ہدایات" کے عنوان کے تحت پڑھیں گے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے مشنریوں کی پوری کوشش تشکیک، ثقافتی یلغار اور ذہنی ارتداد پر صرف ہو رہی ہے یا دور افتادہ دیہات اور پہاڑی علاقوں میں مصروفِ عمل ہیں جیسا کہ "مسلمانوں کے لیے تبلیغ کے اصول" کے زیرِ عنوان کتاب کے دوسرے باب میں ان کے منصوبے مرقوم ہیں یاد رہے کہ یہ بات محض لکھنے لکھانے یا کاغذی منصوبوں تک محدود نہیں پاکستان میں عملاً ایسا ہی ہو رہا ہے۔ رفتارِ مسیحیت کے ضلع وار اعداد و شمار اس کے لیے جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔

یہ سب کچھ اجتماعی طور پر ہو رہا ہے پاکستان میں مسلمانوں کے زیادہ سے زیادہ پانچ سات فرقے ہیں۔ لیکن وہ متحد نہیں ہوتے جبکہ مسیحی لاتعداد فرقوں میں منقسم ہیں اور ان کے معتقدات میں بھی باہم زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن فروغِ مسیحیت کے لیے سب مجتمع ہیں۔ ملک عزیز پاکستان کو انہوں نے باقاعدہ منطقوں (ڈایوسیس) میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ اور ہر منطقہ کو مختلف مسیحی فرقوں اور مشنوں نے اپنی تبلیغی مساعی کے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ کوئی فرقہ دوسرے کے علاقہ میں دخل نہیں دیتا۔ اگر وہاں کچھ کرنا ہو تو اس منطقہ کے مشن کے تحت رہ کر کرتا ہے۔ —— کیا ملتِ واحدہ کے اربابِ فکر و نظر اور بالخصوص علمائے کرام کے لیے اس صورتِ حال میں کوئی لمحہ فکریہ نہیں؟

مزید برآں پاکستان میں مسیحیت کا مسئلہ ایک مقامی یا ملکی بات نہیں۔ بلکہ بین الاقوامی ہے۔ پوری دنیا کے مشن یہاں مصروفِ عمل ہیں جنہیں بین الاقوامی تعاون اور سرپرستی حاصل ہے۔ پاکستان کے کسی گوشہ میں ان کے مفادات کے خلاف ذرا سی بات ہو جائے کسی قابلِ ذکر شخصیت کا بیان ہی اُن کے متعلق اخبارات میں آ جائے۔ پوری مسیحی دنیا حرکت میں آ جاتی ہے۔ چند سال قبل کلارک آباد ضلع لاہور کی مسیحی اسٹیٹ میں مشن اور اس کے مزارعین کے درمیان کچھ اختلاف پیدا ہو گیا۔ ان میں سے چند ایک اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ مسئلہ مقامی تھا۔ اور اس کا بڑا تعلق ملک کے زرعی قانون اور ضابطہ سے تھا۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ لاہور سے تو کوئی قابلِ ذکر عالم دین کلارک آباد نہیں گیا۔ لیکن امریکہ تک سے پادری اور عظیم شخصیتیں فوراً کلارک آباد پہنچ گئیں

مسیحیت کا مسئلہ خالص سائنسی انداز میں غور و فکر کا طالب ہے۔ ہماری انفرادی مساعی مطلوبہ مقاصد حاصل نہ کر سکیں گی۔ چند خطیبوں کے مساجد میں وعظ یا اپنی مجالس ہی کی جانے والی جذباتی تقاریر اس کا حل نہیں —— آئیے اب ہم خالص اعداد و شمار کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

پاکستان میں مسیحی آبادی کے اضافہ کی رفتار

سال بر سال مسیحی آبادی

نمبر شمار	اضلاع	۱۹۵۱ء	۱۹۶۱ء	۱۹۷۲ء
	صوبہ پنجاب			
۱	لاہور	۹۸۱۰۷	۱۲۵۲۴۰	۱۸۶۴۱۴
۲	بہاول پور	۴۵۶	۲۹۲۰	۴۹۶۴
۳	بہاول نگر	۹۶۱	۲۲۷۳	۳۰۳۲
۴	جہلم	۱۱۳۳	۱۶۷۰	۳۵۸۲
۵	جھنگ	۸۷۴	۱۴۸۴	۲۶۹۶
۶	ڈیرہ غازیخاں	۶۶	۴۶	۱۲۲
۷	راول پنڈی	۳۱۱۹	۹۶۳۴	۱۸۸۹۲
۸	رحیم یارخاں	۶۵۴	۴۷۹۱	۵۴۸۲
۹	ساہیوال	۲۶۸۶۴	۳۶۴۳۱	۴۹۸۵۶
۱۰	سرگودھا	۸۹۸۴	۲۲۳۹۲	۳۳۹۷۰
۱۱	سیالکوٹ	۷۶۸۷۳	۷۶۰۷۴	۱۰۳۱۸۶
۱۲	شیخوپورہ	۴۵۴۱۷	۶۳۶۰۸	۸۴۸۱۴
۱۳	فیصل آباد	۶۳۶۰۸	۸۱۸۶۲	۱۴۵۲۴۹
۱۴	اٹک (کیمبل پور)	۵۶۸	۷۹۷	۱۴۴۲
۱۵	گجرات	۱۳۹۲	۳۹۷۶	۸۳۲۲
۱۶	گوجرانوالہ	۵۸۴۱۹	۶۲۷۰۰	۸۵۹۳۰
۱۷	مظفرگڑھ	۱۹	۲۹۴۸	۴۰۰۰
۱۸	ملتان	۱۲۴۵۳	۲۱۳۷۸	۳۵۷۴۹
۱۹	میانوالی	۶۴۸	۲۲۴۷	۴۴۷۲

نمبر شمار	اضلاع	۱۹۵۱ء	۱۹۶۱ء	۱۹۷۲ء
	صوبہ سندھ			
۱	کراچی	۲۰۳۲۷	۳۶۶۴۰	۴۳۳۷۶
۲	تھرپارکر	۱۸۱	۱۳۳۸	۲۵۲۳
۳	ٹھٹھہ	۴	۳۱۰	۱۱۳۷
۴	جیکب آباد	۲	۷۰	۳۳۶
۵	حیدرآباد	۳۶۸	۳۱۹۲	۹۸۵۴
۶	خیرپور	۲۲۱	۶۲۴	۱۱۰۶
۷	دادو	۸۰	۲۱۸	۴۷۰
۸	سانگھڑ	۱۰۱۴	۲۲۴۵	۳۵۵۰
۹	سکھر	۱۶۷	۷۰۳	۲۶۸۸
۱۰	لاڑکانہ	۹	۱۵۰	۷۴۹۷
۱۱	نواب شاہ	۱۲۴	۱۴۱۴	۳۲۳۴
	صوبہ سرحد			
۱	پشاور	۲۲۷۹	۴۷۵۰	۶۸۱۳
۲	بنوں	۳۷۸	۸۵۰	۱۳۸۷
۳	ڈیرہ اسماعیل خان	۳۱	۱۸۶	۲۶۲
۴	کوہاٹ	۳۵۸	۸۸۵	۱۸۹۲
۵	مردان	۳۷۶	۶۱۰	۱۶۰۰
۶	ہزارہ	۱۲۹	۱۸۲	۳۱۷
	صوبہ بلوچستان			
۱	کوئٹہ	۳۴۹۵	۴۶۳۱	۸۶۹۷
۲	چاغی	۵	۲۵	۸۳
۳	ژوب	۱۲۶	۹۶	۲۵۷
۴	سبی	۱۶۰	۱۹۲	۲۶۸
۵	قلات	۱۲	۵۰	۱۶۸
۶	لورالائی	۹۵	۵۷	۱۸۲
۷	لسبیلہ	۲	۲	۵

(بحوالہ رپورٹ مردم شماری حکومت پاکستان ۱۹۷۲ء)

ان سرکاری مصدقہ اعداد و شمار پر غور سے نظر ڈالیے۔ وطن عزیز کے چاروں صوبوں کے ہر ضلع میں مسیحی آبادی میں مسلسل اضافہ ہے۔ آبادی کے اتار چڑھاؤ اور مخصوص اضلاع کے اندر غیر معمولی اضافہ پر ہم آئندہ صفحات میں تجزیہ اور بحث کریں گے۔

پاکستان کی مجموعی آبادی اور مختلف مذاہب

اضافہ کی رفتار ——— اور ——— فیصد تناسب

مذاہب	۱۹۶۱ء میں کل آبادی	اضافہ کا فیصد تناسب ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۱ء	۱۹۷۲ء میں کل آبادی	اضافہ کا فیصد تناسب ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۲ء
پاکستان کی مجموعی آبادی	۴۱ ۰۳۳ ۱۸۳	۲۷٫۲	۶۲ ۴۶۱ ۸۸۳	۵۲٫۲
مسلم	۳۹ ۸۱۸ ۱۵۸	۲۷٫۳	۶۰ ۴۳۴ ۶۵۹	۵۱٫۸
مسیحی	۵۸۳ ۸۸۴	۳۴٫۹	۹۰۷ ۸۶۱	۵۵٫۵
شیڈول کاسٹ	۴۱۸ ۰۱۱	نامعلوم	۶۰۳ ۳۶۶	۴۴٫۳
ہندو	۲۰۳ ۷۹۸	۱۷٫۱	۲۹۶ ۸۳۷	۴۵٫۷
بدھ	۲ ۴۴۵	نامعلوم	۴ ۳۱۸	۷۶٫۶
پارسی	۵ ۱۴۱	نامعلوم	۹ ۵۸۹	۸۶٫۵
دیگر متفرق	۹۵۰	۱۴۷۳	۲۰۵ ۲۵۰	نامعلوم

(بحوالہ رپورٹ مردم شماری حکومت پاکستان ۱۹۶۱ء و ۱۹۷۲ء)

سرکاری مصدقہ اعداد و شمار کے اس چارٹ کا بنظر غائر جائزہ لیجیے۔

(۱) ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۱ء کے دس سالوں کے دوران مجموعی آبادی میں اضافہ کا تناسب ۲۷ اعشاریہ ۲ فیصد ہوا ——— مسلم آبادی میں اسی قدر اضافہ ہوا ——— ہندو آبادی میں اس سے بھی کم یعنی صرف ۱۷ فیصد اضافہ ہوا ——— شیڈول کاسٹ، بدھ اور پارسی آبادی کے اعداد و شمار میسر نہیں آئے۔ **لیکن** مسیحی آبادی میں اضافہ کا تناسب تقریباً ۳۵ فیصد ہوا ہے ظاہر ہے یہ اضافہ شرح پیدائش سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام سے ہوا ہے

(۲) اگلے گیارہ سالوں میں یعنی ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۲ء کے دوران وطن عزیز کی مجموعی آبادی میں اضافہ ۵۲ اعشاریہ ۲ فیصد رہا ——— مسلم آبادی میں اضافہ قدرے کم یعنی ۵۱ اعشاریہ ۸ فیصد ہوا ——— شیڈول کاسٹ اور ہندو آبادی میں اضافہ کا تناسب بھی مجموعی آبادی سے تقریباً چھ اور سات فیصد کم رہا ——— لیکن مسیحی آبادی میں اضافہ کا تناسب مسلم ہندو اور شیڈول سے ہی نہیں مجموعی آبادی کے اضافہ سے بھی زیادہ ہوا یعنی ۵۵ اعشاریہ ۵ فی صد

کیا یہ اعداد و شمار کسی چشم بینا کو دعوت فکر و نظر نہیں دیتے ؟؟؟

مسیحی آبادی کے اندر ۱۹۶۱ء میں بمقابلہ ۱۹۵۱ء غیر معمولی اضافہ

ملک کی مجموعی آبادی میں اضافہ صرف ۲۷ فیصد

مسلم آبادی میں اضافہ صرف ۲۷ء۳ فیصد ——— لیکن ——— مسیحی آبادی میں اضافہ ۳۴ء۹ فیصد

صوبہ	ضلع	مسیحی آبادی ۱۹۵۱ء میں	مسیحی آبادی ۱۹۶۱ء میں	اضافہ
پنجاب	مظفر گڑھ	۱۹	۲ ۹۴۹	۱۵ ۴۰۰ فیصد
	رحیم یار خاں	۶۵۴	۴ ۷۹۱	۶۳۲ ″
	بہاول پور	۴۵۹	۲ ۹۲۰	۵۳۶ ″
	راولپنڈی	۳ ۱۱۶	۱۱ ۶۵۳	۲۷۳ ″
	میانوالی	۶۳۸	۲ ۲۲۷	۲۴۹ ″
	گجرات	۱ ۳۹۲	۳ ۹۷۷	۱۸۶ ″
	بہاول نگر	۹۶۱	۲ ۴۷۳	۱۵۷ ″
	شیخوپورہ	۴۵ ۴۱۷	۶۳ ۶۸۸	۴۰ ″
سندھ	ٹھٹھہ	۴	۳۱۰	۷۶۵۰ ″
	نواب شاہ	۱۲۴	۱ ۴۱۳	۱۰۴۰ ″
	حیدرآباد	۳۶۸	۳ ۱۹۲	۷۶۵ ″
	تھرپارکر	۱۸۱	۱ ۳۴۸	۶۴۳ ″
	سکھر	۱۶۷	۷۲۹	۳۳۶ ″
	خیرپور	۲۲۱	۶۱۹	۱۸۰ ″
سرحد	ڈیرہ اسماعیل خان	۳۱	۱۸۶	۱۸۷ ″
	کوہاٹ	۳۵۸	۸۸۵	۱۴۸ ″
	بنوں	۳۶۱	۸۵۰	۱۳۶ ″
	مردان	۲۷۶	۶۱۰	۲۲ ″
صوبہ بلوچستان کے کسی ضلع میں کوئی اضافہ نہیں ہوا				

مطابق رپورٹ مردم شماری حکومت پاکستان ۱۹۶۱ء و ۱۹۷۲ء

اس چارٹ کے اعداد و شمار کو بغور دیکھیے۔ صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب کے دو اضلاع کے سوا مسیحی آبادی کا تمام تر اضافہ پاک بھارت کے سرحدی اضلاع میں ہوا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد محض سرحدی اضلاع میں اضافہ کسی خاص منصوبہ بندی کا نتیجہ تو نہیں تھا؟

بندہ نے اس حقیقت کی نشاندہی ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ سے قبل اپنے مطبوعہ جائزہ "مسیحیت مغربی پاکستان" میں کر دی تھی۔ کاش! بروقت اس کا نوٹس لیا جاتا۔ ارباب حکومت، سیاسی زعماء اور علمائے کرام اس مسئلہ کی طرف سنجیدگی سے توجہ دیتے!

مسیحی آبادی میں ملک کی عام آبادی اور مسلم آبادی سے زیادہ اضافہ

۱۹۷۲ء میں بمقابلہ ۱۹۶۱ء

ملک کی مجموعی آبادی میں اضافہ ۵۲٫۰۲ فیصد

مسلم آبادی میں اضافہ ۵۱٫۸ ـــــــ مسیحی آبادی میں اضافہ ۵۵٫۵ فیصد

صوبہ	ضلع	کل مسیحی آبادی ۱۹۷۲ء	مسیحی آبادی میں فیصد اضافہ	بمقابلہ مسلم آبادی
سندھ	۱- جیکب آباد	۳۳۶	۳۸۰ فی صد	۶۹ فی صد
کل اضلاع	۲- سکھر	۲۶۸۸	″ ۲۸۳	″ ۷۱
۱۱	۳- ٹھٹھہ	۱۱۳۷	″ ۲۶۷	″ ۹۱
	۴- لاڑکانہ	۴۹۷	″ ۲۳۱	″ ۵۲
	۵- نواب شاہ	۳۲۳۴	″ ۱۲۹	″ ۹۵
	۶- دادو	۴۷۰	″ ۱۱۷	″ ۶۶
	۷- حیدرآباد	۶۸۵۴	″ ۱۱۵	″ ۷۴
	۸- کراچی	۷۳۳۷۲	″ ۱۰۰	″ ۷۶
	۹- تھرپارکر	۲۵۲۳	″ ۸۹	″ ۵۷
	۱۰- خیرپور	۱۱۰۶	″ ۷۲	″ ۳۴
	۱۱- سانگھڑ	۳۸۵۰	″ ۵۸	″ ۵۹
بلوچستان	۱- قلات	۱۹۸	″ ۲۹۶	″ ۱۰۸
کل اضلاع	۲- لورالائی	۱۸۲	″ ۲۱۹	″ ۶۹
۷	۳- ژوب	۲۵۷	″ ۱۶۸	″ ۹۶
	۴- بیلہ	۵	″ ۱۵۰	″ ۴۷
	۵- چاغی	۸۳	″ ۱۳۷	″ ۵۸
	۶- کوئٹہ	۸۴۴۷	″ ۱۰۴	″ ۸۷
پنجاب	۱- ڈیرہ غازی خان	۱۶۲	″ ۲۵۲	″ ۳۷

صوبہ	ضلع	کل مسیحی آبادی ۱۹۷۲ء	مسیحی آبادی میں فیصد اضافہ	بمقابلہ مسلم آبادی
کل اضلاع پنجاب ۱۹	۲- جہلم	۳۸۸۲	۱۴۳ فی صد	۴۰ فی صد
	۳- گجرات	۸۳۳۲	″ ۱۱۰	″ ۴۲
	۴- راولپنڈی	۱۸۸۹۲	″ ۹۶	″ ۵۰
	۵- میانوالی	۳۲۶۲	″ ۹۱	″ ۳۶
	۶- جھنگ	۲۶۵۶	″ ۸۲	″ ۴۴
	۷- اٹک	۱۴۴۲	″ ۸۱	″ ۱
	۸- فیصل آباد	۱۲۵۲۲۹	″ ۷۸	″ ۵۷
	۹- بہاولپور	۴۹۲۴	″ ۷۰	″ ۴۳
	۱۰- ملتان	۳۵۷۳۹	″ ۶۷	″ ۴۸
سرحد	۱- مردان	۱۶۰۰	″ ۱۶۶	″ ۴۷
کل اضلاع	۲- کوہاٹ	۱۸۹۲	″ ۱۱۳	″ ۵۳
۶	۳- ہزارہ	۳۱۷	″ ۷۱	″ ۲۰
	۴- بنوں	۱۲۸۴	″ ۴۳	″ ۵۱

(مطابق رپورٹ مردم شماری حکومت پاکستان ۱۹۶۱ء ۱۹۷۲ء)

ان گیارہ سالوں میں مسیحی آبادی کے اضافہ کو بنظر غائر دیکھیے۔

صوبہ پنجاب اور صوبہ سرحد کے بعض اضلاع میں مسلم آبادی سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ اور ایک کے سوا یہ تمام اضلاع اندرون صوبہ کے ہیں جب کہ پہلے عشرہ میں مسیحی آبادی میں اضافہ کا تمام زور پاک بھارت کے سرحدی اضلاع میں تھا ـــــ دوسرے یہ کہ اضافہ دو چند کے قریب ہے۔

اس کے برعکس ان گیارہ سالوں میں صوبہ سندھ کے تمام اضلاع میں ملک کی مجموعی آبادی اور مسلم آبادی کے مقابل کئی گنا زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ صوبہ بلوچستان کے ایک ضلع کے سوا تمام اضلاع میں مسیحی آبادی اس تناسب سے بڑھی ہے جبکہ پہلے عشرہ میں بلوچستان کے کسی ضلع میں مسیحی آبادی نہیں بڑھی تھی۔

کیا یہ محض اتفاقی بات ہے؟ یا یہ سب کچھ مربوط اور سائنٹفک منصوبہ سازی کا نتیجہ ہے؟

مسیحی آبادی میں دس اضلاع کے اندر معمولی کمی اور اس کا تجزیہ

۱۹۷۲ء میں بمقابلہ ۱۹۶۱ء

ملک کی مجموعی آبادی میں اضافہ ۵۲ر۲ — مسلم آبادی میں اضافہ ۵۱ر۸

صوبہ	ضلع	مسیحی آبادی ۱۹۶۱ء	مسیحی آبادی ۱۹۷۲ء	کمی فی صد ۱۹۶۱ - ۱۹۷۲ء
پنجاب کل اضلاع ۱۹	۱. لاہور	۱۲۵۲۴۰	۱۸۶۴۱۴	کمی صرف ۳ فیصد
	۲. ساہیوال	۳۶۴۳۱	۴۹۸۵۶	″ ۱۵ ″
	۳. سیالکوٹ	۷۶۰۷۴	۱۰۴۱۸۶	″ ۱۵ ″
	۴. گوجرانوالہ	۶۲۷۰۰	۸۵۹۴۰	″ ۱۵ ″
	۵. شیخوپورہ	۶۴۶۸۸	۸۲۸۱۴	″ ۱۲ ″
	۶. مظفر گڑھ	۲۹۴۸	۴۰۰۰	″ ۱۲ ″
	۷. رحیم یار خاں	۴۷۹۱	۵۴۸۴	″ ۲۸ ″
سرحد	۸. پشاور	۴۷۵۰	۶۰۱۴	″ ۶ ″
کل اضلاع ۶	۹. ڈیرہ اسماعیل خاں	۱۸۶	۲۶۴	″ ۱۰ ″
بلوچستان	۱۰. سبی	۱۹۴	۲۶۸	″ ۱۳ ″

صوبہ سندھ کے کسی ضلع میں کمی نہیں ہوئی

(مطابق رپورٹ مردم شماری حکومت پاکستان ۱۹۶۱ء و ۱۹۷۲ء)

یہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ ملک عزیز کے ۴۳ میں سے ۱۰ اضلاع میں مجموعی آبادی کے تناسب سے کمی ہوئی گو یہ کمی (ایک ضلع کے علاوہ) برائے نام صرف ۳ سے ۲۸ فیصد ہے۔ اصل حیرت کی بات یہ ہے کہ مسیحی رپورٹوں کے مطابق لاہور، سیالکوٹ، شیخوپورہ اور گوجرانوالہ کے اضلاع مسیحی مشنریز کے خصوصی مرکز ہیں۔ ان اضلاع میں ان کے متعدد سکول، کالج، ہسپتال، سیمینری و دینی تربیت گاہیں، مصروف عمل ہیں۔ یہاں کمی کیوں ہوتی خصوصاً سیالکوٹ اور شیخوپورہ میں مردوں کے مقابلہ میں مسیحی عورتوں کی تعداد کم ہے۔ ضلع مظفر گڑھ کی کمی سابقہ حیرت ناک اضافہ کا ردعمل ہے۔ اضلاع رحیم یار خاں، پشاور اور سبی میں مرد نسبتاً کم ہیں۔ گویا وہ کاروبار یا ملازمت کے سلسلہ میں دوسرے اضلاع میں عارضی طور پر چلے گئے ہیں۔

مسلمانوں کی تبلیغی مساعی

پاکستان میں مسیحی آبادی کی صحیح تصویر مصدقہ اعداد و شمار کے آئینہ میں آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ علمائے کرام اور مبلغین اسلام کے وجود سے کوئی دور خالی نہیں رہا۔ آج بھی کوئی شہر یا قریہ ایسا نہیں جہاں درجنوں عالم اور اسلامی اصلاحی اور تبلیغی انجمنیں یا ادارے موجود نہ ہوں۔ بس افسوس ناک امر یہ ہے کہ ان میں باہمی تعاون اور کسی مرکز سے وابستگی نہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کی مساعی کا مرکز مساجد اور خود مسلمان ہیں۔ گلی کوچوں میں پھر کر اور غیر مسلموں کے گھر پہنچ کر انہیں دعوتِ اسلام دینا ان کے طریق کار میں شامل نہیں۔ اس مقام پر اسلامی تبلیغی مساعی کا تذکرہ نہ کرنا ایک بہت بڑی کوتاہی ہوگی۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد ایک طرف صوبہ پنجاب بطور خاص مہاجرین کے گوناگوں مسائل میں گھرا ہوا تھا، دوسری جانب مسیحی حملوں کی زد میں تھا۔ مکتی فوج والے پادری اتوار کے دن لاہور کی معروف شاہراہوں پر بینڈ باجے کے ساتھ باہر نکل آئے۔ ان کے ساز و آہنگ سے مجمع لگ جاتا تو شارع عام پر انجیل کے وعظ شروع کر دیتے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس زمانہ میں بابا محمد دین مرحوم شرق پور شریف سے لاہور آگئے۔ وہ ساٹھ ستر سال کی عمر کے پیٹے میں تھے۔ مگر ہمت کے جوان تھے۔ کسی ڈھول والے کو ساتھ لے جاتے۔ مکتی فوج والوں کے بینڈ کے مقابل ڈھول بجاتا تو لوگ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ دراز قامت بابا جی دوسرے فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر سیدھے سادے انداز میں ردِ مسیحیت میں پُرزور تقریر کرتے۔

بڑا ہی پُرآشوب دور تھا۔ مکتی فوج والے اُن سے اُلجھ جاتے، مار پیٹ سے بھی گریز نہ کرتے [illegible] بابا جی کو تھانے بھی لے گئے۔ بابا جی پولیس کو اُن کی دینی غیرت اور ملی حمیت کا واسطہ دیتے اور مقدمہ مسیحیت سے آگاہ کرتے اور پھر اگلے اتوار کے لیے تیار ہو جاتے۔ یوں کئی ماہ کی مسلسل جدوجہد اور شہر کے چند مخلص غیور نوجوانوں کے تعاون سے مکتی فوج والوں کے حملے پسپا ہوئے۔ پھر انہیں اپنی پرشکوہ کوٹھیوں سے یوں باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس دور میں تحریک پاکستان کے ایک مخلص کارکن علامہ اقبال کے شیدائی ڈاکٹر عبدالحمید ملک نے اپنے ساتھی ڈاکٹروں اور شاگردوں کی مدد سے اس محاذ پر بڑا کام کیا۔ ڈاکٹر ایس۔ ایم کے واسطی صاحب ان کے خاص رفقا میں سے تھے۔ ان حضرات نے بڑی خاموشی سے لیکن انتہائی منظم طور پر

مسیحی یلغار کو روکنے کی سعی کی۔ سٹڈی سرکل قائم کیے۔ نوجوان مبلغین کی تربیت کا اہتمام کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ضمن میں پنجاب اسمبلی اور مرکزی اسمبلی میں نیک دل اراکین اسمبلی سے سوالات اٹھوائے اور تحریکاتِ التوا پیش کرائیں۔ اوپر سے مرحوم ڈاکٹر ملک کو سرکاری ملازمت کی دھمکی سے خاموش کرا دیا گیا مگر اُن کی جدوجہد رائیگاں نہ گئی۔

علامہ علاء الدین صدیقی مرحوم وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے اپنے انداز میں ایک حلقہ قائم کیا۔ اور عالمی ادارہ تبلیغ اسلام کو بطور ٹرسٹ رجسٹرڈ کرایا۔ انہوں نے اپنے مخلص رفقار کی مدد سے علمی سطح پر نمایاں خدمات انجام دیں۔ اچھے اچھے پادری اُن کے سامنے خاموش رہنے میں ہی پناہ ڈھونڈتے تھے آپ نے "لائٹ آف اسلام" لاہور کے نام سے انگریزی میں ایک مجلہ اجرا کیا۔ افسوس وہ تا دیر جاری نہ رہ سکا۔

ردِ مسیحیت کے ضمن میں لاہور کی مجلس مبلغین اسلام اچھرہ، مرکز مطالعہ مذاہب سانندہ روڈ، اور ادارہ خدام اسلام گڑھی شاہو نے اپنے اپنے حلقوں میں کام کیا۔ کچھ عرصہ بعد "رابطہ دعوت و تبلیغ" شاہراہ قائد اعظم لاہور کے نام سے ان کا وفاق بن گیا۔ ان سب کے سرفہرست اسلامی مشن سنت نگر لاہور کی مساعی جمیلہ ہیں۔

اسلامی مشن لاہور چند سالوں میں ہی سینکڑوں کتابیں، پمفلٹ، رسائل اور پوسٹر چھاپ کر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کر چکا ہے۔ محترم سید اختر احسن صاحب ایم اے (سابق ناظم امتحانات ثانوی تعلیمی بورڈ لاہور) اس کے کنوینر اور روحِ رواں ہیں۔ وہ بڑھاپے میں بھی جوانوں سے بڑھ کر کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے بار بار مسیحی مشنریوں اور پادریوں کو للکارا ہے۔ ان کی ہر رطب و یابس تحریر اور اعتراض کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ اپنے چیلنج کے ساتھ انعامات کا بھی اعلان کیا ہے۔ مگر کوئی مردِ میدان بن کر اُن کے سامنے نہیں آیا۔

تعلیم القرآن خط و کتابت سکول، لاہور (پوسٹ بکس ۱۲۱۲) بائبل خط و کتابت سکولوں کے مقابل ۱۹۷۴ء میں قائم ہوا۔ پانچ ساڑھے پانچ سال کی قلیل مدت میں اس سکول نے دس دس اسباق پر مشتمل تین کورس جاری کیے ہیں۔ اس کے مسلم و غیر مسلم طلبہ و طالبات کی مجموعی تعداد دس ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اور اس میں یوماً فیوماً اضافہ ہو رہا ہے۔

سیالکوٹ اور فیصل آباد وغیرہ میں بھی کچھ انجمنیں مسیحیت کے مسئلہ پر قائم ہوئیں۔ انفرادی مساعی ان کے سوا تھیں۔ گذشتہ سال کراچی میں صدیقی ٹرسٹ اصلاحی اور تبلیغی مقاصد کے ساتھ معرضِ وجود میں آیا۔ اس ٹرسٹ کی طرف سے مسلسل نہایت مفید اور موثر رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ اس

ادارہ کے صدر محمد منصور الزمان صدیقی صاحب ایک انتھک اور فعال جوان دل مجاہد ہیں۔

حال اور مستقبل

میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لیے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اسلام کا مستقبل روشن ہے۔ ہر طرف اسلامی تحریکیں اٹھ رہی ہیں۔ ہر روز طلوع ہونے والا آفتاب پیامِ امید لے کر ابھرتا ہے۔ اسلام انشاء اللہ غالب آ کر رہے گا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ

حضرات علمائے کرام فتنہ مسیحیت کے مقابلے کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ مغربی ثقافت، غیر اسلامی رسوم و آداب اور مغربی افکار کو اپنی تقاریر اور مواعظ حسنہ کا ہدف بنائیں اور ایک متحدہ محاذ کی صورت میں ہی اجتماعی [illegible] کا مقابلہ کریں کہ یہ انفرادی مسئلہ نہیں۔

دینی مدارس کے ارباب بست و کشاد سے ہماری مخلصانہ گذارش ہے کہ وہ تقابل ادیان بالخصوص مسیحیت [illegible] اپنے دار العلوم و جامعہ کے نصاب میں شامل کریں تاکہ ان کے [illegible] طلبہ مدارس جدیدہ کے مسائل اور اپنے تبلیغی فرائض سے کما حقہ باخبر ہو کر نکلیں۔

ڈاکٹر اور اطبائے کرام کا فرض ہے کہ وہ مشن ہسپتالوں کے معالجین سے اپنے آپ کو بہتر ثابت کریں وہ [illegible] میں کسی سے کم نہیں۔ مشرق و مغرب ان کی مسیحا نفسی کا قائل ہے ——— بس کچھ ایثار، [illegible] اور اخلاق اسلامی کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ بخوشی اپنے ذاتی ہسپتال اور پرائیویٹ کلینک [illegible] میں غریبوں کے لیے کچھ گنجائش رکھیں۔ اپنے فن اور قیمتی اوقات کا کچھ حصہ ناداروں کو [illegible]۔

صاحب ثروت امراء کو ان کی امارت مبارک ہو۔ اللہ انہیں جائز ذرائع سے اور عطا فرمائے لیکن ان کے مال میں اللہ اور اس کے بندوں کا بھی کچھ حصہ ہے۔ خدمت خلق کے ادارے، تعلیمی ادارے، [illegible] ادارے ان کی مالی اعانت سے محروم رہیں تو یہ ان کی فرض ناشناسی ہوگی۔ ہمارے تجار [illegible] اور مل مالکان اگر چاہیں تو بآسانی اپنے اپنے ہسپتال اور اسکول قائم کر سکتے ہیں ان کی [illegible] اور آخرت دونوں جہان میں سود مند ہوگی۔

[illegible] حکومت کی ذمہ داریاں سب سے زیادہ ہیں۔ جس قدر کسی کا منصب اونچا ہے اور جس قدر [illegible] اختیارات وسیع ہیں۔ اسی قدر اس کے فرائض اور ذمہ داریاں بھی بڑھی ہیں۔ ملک کی صالحیت

اسلام اور اس کی تعلیمات و روایات کا تحفظ ان کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح گمراہ کن نظریات، مخرب اخلاق تحریکات اور غلط تہذیب و ثقافت کے نشانات کی بیخ کنی ان کے فرائض کا حصہ ہے۔

عام افرادِ ملت اپنے آپ کو بے بس اور بے اختیار کہہ کر ان فرائض سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے ہمارے آقا دوجہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور تم میں سے ہر کسی سے اس کے زیر اثر لوگوں کے بارہ میں باز پرس ہوگی" ــــــ اپنے آپ کو، اپنے اہل و عیال کو اور اپنے زیر اثر افراد کو جہنم کی آگ سے بچانا ہر کسی کا فرض منصبی ہے اس فرض کو پہچانیے

مبارک ہیں وہ افرادِ ملت خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کا نعرۂ مستانہ لگا کر حق کا ساتھ دیں۔ اسلام حق ہے اور حق کا غلبہ تقدیر الٰہی ہے۔ ہاں جو بدنصیب اور کم ہمت حق کا ساتھ نہ دیں گے۔ دنیا کا کوئی سہارا انہیں زوال و ادبار سے نہ بچا سکے گا۔

کتاب "مسیحیت پاکستان میں" درد و کرب کی داستان ضرور ہے لیکن مایوسی کا مرقع ہرگز نہیں۔ ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی عرق ریزی اور جانفسوزی سے اس قدر معلومات جمع کیں اور عوام کے سامنے رکھ دیں۔ اللہ کریم انہیں اجر جزیل دے اور ان کی مساعی کو ملت کے لیے بار آور بنائے۔

حافظ نذر احمد
پرنسپل شبلی کالج

نذر منزل محمد نگر لاہور ۵

چند اہم اصطلاحات

۱۔ ایڈمنسٹر	A·Iminist·r	مذہبی رسوم بجا لانا
۲۔ آرچ بشپ	Archbishop	"اسقف اعظم" لاٹ پادری۔ یہ وہ اسقف ہوتا ہے۔ جو ایک یا زیادہ ڈایوسیس (مقررہ حلقوں) کی نگرانی کرتا ہے۔ اس کے اختیارات نہایت وسیع ہوتے ہیں۔ یہ صوبائی کونسلوں کو بلا سکتا ہے۔
۳۔ [illegible]	[illegible]	خادم دین: ابتدائی زمانہ میں یہ مذہبی معاملات کے علاوہ دنیوی معاملات بھی دیکھا کرتا تھا۔
۴۔ بشپ	Bishop	"اسقف" ایک ڈایوسیس کی اعلیٰ ترین مسیحی شخصیت ہوتی ہے۔ یہ حواریوں کا خلیفہ تصور کیا جاتا ہے جب کہ پوپ سینٹ پطرس کا۔ اسقف تمام معاملات میں پوپ کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔
۵۔ چیپل	Chapel	"گرجا گھر" یہ یا تو پیرش چرچ کے علاوہ ایک چھوٹا چرچ ہوتا ہے یا ایسا کمرہ جہاں عبادات اور ساکرامنٹس کے رسوم بجا لائے جاتے ہیں۔
۶۔ چیپلین	Chaplain	وہ پادری جو چیپل میں مذہبی رسومات ادا کرتا ہے۔
۷۔ [illegible]		(۱) گرجا (۲) عقیدہ کے لوگ، مثلاً کیتھولک کلیسا قائم کرنے سے مراد کیتھولک عقیدے والے بنانا۔
۸۔ کلرجی	Clergy	پادری۔ اہل کلیسا۔ یہ اصطلاح ان مردوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جنہوں نے "تاں سر" حاصل کیا ہو (اس رسم میں سر کے بالوں کا تھوڑا سا حصہ کاٹا جاتا ہے)
۹۔ کلرک	Clerk	پادری یا پادریوں کے متعلق
۱۰۔ ڈایوسیس	Diocese	بشپ کا حلقہ۔ یہ وہ علاقہ ہوتا ہے۔ جو اسقف کے

اختیارات میں آتا ہے۔ وہ اس علاقہ کے تمام اداروں، چرچ اور آبادی کا نگران اعلیٰ ہوتا ہے۔ یہ کئی پیرشوں (علاقوں) پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۱۔ ایونجیلسٹ — Evangelist — مبشر، منّاد، واعظ، عام مفہوم میں پادری۔

۱۲۔ فادر — Father — تمام پادریوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ "ھولی فادر" کا خطاب صرف پوپ کے لیے مخصوص ہے۔

۔ منسٹر — Minister — پادری۔ بعض مذہبی حلقوں کا سردار

۱۳۔ مشن اسٹیشنز — Mission Stations — وہ علاقہ ہے جو پریسٹ پادری کے زیر انتظام ہوتا ہے اس پریسٹ کو پوپ کی کمیٹی برائے پروپیگنڈا اکانگریگیشن آف پروپیگنڈا مقرر کرتی ہے۔

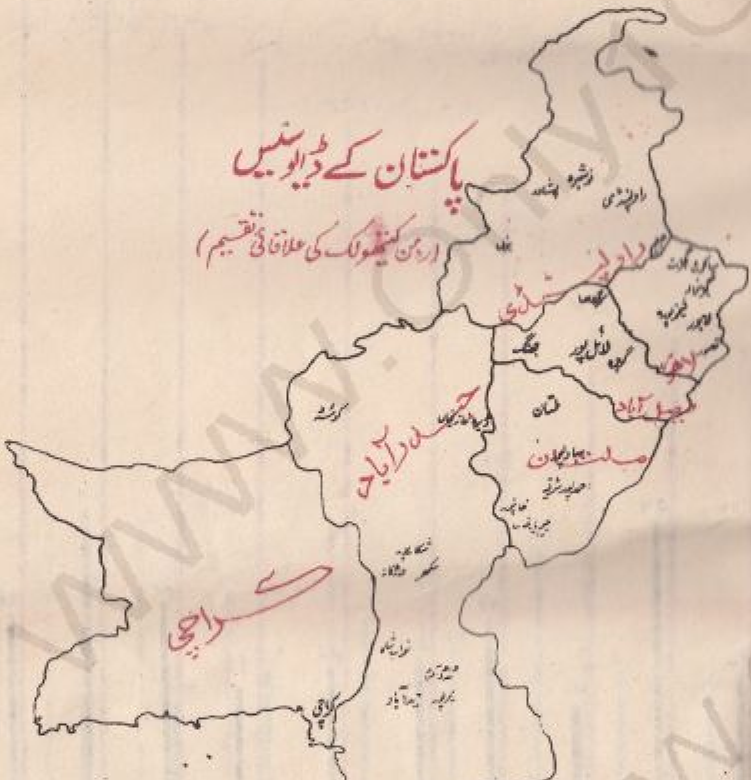
۵۔ پیرش — Parish — یہ ڈایوسیس کا ایک تقسیم شدہ حلقہ یا علاقہ ہوتا ہے جس میں ایک علیحدہ گرجا اور پادری ہوتا ہے۔ یہ علاقہ پادری کے دائرہ کارکردگی میں آتا ہے۔

۱۶۔ پیرش پریسٹ — parish Priest — یہ پیرش کا پادری ہوتا ہے اور عام اختیارات کا حامل ہوتا ہے وہ اپنے فرائض سے غیر حاضر نہیں ہو سکتا۔ ایک سال میں ۷۰ مرتبہ علاقہ کے لوگوں کے لیے اس کے رسوم بجالاتا ہے۔ ساکرامینٹس ادا کرتا ہے۔ اس کے فرائض میں اپنے علاقہ کا دورہ، جوانوں کی تربیت، بیماروں اور مرنے والوں کی خبرگیری وغیرہ شامل ہے۔

۱۷۔ پاسٹر — Pastor — پادری

۱۸۔ سیمینری — Saminary — وہ دارالعلوم اور تربیت گاہ جہاں عیسائی مذہبی و دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

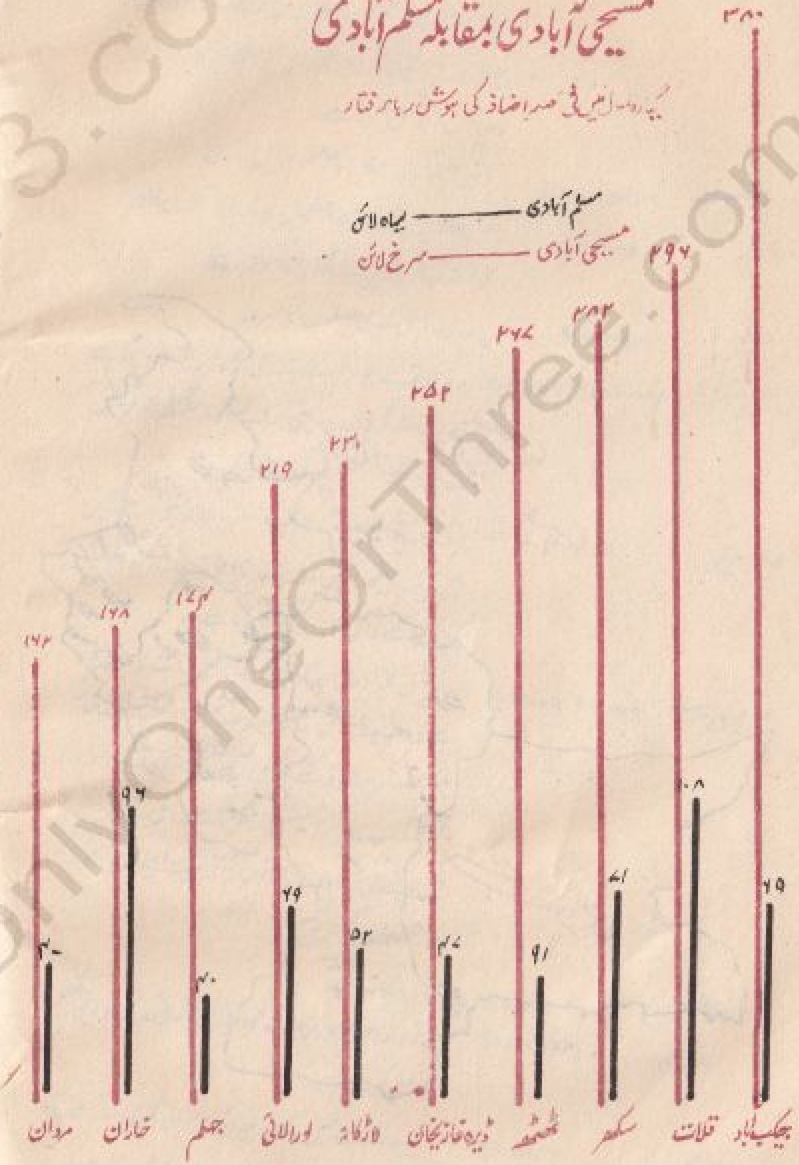
۱۹۔ ٹانسر — Tonsure — ایک رسم ہے جس کے ذریعہ ایک عیسائی کلرجی بنتا ہے۔ اس رسم میں سر کے بال کا تھوڑا سا حصہ کاٹا جاتا ہے۔



۳۴

مسیحی آبادی بمقابلہ مسلم آبادی

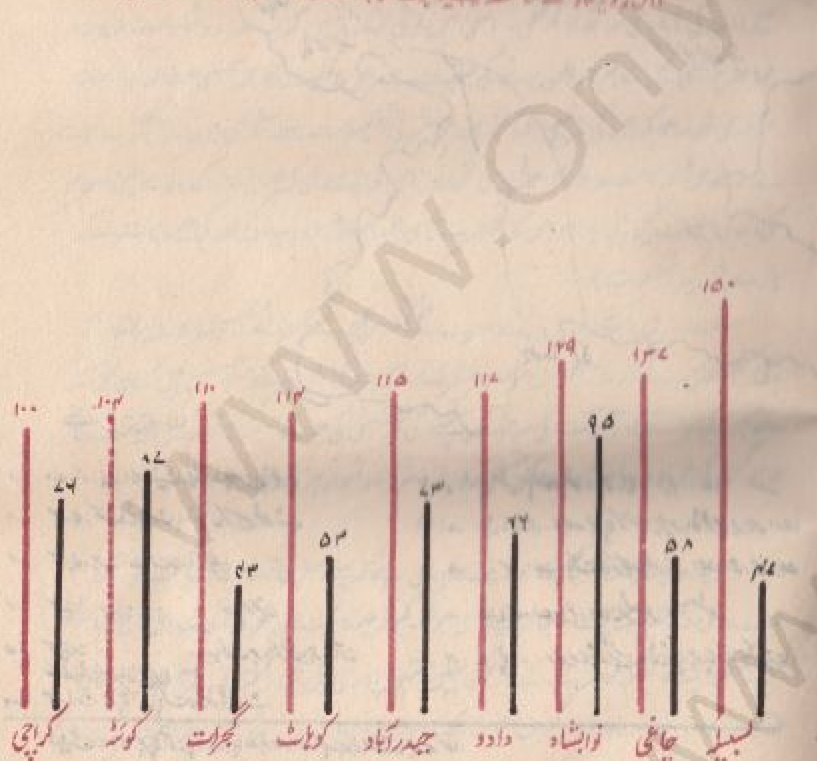
گیارہ اضلاع میں فی صد اضافہ کی ہوشربا رفتار



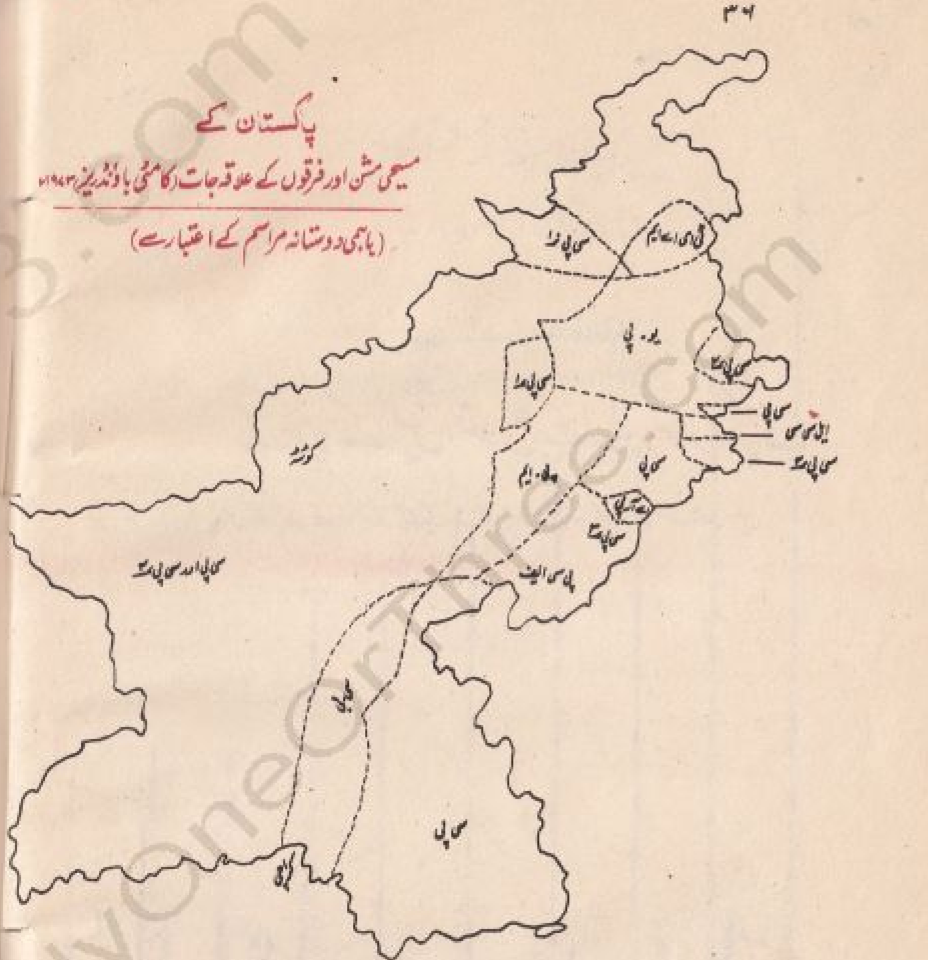
۳۵

ملک عزیز کے انیس ۱۹ اضلاع کے اعداد و شمار کا گراف

[illegible]



پاکستان کے
مسیحی مشن اور فرقوں کے علاقہ جات (کامِتی باؤنڈریز ۱۹۷۳ء)
(باہمی دوستانہ مراسم کے اعتبار سے)



۱۔ اے۔ آر۔ پی۔ ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پریسبائی ٹیرین
۲۔ سی۔ پی۔ کنزرویٹو بیپٹسٹ۔ انڈس کرسچین فیلوشپ
۳۔ سی۔ پی۔ چرچ آف پاکستان۔ انجیلیکن
۴۔ سی پی ٹو ۔ ۔ ۔ ۔ اور لوتھرن
۵۔ سی پی تھری ۔ ۔ ۔ ۔ سیالکوٹ چرچ کونسل چرچ آف سکاٹ لینڈ (پریسبائی ٹیرین)
۶۔ سی پی فور۔ چرچ آف پاکستان میتھوڈسٹ۔
۷۔ پی مشن۔ پاکستان مشن (ای۔ ایف۔ ایم۔ سی)
۸۔ ایل۔ سی۔ سی۔ لاہور چرچ کونسل (پریسبائی ٹیرین یو ایس اے)
۹۔ پی۔ سی۔ ایف۔ پاکستان کرسچین فیلوشپ ایف۔ ای۔ سی۔ ایف
۱۰۔ ٹی۔ ای۔ اے۔ ایم۔ دی ایونجیلیکل الائنس مشن
۱۱۔ یو۔ پی۔ دی یونائیٹڈ پریسبائی ٹیرین چرچ آف پاکستان

نوٹ:۔ ا۔ چرچ آف پاکستان چار فرقوں کا ادغام ہے جو ۱۹۷۰ء میں ہوا تھا۔
ب۔ تمام بڑے شہر ہر فرقہ کے لیے کھلے ہیں کسی ایک کی اجارہ داری نہیں۔
ج۔ رومن کیتھولک فرقہ کے ڈائیوسیس جیسا نمبر ۱۲ میں دکھائے گئے ہیں ان کو عرف عام میں کمشنریاں کہا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مقدمہ

پاکستان میں مسلمانوں کے علاوہ دوسری قومیں بھی آباد ہیں۔ ان میں بڑی اقلیت عیسائیوں کی ہے۔ نیشنل کرسچین لیگ کے ایک عہدیدار پطرس گل کے بیان کے مطابق ۱۹۷۴ء میں ان کی آبادی ساٹھ لاکھ تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اعداد و شمار بہت زیادہ مبالغہ پر مبنی ہیں۔ تاہم ہم وطن ہونے کی حیثیت سے اس اقلیت کا ہمہ جہتی مطالعہ کیا جانا ضروری تھا۔ تاکہ اس کی مذہبی، ثقافتی اور معاشرتی تفصیلات سے آگاہی ہوتی۔ اہل کتاب ہونے کے ناطے اس قسم کا مطالعہ اور بھی ضروری تھا اور اس لحاظ سے بھی کہ عیسائیت کے بارے میں اسلام کی الہامی تعلیمات کیا ہیں؟ اور اس کا حضرت عیسٰی علیہ السلام اور آپ کی بعد کی عیسائیت کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟

علاوہ ازیں پاکستان میں بڑے شہروں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہات میں بھی مسیحی تہذیب کے جو روز افزوں مظاہر نظر آتے ہیں وہ بھی اس امر کے متقاضی ہیں کہ ان کا تفصیلی تجزیہ کیا جائے اور حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ جب تک اصل حقیقت سامنے نہ ہو کسی کی خوبیوں یا خامیوں کے متعلق رائے قائم کرنا دشوار ہوتا ہے۔

(۱)

موجودہ عیسائیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے مغربی تہذیب و ثقافت کو سمجھا جائے۔ اس کے بغیر عیسائیت کا جاننا بے معنی ہوگا۔ کیونکہ عیسائیت اور مغربی تہذیب اس طرح ہم آہنگ ہیں کہ کسی ایک کا تصور دوسرے کے بغیر ممکن نہیں۔ مشہور پادری نیل خود اعتراف کرتا ہے "عیسائی عقاید اور مغربی ثقافت دونوں یکساں ہیں"۔ ایک دوسرا پادری ہیر الڈ لنڈ سیل وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ "مغربی ثقافت کی بنیادیں یونانی و رومی اور عیسائی روایات میں ہیں۔ اس کے کچھ اجزا عیسائی اور کچھ خالص بت پرستانہ ہیں"۔

رومی یونانیوں کے جانشین تھے۔ مظاہر پرستی ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی۔ رومیوں پر مذہب کا ہلکا سا بھی اثر نہ تھا۔ علامہ محمد اسد سابق لیوپولڈ ویز کے مطابق ان کی تہذیب روحانی قدروں سے بالکل جداگانہ تھی۔ انہوں نے کبھی بھی سنجیدگی کے ساتھ دینداری اختیار نہیں کی تھی۔ ان کے تقلیدی دیوتا محض یونانی حکایات و خرافات کی بھونڈی نقل تھے جنہیں وہ اپنی عملی زندگی میں دخل دینے کی اجازت نہیں دیتے تھے "مسٹر لیکی برطانوی مؤرخ کا بیان ہے کہ وہ دیوی دیوتاؤں کے بتوں کو بھی غصہ میں آ کر توڑ پھوڑ دیتے تھے۔

اس پس منظر میں جب ایک رومی بت پرست بادشاہ قسطنطین نے ملکی مفادات کی بنا پر عیسائیت کی حمایت کی تو عیسائی مذہب کی روح اور اس کا حقیقی حسن اس سے رخصت ہو چکا تھا۔ اس میں اتنی بھی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ رومیوں کی سیرت و اخلاق کی تعمیر کرتی۔ اور ان میں پاک صاف مذہبی اقدار کو پروان چڑھاتی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ستم ہوا کہ خود مسیحیت بڑی آسانی سے یونانی اور رومی تہذیب و ثقافت کے سامنے سرنگوں ہو گئی۔ اس نے بڑی فراخ دلی سے بت پرستی کی بہت سی چیزوں کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ اب عیسائیوں کے عقاید اور تعلیمات، رسوم و عبادات اور شعائر و اصطلاحات پر اپنے دیوی دیوتاؤں کی تضحیک کرنے والے رومیوں کی چھاپ پڑ گئی۔ خود سادل سینٹ پال یا پولیس ہو گئے۔ رومی کیلنڈر عیسوی کیلنڈر کہلانے لگا۔ دنوں اور مہینوں کے نام بھی یونانی اور رومی دیوی دیوتاؤں کے نام سے منسوب ہو گئے اور ابھی تک ایسے ہی چلے آتے ہیں جن تہواروں کو مسیحی مذہبی جوش و خروش کے ساتھ مناتے ہیں۔ مغربی مؤرخوں کے مطابق وہ یونانی اور رومی تہواروں کا چربہ ہیں۔ عیسائیوں کا اپنا شہر یروشلم کو ہونا چاہیے تھا لیکن ان کا "ہولی سی" ویٹی کن ہے جو روم میں ہے۔ اس طرح روحانیت سے معرا خالص مادی رومی تہذیب میں عیسائیت کے اصول و اقدار ایک ایک کر کے گھائل ہوئے۔

یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد وہاں بہت سی انتہا پسند تحریکوں نے جنم لیا۔ ان میں اکثر تحریکیں کلیسا اور ارباب کلیسا کی دنیا پرستی اور ظلم و استبداد کے خلاف اٹھیں۔ کچھ دنوں میں مغرب کے گوشہ گوشہ میں ایسے ادیب و فلاسفر اور دانش ور پیدا ہوئے جنہوں نے ارباب کلیسا کی بد اعمالیوں کا بدلہ مذہب سے لیا اور سرے سے مذہب کو مسترد کرنے کے جذباتی نعرے بلند کیے۔ چنانچہ میکیاولی نے دین و سیاست کی تفریق کے ساتھ ساتھ اخلاقی قدروں کی بھی تقسیم کی۔ ڈارون نے اپنی کتابوں کے ذریعہ انسان کو حیوان کی ترقی یافتہ شکل بتایا یعنی

نہ اللہ نے اس میں روح پھونکی ہے اور نہ وہ تمام مخلوق سے افضل ہے ـــــــ اس کے بعد تاریخ کی مادی تعبیر شروع ہو گئی اور انسانی فطرت جنسی تعبیر پر مبنی لٹریچر ہر طرف پھیل گیا یقول سید قطب یہ "ڈارونیت" ہی کی مختلف اور وسیع شکلیں ہیں۔

تاریخ کی مادی تعبیر کے نظریہ نے یہ بتایا کہ انسانی زندگی میں مادی قوتیں ہی اصلی محرکات ہیں۔ انہی کے نتیجہ میں عقائد، افکار اور اخلاق و اقدار بنتے اور بگڑتے ہیں۔ مذہب ایک افیون اور مجموعہ خرافات ہے انسان کو اس کی ضرورت نہیں رہی۔ فرائڈ کی جنسیات و نفسیات کے نظریہ نے ہر انسانی عمل کو جنس سے وابستہ کر دیا۔ حتیٰ کہ نومولود بچہ کے فطری عمل انگوٹھے چوسنے کو بھی جنسیاتی عمل قرار دیا گیا۔

اسی دوران صنعتی انقلاب نے اپنا جنسی کردار شروع کیا۔ اس نے عورت کو گھر کی چہار دیواری سے باہر نکالا۔ وہ کارخانوں و دفتروں میں چھوٹی چھوٹی نوکریوں کے علاوہ عریاں و نیم عریاں نائٹ کلبوں میں انسانی درندوں کو خوش کرنے میں لگ گئی۔ آزادی نسواں اور ترقی نسواں کے پر فریب مسحور کن نعروں میں عورت کی عصمت و حیا اور نسائیت و شوہر پرستی کے پاکیزہ جذبات بے معنی الفاظ بن کر رہ گئے۔ کنواری ماؤں کی تعداد اور جنسی امراض میں ہزاروں گنا اضافہ ہو گیا۔ اس طرح گھر اور خاندان کا مقدس ادارہ بھی متزلزل ہو گیا۔

اشپینگلر نے "زوال مغرب" کی دو جلدیں ۱۹۳۰ء میں لکھ کر مغرب کو خبردار کیا تھا کہ تمام تہذیبیں اپنے فطری قوانین کی تکمیل پر مجبور ہیں۔ یہ ابتدا سے سفر کرتے ہوئے عروج تک جاتی ہیں۔ اور پھر زوال کی طرف لوٹتی ہیں ـــ تمام جانداروں میں وقت کا اندھا قانون عمل پذیر ہے۔ پچھلی ثقافتیں اسی طرح پروان چڑھیں، اور آخر کار موت کے گھاٹ اتر گئیں۔ مغربی ثقافت کا زمانہ لد چکا ہے۔ اب اس پر ضعف و انحطاط کا دورہ ہے اور وہ بس فنا ہونے والی ہے۔ یہ ایک تقدیر ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا ــــــــ اس نے بیان کیا کہ ہر ثقافت اپنی تخریب و بربادی کا سامان خود اپنے اندر سے پیدا کرتی ہے۔ یہ اٹل تقدیر ہے اس کے ضعف و اضمحلال اور پھر موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

اشپینگلر کے نظریہ کی تردید مغرب کے بعض فلاسفر خصوصاً ٹوئن بی نے پُر زور طریقہ پر کی اس نے "مطالعہ تاریخ" کے نام سے بارہ جلدیں لکھ کر اکیس تہذیبوں کا ذکر کیا۔ اور مغربی تہذیب کو ہمیشہ باقی رہنے والی تہذیب قرار دیا اور اس کی پُر زور وکالت کی ـــــ لیکن مغربی دانش وروں

کی ایک تعداد یہ سمجھتی ہے کہ اب پانی سر سے گذر چکا ہے۔ زمام کار علمائے اخلاق اور مذہبی رہنماؤں کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ اخلاقی اور روحانی دیوالیہ پن روز بروز گہرا ہی ہوتا جا رہا ہے۔ ایک بہت چھوٹی سی مثال ۱۳ر جولائی ۱۹۷۷ء کی تاریخی رات کی ہے۔ جب کہ نیویارک میں بجلی فیل ہو جانے سے وہاں جو لوٹ مار اور قتل و غارت گری ہوئی، عصمت و آبرو کے جو آبگینے ٹوٹے گویا انسانیت پر قیامت ٹوٹ گئی۔ مغربی تہذیب اور اخلاقی دعووں کا سارا محل چکنا چور ہو گیا

(۲)

اس مختصر تہذیبی تجزیے کے بعد جب ہم عیسائیت کی تبلیغ کے بارے میں غور کرتے ہیں تو اناجیل میں اس کے بارے میں واضح طور پر متضاد روایات ملتی ہیں۔ ایک جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ قول منسوب ہے کہ ”میں صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لیے آیا ہوں“۔ دوسری جگہ ”جاؤ اور دنیا کو میرا شاگرد بناؤ“ جیسے اقوال بھی ملتے ہیں۔ اسی پر عیسائی استعمار نے اپنی تبلیغی مساعی کے عظیم فلسفہ کی بنیاد رکھی ہے۔

دنیا تمام انسانوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ کسی ملک یا قوم کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسروں کو اس کے قدرتی ذخائر سے فیض یاب ہونے سے روکے۔ چونکہ یسوع مسیح نے حکم دیا ہے کہ ”جاؤ اور دنیا کو میرا شاگرد بناؤ“۔ اس لیے ضروری ہے کہ شاگرد بنانے یعنی عیسائیت کی تبلیغ کے لیے فوجی اور سیاسی قوتوں سے مدد لی جائے۔ چنانچہ پادری برکت اللہ بڑی وضاحت سے لکھتا ہے ”جوں ہی پرتگالی حکومت قائم ہوئی۔ اسی وقت مسیحیت کی جبریہ تبلیغ ہونے لگی اور جہاں کہیں مسیحی مبلغین گئے وہاں پرتگالی افواج ان کے پیچھے پہنچ گئیں۔“

اس طرح تاریخ میں ہمیشہ مسیحی مبلغین اور سامراج ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں۔ گو اس صدی کے چوتھے عشرہ سے سامراج بظاہر سمٹتا ہوا ہے اور بظاہر اس کی سیاسی بالادستی ختم ہوتی جا رہی ہے لیکن مسیحی مبلغین اب بھی ماہرین کی شکل میں سامراج کے مفادات کے محافظ بنے ہوئے ہیں۔ ان ماہرین کی تعداد مذہبی مبلغین سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صدیوں بعد تبلیغ عیسائیت نے ایک باضابطہ علم کی شکل اختیار کر لی ہے۔ سب سے پہلے پروٹسٹنٹ فرقہ نے مشنیالوجی کا آغاز کیا ۱۸۶۷ء میں ایڈنبرگ کے مقام پر باقاعدہ مشن ڈیپارٹمنٹ شروع ہوا۔ بعد میں ہالینڈ، اسکنڈے نیویا، جرمنی وغیرہ میں۔ رفتہ رفتہ یہ ایک منضبط علم اور سائنس کی حیثیت اختیار کر گیا اور شاخ در شاخ پھیلتا چلا گیا۔

مختلف قابل اور تجربہ کار افراد نے مشنری پرنسپلز اور پریکٹس پر گرانمایہ کتابیں لکھیں جن میں سالہا سال کے تجربوں اور مشاہدوں کی روشنی میں اصول و فروع اور قواعد و ضوابط مرتب کیے۔ بورڈ اور مجلس قائم ہوئیں اور عملاً دنیا کے ہر حصہ میں مسیحی مبلغوں کو پہنچانے کے انتظامات کیے گئے۔

اکثر بڑے فرقوں نے برصغیر پاک و ہند، ایشیا اور افریقہ میں بڑی بڑی اربوں روپے کی جائیدادیں پیدا کر لیں۔ ان جائیدادوں کے انتظامی امور کے لیے اس فرقہ کو اپنی مجموعی آمدنی کا ۱۵ سے ۲۰ فی صد تک کا حصہ خرچ کرنا پڑتا ہے ۱۹۵۰ء تک ایک مشنری مورخ کے مطابق پوری دنیا میں صرف دو مسلم ملک ایسے تھے جہاں مسیحی مبلغین کی رسائی نہیں ہوئی تھی — سعودی عرب اور افغانستان — لیکن حالیہ رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ سعودی عرب میں مسیحیت کا داخلہ تکنیکی ماہرین کی شکل میں بڑی تیزی سے ہو رہا ہے۔ اس دن کے لیے ان کے مذہبی پیشوا بڑی مدت سے انتظار کر رہے تھے کیونکہ چودہ سو سال سے اسلام کا یہ روحانی مرکز مسیحی مبلغوں کے لیے ایک چیلنج بنا ہوا تھا۔ اس طرح تقریباً دنیا کے تمام ممالک میں عیسائیت تیزی سے عمل پذیر ہے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا عمل جن ملکوں میں بڑی تیزی سے جاری ہے، پاکستان ان میں تیسرے نمبر پر ہے۔

مسلم ممالک کی سیاسی آزادی کے بعد اس صورتِ حال میں تبدیلی آنی چاہیے تھی۔ لیکن توقعات کے برعکس یہ مسئلہ پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک اور فوری اہمیت کا حامل بن گیا ہے۔ مسیحی مبلغین نت نئے منصوبوں کے ساتھ ترقی پذیر ممالک میں سرگرم عمل ہیں۔

عیسائیت کی اشاعت و ترویج کے لیے مختلف ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں، جن کی تفصیلات آئندہ صفحات پر دی جا رہی ہیں، تاہم انھیں مختصراً تین لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ ”لالچ، خوف اور جبر“۔ انہی تین لفظوں کی تشریح تبلیغ عیسائیت کی بنیاد ہے۔ اقوام متحدہ کے منشور اور ملکی دستور کے تحت اگر مشنریوں پر یہ پابندی لگا دی جائے کہ وہ لالچ، خوف اور جبر کے ساتھ کسی کا مذہب تبدیل نہیں کر سکتے تو پوری مشنری دنیا میں تہلکہ برپا ہو جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان ذرائع کو تبدیلیِ مذہب کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ اپریل اور مئی ۱۹۷۹ء میں بھارت کو عیسائیوں کے ایسے ہی احتجاجات کا سامنا کرنا پڑا۔

(۳)

مسلمان اور عیسائی دنیا کی دو بڑی قومیں ہیں اور تقریباً ڈیڑھ ہزار سال سے تاریخ میں دونوں ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں۔ مسلمانوں نے تعلیماتِ اسلام کی روشنی میں عیسائیوں کا ہمیشہ احترام کیا ہے

اور یہ ان کی مذہبی خصوصیت رہی ہے۔ مسلمان اسی وقت مسلمان ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء و رسل پر ایمان لائے۔ احترام و عظمت سے اُن کا نام لے۔ ان کی شان میں ذرا بھی سوءِ ادب نہ کرے۔ اس طرح مذہبی رواداری ایک مسلمان کے ضمیر میں پہلے دن سے ہی جاری و ساری ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کے علاوہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین نے جس طرح عیسائیوں کے ساتھ رواداری برتی وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی تہذیب تعصب سے پاک ہے

چند نظائر ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حبشہ کے عیسائیوں کے علاوہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائی وفد کو بھی مسجد نبوی میں ٹھہرایا ان کو اجازت دی کہ مسجد نبوی میں وہ لوگ اپنے طریقہ کے مطابق خوشی سے عبادت کریں۔ چنانچہ وہ لوگ مسجد نبوی میں اپنی عبادت کرتے۔ ان کا رُخ مشرق کی جانب ہوتا جب کہ مسلمان اپنی نماز میں قبلہ رو ہوتے۔

۲۔ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں فاتحانہ داخل ہوئے جب وہ وہاں کے بڑے گرجا میں تھے، تو نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ لیکن انھوں نے گرجے کے اندر نماز ادا نہیں کی کہ یہ رواداری کے خلاف بات ہوتی۔

۳۔ دمشق کے مشہور کنیسہ یوحنا نے مسلمانوں کی مذہبی رواداری کا یہ منظر بھی دیکھا کہ یہاں عیسائی اور مسلمان غربی و شرقی حصوں میں اپنے اپنے طرز پر عبادت کرتے تھے۔ مسلمان قبلہ کی طرف اپنا رُخ کیے ہوئے ہوتے تھے تو عیسائی مشرق کی جانب۔

اس جگہ میرا مقصد یہ نہیں کہ مسلمانوں کی مذہبی رواداریوں کے تمام واقعات کا اظہار کروں۔ میں صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ ہر قوم بالخصوص عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں نے ہمیشہ رواداری اور حسن سلوک کا اظہار کیا ہے کہ یہ اُن کی مذہبی ذمہ داری ہے۔ تمام غیر جانبدار محقق اس امر کا اعتراف کرتے ہیں۔ میں یہاں صرف موسیو لیبان کی کتاب تمدن عرب کا یہ جملہ پیش کرتا ہوں:

"تاریخ کسی ایسی قوم سے واقف نہیں ہے جو عرب (مسلمانوں) کی طرح رحم دل اور روادار فاتح ہوئی ہو۔ اور نہ تاریخ میں ان جیسا کوئی صاف، سادہ اور بے ضرر دین نظر آتا ہے۔"

اس کے برعکس مسیحیوں نے مسلمانوں کو ہمیشہ اپنا ایک حریف سمجھا۔ میں کشمکش کی اس طویل تاریخ کو کسی اشتعال کے لیے تحریر نہیں کر رہا ہوں۔ البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ مسیحی مذہبی قیادت نے اپنے کلیسائی ظلم و استبداد سے عوام و خواص کی توجہ ہٹانے کے لیے اسلام اور اس کی تعلیمات کو

انتہائی مسخ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا یہاں تک کہ اسلام کی تحقیر مغرب کے فکر کا ایک بنیادی حصہ بن گئی۔

گذشتہ چند سالوں سے چند غیر جانبدار مؤرخین نے اور کچھ تقدس مآب پوپ جان نے اسلام اور مسلمانوں کو مثبت طور پر سمجھنے کی کوشش کی ہے گو محدود پیمانہ پر ہی سہی —— چنانچہ ویٹی کن کونسل ۲ کی روئیداد میں مسلمانوں کی طرف ہمدردانہ ذہنیت کا اظہار کیا گیا ہے جب اسلامی مسیحی ڈائیلاگ سیمینار یکم فروری تا ۶ فروری ۱۹۷۶ء طرابلس (لیبیا) میں منعقد کیا گیا تو مسیحیوں کے تمام فریقوں نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔

اسلامی مسیحی سیمینار طرابلس میں چار موضوعات کو بحث کے لیے منتخب کیا گیا۔

۱۔ کیا مذہب انسانی زندگی کی آئیڈیالوجی بن سکتا ہے۔

۲۔ مختلف مذاہب میں کون سی بنیادی قدر مشترک رکھتی ہیں اور انسان کن پہلوؤں پر باہم متحد ہو سکتے ہیں۔

۳۔ عدل اجتماعی خدا پر ایمان کے نتیجہ میں بروئے کار آسکتا ہے

۴۔ اُن سابقہ تصورات کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے جو اسلام اور مسیحیت کے درمیان پیدا کیے گئے ہیں اور باہم اعتماد کی فضا کس طرح قائم کی جا سکتی ہے؟

۵ فروری ۱۹۷۶ء کے اجلاس میں ویٹی کن سٹی کے نمائندے کارڈینل سرگیو پگنوڈلی نے ایک ایسا جملہ اپنی زبان سے نکالا جس پر حاضرین نے بڑی دیر تک تالیاں بجائیں۔ انھوں نے کہا:

"مسیحیت کے نام پر ہم اُن الفاظ پر معذرت کرتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے ہیں جو رسول صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی ذات بابرکات کے بارے میں کہے جاتے تھے"

لبنان کے لارڈ بشپ گریگوار حداد نے اختتامی اجلاس میں خود ہی دعوت پیش کی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تسلیم کر لی جائے۔

اسی کانفرنس میں بائبل کا ایک ایسا نسخہ پیش کیا گیا جو بیت المقدس میں شائع ہوا تھا جس کے اندر یہودیوں نے چھ سو ساٹھ جگہ تحریف کی ہے۔ اسی سیمنار میں ویٹی کن سٹی کے ایک دوسرے نمائندے فادر روسان نے اعتراف کیا کہ "ویٹی کن کوئی ریاست نہیں ہے۔"

اس کا یہ مطلب ہوا کہ دنیا کے اندر کوئی "کرسچین اسٹیٹ" نہیں پائی جاتی۔ یعنی ایسی کوئی ریاست دنیا کے اندر موجود نہیں جس نے اپنے آپ کو مسیحی شریعت کی بنیاد پر منظم کر رکھا ہو۔

پاکستان میں بھی چند سال قبل ایک بین الاقوامی سیرت کانگریس کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں بعض نامور عیسائی اہل قلم نے سیرت مبارکہ پر پُر مغز مقالے پڑھے تھے۔ اس کے بعد عیسائیوں اور مسلمانوں کی کانفرنس ہوئی جس میں اتحاد و یگانگت کی راہیں تلاش کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ مختصر یہ کہ اب مغربی علماء نے اسلامی تہذیب کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ اور وہ معاندانہ اور ہمدردانہ رویہ بھی اپنا رہے ہیں۔ توقع رکھنی چاہیے کہ مستقبل میں اس قسم کی غلط فہمیاں کم ہوتی جائیں گی اور ایک دن آئے گا کہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے بارے میں صحیح آگہی اور واقفیت ہو جائے گی۔

(۴)

عیسائی تہذیب و ثقافت کے پس منظر میں جب ہم پاکستان پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اس حد تک ان افکار و نظریات سے متاثر ہوا کہ اس کی اکثریت کی ذہنیت کے لیے ایک چیلنج بن گیا۔ پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی مسیحی دنیا نے پاکستان کی خدمت و امداد کے نام پر مختلف شکلوں میں یلغار کی۔ ان میں پیشہ ور مبلغین کے قسم قسم کے ماہرین بھی تھے۔ انھوں نے اپنے افکار و نظریات کی تشہیر و ترویج کے لیے بڑی تیزی سے پاکستان کے طول و عرض میں فکری و مادی مراکز قائم کرنا شروع کر دیئے۔

دوسری جانب خود پاکستانیوں نے قیام پاکستان کے جذبہ کو جلد ہی فراموش کر کے مغربی کارکنوں کو اپنی دوستی اور وفاداریوں کا یقین دلایا۔ اور ان کے عقاید و افکار کے لیے اپنی نئی نسل کو رضاکارانہ طور پر پیش کر دیا۔ مغربی دنیا کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اُسے ذرا سی جدوجہد کے نتیجہ میں پاکستانیوں کی شکل میں ایسی قوم مل گئی جو بڑی سرعت سے اپنی تہذیب و ثقافت اور رہن سہن حتی کہ اپنی زبان اور پوشاک کو بھی فراموش کرنے پر آمادہ ہو گئی اور ماضی سے اپنا تعلق بڑی تیزی کے ساتھ از خود ختم کرنے لگی

سوال یہ ہے کہ کیا مغرب یہ چاہتا تھا کہ نوزائیدہ پاکستان اپنے اسلامی نعرہ کے پس منظر میں بصرف قائم و دائم رہے اور مہذب و ترقی یافتہ بن جائے یا مغرب کی وسیع مالی، مادی، سائنسی اور فنی امداد کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان اپنا منفرد قومی تشخص ختم کر کے مغربیت کے رنگ میں رنگ جائے۔

مغربی ممالک کے اس تعاون کے کیا اثرات پاکستان پر مرتسم ہوئے؟ کیا اس کی موجودہ ترقی اس کا موجودہ حجم، اس کی اپنی تہذیبی روایات کی اساس پر استوار ہے۔ یا یہ ترقی اور

بیداری کی بنیاد ایسے کھنڈرات پر کھڑی کی گئی کہ پاکستان تو ہے مگر اس کا کوئی تعلق اپنی تہذیبی روایات سے نہ ہو۔ اگر فی الحال ہو بھی تو دھاگے سے بھی کمزور ــــــ اس کتاب میں ان سوالوں کا جواب دینے کی مخلصانہ کوشش کی گئی ہے۔

(۵)

میں اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کو اس وقت بوجوہ شائع نہ کر سکا۔ جس کی تفصیلات نہ یہاں مناسب ہیں اور نہ ضروری ــ البتہ میرے پاس اُس کے علاوہ جو بہت سا مواد اور لٹریچر تھا اس کو ایک دفعہ بہ نظر غائر میرے محترم کرم فرما بزرگ حافظ نذر احمد صاحب پرنسپل شبلی کالج لاہور نے ملاحظہ فرمایا اور مجھ پر بہت زور دیا کہ اس کو کتابی شکل میں شائع کر دوں۔ مہینوں کے پس و پیش پر بالآخر ان کا پُر خلوص اصرار غالب آ گیا اور معلومات کا ایک حصہ انہی کی بدولت اب کتابی صورت میں ہدیۂ ناظرین ہے۔

میں بلا کسی انکسار و افتخار کے یہ عرض کر دوں کہ میں نے ان اوراق میں مختلف نکات سمیٹ کر منزل کی نشان دہی کر دی ہے۔ ممکن ہے کوئی اور محقق اس منزل کو آنے والے علمی قافلوں کے لیے ایک نشان بنا ڈالے اور پاکستانی مسلمانوں میں اپنی تہذیب روایات کی عملی صورت گری کا احساس بیدار ہو اور انہیں اپنی خودی کا عرفان ہو جائے۔

میں خصوصی طور پر حافظ نذر احمد، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ڈاکٹر محمد منظر بقا، الحاج منصور الزمان صدیقی، محمد یوسف، ڈاکٹر سید اختر علی صاحبان کا نہایت ممنون ہوں جنھوں نے ہر طرح میری رہنمائی و دستگیری فرمائی اور مجھ میں حوصلوں اور امنگوں کے نئے نئے چراغ روشن کیے۔

میں اپنی اہلیہ، اپنے بھائیوں، رشتہ داروں اور احباب کا بھی مشکور ہوں جن کے متنوع اور پُر خلوص تعاون نے مجھے یکسوئی بخشی۔ اور میں غیر ضروری الجھنوں سے محفوظ رہا۔ میں ہر اُس شخص کا مرہون منت ہوں جو کسی بھی درجہ میں اس کتاب کی اشاعت کا "ذریعہ" بنا ہو اور خواہ وہ کسی بھی ملک و قوم سے ہو۔

۱۸ رجب ۱۳۹۹ھ

۱۴ جون ۱۹۷۹ء

مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

مسیحیت کیا ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس زمانہ میں تشریف لائے اس وقت رومیوں کا طوطی بول رہا تھا۔ رومیوں کے بادشاہ اگسٹس سیزر (Augustus Ceasor) ۲۷ ق م۔ ۱۴ء کا دور حکومت تھا۔ مشہور مؤرخ برنٹن کے مطابق آپ کی پیدائش ۴ سے ۶ ق م میں ہوئی[1]۔ اگسٹس سیزر کے بعد ٹائرس Tirus روم کا بادشاہ ہوا، جس کے عہد میں یہودیوں کے اصرار پر پیلاطوس نے ۲۹ء کے لگ بھگ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھانے کا حکم دیا تھا۔

اس زمانہ میں امراء و رؤسا غلاموں کی فوج رکھا کرتے تھے۔ جن پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے جب کوئی آقا قتل ہو جاتا تو اس کے غلاموں کو پھانسی دی جاتی۔ مہمانوں کی تفریح طبع کی خاطر غلاموں کو ذبح کیا جاتا۔ اور یہ نظارہ دیکھ کر مہمان لطف اندوز ہوتا۔ غلاموں کے گوشت سے پالی ہوئی مچھلیوں کو طعمہ دیا جاتا۔ خواتین بڑے بڑے سوئے ان کے جسم میں بھونکتیں اور ان کے چہروں کے گوشت کو ادھیڑتیں[2]۔

اس ماحول میں یہودی بھی رہتے تھے ان کے متعلق رومیوں کی رائے اچھی نہ تھی۔ یہودی ویسے ہی مذاہب و شرائع مروجہ کو تحقیر کے ساتھ توہمات و خرافات کا لقب دیتے تھے۔ ان میں بھی خصوصیت کے ساتھ یہود کا مذہب اور بھی حقیر سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ یہود اپنی عملی زندگی میں سب سے زیادہ شریر اور سب سے زیادہ اَن میل تھے[3]۔

---

۱ تاریخ تہذیب یورپ حصہ اول۔ برنٹن Brinton ترجمہ مہر ص ۱۴۷

۲ تاریخ اخلاق یورپ۔ لیکی Lickey ترجمہ مولانا عبدالماجد دریا بادی ص ۲۵۵-۲۵۶

۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۲۸۶

یہود:

قاضیوں کے عہد کے بعد یہود میں سلاطین کے دور کی ابتدا ہوئی۔ ان میں حضرت داؤد علیہ السلام نہایت مشہور ہوئے اور آپ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام آئے۔ ان کے بعد سے یہودی سلطنت زوال پذیر ہوگئی۔ بنی اسرائیل کے اسباط میں جھگڑے پیدا ہوئے اور جنوبی و شمالی دو سلطنتیں قائم ہوگئیں شمالی سلطنت کو جو اسرائیلی کہلاتی تھی ۷۲۲ ق م میں اسیریا والوں نے تباہ کیا اور بنی اسرائیل کو پکڑ کر نینوا لے گئے۔ یہ خداوند یہوداکے ساتھ پتھروں کی پرستش کرنے لگے[1]۔

اس کے بعد ۵۸۶ ق م میں بابل کے بخت نصر نے جنوبی حکومت کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ حکومت یہودا کے نام سے قائم ہوئی تھی۔ اس کا پایہ تخت یروشلم تھا۔ اس نے ہیکل سلیمانی کو بھی آگ لگا دی یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام نے توریت کی الواح اور دیگر تبرکات کو محفوظ کیا تھا۔ بخت نصر نے مذہبی کتابیں بھی جلا ڈالیں۔ اور بقیۃ السیف یہودیوں کو یروشلم سے پکڑ کر بابل لے گیا[2]۔

تقریباً نصف صدی بعد خورش، شاہ ایران نے بابلیوں کو شکست دی۔ اس کا رویہ یہودیوں کے ساتھ نرم تھا۔ اس نے یہودیوں کو بیت المقدس کی تعمیر کی اجازت دے دی آخر کار ۵۳۲ ق م میں حضرت عزرا اور حضرت نحمیا کی کوششوں سے اس کی تعمیر ہوئی۔

سکندر اعظم کے زمانہ تک یہودی ایرانی اقتدار میں بسر کرتے رہے۔ ایرانیوں کے بعد وہ یونانیوں کے زیر حکومت رہے۔ ۱۶۸ ق م میں انطاکیہ کا واقعہ پیش آیا جس کا ذکر بائبل میں اس طرح ہے "انتوکس Antocus شاہ فرنگستان نے یروشلم کو فتح کر کے عہد عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے جہاں سے ملے پھاڑ دیئے اور حکم دیا کہ جس کے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کی رسم بجا لائے گا مار ڈالا جائے گا اور ہر مہینہ میں تحقیق اس کی عمل میں آتی تھی اور جس کے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلتی یا ثابت ہوتا کہ وہ رسم شریعت بجا لایا ہے۔ وہ مارا جاتا تھا اور کتاب تلف کی جاتی تھی[3]۔

یہ عبارت "مکابین" کے سابقہ ایڈیشن کی ہے۔ "مکابین" کا موجودہ ایڈیشن جو ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

---

[1] سلاطین ۲ - باب ۱۷ : ۳ - ۲۳

[2] سلاطین ۲ - باب ۲۴ : ۱۱ - ۱۷

[3] مکابین ۱ - باب ۱ : ۵۹ - ۶۱ بحوالہ بائبل سے قرآن تک جلد دوم ص ۱۸۶

"اور شریعت کے جتنے طومار پائے جاتے تھے وہ پھاڑ کر آگ میں جلا دیئے جاتے تھے اور جس کے پاس اس عہد کا طومار پایا گیا یا جو کوئی شریعت کو عمل میں لاتا تھا وہ شاہی فرمان کے مطابق قتل کر دیا جاتا تھا اور اسی طرح اسرائیل کے ان لوگوں کے ساتھ جو شہروں میں پکڑے جاتے تھے ماہ بہ ماہ سختی سے سلوک ہوتا رہا۔ مہینے کی پچیسویں تاریخ میں اس بھینٹ گاہ پر جو مذبح پر بنائی ہوئی تھی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی[1]۔"

اس حادثہ میں وہ تمام نسخے بھی جو حضرت عذرا علیہ السلام نے لکھے تھے قطعی ناپید ہوگئے۔ انطاکس نے فرمان جاری کیا کہ "سب ایک قوم بن جائیں اور ہر ایک اپنے دین و دستور کو چھوڑ دے۔ اس نے قربانی اور دوسری مذہبی رسوم سے منع کر دیا۔ سبت اور دیگر عیدوں سے روک دیا اور حکم دیا کہ ہیکل اور دیگر اشخاص مخصوصہ کی بے حرمتی کریں۔ خنزیروں اور دوسرے حرام جانوروں کو ذبح کریں[2]۔"

یہودا مقابی نے ہمت سے کام لے کر شاہ انطاکیہ کو شکست دی۔ اور پھر سے یہودی حکومت قائم کی۔ اب بیت المقدس پھر پاک ہوا۔ لیکن اس یہودی حکومت سے عوام جلد ہی بیزار ہوگئے۔ اس حکومت نے یہودی عوام کو کچلنے کے لیے رومیوں سے مدد مانگی۔ رومیوں نے مدد کے بہانہ فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ رومی حکمران طیطس Titus نے ۷۰ء میں یروشلم کو پھر برباد کیا۔ ہیکل سلیمانی ایک بار پھر تاراج ہوا۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ۔ لاکھ یہودی اس جنگ میں تباہ ہوئے[3]۔

یہاں سے یہودیوں کی طویل غلامی کا دور شروع ہوا۔ ۱۳۲-۱۳۵ء میں قیصر ہیڈرین Hedrin کے وقت یہودیوں نے تنگ آکر آخری جان توڑ مقابلہ کی کوشش کی لیکن شکست کھائی۔ اور بہت زیادہ قتل ہوئے۔ اس جنگ کے نتیجہ میں رومیوں نے یروشلم کے ویرانہ کھنڈروں میں بھی یہودیوں کا داخلہ بند کر دیا اور یروشلم کو ایک رومی کالونی بنا لیا۔ یروشلم کے کھنڈرات کے پاس ایک نیا شہر ایلیا آباد کیا گیا[4]۔

چوتھی صدی عیسوی میں رومی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ مشرقی رومی حکومت اور مغربی رومی حکومت۔ مشرقی رومی حکومت کو بازنطینی حکومت بھی کہتے ہیں۔ اس کا پایہ تخت قسطنطنیہ

---

[1] مکابین ۱ - باب ۱ : ۵۶ - ۶۱ کلام مقدس سوسائٹی آف سینٹ پال روما ص ۱۹۵۸ء

[2] مکابین ۱ - باب ۱ : ۴۱ تا ۵۰ " " " " "

[3] تاریخ شام - حتی (HITTI) ترجمہ مہر ص ۲۷۳

[4] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ ص ۱۰۰۹-۱۰ الف

قرار پایا۔ قسطنطنیہ کو ۱۴۵۳ء میں مسلمانوں نے فتح کیا۔ اب اس شہر کو استنبول کہتے ہیں جو ترکی میں واقع ہے۔ قسطنطین اعظم جس نے یہ شہر تعمیر کرایا تھا اس بازنطینی سلطنت کا پہلا بادشاہ بنا۔ قسطنطین بت پرست تھا۔ اور یہ اسی وجہ سے عیسائیوں کی پشت پناہی کرتا تھا۔ قسطنطین نے ۳۲۵ء میں ایلیا (سابق یروشلم) کو عیسائیت کا مرکز قرار دیا۔ ۶۱۴ء میں انسائیکلوپیڈیا کے مطابق یہ "سنہرا دور" ختم ہوا کیونکہ اب ایرانیوں کی طرف سے حملے ہوئے۔

۶۳۸ء میں خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یروشلم (بیت المقدس) میں داخل ہوئے۔ اس وقت سے تا ایں دم تھوڑے وقفے کے سوا یہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ تا آنکہ ۱۹۱۷ء میں مسلمان ترکوں سے برطانوی عیسائیوں نے اسے چھین لیا اور اپنے فوجی اس میں داخل کر دیئے۔ ۱۹۴۸ء میں عیسائیوں کی سازش کے تحت ۱۴ مئی کو اسرائیلی مملکت کا فلسطین میں قیام عمل میں آیا۔ اور امریکہ کے صدر ٹرومین نے فوراً اس کو تسلیم کر لیا (پرانا شہر جس میں بیت المقدس واقع تھا مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اور نیا اسرائیلیوں کے پاس۔ عبدالحق)

جون ۱۹۶۷ء کی چھ روزہ جنگ میں اردن کی سلطنتِ ہاشمیہ کے ہاتھوں سے نکل کر یہ حصہ بھی مع بیت المقدس اسرائیلیوں کے پاس چلا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں اسرائیلیوں کو اپنی حکومت قائم کرنے کا دو ہزار برس کے بعد پہلا موقع ملا۔ اس حکومت کو قائم کرنے میں عیسائیوں کا خواہ وہ امریکی ہوں یا فرانسیسی، روسی ہوں یا برطانوی مرکزی کردار رہا ہے۔

کتبِ یہود:

تخریب و بربادی کا ایک سلسلہ جو یہود کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد سے شروع ہوا تھا مسلسل جاری رہا۔ ہر سو دو سو سال بعد وہ کبھی تو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اور کبھی غیر ملکی حکومتوں کی وجہ سے حوادث سے دوچار ہوتے رہے۔ کوئی بھی عقلِ سلیم اسے صحیح باور نہیں کر سکتی۔ کہ اس افراتفری اور بربادی میں ان کے دینی صحیفے اصلی حالت میں برقرار رہے ہوں گے۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ واضح اور غیر مبہم شہادت موجود ہے کہ ہیکلِ سلیمانی جہاں الواح منبر کہ و تبرکاتِ مقدسہ رکھے گئے تھے۔ بار بار نذرِ آتش ہوتا رہا۔ بلکہ ہر حادثہ میں جو کچھ بھی "مقدسوں اور بزرگوں" کے علم یا ان کی یادداشت کے ذریعہ جمع ہوتا رہا وہ بھی نہ بچ سکا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احبار و ربانیین کے اقوال وحی کا درجہ حاصل کرنے لگے۔ دوسری صدی عیسوی کے آخر میں ربی یہودا نے (یعنی حضرت عیسیٰؑ کے کم از کم ایک سو سال بعد) احبار و ربانیین کے

ان اقوال کو جمع کیا جس کا نام مشنا Mishna یعنی زبانی تعلیم ہے یہ گویا توریت کی تفسیر ہے۔ پھر اس تفسیر کی تفسیر جمع کی گئی۔ اس کا نام جمرا Gemara رکھا گیا۔ اور اس ضخیم مجموعہ کو "تالمود" کہا جانے لگا۔ تالمود بھی دو ہیں ایک فلسطینی دوسرا بابلی۔ عہد نامہ عتیق کے بعد یہ تالمود یہودیوں کے نزدیک بہت اہم ہیں (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "جیوش انسائیکلوپیڈیا" اور "برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا" وغیرہ)

اسی طرح کتابیں ضائع ہوتی رہیں۔ ان کو بار بار جمع کیا جاتا رہا۔ بہر حال ان کتابوں کی زبان بھی بدلتی رہی پہلے یہ عبرانی زبان میں تھیں پھر انہیں آرامی زبان میں لکھا گیا۔ جب یونانیوں نے اسرائیلیوں کو غلام بنایا تو توریت بھی یونانی زبان میں لکھی گئی۔ اس کے بعد ایک یونانی نسخہ سے ایک مرتبہ پھر عبرانی زبان میں منتقل ہوئی۔ یونانیوں کے بعد جب رومیوں نے فتح حاصل کی تو ان کی یہ مقدس کتابیں پھر رومی زبان میں منتقل ہو گئیں۔

عہد نامہ قدیم یا عہد نامہ عتیق

OLD TESTAMENT

(۱)

بنی اسرائیل کے نبیوں پر جتنی کتابیں نازل ہوئیں یا انھوں نے الہام کے ذریعہ انہیں دوبارہ مرتب کیا۔ یا اپنی یادداشتوں کے سہارے لکھا یا نبیوں کے علاوہ ان کے حواریوں نے جو کچھ تحریر کیا ان تمام کو مسیحی علماء نے بائبل (یعنی کتاب) کا نام دے کر مندرجہ ذیل دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

نمبر ۱۔ پہلا حصہ عہد نامہ قدیم (عہد نامہ عتیق) **OLD TESTAMENT**

نمبر ۲۔ دوسرا حصہ عہد نامہ جدید (یا عہد نامہ) **NEW TESTAMENT**

عہد نامہ عتیق میں حضرت مسیحؑ کے پہلے تک کی تمام کتابیں ہیں جو پوری بائبل کا تقریباً ⅘ حصہ ہے جس کی مثال ایک تاریخ کی سی ہے۔

عہد نامہ جدید حضرت مسیح سے شروع ہوتا ہے اس میں چار اناجیل (حواریین کے اعمال خطوط اور مکاشفے) شامل ہیں یہ کل بائبل کا ⅕ حصہ ہے۔ ان دونوں عہد ناموں کے مجموعے کو "مقدس کتاب"، "بائبل" یا ہولی اسکریچرس **Holy Scriptures** کہتے ہیں۔

عہد نامہ جدید یہود کی کتب مقدس کا حصہ نہیں ہے۔ وہ اسے تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ اسرائیل میں انجیل کی تعلیم پر اتنی کڑی پابندی عاید ہے کہ کہیں اور اشتراکی یا غیر اشتراکی ملک میں بھی نہیں ہے یہود تثلیث کے عقیدے کے شدید مخالف ہیں۔ "ہر اسرائیلی فوجی صرف عہد نامہ قدیم کی کتاب کا نسخہ قبول کرتا ہے"[ا] البتہ عیسائیوں کے نزدیک دونوں ہی حصے مقدس ہیں اور وہ ان پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس وقت پوری دُنیا میں عہد نامہ عتیق کے صرف تین نسخے محفوظ ہیں (۱) یونانی نسخہ (۲) عبرانی نسخہ (۳) سامری نسخہ

۱۔ یونانی نسخہ: یہ نسخہ ساتویں صدی تک عیسائیوں کے نزدیک معتبر تھا۔ وہ اس وقت تک عیسائی

[ا] Ulover : The Progress of World wide Missions-p. 248

عبرانی نسخہ کو تحریف شدہ مانتے تھے۔ یہ نسخہ یونانی اور مشرقی کلیساؤں میں آج تک معتبر مانا جاتا ہے۔

۲۔ عبرانی نسخہ: یہ نسخہ یہودیوں کے نزدیک بھی معتبر ہے اور پروٹسٹنٹ فرقہ بھی اس نسخہ کو معتبر مانتا ہے صرف یہی دو نسخے ہیں جن میں عہد عتیق کی تمام کتابیں شامل ہیں۔

۳۔ سامری نسخہ: یہ صرف سامریوں کے نزدیک (یہودیوں کا ایک فرقہ) معتبر ہے۔ اصل میں یہ عبرانی نسخہ ہے لیکن اس میں صرف سات کتابیں ہیں۔ اس نسخہ میں عبرانی نسخہ کی نسبت بہت سے الفاظ اور فقرے زیادہ ہیں۔ پروٹسٹنٹ کہتے ہیں کہ یہودیوں نے عبرانی نسخہ میں تحریف کر دی ہے۔ عیسائیوں کی کتابوں کی طرح ان نسخوں میں بھی بہت اختلاف ہے۔ یہاں اختصار کے لیے صرف ایک ہی مثال دی جاتی ہے۔

عبرانی نسخہ میں حضرت آدمؑ سے لے کر طوفان نوح کا زمانہ ۱۶۵۶ سال ہے۔
یونانی نسخہ میں " " " " ۲۲۶۲ سال ہے۔
سامری نسخہ میں " " " " ۱۳۰۷ سال ہے۔

یہ صرف ایک مثال ہے۔ ورنہ کوئی کتاب ایسی نہیں بلکہ کسی کتاب کا شاید ہی کوئی باب جس میں اختلافات موجود نہ ہوں۔

ھنری واسکاٹ کی تفسیر **Commentary** جلد نمبر ۱ میں لکھا ہے کہ

"اگسٹائن کہا کرتا تھا کہ یہودیوں نے ان اکابر کے حالات کے بیان میں جو طوفان سے قبل گذرے تھے یا اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد تک ہوئے تھے عبرانی نسخہ میں تحریف کر ڈالی اور یہ حرکت اس لیے کی کہ یونانی نسخہ کا اعتبار جاتا رہے اور اس لیے بھی کہ مذہب عیسوی سے ان کو عداوت تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ متقدمین عیسائی بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ یہودیوں نے یہ تحریف ۱۳۰ء میں کی ہے"[ا]

تحریف کی اس شہادت کو خود ایک عیسائی بیان کر رہا ہے۔

کتب عہد نامہ قدیم Old Testament

عہد نامہ قدیم (عہد نامہ عتیق) کی کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

[ا] اظہار الحق مولفہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی ترجمہ اکبر علی جلد دوم ص ۸

۱۔ پیدائش Genesis اس میں ابتدا سے لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات تک کی تاریخ ہے۔ اس کے پچاس ۵۰ باب ہیں۔

۲۔ خروج Eodus اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بنی اسرائیل کے صحرائے سینا میں ٹھہرنے کے واقعات ہیں اس میں چالیس ۴۰ باب ہیں

۳۔ احبار Leviticus اس میں بنی اسرائیل کے قیام صحرائے سینا کے دوران کے احکام موجود ہیں اس کتاب کے ۲۷ باب ہیں۔

۴۔ گنتی Numbers اس میں بنی اسرائیل کی مردم شماری سے ان کے کنعان جانے تک کے واقعات ہیں اور کچھ احکام بھی ہیں۔ اس میں ۳۶ باب ہیں۔

۵۔ استثناء Deuteronomy اس میں گنتی کے بعد سے حضرت موسیٰ کی وفات تک کے احوال ہیں اس میں ۳۴ باب ہیں۔

۶۔ یشوع Joshua یہ حضرت موسیٰؑ کے خادم حضرت یوشع بن نون کی طرف منسوب ہے جو حضرت موسیٰ کے بعد نبی ہوئے ہیں۔ اس کتاب میں ان کی وفات تک کے واقعات ہیں اس کے ۲۴ باب ہیں۔

۷۔ قضاۃ Judges حضرت یوشعؑ کے بعد بنی اسرائیل کے بگاڑ کے حالات ہیں۔ اس زمانہ میں جو سردار ہوتا اسے قاضی کہتے تھے اور اس زمانے کو قاضیوں کا زمانہ۔ اسی لیے اس کتاب کا نام قضاۃ ہے اس میں ۲۱ باب ہیں۔

۸۔ روت Ruth اس میں حضرت داؤدؑ کی پڑدادی جناب راعوث کے حالات ہیں اس میں ۴ باب ہیں۔

۹۔ سموئیل ۱ Samuel-I یہ حضرت سموئیل کی طرف منسوب ہے جو حضرت کالبؑ کے بعد نبی ہوئے۔ یہ بنی اسرائیل کے آخری قاضی تھے۔ اس میں طالوت کی وفات تک حالات ہیں۔ کل ۳۱ باب ہیں۔

۱۰۔ سموئیل ۲ Samuel-II اس میں حضرت داؤدؑ کی حکومت اور طالوت کے بیٹوں سے آپ کی جنگ کے واقعات ہیں۔ اس میں ۲۴ باب ہیں۔

۱۱۔ سلاطین ۱ Kings-I اس میں حضرت داؤدؑ کی وفات سے حضرت سلیمانؑ کی بادشاہی، ان کی وفات، اور ان کے بیٹوں کے حالات ہیں۔ اس کتاب میں

حضرت الیاسؑ کا بھی ذکر ہے۔ کل ۲۲ باب ہیں۔

۱۲۔ سلاطین ۲ Kings-II اس میں صدقیاہ کی سلطنت کے احوال ہیں۔ کل ۲۵ ابواب ہیں۔

۱۳۔ تواریخ ۱ Chronicles-I اس میں حضرت آدمؑ سے حضرت سلیمانؑ تک شجرۂ نسب اور حضرت داؤدؑ کی حکومت کے کچھ حالات ہیں۔ اس کے ۲۹ باب ہیں۔

۱۴۔ تواریخ ۲ Chronicles-II اس میں حضرت سلیمانؑ کی حکومت اور ان کے بعد صدقیاہ تک بادشاہوں کے حالات اور بخت نصر کے یروشلم پر حملہ کا آخر میں ذکر ہے۔ کل ۳۶ باب ہیں۔

۱۵۔ عزرا ۱ Ezra شاید اس سے مراد حضرت عزیرؑ ہیں۔ اس میں بخت نصر کے بعد یروشلم کی دوبارہ تعمیر، پھر حضرت عزیرؑ کی کوششوں سے جلاوطن یہودیوں کو واپس لانے کے حالات ہیں۔ حضرت زکریاؑ وغیرہ کا بھی ذکر ہے اس کے کل ۱۰ باب ہیں۔

۱۶۔ نحمیاہ Nehemiah ان کو عزرا بھی کہتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عزیرؑ سے مل کر دوبارہ یروشلم کی تعمیر میں ہاتھ بٹایا۔ اس کتاب میں ان لوگوں کے نام بھی ہیں جنہوں نے یروشلم کی تعمیر میں حصہ لیا اس کے ۱۳ باب ہیں۔

۱۷۔ آستر Esther اس میں ایران کے بادشاہ اخویرس اور ایک یہودی لڑکی استر کا ذکر ہے۔ اس کے صرف ۹ باب اور تین آیت پروٹسٹنٹوں کے نزدیک مسلّم ہیں لیکن کیتھولک فرقہ کو تمام ۱۶ ابواب قابلِ تسلیم ہیں۔

۱۸۔ ایوب یہ حضرت ایوبؑ سے منسوب ہے اس کا زیادہ حصہ حضرت ایوبؑ کے ۳ دوستوں کی گفتگو کے متعلق ہے۔ یہ ادب اور شاعری کی معیاری کتاب ہے۔ اس کے ۴۲ ابواب ہیں۔

۱۹۔ زبور Psalms یہ قرآن کی بتائی ہوئی زبور کی تحریف شدہ شکل ہے۔ یہ حمد و ثناء اور نصیحت کے نغمات پر مشتمل ہے اس میں ۱۵۰ نغمے ہیں۔

۲۰۔ امثال سلیمان Proverbs یہ امثال اور حکمتوں کا مجموعہ ہے۔ جو حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب ہے اس میں ۳۱ ابواب ہیں

۲۱۔ واعظ Ecclesiastes بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے ایک بیٹے کا نام جامعہ یا

واعظ تھا۔ اس کتاب میں اس کی نصیحتیں ہیں کل ۱۲ ابواب ہیں۔

۲۲- غزل الغزلات Songs of Soloman
ان گیتوں کو حضرت سلیمان ؑ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کے ۸ باب ہیں۔

۲۳- یسعیاہ Isiah
اس میں وہ الہامات ہیں۔ جو حضرت شیعاہ ؑ بن آموس علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں جو آئندہ زندگی کے بارے میں ان کو ہوئے یہ کتاب بھی ادبیت کے لحاظ سے مشہور ہے۔ اس کے ۶۶ باب ہیں۔

۲۴- یرمیاہ Jermiah
یہ حضرت ارمیاہ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ جو حضرت شعیا ؑ کے خلیفہ ہیں۔ بنی اسرائیل آپ کے روکنے کے باوجود اپنی بداعمالیوں سے باز نہ آئے۔ بخت نصر نے جب یروشلم تباہ کیا تو مصر تشریف لے گئے اس کے ۵۲ باب ہیں۔

۲۵- نوحہ Lamentation
بخت نصر کے حملہ میں یروشلم برباد ہوا اور بنی اسرائیل قید ہوئے تو کسی نے مرثیے اور نوحے کہے جن کو حضرت ارمیا کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس کے ۵ باب ہیں۔

۲۶- حزقیال Eackiel
یہ حضرت حزقیل ؑ کی طرف منسوب ہے اس میں پیشین گوئیاں اور نصیحتیں ہیں اس کے ۴۸ باب ہیں۔

۲۷- دانیال Danial
حضرت دانیال ؑ کی طرف منسوب ہے۔ بخت نصر جن لوگوں کو یروشلم سے پکڑ کر بابل لے گیا تھا یہ ان میں شامل تھے۔ وہاں بادشاہ کے خوابوں کی صحیح تعبیر بتانے پر صوبہ بابل کے حاکم بنا دیئے گئے۔ اس کتاب کے شروع میں بادشاہ کے کچھ خواب ہیں پھر خود حضرت دانیال کے خواب درج ہیں۔ اس کے ۱۲ باب ہیں۔

۲۸- ہوسیع Hosea
مبینہ طور پر ان کا زمانہ نویں صدی ق م ہے۔ اسی زمانے میں ان پر یہ کلام نازل ہوا۔ جس میں بنی اسرائیل کو بداعمالیوں سے ڈرایا گیا ہے۔ اس کے ۱۴ باب ہیں۔

۲۹- یوایل Joel
تورات کے لحاظ سے یہ بھی ہوسیع کی طرح نبی تھے۔ ان پر نازل شدہ احکام اس کتاب میں درج ہیں جن میں روزہ رکھنے کا حکم بھی ہے۔ اس کے کل ۳ باب ہیں۔

۳۰- عاموس Amos
بروایت تورات یہ بھی نبی تھے۔ یہ ابتدا میں چرواہے تھے اس کے ۹ باب ہیں۔

۳۱- عبدیاہ Obadiah
اس میں حضرت عبدیا کے ایک خواب کا ذکر ہے اور کچھ پیشگوئیاں ہیں اس کی کل ۲۱ آیتیں ہیں۔

۳۲- یوناہ Jonah
یہ کتاب حضرت یونس علیہ السلام کی جانب منسوب ہے اس میں ۴ باب ہیں۔

۳۳- میکاہ Micah
یہ کتاب حضرت میخا مورشتی ؑ کی جانب منسوب ہے جو نویں صدی ق م میں شاہ حزقیاہ کے زمانے میں مبعوث ہوئے۔ اس میں ۷ باب ہیں۔

۳۴- ناحوم Nahum
تورات کے لحاظ سے یہ بھی نبی ہیں۔ اس میں ان کے ایک خواب کا ذکر ہے جس میں نینوا کی تباہی کی پیشین گوئیاں ہیں اس کے ۳ باب ہیں۔

۳۵- حبقوق Habakkuk
تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی تھے اور بخت نصر کے حملہ سے پہلے یروشلم آئے تھے اس میں ان کے ایک خواب کا ذکر کیا گیا ہے اس کے ۳ باب ہیں۔

۳۶- صفنیاہ Zephaniah
مبینہ طور پر یہ بھی نبی تھے جو یہودا کے بادشاہ یوسیاہ بن امون کے زمانہ میں مبعوث ہوئے اس کے ۳ باب ہیں۔

۳۷- حجی Haggai
یہ حضرت حجی کی طرف منسوب ہے۔ بخت نصر کے یروشلم کو تباہ کرنے کے بعد مبعوث ہوئے اس میں یروشلم کو دوبارہ تعمیر کرنے کی ترغیب ہے اس کے ۲ باب ہیں۔

۳۸- زکریا Zecharriah
یہ حضرت زکریا ؑ کی طرف منسوب ہے اس میں زیادہ تر خواب ہیں لیکن یہ وہ زکریا ؑ نہیں جو قرآن میں مذکور ہیں۔ اس میں

۱۴ باب ہیں۔

۳۹۔ ملاقیا **Malacht** یہ حضرت ملاکیاہ کی طرف منسوب ہے جو عہد قدیم کے آخری پیغمبر ہیں اس میں بنی اسرائیل کی ناشکری اور حضرت عیسیٰؑ کی آمد کا ذکر ہے۔ اس کے ۴ باب ہیں[۱]۔

یہ کل ۳۹ کتابیں ہیں جو یہودیوں کے علاوہ عیسائی پروٹسٹنٹوں کے نزدیک بھی معتبر و مسلم ہیں۔

ان ۳۹ کتابوں کے علاوہ اور بھی کتابیں ہیں جن کو رومن کیتھولک فرقہ مسلم سمجھتا ہے۔ اور وہ رومن کیتھولک کی کلام مقدس میں شامل ہیں۔

پروٹسٹنٹ نظریہ:

ان کتابوں کے متعلق پروٹسٹنٹ عیسائی کہتے ہیں کہ

۱۔ یہ کتابیں اپنی اصلی زبانوں (یعنی عبرانی اور کالدی) میں جھوٹی ہیں اور اس زمانہ میں ان زبانوں میں یہ کتابیں موجود نہیں تھیں۔

۲۔ یہودی بھی ان کتابوں کو الہامی تسلیم نہیں کرتے۔

۳۔ تمام عیسائیوں نے بھی ان کتابوں کو تسلیم نہیں کیا۔

۴۔ یوسی بیس نے کہا ہے کہ یہ کتابیں محرف ہو چکی ہیں خصوصاً مکابین کی دوسری کتاب[۲]۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ جب میں نے رومن کیتھولک کا کلام مقدس مطبوعہ سوسائٹی آف سینٹ پال۔ روما ۱۹۵۸ء دیکھا تو اس کتاب کے صفحہ س پر یہ عبارت تحریر پائی

"تمام کتابوں کی کل تعداد ۷۲ ہے جن میں ۴۵ عہد نامہ عتیق میں اور ۲۷ عہد نامہ جدید میں شامل ہیں۔" لیکن جب اس کلام مقدس کی فہرست (صفحات "ت" اور "ق") پر عہد نامہ عتیق کے نام سے درج شدہ کتب کی گنتی کی تو یہ کل ۴۶ ہوئیں گویا ایک کتاب اور زیادہ بڑھ گئی[۳]۔

اس پر درج ہے کہ مغربی پاکستان کے اسقف صاحبان کی ہدایت و اجازت سے مطابق اصلی متن ترجمہ مصححہ مطبوعہ سوسائٹی آف سینٹ پال۔ روما ۱۹۵۸ء

---

[۱] کتاب مقدس۔ بائبل سوسائٹی مطبوعہ ہانگ کانگ نمبر ۹۳، ۱۹۶۰ء

[۲] اظہار الحق مصنفہ علامہ رحمت اللہ کیرانوی۔ ترجمہ اکبر علی جلد اول ص ۳۲۲

[۳] کلام مقدس۔ رومن کیتھولک سوسائٹی آف سینٹ پال۔ روما ۱۹۵۸ء

تتمہ کتب عہد عتیق:

۱۔ طوبیا: **Tobit** اس میں طوبت نامی ایک یہودی اور اس کے بیٹے طوبیا کے حالات ہیں۔ ابابیل کی بیٹ کی وجہ سے، طوبت کی بینائی زائل ہو جاتی ہے اور پھر چند سالوں بعد وہ صحیح ہو جاتا ہے۔ اس کا بیٹا طوبیاہ بھی دیندار ہوتا ہے۔ اس کے کل ۱۴ باب ہیں۔

۲۔ یہودیت **Judith** اس میں ایک یہودی بیوہ عورت کی زندگی کے حالات ہیں جس کا نام بھی یہودیت تھا۔ بنوکد نصر (بخت نصر) کا زمانہ ہے۔ اس کے سپہ سالار کو دھوکہ سے مدہوشی کے عالم میں مارتی ہے اس کے کل ۱۶ باب ہیں۔

۳۔ حکمت **wisdom** یہ کتاب دوسری صدی ق م میں یونانی زبان میں سلیمان بادشاہ کی شخصیت پر لکھی گئی ہے[۱]۔ اس میں چھوٹے چھوٹے جملوں میں پند و نصائح ہیں۔ شریروں اور راست بازوں کے واقعات اور انجام ہیں۔

اس کے ۱۹ باب ہیں۔

۴۔ یشوع بن سیراخ **Sirach** انیسویں صدی کے آخر تک اس کتاب کا صرف یونانی ترجمہ موجود تھا۔ بعد میں عبرانی متن بھی دستیاب ہو گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اسے یشوع نے ۲۰۰ ق م میں عبرانی زبان میں لکھا۔ پھر اس کے پوتے نے یونانی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب یونانی اور لاطینی زبانوں میں اکلیسیاستکی یعنی "کلیسا کی خاص" کتاب کہلاتی ہے۔ اس میں الٰہی حکمت اور بشری اخلاق کی تعلیم ہے۔ اس کے ۵۱ ابواب ہیں۔

۵۔ باروک **Baruch** باروک کو ارمیاہ نبی کا ساتھی اور ان کا کاتب بتایا جاتا ہے۔ وہ بابل گیا۔ وہاں اس نے یہ کتاب لکھی۔ اس میں ارمیاہ نبی کے

---

[۱] کلام مقدس۔ رومن کیتھولک ص ۸۴۷

وہ خط بھی ہے۔ جو انہوں نے شاہ بابل کے قیدیوں کو لکھا تھا
اس کے کل ۶ باب ہیں۔

۶۔ مکابین ۱ Meccabin-I : یہود ابن متتیاہ کاہن کو اس کی فتوحات کی وجہ سے "مکابی" کا لقب دیا گیا تھا۔ شاہ روم انطاکس کی حکومت کے دوران یہودی مارے گئے تھے۔ ان کتابوں کی یعنی مکابین میں وہ حالات و واقعات ہیں۔ مکابین کی اصل میں سو کتابیں ہیں[1]۔ لیکن ان میں سے صرف دو الہامی مانی جاتی ہیں۔ اس میں متتیاہ اور اس کے بیٹوں کے حالات ہیں۔ اس کے ۱۶ باب ہیں۔

۷۔ مکابین ۲ Meccabin-II اس میں بھی واقعات ہیں۔ اور انطاکس کے ہیکل کو لوٹنے کے حالات بھی مرقوم ہیں۔
اس کے ۱۵ باب ہیں۔

[1] کلام مقدس۔ رومن کیتھولک ص ۱۲۴۳

حضرت مسیح علیہ السلام

(۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، آپ کی تعلیم و تربیت اور وفات کے مستند حالات کہیں نہیں ملتے۔ آج کی تحقیقات اور ریسرچ کا زیادہ تر ماخذ عہد نامہ جدید ہے۔ یا اس کے علاوہ چند ایک دوسری تحریرات ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا طرز کی کتب میں بھی زیادہ تر عہد نامہ جدید کے حوالوں سے بات کہی گئی ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا بیان ہے[1]

"حضرت مسیح کی پیدائش اور بچپن کے بارے میں نہ مرقس اور نہ ہی یوحنا نے کسی قسم کی کوئی معلومات Data بہم پہنچائی ہیں۔ دونوں نے اپنے اندراجات و بیان کو ابتدائی سالوں کے مختصر واقعات سے شروع کیا۔ تہذیب یورپ کو تین نامور امریکی اہلِ قلم نے لکھا ہے اور جو تقریباً ۵۰۰ کتابوں سے اخذ شدہ تہذیبی معلومات کا ایک شاندار ریکارڈ ہے۔ اس کا ترجمہ قمر صاحب نے کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ

"انیسویں صدی کے فرانسیسی مصنف اناطول فرانس (یہ فرانس کا مشہور صاحبِ قلم تھا) کو مسیحیت ناپسند تھی۔ فرانسیسی مصنف کے کینہ اور خصومت سے محض یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی کے متعلق تاریخی دستاویزیں ناپید ہیں۔ یہودی عہد نامہ قدیم کو لفظاً لفظاً درست سمجھتے ہیں۔ یہی کیفیت "عہد نامہ جدید" کے متعلق مسیحوں کی ہے اگر یہ کتابیں خدا کی طرف سے الہامی الفاظ کا مجموعہ ہیں۔ تو کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اگر عہد نامہ جدید کو اس کی موجودہ صورت میں دورِ حاضر کے اسی طور طریق پر پرکھا جائے جن کے متعلق لامذہبی رسائل سے حاصل کردہ دستاویزوں کو پرکھا جاتا ہے۔ تو ماہرینِ فن کی متفقہ رائے یہ ہے کہ متفق علیہ اناجیل

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ ص ۱۰۱۷۔ نیا ایڈیشن

Synoptic Gospels کو بھی حضرت مسیح کی زندگی کے متعلق معاصر دستاویزیں قرار نہیں دیا جا سکتا۔[1]

گویا متفق علیہ اناجیل بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زندگی پر واضح روشنی نہیں ڈال سکتیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا بیان ہے کہ "انیسویں صدی کے آخر کے ناقدین کہتے ہیں کہ یسوع سرے سے کبھی نہیں رہا۔ یسوع کی کہانی مکمل طور پر عیسائیوں کی محنت سے تیار کیا ہوا قصہ ہے جو خدا کے بارے میں ہے کہ تھوڑے عرصہ کے لیے وہ اپنی اصلی شکل میں زمین پر نمودار ہوا۔"[2]

بعض محققین لکھتے ہیں کہ "اب سمجھا جانے لگا ہے کہ حضرت مسیح ۶ ق م اور ۴ ق م کے درمیان پیدا ہوئے۔ انھیں غالباً ۲۹ء کے قریب یروشلم میں سولی پر چڑھا دیا گیا۔"[3]

الغرض حضرت عیسٰیؑ یہودی پیدا ہوئے، یہودی رہے اور یہودی مذہب کے تتمہ کی تبلیغ کرتے رہے۔

یہ تو تھے آپ کی ذات گرامی کے متعلق چند تجزیئے۔ اس کے علاوہ آپ کی تعلیمات کے بارے میں بھی کوئی ٹھوس، یقینی اور واضح نقشہ نہیں ہے۔ برٹن لکھتا ہے کہ "حضرت مسیحؑ کیا تعلیم دیتے تھے اور دعوت کے چند برسوں میں ان کا کیا پیغام رہا، تاریخ اس کا صحیح فیصلہ نہیں کر سکتی۔"[4]

اب صرف اناجیل اربعہ ہی وہ ذریعہ ہو سکتی ہیں جن سے حضرت مسیح کی پیدائش وغیرہ کے واقعات معلوم ہوں۔ ان اناجیل میں بھی صرف انجیل متی اور انجیل لوقا میں حضرت مسیح کی معجزانہ ولادت کا بیان ہے باقی دو نے اس سے بھی صرف نظر کیا ہے۔

ہم یہاں دونوں انجیلوں کی عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ دونوں انجیلوں کا اختلاف واضح ہو جائے۔

پیدائشِ مسیح:

(۱) انجیل متی میں آپ کی پیدائش کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے

"یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو

---

۱ تہذیب یورپ جلد اول۔ برٹن ص ۱۴۳

۲ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ ص ۱۰۱۵ مقالہ جیسس کرائسٹ

۳ تہذیب یورپ جلد اول۔ برٹن ص ۱۴۵

۴ " " " "

ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ "روح القدس" کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیوں کہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی طرف سے ہے اس کے بیٹا ہوگا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا۔ کیوں کہ وہ اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو گا۔ "دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔"[1]

(۲) انجیل لوقا میں اسی پیدائش کے واقعہ کو اس طرح لکھا گیا ہے:

"چھٹے مہینے میں جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نامی سے ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔ اور فرشتہ نے اس کے پاس آ کر کہا سلام تجھ کو کہ جس پر فضل ہوا ہے۔ خداوند تیرے ساتھ ہے اور وہ اس کلام سے بہت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے۔ فرشتہ نے اس سے کہا کہ اے مریم خوف نہ کر کیوں کہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہو گی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام یسوع رکھنا وہ بزرگ ہو گا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دے گا۔ اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا اور اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہو گا۔"[2]

پیدائش کے واقعہ ہی میں اتنا اختلاف ان دو انجیلوں میں ہے۔ حالانکہ ایسے اختلافات سے "الہامی کتب" کو بالکل پاک ہونا چاہیئے۔

حضرت مسیح کے دیگر حالات

بہر حال ان اناجیل کی روشنی میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر صلیب تک کے واقعات کچھ اس طرح ترتیب پاتے ہیں۔

۔ یوسف کے ہاں بیت اللحم میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور فرشتہ کی ہدایت پر یوسف بیوی اور بچہ کو

---

۱ انجیل متی ۱ : ۱۸-۲۳

۲ انجیل لوقا ۱ : ۲۶-۳۲

لے کر مصر چلا گیا۔ اس اثنا میں یہودیہ (شام) کا بادشاہ ہیروڈئس (Herudius) مرگیا۔ تو یہ گلیل کے علاقہ میں واقع ناصرہ نامی ایک شہر میں آگئے۔[1]

ایک مرتبہ ان کے ماں باپ حسبِ معمول عیدِ فسح کے موقع پر یروشلم گئے۔ اس وقت حضرت عیسٰی بارہ برس کے تھے (حضرت موسٰی علیہ السلام کی سرکردگی میں جب اسرائیلیوں نے فرعونِ مصر سے نجات پانے کے لیے خروج کیا تھا "عیدِ فسح" اس کی یاد میں ۱۵ اور ۱۶ اپریل کو مناتے ہیں) جب وہ عیدِ فسح کے بعد واپس ہوئے تو حضرت عیسٰی یروشلم میں رہ گئے۔ ان کے "ماں باپ" دونوں کو خبر تک نہیں ہوئی۔ ایک منزل دور چلے جانے کے بعد انہیں احساس ہوا وہ حضرت عیسٰی کو تلاش کرنے لگے مگر وہ نہ ملے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ واپس یروشلم پہنچے، تین دن کے بعد دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ ہیکل میں استادوں کے درمیان بیٹھے ان سے سوال و جواب کر رہے ہیں۔ پھر وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ناصرہ[2] واپس ہوئے تیس سال کی عمر میں انھوں نے یوحنا (جان) (یعنی حضرت یحیٰی علیہ السلام) سے بپتسمہ لیا۔[3]

تقریباً اسی زمانہ سے آپ کی نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ آپ نے گلیل (شہر جلیل) کے گرد و نواح میں اثرانگیز تمثیلوں کے ذریعہ زہد و قناعت، عاجزی و انکساری اور مذمت جاہ و حشمت پر وعظ کہنا شروع کیا۔ درویشانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی۔ آپ اپنی اس تعلیم اور اپنے رحم دلانہ طرزِ عمل کے ذریعہ ہر دل عزیز ہوتے چلے گئے۔[4]

ایک دفعہ حضرت عیسٰی عیدِ فسح کے موقع پر یروشلم گئے تو آپ نے وہاں کی حالت دیکھ کر بڑا اضطراب محسوس کیا۔ لوگ بیت المقدس کے اندر خرید و فروخت کر رہے تھے۔ سودی کاروبار ہو رہا تھا یہی نہیں بلکہ صحن تک مویشیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہاں اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی آپ اسے برداشت نہ کر سکے۔ آپ کو غصہ آیا۔ آپ نے مویشیوں کو صحن سے باہر نکلوا دیا۔ اور روپیہ کا لین دین کرنے والوں کی میزیں الٹ دیں اور چیخ چیخ کر فرمایا۔ کہ "میرے باپ کے گھر کو تجارت کا گھر نہ بناؤ۔"[5]

---

[1] انجیل متی باب ۲ : ۱-۲۳
[2] انجیل لوقا باب ۲ : ۱-۵۱
[3] انجیل لوقا باب ۳ : ۲۳
[4] انجیل متی باب باب ۴ : ۲۳-۲۵
[5] انجیل یوحنا باب باب : ۲ : ۱۳-۱۶

تبلیغ اور گرفتاری:

یہاں سے آپ نے نئے مذہب کی تبلیغ شروع کی یعنی یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیوں کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ آپ کفرنحوم (Capernam) نامی گاؤں چلے گئے وہاں ایک پہاڑی سے ایک بڑے مجمع کو آپ نے خطاب کیا جس میں اپنی تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا۔ یہ خطبہ "پہاڑی وعظ" (Sermon of the mount) کے نام سے مشہور ہوا۔[1] عیسائیوں میں پہاڑی وعظ ویسا ہی اہم ہے جیسا کہ مسلمانوں کے نزدیک حجۃ الوداع کا خطبہ۔ اس دوران آپ کو حضرت یحیٰی (یوحنا) کے قتل کیے جانے کی اطلاع ملی — اس وقت ہیروڈوس اعظم کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی سلطنت اس کے تین لڑکوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ اس کا ایک لڑکا زبردستی اس علاقہ کا بھی بادشاہ بن بیٹھا۔ اس نے اپنے بھائی فیلپس کی بیوی کو اپنی داشتہ بنا لیا۔ اس کی ایک لڑکی رقاصہ تھی۔ حضرت یحیٰیؑ کے ٹوکنے اور تبلیغ کرنے سے یہ رقاصہ اور بادشاہ ان سے ناراض تھے۔ انہیں جیل میں ڈال دیا گیا۔ پھر ایک جشن کے موقع پر اس رقاصہ کی فرمائش پر حضرت یحیٰیؑ کا سر کاٹ کر ایک تھال میں اس رقاصہ کو پیش کیا گیا۔[2]

حضرت عیسٰیؑ کے خلاف احبار اور کاہنوں نے سازشیں شروع کر دیں۔[3] آپ کے بارہ حواریوں میں سے ایک حواری یہوداہ اسخریوطی نے تیس سکوں کے عوض حضرت عیسٰیؑ کو اس کے حوالے کر دینے کا وعدہ کیا۔ اور موقع کا متلاشی رہا۔[4] حضرت عیسٰیؑ گتسمنی (Gethsemone) نامی باغ میں شاگردوں کے ساتھ آئے۔ اس سے پہلے وہ ایک آخری کھانا کھا چکے تھے یہاں انہوں نے منہ کے بل گر کر یوں دعا کی۔ "اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔"

اس اثنا میں آپ کا حواری یہوداہ اسخریوطی ایک بھیڑ کو لے کر وہاں پہنچا۔ وہ مجمع تلواروں اور لاٹھیوں سے مسلح تھا۔ آپ کو پکڑ کر کائفا نامی سردار کاہن کے پاس لے گئے اس پکڑ دھکڑ کے وقت آپ کے تمام شاگرد آپ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ چکے تھے۔[5]

کائفا کاہن کے پاس فقیہ اور بزرگ جمع تھے۔ دو گواہوں نے گواہی دی کہ حضرت عیسٰیؑ نے کہا تھا کہ "وہ خدا کے مقدس کو ڈھا سکتے ہیں (یہ انجیل کے الفاظ ہیں غالباً اس سے مراد ہیکل سلیمانی ہے)

---

[1] انجیل متی باب ۴ اور ۵
[2] انجیل متی باب ۱۴ : ۳-۱۲
[3] انجیل مرقس باب ۱۴ : ۱-۲
[4] انجیل متی باب ۲۶ : ۱۴-۱۶
[5] انجیل متی باب ۲۶ آیت ۵۶

اور تین دن میں بنا سکتے ہیں"۔ کاہن نے حضرت عیسیٰؑ پر جرح کی۔ آپ خاموش رہے آخر کار زندہ خدا کی قسم کے ساتھ جو کچھ آپ نے فرمایا اس کو سنتا تھا کہ سردار کاہن نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہا کہ حضرت عیسیٰؑ نے کفر بکا ہے اب ہمیں گواہوں کی کیا حاجت رہی[1]۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کو پلاطوس (Pilot) کے سامنے اس الزام کے ساتھ پیش کیا گیا کہ یہ آپ کے خلاف لوگوں کو بغاوت پر ابھارتا ہے۔ اور اسے پھانسی پر چڑھا دیا جائے۔ چاروں انجیلوں میں واضح طور پر لکھا ہے کہ حاکم کے نزدیک آپ کا جرم ثابت نہیں ہوا۔ وہ آپ کو بے گناہ سمجھتا تھا اور رہا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہودیوں کے مجمع نے چلا چلا کر کہا کہ عیسیٰؑ کو پھانسی دی جائے۔ تب حاکم نے کہا تمہاری عید فسح ہے اور اس عید پر دستور ہے کہ ایک قیدی کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس لیے اس بے گناہ کو چھوڑ دیا جائے۔ مجمع نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک دوسرے قیدی ڈاکو برابا کو رہا کر دیا جائے جس کو قتل کی سزا تجویز ہو چکی تھی۔ بالآخر پلاطوس نے برابا کو رہا کرنے کا حکم دیا اور آپ کو پھانسی کا۔

تصلیبِ مسیح:

چنانچہ آپ اپنی صلیب خود اٹھا کر اس جگہ تک لے گئے۔ آپ کو پھانسی پر چڑھایا گیا۔ تیسرے پہر یعنی تقریباً ۹ گھنٹے بعد آپ نے بلند آواز سے چلا کر کہا "ایلی ایلی لما شبقتنی" (یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) اس کے بعد بڑی آواز سے چلا کر جان دے دی۔

جب شام ہوئی تو یوسف ارمتیاہ نامی ایک دولت مند شخص نے پیلاطوس سے لاش مانگی۔ اور پھر صاف چادر میں لپیٹ کر قبر میں رکھ دیا۔ یہ جمعہ کے دن کا واقعہ ہے۔ اتوار کے دن یعنی تیسرے دن آپ کی قبر کو دیکھا گیا تو آپ کی لاش اس قبر میں نہ ملی کسی نے بتایا کہ "وہ تو زندہ ہو گیا" پھر آپ چند لوگوں کو نظر بھی آئے۔ اس کے بعد آپ آسمان پر چلے گئے۔ ——————— مسیحی روایات کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی یہ مختصر سوانح ہے لیکن اس میں جو واضح اختلافات و تضادات چاروں اناجیل کے بیانات میں ہیں وہ آسانی سے نظر انداز نہیں کیے جا سکتے خواہ حسنِ عقیدت کے کتنے ہی بلند جذبہ سے کیوں نہ دیکھا جائے چونکہ عقائد کی بحث آئندہ صفحات میں پیش کی جا رہی ہے اس لیے تضادات کی نشان دہی کے ساتھ ساتھ مختلف زاویہ ہائے نگاہ کا دلائل تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔

---

[1] انجیل متی باب ۲۶ : ۵۷-۶۵

[2] انجیل متی باب ۲۷ : ۳۳-۳۶

حضرت مسیح کے حواری

(Apostle)

(۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام توریت یا انبیاء کی دوسری کتابوں کو منسوخ نہیں بلکہ انہیں مکمل کرنے آئے تھے[1]۔ اسی اصول کے مطابق آپ نے اپنے شاگردوں کی تربیت کی تھی جو سب ہی یہودی تھے۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے خصوصی تربیت پائی۔ ان خصوصی اصحاب کو شاگرد یا رسول کہتے ہیں۔ ان کی تعداد اناجیل کی رُو سے بارہ ہے۔ ان خاص بارہ شاگردوں یا رسولوں میں سے ایک یہودا اسخریوطی ہے جس نے تیس سکوں کے عوض اپنے استادِ محترم حضرت عیسیٰؑ کو دشمنوں کے ہاتھوں پکڑوا دیا۔ اس کے بعد آپ کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ باقی گیارہ شاگرد بھی گرفتاری کے موقع پر آپ کو اکیلا اور تنہا چھوڑ کر فرار ہو گئے[2]۔

ان بارہ حواریوں کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) انجیل متی باب ۱۰ : ۲-۵ (۲) انجیل لوقا باب ۶ : ۱۴-۱۶ (۳) کتاب اعمال باب ۱ : ۱۳-۱۴ اور (۴) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جدید ایڈیشن جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۲۰

ناموں کے اختلاف کے علاوہ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان ناموں میں پال، پولیوس یا ساول کا کہیں ذکر تک نہیں جو موجودہ عیسائیت کا ایک اہم ترین رکن ہے اور سینٹ پال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

انجیل متی میں حواریوں کے حسب ذیل نام ہیں (۱) شمعون (Simon) جو پطرس کہلاتا ہے۔ (۲) اندریاس (Andrew) (۳) یعقوب (James) (۴) یوحنا (John) زبدی کے بیٹے (Zebedee) (۵) فلپس (Philips) (۶) برتلمائی (Bartholomew) (۷) توما (Thomos) (۸) متی (Matthew) محصول لینے والا (۹) یعقوب (James) حلفی

---

[1] انجیل متی باب ۵ : ۱۷ : ۱۹

[2] انجیل مرقس باب ۱۴ : ۵۰

کا بیٹا (١٠) تدی Thaddaous (١١) شمعون قنانی Simouth Patriot (١٢) یہودا اسخریوطی Judas Iscariot ۔[1]

انجیل برنباس میں یہ نام مذکور ہیں (١) اندریاس (٢) پطرس (٣) برنباس (جس نے یہ لکھا) (٤) متی (٥) یوحنا (٦) یعقوب (٧) تدی (٨) یہودا (٩) برتلمائی (١٠) فلپس (١١) یعقوب (١٢) یہودا اسخریوطی۔[2]

متی مرقس نے حواریوں کے جو نام بتائے برنباس کی فہرست میں ان کے اندر دو ناموں میں اختلاف ہے۔ ایک توما جس کے بجائے برنباس خود اپنا نام دے رہے ہیں۔ دوسرا شمعون قنانی جس کی جگہ وہ یہودا بن یعقوب کا نام لیتے ہیں۔

لوقا کی انجیل میں یہ دوسرا نام بھی موجود ہے۔

دو حواریوں کی موت:

ناموں کے اختلاف سے قطع نظر ان بارہ حواریوں میں سے دو یعنی یہودا اسخریوطی اور یعقوب بن زبدی کا انتقال یروشلم کونسل سے پہلے ہو چکا تھا۔

یہودا اسخریوطی کے متعلق کتاب اعمال میں ہے کہ اس نے بدکاری کی کمائی سے ایک کھیت حاصل کیا اور سر کے بل گرا۔ اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اس کی سب انتڑیاں نکل پڑیں۔[3] لیکن انجیل متی میں اسی کے بارے میں ہے کہ یہودا اسخریوطی کو پشیمانی ہوئی وہ روپیے کر سردار کاہنوں کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے گناہ کیا کہ بے قصور کو قتل کے لیے پکڑوا دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کیا تو جان۔ اور وہ روپوں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی۔[4]

(دونوں اناجیل کا اختلاف قابل غور ہے)

یعقوب بن زبدی کے بارے میں ہے کہ ہیرودیس (Herod) بادشاہ نے اسے تلوار سے قتل کیا۔[5]

(تیسرے حواری یعقوب بن حلفی کا ذکر شاگردوں کے ضمن میں ہے۔[6] اور پورے عہد نامہ جدید میں اس کا دوسری بار تذکرہ ان عورتوں کے ساتھ ہے جو صلیب کے پاس جمع ہو گئی تھیں۔[7]

---

١ انجیل متی باب ١٠ : ٢-٥
٢ انجیل برنباس باب ١٤
٣ کتاب اعمال باب ١ : ١٨
٤ انجیل متی باب ٢٧ : ٣-٧-١
٥ کتاب اعمال باب ١٢ : ١-٢
٦ انجیل متی باب ١٠ : ٣
٧ انجیل مرقس باب ١٥ : ٤٠

حضرت عیسیٰؑ کے بھائی:

یہاں برسبیل تذکرہ یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ یعقوب نامی ان دو حواریوں کے علاوہ ایک اور یعقوب کا نام بھی عہد نامہ جدید میں اکثر جگہ آیا ہے۔ مگر یہ یعقوب حواری نہیں تھے بلکہ یعقوب بن یوسف نجار تھے۔[1] پولیوس اپنے خط میں بتلاتا ہے کہ یروشلم میں وہ خداوند کے بھائی یعقوب کے سوا کسی سے نہ ملا۔[2] یہ حضرت عیسیٰ کی زندگی میں آپ پر ایمان نہیں لائے تھے۔ انجیل یوحنا میں ہے۔ "اس کے بھائی بھی اس پر ایمان نہ لائے تھے"۔[3]

مندرجہ بالا تین حواریوں کے بعد باقی ٦ حواریوں (١) توما (٢) برتلمائی (٣) یہودا (٤) اندریاس (٥) فلپس اور (٦) متی کا کسی قسم کا تذکرہ حضرت عیسیٰ کے صعود آسمانی کے بعد کہیں نہیں آیا۔

جیمس میک کنن James Mecannon حواریوں کے بارے میں کہتا ہے کہ بارہ حواریوں میں سے باقی حضرات نے یسوع مسیح کے بعد کیا کچھ کیا۔ اس کے بارے میں کوئی قابل اعتماد بات نہیں کہی جا سکتی۔[4] ان نو حواریوں کے بعد اب باقی تین حواریوں کا اور پال یا پولیوس کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

پطرس Peter

پطرس کو شمعون یا سائمن بھی کہتے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ کے نہایت اہم شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ یہ فلسطین کے یہودی تھے اور پیشہ کے اعتبار سے مچھیرے۔ ان کا اصلی نام شمعون یا سائمن تھا حضرت عیسیٰ نے ان کا نام سیپاس (Cepas) رکھا تھا جس کے معنی چٹان کے ہیں۔ یونانی زبان میں چٹان کو پیٹر (Peter) کہتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب گرفتار ہوئے تو متی کی انجیل میں صاف لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کو پہچاننے سے ہی انکار کر دیا تھا۔ اور پطرس باہر صحن میں جا بیٹھا تھا کہ ایک لونڈی نے اس کے پاس آ کر کہا تو بھی یسوع گلیلی کے ساتھ تھا۔ اس نے سب کے سامنے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے اور جب وہ ڈیوڑھی میں چلا گیا تو دوسری نے اسے دیکھا اور جو وہاں تھے ان سے کہا یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا۔ اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس

---

١ انجیل متی باب ١٣ : ٥٥
٢ کتاب اعمال باب ١٥ : ١٣
٣ انجیل یوحنا باب ٧ : ٥
٤ James Mecannon From Christ To Constantine, p. 121

آدمی کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو وہاں کھڑے تھے، انہوں نے پطرس کے پاس آکر کہا بے شک تو بھی ان میں سے ہے کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا ——— اور فی الفور مرغ نے بانگ دی۔[1]

اسی انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اس سے یہ بھی کہا:

"اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے کیوں کہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔"[2] لیکن رومی کیتھولک کلیسا ہمیشہ سے انہیں سردار کلیسا تسلیم کرتا رہا ہے۔ اور یہ اس کلیسا کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ رومی کلیسا کے پہلے پوپ ہیں ان ہی سے پاپائیت کا آغاز ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے روم جاکر رسولی کلیسا کی بنیاد رکھی۔[3]

روما کے اسقفوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ پطرس رسول کے وارث ہیں اور تمام اختیارات اس کے حوالے ہوتے ہیں۔ اس نظریہ کو پوپ سلسٹائین (Celestine ۴۲۲ - ۴۳۲ء) نے رواج دیا۔[4]
پطرس کے دو خطوط عہد نامہ جدید میں شامل ہیں۔ حالانکہ یہ ان پڑھ تھے۔[5]

یوحنا (John)

جناب پطرس اور جناب برنباس کی طرح یوحنا بھی ایک اہم شاگرد ہیں اور جیمس میک کنن کے مطابق انہیں کلیسا کے تین ستونوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنی والدہ کی دیکھ بھال انہیں کے ذمہ کی تھی اور اپنی والدہ کو کہا تھا کہ اب یہی ان کا بیٹا ہے۔[6]

بڑی حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ یروشلم کونسل کے بعد یہ بھی کتاب اعمال سے یک بیک غائب ہو جاتے ہیں۔ جیمس میک کنن کہتا ہے کہ "پطرس کی طرح یوحنا بھی یروشلم کانفرنس کے بعد کتاب اعمال کے واقعات سے غائب ہو جاتا ہے۔ جب کہ وہ اس کانفرنس میں کلیسا کے تین ستونوں میں سے ایک تھا ——— یروشلم کو خیرباد کہہ کر انہوں نے اپنا تبلیغی کام کس جگہ انجام دیا ہمیں

[1] انجیل متی ۲۶ : ۶۹-۷۵
[2] انجیل متی ۱۶ : ۲۳-۲۴
[3] مسیحی تعلیم کے عجائبات صفحہ ۹۶
[4] انسائیکلو پیڈیا واقعات عالم۔ دلگر ترجمہ صفحہ ۱۵۳۔ جلد اول
[5] کتاب اعمال باب ۴ : ۱۳
[6] انجیل یوحنا باب ۱۹ : ۲۶-۲۷

معلوم نہیں۔"[1] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یروشلم کونسل کے بعد جب جناب پطرس اور جناب برنباس دونوں حواری پولوس سے اس کی خودساختہ تعلیمات کے اصرار کی بنا پر الگ ہوگئے۔ تو یوحنا نے بھی اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ پولوس کے شاگردوں نے نظریاتی اختلاف کی وجہ سے جو اس کونسل میں ظاہر ہو گئے آپ کو در خور اعتنا نہ سمجھا۔ اس لیے آپ کے تذکرہ سے کتابیں خالی رہیں۔
انجیل یوحنا اور عہد جدید کی کتابوں کے تین مکتوبات، آپ کی طرف منسوب ہیں۔ جب کہ کتاب اعمال میں آپ کو بھی ان پڑھ بتایا گیا ہے۔[2]

حواریوں کے بارے میں قرآنی نقطہ نظر

انجیل کے مطابق حواریوں کا جو مختصر کردار ہمارے سامنے آتا ہے اس کو مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کہیں انہیں لالچی بنایا گیا ہے تو کہیں گرفتاری کے خوف سے حضرت مسیح کا انکار کرنے والا۔ بلکہ خود حضرت مسیح کی گرفتاری کے وقت تمام حواریوں کا آپ کو اکیلا چھوڑ کر فرار ہونا وغیرہ۔

اس کے برعکس قرآن مجید حواریوں کو فرماں بردار مطیع اور مددگار بتاتا ہے۔ حواریوں کا کئی جگہ قرآن نے ذکر کیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی عزت قرآن کے ذریعہ بحال کرنے کے لیے چند حوالے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

فَلَمَّآ أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ ٱلْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِىٓ إِلَى ٱللَّهِ ۖ قَالَ ٱلْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَٱشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (آل عمران ۳ : ۵۲)

"پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کون ہیں جو اللہ کے واسطے میرے مددگار بن جائیں۔ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور ہم اللہ کے مددگار ہیں اور ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم اللہ کے فرماں بردار ہیں۔"

اس آیت میں حواریوں کو فرماں بردار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار بتایا ہے نہ کہ چھوڑ کر جانے والے۔

[1] James Mecannon : From Christ to Constantine, p. 118
[2] کتاب اعمال باب ۴ : ۱۳

(۲) وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْآ اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ (المائدہ ۵: ۱۱۱) "اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی بھیجی کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم پورے فرمانبردار ہیں۔" ——————

اس آیت میں ایمان لانے کے بعد ثابت قدم اور فرمانبردار رہنے کا اظہار ہے۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (الصف ۶۱: ۱۴) "اے ایمان والو! تم اللہ کے دین کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسٰی بن مریم نے حواریوں سے فرمایا، اللہ کے راستہ میں میرا کون مددگار ہے تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کی راہ میں مددگار ہیں۔"

صرف ان تین آیتوں سے حضرت عیسٰی کے حواریوں کی تقدیس و عظمت بحال ہو جاتی ہے جس کا تصور انجیل کے مؤلفین کر بھی نہیں سکتے۔

نبی کے ساتھیوں کے بارے میں یہ خیال کر وہ مشکل وقت میں نبی کا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں۔ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے بلکہ ایسے وقت میں تو ساتھیوں کی جان نثاری کے وہ واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں جن سے خود تاریخ حیرت زدہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی (حواری) جنگ اُحد میں پروانہ وار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چاروں طرف سے تلواریں اور تیر برس رہے تھے۔ ابو دجانہؓ جھک کر آپ پر سپر بن گئے۔ اب جو بھی تیر آتا ان کی پیٹھ پر آتا۔

حضرت طلحہؓ نے تلواروں کے وار کو ہاتھ پر روکا۔ حتیٰ کہ ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا —— اسی لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اکیلے اور تنہا کفار کی ایک جماعت کا منہ پھیر دیا اور بعضوں کو قتل کر دیا۔ نو فیکہ تین دفعہ اس اکیلے صحابی و حواری نے اپنے سے کئی گنا افراد کا مقابلہ کیا۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند نہ پہنچنے دیا۔

اسی جنگ میں حضرت مصعبؓ مہاجرین کا پرچم اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک کافر نے اچانک ان کے ہاتھ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ جھنڈا گر جائے اور مسلمانوں کو گویا کھلی شکست ہو جائے۔ انہوں نے فوراً دوسرے ہاتھ میں جھنڈا لے لیا۔ اس کافر نے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا۔ انہوں نے دونوں بازو ملا کر جوڑ کر سینہ سے جھنڈا چمٹا لیا کہ گرنے نہیں۔ اس نے ایک تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ مگر زندگی میں جھنڈا نہ گرنے دیا اور نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑنا پسند کیا۔

برنباس Barnabas

یہ بڑے اہم حواری تھے ان کا مقام بہت اونچا تھا۔ کتاب اعمال میں ہے کہ انہوں نے اپنا کھیت فروخت کر کے اس سے حاصل شدہ رقم لا کر رسولوں کے پاؤں میں رکھ دی تھی۔[۱]

یہ وہی شخصیت ہے جس نے پولیس کی تصدیق کر کے تمام حواریوں کو یقین دلایا تھا کہ واقعی یہ (پولیس) ایمان لا چکا ہے۔ اب وہ حضرت عیسٰی کا پیرو ہے اور یہ کہ یسوع مسیح نے اس پر ظہور فرما کر اس سے باتیں کیں۔[۲]

برنباس اور پولیس دونوں نے عیسائیت کی تبلیغ میں بڑی سرگرمیاں دکھائیں۔ اکثر ایک ساتھ ہی جاتے۔ لوگوں میں دین مسیح کی تبلیغ کرتے۔ یہ دونوں پہلے پہل انطاکیہ گئے۔ بہت جلد ہی لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے یہیں عیسائیت کے ماننے والوں کو پہلے پہل "کرسچین" کا نام دیا گیا۔[۳] اسی طرح وہ اکثر علاقوں میں جانے لگے کبھی ان کا استقبال پھولوں اور ہاروں سے ہوتا اور کبھی ان پر سنگ باری ہوتی اور شہر سے نکالے جاتے کہیں لوگ ان کو دیوتا سمجھتے۔[۴]

پھر اچانک ایک معمولی سا واقعہ (انجیل کی رو سے) اتنا شدید رونما ہو جاتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ کتاب اعمال میں بظاہر یہ بتایا گیا ہے۔ "برنباس کی صلاح یہ تھی کہ یوحنا کو جو مرقس کہلاتا تھا اپنے ساتھ لے چلیں۔ مگر پولیس نے یہ مناسب نہ جانا کہ جو شخص پمفولیہ Pamphylia میں کنارہ کر کے اس کام کے لیے ان کے ساتھ نہیں گیا تھا اس کو ہمراہ لے چلیں۔ ان میں ایسی سخت تکرار ہوئی کہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔" اور برنباس مرقس کو لے کر جہاز پر قبرص کو روانہ ہوا۔[۵]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس واقعہ سے کہ برنباس مشترکہ سفر میں مرقس کو ساتھ رکھنا چاہتے تھے اور پولیس اس کا مخالف تھا۔ اتنا شدید اختلاف کیوں رونما ہوا کہ دونوں کی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدائی ہو گئی۔ جب کہ دونوں کی دوستی مثالی بنتی جا رہی تھی اور لوگ دونوں کو "زیوس" Zeus اور ہرمیس Hermes سمجھتے تھے۔[۶] مزید یہ کہ دونوں ایسے آدمی تھے جنہوں نے اپنی جانیں یسوع مسیح کے نام پر نثار کر رکھی تھیں۔[۷]

---

[۱] کتاب اعمال باب ۵: ۳۶-۳۷

[۲] کتاب اعمال باب ۹: ۲۶-۲۷

[۳] کتاب اعمال باب ۱۱: ۲۶

[۴] کتاب اعمال باب ۱۴: ۱۲

[۵] کتاب اعمال باب ۱۵: ۳۶-۴۰

[۶] کتاب اعمال باب ۱۴: ۱۳

[۷] کتاب اعمال باب ۱۵: ۲۶

صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ پولوس نے جب اپنے خود ساختہ نظریات کو تھوپنا چاہا تو جناب برنباس نے علیحدگی اختیار کر لی۔ چنانچہ برنباس کی انجیل میں پہلے ہی صفحہ پر اور پہلے ہی باب میں برنباس نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح کی جائے جو شیطان کے پھسلانے سے مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ ختنہ کا انکار کرتے ہیں جس کا اللہ نے ہمیشہ کے لیے حکم دیا ہے۔ یہ حرام کھانوں کو حلال کرتے ہیں۔ انہی کے زمرہ میں پولوس بھی گمراہ ہو گیا۔[1] اس واضح بات کو صاف صاف ماننے کے بجائے ایک معمولی بات کو بنیاد بنا کر تمام الزام جناب برنباس کے سر ڈالا گیا کہ وہ اپنے ایک رشتہ دار مرقس کو سفر میں ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔

مزے کی بات یہ ہے کہ بعد میں یہی پولوس اسی یوحنا یا مرقس کی تعریف و توصیف کر کے کہتا ہے کہ مرقس کو ساتھ لے کر آ جا کیوں کہ خدمت کے لیے وہ میرے کام کا ہے۔" یہ بڑی عجیب بات ہے جب جھگڑے کی بنیاد ہی مرقس تھا اور جس کی وجہ سے دو گہرے جاں نثاروں میں تفریق ہوئی تھی اب اسی مرقس کو نہ صرف بلا رہا ہے بلکہ کہہ رہا ہے کہ وہ خدمت کے لیے میرے کام کا ہے۔[2]

بہرحال اختلاف کی اصل وجہ پولوس کی تعلیمات تھیں جس کو برنباس نے بھی دوسرے حواریوں کی طرح پسند نہ کیا اور الگ ہو گئے۔ قبرص کے بعد وہ کہاں گئے؟ عیسائی تاریخیں خاموش ہیں۔ انہوں نے ایک انجیل بھی لکھی جس کو عیسائی حضرات نے ممنوعہ کتب میں شامل کر دیا۔ اس کی تفصیلات اناجیل کے باب میں آئیں گی۔

پولوس (پال) Paul

حواریوں کا ذکر آپ نے پچھلے صفحات پر پڑھا۔ اب جو شخصیت زیر بحث ہے۔ وہ پال یا پولوس ہے۔ یہ اصل میں حواری نہ تھا۔ بلکہ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کا سخت ترین دشمن تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہونے کے باوجود اس نے آپ سے کبھی ملاقات نہیں کی۔ وہ خود اعتراف کرتا ہے کہ یسوع ناصری کے نام کی مخالفت کرنا' عیسائیوں کو قید خانوں میں ڈلوا دینا اور قتل کرا دینا اس کی دھن تھی۔ بلکہ دوسرے شہروں میں بھی جا کر انہیں ستاتا تھا۔ اور ان سے کفر کہلواتا تھا۔[3]

---

۱ انجیل برنباس۔ مطبوعہ کراچی باب ۱ صفحہ ۱

۲ تیمتھیس باب ۴: ۱۱

۳ کتاب اعمال باب ۲۶: ۹-۱۰

پھر اچانک پال پر بقول اس کے مسیح کی تجلی ہوئی۔ وہ تین دن نابینا رہا۔ اور پھر فوراً عبادت خانوں میں یسوع کی منادی کرنے لگا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔[4] قابل غور بات یہ ہے کہ بینائی کی بحالی کے بعد ہی فوراً پولوس حضرت عیسیٰ کے خدا کا بیٹا ہونے کا اعلان کرتا ہے اس سے پہلے کسی بھی حواری نے ایسا نہیں کیا تھا۔ چند دنوں میں ہی وہ اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ حضرت عیسیٰ کے اصلی حواریوں تک کو خاطر میں نہیں لاتا تھا بلکہ ان کی مخالفت کرتا ان پر ملامت کرتا اور ان کو ریاکار تک بتلاتا۔[5]

پال ایمان لانے کے بعد دمشق کے جنوبی حصہ میں چلا گیا۔ وہ خود اپنے ایک خط میں اس کا ذکر کرتا ہے۔ "اور نہ یروشلم میں ان کے پاس گیا جو مجھ سے پہلے رسول تھے بلکہ فوراً عرب چلا گیا۔ پھر وہاں سے دمشق کو واپس آیا۔"[6]

حالانکہ عام قاعدہ ہے کہ ہر نیا شاگرد پرانے اور قدیم شاگردوں میں زیادہ سے زیادہ وقت لگاتا ہے تاکہ ان کے ذریعہ استاد کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو۔ پرانے شاگرد موجود تھے جنہوں نے براہ راست حضرت عیسیٰ سے فیض حاصل کیا تھا۔ اور ان کی تعلیمات کو سمجھا تھا لیکن یہ نیا شاگرد ان سب سے دور چلا گیا۔ آخر کیوں؟

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا یہ اقتباس خاص طور پر قابل غور ہے

"اس کے عیسائی بننے کے فوراً بعد کی مدت کے متعلق بہت کم معلومات ہیں۔ بجز اس کے کہ اس نے تین سال کا کچھ حصہ دمشق اور کچھ جنوب مشرقی عرب میں گذارا ——— یہ خاموش سال تشکیل دینے والے سال تھے۔ جب اس نے نئے عقیدہ پر بہت گہرائی سے غور کیا اور تعلیمات و تبلیغ میں سیر حاصل تجربہ حاصل کیا۔"[7]

ان خاموش تین سالوں میں اس نے شریعت عیسوی کے مقام کی نئی تشکیل کے متعلق غور و فکر کیا۔ اسی لیے تو انہیں "تشکیل دینے والے سال" قرار دیا گیا ہے۔ وہ تشکیل و تعبیر کیا تھی؟ کیسی تھی؟ اصلی تعلیمات مسیح سے اس کا کیا اور کتنا تعلق تھا؟ اس کو جتی نے یوں بیان کیا ہے۔

"ان ابتدائی مصنفوں (پولوس رسول اور مسیحی پادری) نے مسیحیت کو یونانیت کا پروانہ دے کر

---

۴ کتاب اعمال ۹: ۲۰-۲۱ ۵ اعمال ۹: ۱-۲۱

۶ گلتیون ۱: ۱۷

۷ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۷ صفحہ ۷۰۴ مقالہ "پال"

اسے عالمگیر اشاعت کے قابل بنا دیا۔ پولیس رسول یونانی فلسفہ اور زبان جانتا تھا۔ اس نے فلسفیانہ ترکیبیں اور اصطلاحیں استعمال کیں ——— اور پرانے مذہبوں سے مختلف نکتے لیے جس سے مسیحیت پر یونانی رنگ چڑھ گیا۔[1]

اس طرح پولیس نے اصلی مسیحی تعلیمات کو مسخ کر دیا۔ اس نے ان تعلیمات میں یونانی فلسفے اور پرانے مذہبوں کے مختلف نکتوں کی آمیزش کر دی۔

اصل بات یہ ہے کہ پولیس حضرت عیسٰی اور آپ کے حواریوں کی تعلیمات سے بالکل مختلف ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالنا چاہتا تھا۔ وہ فائلو Philo سے بھی واقف تھا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار کی رائے میں "نئی تشکیل" کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس کو سکون کی ضرورت تھی۔ حتی کہتا ہے کہ وہ یونانی فلسفہ اور ترکیبیں بھی جانتا تھا۔ اس نے پرانے مذہبوں کے مختلف نکتے بھی لیے۔

ارنسٹ اوھاسر Earnest O'Hauser "دین عیسویت" کی اصلی تعلیمات کو اس طرح مسخ کرنے پر پولیس کی کوششوں کو یوں سراہتا ہے۔ "اگر اتنے دانشمند اور دور اندیش انسان کا ساتھ نہ ہوتا تو عیسائی عقیدہ ایک چھوٹے عبرانی فرقہ میں محدود رہتا۔[2]" گویا اصلی تعلیمات کا مسخ ہونا کوئی اہم بات نہیں ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اصلی عیسائی تعلیمات پر یونانیت کا رنگ چڑھا کر اسے عالمگیر اشاعت کے قابل بنا دیا گیا۔ چنانچہ پولیس تین سال تک مکمل غور و فکر کرنے کے بعد یروشلم پہنچا۔ رفتہ رفتہ اپنی تعلیمات کا اظہار کرتا رہا۔ جس کی وجہ سے اسے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ پطرس اور برنباس کی وجہ سے مسیحی عیسائیوں کا ایک بڑا گروہ پولیس سے برگشتہ ہو گیا تھا۔

پولیس نے انطاکیہ سے ایک خط گلتیون کے نام لکھا جو علاقہ گلتیہ کی طرف منسوب ہے۔ یہ ان چودہ خطوط میں سے ایک خط ہے جو عہد نامہ جدید میں شامل ہے۔ اس خط میں اس نے اپنے افکار و نظریات کا خوب کھل کر اعلان کیا۔ اس خط میں وہ بڑے غضب اور تیزی میں نظر آتا ہے۔ اپنے مخالفوں کو ملعون قرار دیتا ہے۔ اسی میں وہ واضح کرتا ہے کہ دین عیسوی کی تعلیم اسے براہ راست بذریعہ وحی حاصل ہوئی

---

[1] تاریخ شام۔ حتی صفحہ ۲۷۵

[2] ریڈرس ڈائجسٹ ماہ اکتوبر ۱۹۶۶

ہے ——— کتاب اعمال میں لکھا ہے (یہ کتاب اس کے ایک شاگرد کی تحریر کی ہوئی ہے) کہ فیس تس نے بڑی آواز سے کہا۔ "اے پولیس تو دیوانہ ہے بہت علم نے تجھے دیوانہ کر دیا ہے۔[1]" صرف علم ہی نہیں بلکہ پولیس کے اندر سوچ سمجھ اور فہم و ادراک کی بھی زبردست قوت تھی ——— دوسرے لوگوں کی ضرورتوں کو سراہنے کا جذبہ بھی تھا اور موقع و محل کے لحاظ سے خود کو اس کے مطابق ڈھالنے کا ملکہ بھی۔ تین سال تنہائی میں رہ کر اس نے شریعت کی نئی تعبیر ڈھونڈی۔ پھر اس کو عام کرنے کے لیے عجیب عجیب ہتھکنڈے استعمال کیے۔ خود کہتا ہے کہ "میں یہودیوں کے لیے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت تھے، میں ان کے لیے شریعت کے ماتحت ہوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔[2]" یعنی وہ نہ یہودی تھا نہ شریعت کے ماتحت تھا بلکہ لوگوں کو اپنے مسلک میں داخل کرنے کے لیے یہ سب کچھ بنتا رہا۔

ابتدا میں لوگ اس کی تعلیمات کو صحیح نہیں جانتے تھے چنانچہ کتاب اعمال میں ہے کہ "اے اسرائیلیو! مدد کرو! یہ وہی آدمی ہے جو ہر جگہ سب آدمیوں کو امت اور شریعت اور اس کے مقام کے خلاف تعلیم دیتا ہے بلکہ اس نے یونانیوں کو بھی ہیکل میں لا کر اس پاک مقام کو ناپاک کیا۔[3]"

وہ کیا تعلیم دیتا تھا۔ نمونہ ملاحظہ فرمایئے ——— "اور فوراً عبادت خانوں میں یسوع کی منادی کرنے لگا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔[4]" اس سے آگے بڑھ کر اس نے دعویٰ کیا کہ مسیح مجھ میں بولتا ہے وہ تمہارے واسطے کمزور نہیں بلکہ تم میں زور آور ہے ہاں وہ کمزوری کے سبب مصلوب کیا گیا۔[5] جب کچھ لوگوں نے یہ تسلیم کر لیا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں اور اب میں زندہ نہیں رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے۔[6] حالانکہ اس نے زندگی میں مسیح سے ملاقات تک نہ کی تھی۔ بلکہ ان کے پیروکاروں کا جانی دشمن تھا۔ پھر یہ مسیح کے ساتھ مصلوب کیسے ہو گیا۔

نیا دینِ مسیح:

"اے بھائیو! میں تمہیں جتائے دیتا ہوں کہ جو خوشخبری میں نے سنائی وہ انسان کی سی نہیں۔ کیونکہ وہ مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچی اور نہ مجھے سکھائی گئی۔ بلکہ یسوع مسیح کی طرف سے مجھے اس کا

---

[1] اعمال ۲۶ : ۲۴-۲۵

[2] کرنتھیوں ۹ : ۲۰-۲۱

[3] اعمال ۲۱ : ۲۸-۲۹

[4] اعمال ۹ : ۱۹-۲۰

[5] کرنتھیوں ۱۳ : ۳-۴

[6] گلتیون ۲ : ۲۰

مکاشفہ ہوا"[1]

پال نے خود ہی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اس کے جھوٹ سے خدا کا جلال اور زیادہ ہوتا ہے تو اسے کیوں گنہ گار سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اس نے ایک عجیب و غریب فلسفہ ایجاد کیا کہ برائی زیادہ سے زیادہ کرو تاکہ بھلائی پیدا ہو۔ "اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر مجھ پر گنہ گار کی طرح کیوں حکم دیا جاتا ہے؟ ہم برائی کیوں نہ کریں تاکہ بھلائی پیدا ہو"[2]

یہ گویا نئے دین کے متعلق اس کا اظہار خیال تھا۔ اگر عہد نامہ جدید غور سے دیکھا جائے تو ہر سمجھ رکھنے والے غیر جانبدار شخص پر حتمی طور پر واضح ہو جائے گا کہ پولوس نے حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کے سراسر منافی و متضاد ایک ایسا مذہب پیش کیا جو یونانیوں، رومیوں، مصریوں، اور آشوریوں کے عقائد کے مقابل زیادہ سہل تھا اور دست آسانی سے قابل قبول تھا۔

وہ یونانی یہودی تھا۔ فلسفہ یونان و روم پر دسترس رکھتا تھا۔ اس زمانے میں رومی حکومت تھی اور رومی حکومت یونانی تہذیب کی جانشین تھی جس میں مظاہر پرستی کو بہت غلبہ تھا۔ پولوس کی تعلیمات میں مظاہر پرستی کا کافی عمل دخل ہے۔ اس کے علاوہ پولوس نے غیر یہودیوں یعنی جنٹائلز کے لیے یروشلم میں دوسرے حواریوں کے ساتھ مشورہ کر کے یہ طے کرا لیا تھا کہ انہیں شریعت موسوی کے احکام کا سختی سے مکلف نہ بنایا جائے۔ انہیں ختنہ نہ کرانے اور سور کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی۔ حتی خود اعتراف کرتا ہے۔ "غرض پولوس نے ایسی رہنمائی کا انتظام کر دیا تھا جس سے مسیحیت اور یونانی حضارت کے درمیان مصالحت ہو گئی۔ مسیحیت پر یونانی رنگ چڑھ گیا۔ اور وہ رومیوں اور یونانیوں کے لیے خوشگوار بن گئی"[3]

ابتدا میں جب پولوس نے اپنے نظریات کو واضح طور پر بیان نہیں کیا تھا حضرت عیسیٰ کے حواری اس کے ساتھ تھے۔ اس کے ساتھ سفر بھی کرتے تھے۔ تبلیغ اور کلیساؤں کے قیام میں بھی اس سے رفاقت کرتے تھے۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے دیکھا کہ پولوس اصلی تعلیمات سے دور ہوتا جا رہا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتے گئے اور انہوں نے اپنے طور پر تبلیغ کے عمل کو جاری کر دیا۔ حتیٰ کہ اکثر لوگ پولوس کی تعلیمات سے دست کش ہوتے گئے جس کا اندازہ گلیتون کے خط سے ہوتا ہے۔

---

[1] گلیتون باب ۱: ۱۱-۱۲ — [2] رومیوں ۳: ۷-۸

[3] تاریخ شام۔ حتی صفحہ ۲۷۵

اس مرحلہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر حقیقی حواریوں کی تعلیم کردہ قبولیت عامہ کیوں حاصل نہ ہوئی جو پولوس کو حاصل ہوئی؟ اس کے جواب کے لیے ہمیں اس دور کے پس منظر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ رومی، یونانی تہذیب کے جانشین تھے۔ ان کی روشن دماغی ہی انہیں آمادہ کرتی تھی کہ وہ اہل مذہب کی تضحیک کریں۔

بلند پایہ مفکر مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔ "رومی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رومی اپنے مذہب و عقائد میں راسخ الایمان نہ تھے اور درحقیقت وہ اس بارے میں معذور بھی تھے اس لیے کہ جو مشرکانہ اور وہم پرستانہ مذہب روم میں رائج تھا۔ اس کا مقتضا یہ تھا کہ رومی علم میں جس قدر ترقی کرتے جائیں اور ان کے دماغ جس قدر روشن ہوتے جائیں اتنی ہی اہل مذہب کی بے توقیری اور اس کی عظمت میں کمی واقع ہو جائے اور یہ تو گویا انہوں نے پہلے ہی دن طے کر لیا تھا کہ دیوتاؤں کو سیاست اور امور دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔"[1]

رومیوں پر مذہب کا ذرا سا بھی اخلاقی اثر نہ تھا۔ جذبہ تقدس ختم ہو گیا تھا۔ عیش پرستی بے انتہا بڑھ چکی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیوی دیوتاؤں کے بتوں کو بھی غصہ میں آکر مسمار کر دیا جاتا۔ لوگ اپنی دعاؤں میں ایسے گندے اور فحش الفاظ استعمال کرتے جو بڑے سے بڑے بے شرم شخص کی زبان سے بھی ادا ہونا مشکل تھے۔

لیکی لکھتا ہے جب اغسطس کا بیڑا غرق ہو گیا تو اس نے غصہ میں آکر نیپچون (پانی کے دیوتا) کے بت کو مسمار کر دیا ——— سسرو بیان کرتا ہے کہ تھیٹر میں جب اس مضمون کے اشعار پڑھے جاتے تھے کہ دیوتاؤں کو دنیوی معاملات سے کوئی سروکار نہیں تو لوگ انہیں نہایت ذوق و شوق سے سنتے تھے۔ ——— جب جرمینکس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے دیوتاؤں کی قربان گاہوں پر خوب پتھراؤ کیا۔ سینٹ اگسٹائن وغیرہ بھی بڑی حیرت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ یہ رومی بت پرست مندروں میں تو دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے اور تھیٹر میں ان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے۔[2]

اس ماحول میں جب پولوس کا ساختہ جدید عیسوی مذہب سامنے آیا تو لوگوں کو اس کے قبول کرنے میں کچھ بھی دشواری نہیں ہوتی[3] ——— کیوں کہ یہ ان کے مزاج اور ذہن سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا۔ پولوس نے اصلی تعلیمات میں یونانیت و رومیت کی آمیزش کر دی تھی۔ اس لیے اسے

---

[1] "مسلمانوں کے عروج و زوال کا دنیا پر اثر"۔ از مولانا ابوالحسن علی ندوی صفحہ ۳۴۴

[2] "تاریخ اخلاق یورپ"۔ لیکی صفحہ ۱۳۷

[3] تاریخ اخلاق یورپ۔ لیکی صفحہ ۱۳۷-۱۳۸

تیزی سے قبولیت عامہ بھی حاصل ہوئی۔ حواریوں کے اجتہاد اور پولوس کی مزید رعایتوں نے غیر یہود کے لیے کشش پیدا کر دی کہ وہ اس مذہب میں داخل ہوتے جائیں، کیوں کہ اب یہ ان کے اپنے پرانے مذہب سے زیادہ الگ بھی نہ رہا تھا۔ پولوس جنٹائلز کو اس مذہب میں داخلہ کی سہولت دینے کے لیے یہاں تک آگے بڑھ گیا کہ اس نے شریعت پر عمل کرنے والوں کو لعنتی تک بتایا اور کہا کہ شریعت کو ایمان سے کوئی واسطہ نہیں۔[1]

موجودہ عیسائیت کا بانی:

مختصر یہ کہ پولوس نے کافی ابتدائی غور و فکر کے بعد عیسائی مذہب کی جو نئی تعبیر کی۔ وہ یونانی رومی مذہب سے بہت زیادہ میل کھاتی تھی۔

برنٹن لکھتا ہے کہ "مسیحیت اس وجہ سے بھی کامیاب ہوئی کہ اس میں بت پرستی کی بہت سی چیزیں شامل تھیں یعنی وہ کاملاً نئی چیزیں نہ تھیں۔ اس نکتہ کو اکثر مسیحیت کی "اتحاد پسندانہ فطرت" Syneretistic nature سے تعبیر کیا جاتا ہے۔[2]

عیسائیت کو عالمگیر بنانے کے لیے پولوس نے حضرت عیسیٰؑ کی اصلی تعلیمات کو مسخ کر کے ان میں بت پرستی کی آمیزش کر دی۔ پورا ماحول بت پرستانہ تھا۔ لوگ دیوی دیوتاؤں کو بھی مانتے تھے اور ان کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔ اس ماحول میں اصل مسیحی تعلیمات کو اتنی تیزی سے پھیلنے کا موقع ممکن نہ تھا۔ اور پولوس کی اپنی جذباتی طبیعت متقاضی تھی کہ مذہب جلد سے جلد پھیلے۔ یہ الگ بات ہے کہ مذہب کی روح ہی کیوں نہ ختم ہو جائے۔

یہی مؤرخ لکھتا ہے۔ کہ "اس نے (پولوس رسول) سب سے پہلے وہ قدم اٹھایا جس کے بغیر مسیحیت عالمی مذہب نہیں بن سکتی تھی۔[3] مسیحیت کو عالم گیر بنانے کی دُھن میں اس کو غور و فکر کرنا پڑا۔ وہ نہ صرف پڑھا لکھا تھا بلکہ یونانی زبان بھی جانتا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یونانی فلسفہ سے بھی واقف تھا جب کہ دوسرے حواری معمولی مچھیرے تھے اور ان پڑھ تھے۔[4] پولوس کے لیے عیسائیت کو

---

[1] گلتیون۔ باب ۳ : ۱۲

[2] تاریخ تہذیب یورپ۔ برنٹن۔ صفحہ ۱۸۷

[3] تاریخ تہذیب یورپ۔ برنٹن۔ صفحہ ۱۸۷

[4] مرقس ۱ : ۱۶-۲۰ اعمال ۴ : ۱۳

نئے قالب میں ڈھالنا دشوار بھی نہ تھا

یہ اعتراف مشہور عیسائیوں کی طرف سے ہے جو خود بھی مذہبی ہیں۔ لہٰذا ان حقائق کے پیش نظر یہ کہنا حقیقت کے خلاف نہیں کہ موجودہ عیسائیت پولوس کی قائم کردہ عیسائیت ہے جس پر یونانی رنگ چڑھا ہوا ہے۔

برنو بائر نے غالباً اسی لیے لکھا ہے کہ "نیقیہ کے اجلاس میں جب تثلیث مسلّم اصول دین قرار پائی تو حضرت عیسیٰ کی تعلیمات بت پرستوں کے عقائد کے قالب میں ڈھال دی گئیں۔ گویا کہ روما کے بھیڑیئے نے ناصرہ کے برہ کی کھال اوڑھ لی۔ یعنی پولوسیت عیسائیت کی شکل میں نمودار ہوئی"۔[5]

---

[5] تاریخ صحف سماوی۔ نواب علی۔ صفحہ ۱۲۳

عہد نامہ جدید

New Testament

(۴)

حضرت عیسیٰ کے مزعومہ واقعہ تصلیبؑ کے بعد آپ کی تشریف آوری کا خیال تقریباً تمام عیسائیوں میں موجود تھا۔ اس لیے فی الفور تصنیف و تالیف کی طرف عیسائیوں نے توجہ نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ جو بھی رسالے اور کتابیں ضبطِ تحریر میں آئیں وہ آپ کے کافی عرصہ بعد کی ہیں۔ عیسائیوں کے پاس ابتدائی دنوں کی کتاب محفوظ نہیں رہی تھی۔ اسی لیے وہ عہد نامہ قدیم کی اتباع کرتے تھے۔

جیمس ڈینیل لکھتا ہے۔ "جب دینِ مسیح میں داخل ہونے والے یہودی کلیسا بنانے کے لیے فلسطین سے باہر نکلے تو ان کی بائبل محض قدیم عہدنامہ کا یونانی ترجمہ (گریک ورژن) تھی[1]۔ ان حالات میں ظاہر ہے حضرت عیسیٰ کی صحیح تعلیمات کیسے محفوظ رہ سکتی تھیں۔ چنانچہ برنٹن کہتا ہے۔ "کسی مسیحی کے لیے یہ جاننا کبھی سہل نہیں رہا کہ وہ سچا مسیحی ہے یا نہیں[2]۔"

دینِ عیسائیت کی تحریکِ بشارت کے دوران جب غیر یہودی اس دین کو قبول کرنے لگے۔ تو تعلیمات کے لحاظ سے اُن کے مختلف فرقے پیدا ہو گئے۔ ہر فرقہ خود کو مسیح کا صحیح معتقد بتاتا تھا اور اپنی تائید میں پیش گوئیاں، رسالے، اناجیل اور مکتوبات لکھ کر پیش کرتا تھا۔ ایسی انجیلوں کی تعداد دو صد ستر (۲۷۰) تک پہنچ گئی تھی[3]۔

مشہور عیسائی مصنف لیکی بڑی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے لکھتا ہے۔ "خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ ہم کو معلوم ہی ہے کہ اس وقت کے خوش عقیدہ مسیحوں نے فرطِ جوش میں دو ایک پیش گوئیاں نہیں بلکہ جعلی پیش گوئیوں کا ایک انبار وضع کر لیا تھا۔ صدہا موضوع پیش گوئیوں میں مسیح کی زندگی کے مصائب

[1] ریڈرس ڈائجسٹ، جون ۱۹۷۷ء صفحہ ۷۳

[2] تہذیب یورپ۔ برنٹن۔ جلد اول صفحہ ۱۴۷

[3] انجیل برنباس۔ کرنل رحیم۔ پیش لفظ صفحہ ۲

پوری تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اور مسیحی علماء موضوعات و مخترعات کے اس سارے دفتر کو بلا چون و چرا تسلیم کیے ہوئے تھے۔ جیسٹن مارٹیر، کلیمنٹ آف الگزینڈریا، سٹیٹس، قسطنطین اعظم اور سینٹ اگسٹائن وغیرہ جملہ اساطین مسیحیت مختلف پیرایوں میں ان پیش گوئیوں پر ایمان لانے کی تاکید کرتے تھے اور ان کے منکرین کو قابلِ مواخذہ اور گنہگار سمجھتے تھے[1]۔ یہی نہیں بلکہ ہر فرقہ دوسرے کو گمراہ و بدعتی قرار دیتا تھا۔ مذہب کے نام پر ہنگامے اتنے شدید ہو گئے تھے کہ حکومت کو دخل دینا پڑا۔ قسطنطین اعظم ایک رومی بت پرست شہنشاہ تھا۔ اس نے ایک کونسل بلوائی جسے "نیقہ کونسل" کہتے ہیں۔

نیقہ کونسل Niece Council

نیقہ کونسل کے بارے میں خود ایک عیسائی سوسائٹی کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ قسطنطین کو رومی سینٹ نے ۲۸ اکتوبر ۳۱۲ء کو چیف آگسٹس اور پونٹی فیکس میگزی مس Pontifex Meximus کے خطاب سے نوازا۔ جنوری ۳۱۳ء میں قسطنطین نے بحیثیت بت پرست "پونٹی فیکس میگزی مس" اپنا مشہور فرمان عیسائیوں سے رواداری برتنے کے بارہ میں جاری کیا۔ لیکن خود قسطنطین نے بحیثیت عیسائی پانی سے بپتسمہ بھی نہیں لیا تھا۔ ۳۲۱ء میں قسطنطین نے اتوار (سنڈے Sunday) کے متعلق پہلا قانون بنایا۔ یہ دن سورج دیوتا (سال - Sol) کا دن ہے جس کی خاص علامت کراس یا صلیب ہوتی ہے۔ اس نے اس دن عام چھٹی قرار دی۔ اس کے بعد اس نے "اپنے زمانہ کی عیسائیت" میں دلچسپی لی۔ وہ ان تمام اختلافات سے باخبر تھا جو خدا، اس کے بیٹے یسوع مسیح اور روح القدس کے بارے میں لوگوں میں پیدا ہو رہے تھے۔ اسے ان اختلافات سے اپنی حکومت خطرہ میں نظر آئی۔ اس لیے بحیثیت شہنشاہ اور پونٹی فکس میگزی مس اس نے ۳۲۵ء میں تثلیث پر ان اختلافات کو دور کرنے کے لیے ایک مذہبی کونسل بلوائی۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ غیر بپتسمہ یافتہ قسطنطین اور بت پرست پونٹی فکس میگزی مس تمام عیسائی پادریوں کو بلواتا ہے اور وہ بھی اٹلی (روم) میں نہیں بلکہ نیقہ میں جو ایشیائے کوچک میں نیکو میڈیا Nicholas کے قریب ہے۔ نیقہ میں تمام پادریوں میں سے تقریباً ایک تہائی یعنی ۳۱۸ حاضر ہوئے اور ان ۳۱۸ کی تعداد کو بہت زیادہ سمجھا گیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان پادریوں نے عیسائی ہوتے ہوئے کیوں ایک بت پرست پونٹی فکس میگزی مس کی بات تسلیم کی؟ اور کیوں اسے عیسائی معاملات میں دخل دینے کی اجازت دی؟ بشپ صاحبان کے ساتھ جو حاضرین آئے تھے وہ

[1] تاریخ اخلاق یورپ جلد اول۔ لیکی۔ صفحہ ۳۱۹

پندرہ سو اور دو ہزار کے درمیان تھے اور قسطنطین خود اس کونسل میں آیا۔ اس نے بحیثیت پونٹی فکیس میگزی مس (نہ کہ بحیثیت روم کے مذہبی بشپ کے) اس کونسل کی صدارت کی۔ نیقہ کونسل یونان میں منعقد کی گئی نہ کہ روم (لاطینی میں) اور جو نیقائی عقیدہ نافذ ہوا وہ یونان میں ہوا۔

جو نفوس عقیدہ تثلیث پر قائم رہے وہ نوجوان ارچ ڈیکن اتھانا ٹیس Athanase اسکندریہ مصر کے ساتھی تھے۔ جن لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کتب مقدس سے ثابت کیا کہ یسوع مسیح اپنے باپ خدا سے کمتر تھے۔ یہ افراد آریوس Arius کے ساتھ ہو گئے۔ آریوس کہتا تھا کہ خدا کا بیٹا ایک مخلوق ہے جو کسی چیز سے نہیں بنا اور ایک ایسا وقت بھی تھا جب کہ وہ وجود نہیں رکھتا تھا۔

آریوس جب بات کرنے کے لیے اٹھا تو نکولاس (Nicholas) نے جو میرا Myra کا تھا اس کے منہ پر مارا۔ اس پر بھی آریوس نے اپنی بات جاری رکھی تو بہتیروں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ آخر کار پونٹی فکیس میگزی مس قسطنطین نے اپنا فیصلہ اتھاناسیس کی تثلیث کی حمایت میں صادر کیا۔ اس طرح نیقہ کا عقیدۂ تثلیث نافذ ہو گیا۔ اس کو اس وقت تک بپتسمہ نہیں دیا گیا جب تک وہ ۳۳۷ء میں بیمار نہ پڑ گیا۔

رومی سینیٹ نے قسطنطین کے مرنے کے بعد اس کو خدا کا درجہ دیا۔ ان کا یہ عمل اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس وقت بھی سینیٹ بت پرست تھی۔ اور حقیقی طور پر عیسائی نہ تھی لیکن مشرقی مذہبی جماعتوں نے قسطنطین کو ولیوں میں شمار کیا۔ گریک کلیسا، قبطی (مصری) کلیسا اور روسی کلیسا سینٹ قسطنطین کا دن ۲۱ مئی کو مناتی ہیں۔[1]

بائبل کے انتخاب کا انوکھا طریقہ:

ایک طرف عقیدۂ تثلیث طے ہو رہا تھا جو رومیوں کے مزاج کے عین موافق تھا۔ دوسری جانب ایک دوسرا الہامی متنازعہ مسئلہ بھی حل طلب تھا جو نہایت سنگینی اختیار کر گیا تھا۔ اور وہ مسئلہ ان "الہامی کتب" کے بارے میں تھا جن کا ہر لکھنے والا ان کو الہامی بتاتا تھا۔ اور اس کے خدا کی کتاب (ورڈ آف گاڈ) ہونے پر اصرار کرتا تھا۔ اس وقت اناجیل کی تعداد بیسیوں سے بڑھ کر سینکڑوں تک جا پہنچی تھی۔ کتابوں کے اس انبار میں سے صحیح اناجیل کو منتخب کرنا تھا۔

۱؎ Babylon the great has Fallen-Watch Tower Bible & Tracts Society, N. Y. pp. 478, 479

صحیح اناجیل کے انتخاب کا کام اس طرح انجام پایا کہ ان تمام کتابوں کو جو کونسل میں بغرض فیصلہ پیش کی گئی تھیں گڈمڈ کر کے گرجا گھر میں عشائے ربانی کی میز کے نیچے رکھ دیا گیا۔ اور یہ سمجھا گیا کہ جو کتب الہامی ہوں گی۔ لارڈ ان کو میز پر رکھ دے گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح ان تمام کتابوں میں سے متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی انجیلیں میز پر پائی گئیں۔ اور یہی صحیح اناجیل تصور کر لی گئیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ رات کے اندھیرے میں کسی خاص شخصیت نے ان کتابوں کو میز پر رکھ دیا۔[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو آنچ شرمن کی کتاب یو لیو آفٹر ڈیتھ باب ۸۔ بہر حال اس طرح یہ کتابیں ورڈ آف گاڈ قرار دے دی گئیں۔ اور باقی تمام نسخے نامنظور و مردود قرار پائے۔ یہ مرحلہ اس انداز میں طے ہو جانے کے بعد شہنشاہ نے فرمان صادر کیا کہ یہ فیصلہ "خدا کی مرضی کے مطابق" ہوا سمجھا جائے۔ اور یہ کہ ان چاروں اناجیل کو ورڈ آف گاڈ (خدا کا پیغام) یقین کے ساتھ سمجھا جائے۔

اس کے بعد اس نے حکم صادر کیا کہ باقی تمام کتابوں کو جلا دیا جائے۔ اور اگر کسی کے قبضہ میں ایسی کوئی کتاب پائی گئی یا کسی کو اس کی تبلیغ کرتے ہوئے دیکھا گیا تو اسے موت کی سزا دی جائے گی۔ یہ تو ابتدا تھی اس کے بعد متعدد کونسلیں منعقد ہوئیں جن میں سابقہ فیصلوں کی جزوی تردید کی جاتی رہی اور نئے فیصلے صادر ہوتے رہے۔ موجودہ شکل میں عہد نامہ قدیم و جدید کا جو مجموعہ بائبل ہے وہ ۶۳۳ء کی ٹولیڈو کونسل کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ان کتب کے مضامین میں اب تک بے شمار مرتبہ تبدیلی کی گئی ہے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ ابھی اور کتنی بار تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایک بت پرست رومی شہنشاہ کو کیوں ضرورت لاحق ہوئی کہ وہ عیسائی مذہبی کونسل بلوائے اور بزور شمشیر فیصلے نافذ کرے ——— اصل حقیقت یہ ہے کہ قسطنطین نے یہ کونسل محض ملکی معاملات و انتظامات کی خاطر بلوائی تھی۔ کیوں کہ نظریاتی تصادم نے امن و امان میں ابتری کی صورت پیدا کر دی تھی اور ملک کے امن عامہ کو خطرہ درپیش ہو گیا تھا۔

ول ڈورنٹ لکھتا ہے کہ "ایک آدھ صدی تک تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ عیسائیت مسیح کی الوہیت کو چھوڑ بیٹھے گی۔ ہر بشپ اپنا حمایتی گروہ رکھتا تھا۔ رقیب جتھے خونی فسادات کرتے تھے جن میں بہت سے لوگ مارے جاتے تھے۔ شہر قسطنطنیہ میں صرف ایک دن کے فسادات میں تین ہزار رومیوں نے

۱؎ ڈسکوری آف بائبل صفحہ ۶ بحوالہ شرمن ایچ۔ یو لیو آفٹر ڈیتھ You Live After Death
باب ۸۔ ۱ے۔ اے عابدی

اپنی جان سے ہاتھ دھوئے ——— روم کی پوری تاریخ عقوبت میں جتنے عیسائی قتل ہوئے غالباً اس سے زیادہ ان دو سالوں (۳۴۲ ۔ ۳۴۳ء) میں عیسائیوں کے ہاتھوں عیسائی قتل ہوئے۔[لے]

کتب عہد نامہ جدید NEW TESTAMENT

موجودہ عہد نامہ جدید میں حسب ذیل رسالے اور خطوط شامل ہیں:۔

۱۔ انجیل متی — Mathew
یہ متی حواری کی بتائی جاتی ہے۔ اس میں حضرت عیسٰی کے نسب نامہ سے لے کر صعود (عروج آسمان) تک کے واقعات ہیں۔ کچھ احکام بھی ہیں۔ کتاب کے کل ۲۸ باب ہیں۔

۲۔ انجیل مرقس — Mark
مرقس حضرت عیسٰی کے حواری پطرس کے شاگرد ہیں۔ اس میں حضرت عیسٰی کے بارہ میں سابقہ نبیوں کی بشارتیں ہیں اور صعود آسمانی تک کے حالات ہیں اس میں ۱۶ باب ہیں۔

۳۔ انجیل لوقا — Luke
اس انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعات ہیں۔ حضرت مسیح کے حالات صعود آسمانی پر ختم ہوتے۔ کچھ احکام ہیں۔ اس کے کل ۲۴ باب ہیں۔

۴۔ انجیل یوحنا — John
اس کتاب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد کے حالات ہیں جو حضرت عیسٰی کے صعود آسمانی تک کے واقعات پر محیط ہیں۔ اس کے کل ۲۱ باب ہیں۔

نوٹ: ان چاروں حضرات کے علاوہ دوسرے حواریوں اور انجیل برنباس وفلپ وغیرہ کے تفصیلی حالات آگے آرہے ہیں۔

(۵) رسولوں کے اعمال — Acts of Apostle
کہا جاتا ہے کہ لوقا نے اپنے شاگرد تھیفلس کو یہ صحیفہ لکھا تھا۔ اس میں حضرت عیسٰی کے بعد حواریوں کی کارگذاریوں اور پولیس (رپال) کے تبلیغی سفروں کا حال درج ہے۔ اس میں ۲۸ باب ہیں۔

(۶) رومیوں کے نام خط (پولیس کی طرف سے) The Apistle of Paul to Romans

---

[لے] ایج آف فیتھ ۔ ول ڈورنٹ ۔ جلد چہارم صفحہ ۸

پولیس (رپال) کے تفصیلی حالات گذر چکے ہیں۔ یہ خط اس نے روم کے باشندوں کو لکھا تھا۔ روم آج کل اٹلی کا پایہ تخت ہے۔ یہاں یہودی بڑی تعداد میں رہتے تھے۔

۷۔ کرنتھوں کے نام پہلا خط (پولیس کا) — Corianthians-I
یہ اصل میں جنوبی یونان کے ایک شہر "قورنثیوس" کا نام ہے۔ اردو بائبل میں اس کا تلفظ کرنتھس کیا گیا ہے۔ یہ بڑا دولت مند شہر تھا۔ اس کے بعض آثار ابھی تک پائے جاتے ہیں۔ کرنتھس کے باشندوں کے نام پولیس کا ایک خط ہے۔ اس کے ۱۶ باب ہیں۔

۸۔ کرنتھوں کے نام دوسرا خط — Corianthians-II
شروع میں مختلف مذہبی ہدایات ہیں۔ پھر کلیسا کی تنظیم کا ذکر ہے۔ باب ۱۰ سے آخر تک اپنے مشنری سفر سے متعلق کچھ پیش بندیاں ہیں۔

۹۔ گلیتوں کے نام خط — Galatians
گلیتہ شمالی ایشیائے کوچک میں ایک رومی صوبہ تھا۔ اس صوبہ کا صدر مقام انقرہ تھا (جو اس وقت ترکی میں ہے) یہاں کے کلیساؤں کے نام یہ خط ۵۷ء میں لکھا گیا۔

۱۰۔ افیسوں کے نام خط — Ephesians
افسس ایشیائے کوچک کا ایک اہم تجارتی شہر تھا یہاں ڈیانا (Diana) کے نام سے ایک بڑی عبادت گاہ تھی۔ پولیس نے ۳ سال تک تبلیغ کر کے اس شہر کو مسیحیت کا اہم مرکز بنا دیا تھا۔ یہ خط افسس کے باشندوں کے نام ہے۔

۱۱۔ فلپیوں کے نام خط — Philippians
اس خط میں اتحاد کے احکام اور اخلاقی ہدایات ہیں۔ اس کے کل ۴ باب ہیں۔

۱۲۔ کلسیوں کے نام خط — Colossians
یہ بھی ایشیائے کوچک کا ایک شہر تھا اردو میں اس کا نام کلسے ہے۔ اس خط میں برائیوں اور بداعمالیوں سے بچنے کی تلقین ہے۔ اس میں بھی ۴ باب ہیں۔

۱۳۔ تھسلنیکیوں کے نام پہلا خط — Thessalonians-I
یہ مقدونیہ (موجودہ ترکی) کا ایک شہر ہے۔ اس کے باشندوں کے نام یہ پہلا خط ہے جس میں اچھے اعمال اور دوسرے موضوعات پر گفتگو ہے۔ اس کے ۵ باب ہیں۔

۱۴- تھسلنیکیوں کے نام دوسرا خط Thessalonians-II	اس میں نیک کاموں کے متعلق ہدایات ہیں اس کے ۳ باب ہیں۔
۱۵- تمتھیس کے نام پہلا خط Timothy-I	وہ پولیوس کا شاگرد تھا بعض سفروں میں اس کے ساتھ گیا تھا - وہ پولیوس کا اتنا معتمد علیہ تھا کہ پولیوس دوسرے لوگوں سے اس کی عزت کرتا تھا۔ اس کے ۵ باب ہیں۔
۱۶- تمتھیس کے نام دوسرا خط Timothy-II	اس میں بعض لوگوں کے مرتد ہونے کا ذکر ہے۔ آخر زمانہ کے متعلق پیشین گوئیاں ہیں۔ اور تمتھیس کو تبلیغ کی ہدایات ہیں۔
۱۷- ططس کے نام خط Titus	یہ بھی پولیوس کے سفروں کا ساتھی ہے۔ پولیوس اس سے محبت کرتا تھا۔ پولیوس نے اس کو شہر کریتے میں تبلیغ کے لیے چھوڑا تھا۔ اس خط میں تبلیغ کے طریقے اور بشپوں کی صفات کا ذکر ہے۔ اس کے ۳ باب ہیں۔
۱۸- فلیموں کے نام خط Philemon	یہ بھی پولیوس کا ہم سفر اور ساتھی تھا۔ یہ خط صرف ایک باب پر مشتمل ہے۔
۱۹- عبرانیوں کے نام خط Hebrews	عبرانی یہودیوں کا دوسرا نام ہے۔ یہ لفظ "عابر" سے نکلا ہے۔ جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ اس کے ۱۳ باب ہیں۔
۲۰- پطرس کا پہلا خط Peter-I	پطرس کے تفصیلی حالات ہم حواریوں کے ذکر میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ ان کا پہلا خط پنطس، گلیتنہ، کپدکیہ، آسیہ، اور تھبینہ کے لوگوں کے نام ہے اس میں نصیحتیں ہیں۔ پہلے بیویوں سے مخاطبت ہے بعد میں شوہروں سے۔ یہ خط سلوانس کے ذریعہ بھیجا گیا تھا۔ اس کے ۵ باب ہیں۔
۲۱- پطرس کا دوسرا خط Peter-II	پطرس کا یہ دوسرا خط ہے۔ غالباً اس میں بھی پہلے خط ہی کے لوگ مخاطب ہیں۔ اس خط کے تین باب ہیں۔
۲۲- یوحنا کا پہلا خط John-I	اس میں پند و نصائح ہیں، مسیح کے مخالف لوگوں کا ذکر ہے، اور تمام مسیحی لوگوں کو بتوں سے بچنے کا حکم ہے اس کے ۵ باب ہیں۔
۲۳- یوحنا کا دوسرا خط John-II	یہ خط ایک "برگزیدہ بی بی اور اس کے فرزندوں کے نام" ہے۔ مختصر سا خط ہے۔ اس کا ایک ہی باب ہے۔

۲۴- یوحنا کا تیسرا خط John-III	ایک مسیحی گیُس کے نام خط ہے جس میں نیکی پر قائم رہنے کی تلقین ہے۔ اس کا ایک باب ہے۔
۲۵- یعقوب کا عام خط James	یہ یعقوب بن یوسف نجار ہیں۔ لیکن یہ حواریوں میں سے نہیں ہیں حواری یعقوب بن زبدی ہیں وہ یوحنا کے بھائی تھے۔ انہیں یعقوب الاکبر کہا جاتا ہے۔ اس خط کے ۵ باب ہیں۔
۲۶- یہودا کا عام خط Juda	یہ یعقوب کے بھائی ہیں اور بارہ حواریوں میں سے ایک ہیں۔ یہ وہ یہودا نہیں جس نے حضرت عیسیٰ کو گرفتار کرایا تھا۔ اس کا نام یہودا اسخریوطی ہے اس خط میں ایک باب ہے۔
۲۷- یوحنا عارف کا مکاشفہ Revelation	یہ ایک مکاشفہ ہے جو یوحنا کو ہوا تھا۔ اس میں کچھ پیش گوئیاں اور خوابوں کا ذکر ہے۔ اس کے ۲۲ ابواب ہیں۔

اناجیل (عہد نامہ جدید) کی تاریخی حیثیت

(۵)

عہد نامہ جدید میں کل (۲۷) کتابیں ہیں۔ جن میں سے ۴ انجیلیں اور باقی خطوط وغیرہ ہیں۔ یہ جس طرح منتخب ہوئیں اور جن مراحل سے گذریں اس کا حال پچھلے صفحات میں مختصراً بتایا گیا ہے اب ان کی تاریخی حیثیت مجملاً بیان کی جاتی ہے۔

انجیل متی:

متی اور مرقس کی انجیل کو ایک نظر دیکھنے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انجیل متی کی بہت سی آیات انجیل مرقس کی آیات سے مشابہ ہیں۔ لیکن اس کے بیان میں واقعات کی وہ ترتیب نہیں ہے جیسا کہ وہ واقع ہوئے تھے۔ پھر اس کے پڑھنے پر وہ تاثر بھی پیدا نہیں ہوتا کہ مصنف نے چشم دید واقعات لکھے ہیں۔ مزید برآں اس میں یہودیوں کے خیالات کی ترجمانی ملتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ انجیل پولیسی خیالات سے متاثر کسی عیسائی یہودی نے لکھی ہے۔

اس انجیل میں یہ فقرہ موجود ہے کہ "یسوع نے وہاں سے آگے بڑھ کر متی نامی ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا۔[1]" جب اس قسم کا جملہ متی لکھ رہا ہے تو کیا باور کیا جا سکتا ہے کہ یہ خود متی کی تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ اگر درحقیقت حضرت عیسٰی کے تربیت یافتہ حواری متی نے یہ کتاب لکھی ہے تو ایسی فاش غلطیاں نہیں ہونا چاہیئے تھیں۔ لیکن اس انجیل کے صرف باب اوّل کی چند آیات پر غور کرنے سے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ متی نے حضرت سلیمانؑ سے لے کر یکونیاہ تک صرف ۱۴ پشتیں لکھی ہیں[2]۔ جب کہ اوّل تواریخ باب ۳ میں ۱۸ پشتیں مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ متی میں عزریاہ کو یورام کا بیٹا بتایا گیا ہے[3]۔ حالانکہ اول تواریخ کے مطابق وہ پڑپوتا ہے یعنی متی میں درمیان میں سے تین نام اڑا دیئے گئے۔ صرف اسی نسب نامہ کو دیکھیں تو کئی اور غلطیاں بھی مل جاتی ہیں۔

---

[1] انجیل متی باب ۹ : ۹
[2] ایضاً باب ۱ : ۷-۱۱
[3] ایضاً باب ۱ : ۹

انجیل مرقس:

پطرس نے ہی شاید مرقس کو عیسائی تعلیمات دی تھیں اسی لیے وہ اس کو اپنا بیٹا کہتا تھا[1]۔ اور یہ برنباس کے رشتہ کا بھائی تھا[2]۔ غالباً اسی وجہ سے پال کے ساتھ اس کا تعلق ہوا[3]۔ تعجب ہے کہ اسی مرقس پر برنباس اور پال کا جھگڑا بھی ہوا حتیٰ کہ برنباس مرقس کو لے کر کپرس چلے جاتے ہیں[4]۔ لیکن پال بعد میں اسے اپنا خدمت گذار بتاتا ہے[5] اور قید خانہ سے فلیمون کے نام لکھے ہوئے خط میں اس کا اظہار کرتا ہے[6]۔ یہودی رسومات کی تفصیل اور رومی زبان کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب غیر یہودیوں کے لیے ایسے شخص نے لکھی ہے، جس نے نہ مسیح کو دیکھا نہ اس سے ایک لفظ بھی سُنا۔ بلکہ لوگوں سے سُنی ہوئی باتوں کو قلم بند کر دیا۔ کیا اس کی لکھی ہوئی اس قسم کی تصنیف کو انجیل کا درجہ دیا جانا چاہیئے تھا؟ (اگلے صفحات میں فلپ سا یوین کا تبصرہ آ رہا ہے) انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ مارک (مرقس) کی انجیل سب سے مختصر اور چاروں انجیلوں میں سب سے پہلی ہے[7]۔ لیکن کلیسا نے اسے دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔

انجیل لوقا:

لوقا یونانی یہودی تھا۔ عُلی کا باشندہ تھا۔ پال اس کو "ہمارا پیارا طبیب" بتاتا ہے[8]۔ پال کا محبوب اور پیارا ہونا ہی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ لوقا پال کے افکار و خیالات، عقیدہ و نظریہ کو اپنا چکا تھا۔ اس نے جو انجیل لکھی وہ اپنے سرپرست تھیوفلس کے لیے لکھی۔ لوقا نہ یسوع مسیح سے ملا تھا۔ نہ اس نے انہیں دیکھا تھا۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ اس نے یہ انجیل پال کی ہدایات اور رہنمائی میں لکھی ہے۔ انجیل لوقا کے متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پر پال کے خیالات کی گہری چھاپ ہے۔ اور یہ کہ انجیل لوقا پوری دنیا کے لیے لکھی گئی ہے خواہ وہ یہودی ہوں یا جنٹائیلز ——— ملاحظہ ہوں اس انجیل کے حسب ذیل ابواب اور آیات:

باب ۲ : ۳۸؛ باب ۴: ۱۶-۳۰؛ باب ۳۶ - ۵۰؛ باب ۱۰- ۲۵-۳۷؛ باب ۲۳ : ۳۹-۴۳۔

لوقا نے صرف یہ انجیل ہی نہیں لکھی بلکہ کتاب "رسولوں کے اعمال" بھی لکھی ہے جو عہد نامہ جدید کا اہم حصہ ہے۔ لوقا کی انجیل میں انجیل متی اور مرقس سے زیادہ مواد ہے[9]۔

---

[1] پطرس کا خط۔ ۱ ۵ : ۱۳ (پطرس کا پہلا خط)
[2] کلیسون ۴ : ۱۰
[3] اعمال ۱۲ : ۵
[4] اعمال ۱۵ : ۳۷-۴۰
[5] فلیمون باب ۱ : ۲۴
[6] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۴ صفحہ ۵۷۴
[7] کلیسون ۴ : ۱۴
[8] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

انجیل یوحنا:

حضرت عیسٰی کے حواری یوحنا بن زبدی بہت اہم مقام رکھتے تھے۔ لیکن پطرس اور برناس کی طرح یہ بھی کتاب اعمال کے چند بابوں کے بعد اچانک غائب ہو جاتے ہیں۔

——— "اعمال میں ہے یوحنا ان پڑھ اور معمولی آدمی تھے[1]۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ان پڑھ آدمی کس طرح انجیل لکھ سکتا ہے؟

اصل میں یہ انجیل کسی اور یوحنا نے لکھی ہے اس انجیل کا آغاز ہی بتاتا ہے کہ اس میں فلسفہ کی آمیزش ہے اور فلسفہ سے لگاؤ اسکندریہ کے یہود میں تھا۔ پھر انجیل یوحنا پہلی تین انجیلوں سے مضامین اور اسلوب میں بالکل مختلف ہے۔ مثلاً پہلی انجیلوں میں مسیح کی تعلیمات مختصر لیکن جامع جملوں میں ہیں ——— اور ناصحانہ انداز میں ہیں جب کہ اس انجیل میں الٰہیات کی چاشنی ہے جو ایک یہودی عالم ہی لکھ سکتا تھا۔ ملاحظہ ہو باب ۴: ۲۵، ۷: ۱۹، ۹: ۵ وغیرہ

انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ "جو لوگ انجیل یوحنا پر تنقید کرتے ہیں۔ ان کے حق میں ایک مثبت شہادت ہے کہ ایشیا تے کوچک میں تقریباً ۱۶۵ء میں بھی عیسائیوں کا ایک گروہ ایسا موجود تھا۔ جو اس انجیل کو یوحنا کی تصنیف ماننے سے انکار کرتا تھا[2]"

پادری برکت اللہ کا بیان ہے "ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ روایت کہ انجیل چہارم مقدس یوحنا ابن زبدی کی تصنیف ہے صحیح نہیں ہو سکتی[3]"۔

یہ اناجیل اربعہ کا مختصر سا تاریخی جائزہ تھا۔ اب مابقی تیئس کتابوں کی حقیقت ملاحظہ کیجیے

رسولوں کے اعمال۔

یہ کتاب اگرچہ لوقا کی طرف منسوب ہے لیکن اس کو کئی افراد نے لکھا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا کے مصنفین کا یہی خیال ہے۔ اس میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ ان واقعات کا الہام سے کیا تعلق۔ مزید براں یہ کتاب تھیوفلس حاکم کے لیے لکھی گئی تھی۔ جیسا کہ پہلے باب کی پہلی آیت سے ظاہر ہے۔

---

[1] اعمال ۴: ۱۳

[2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۳ صفحہ ۹۸- مقالہ "جان گاسپل آف"

[3] قدامت و اصلیت اناجیل جلد دوم صفحہ ۱۳۱- پادری برکت اللہ

پولیوس کے ۱۴ خطوط

انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ "پولیوس کے ۱۴ خطوط "عہد نامہ جدید میں پال کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ حقیقت میں صرف دس خطوط (بشمول افسیون) کے متعلق اعتبار کیا جا سکتا ہے کہ وہ پال کے ہیں۔ اگرچہ بہت سے محققین افسیون کے اصلی ہونے کے بارے میں بھی شک کرتے ہیں۔ شک کی بڑی وجہ ان کی زبان اور اسلوب و انداز ہے۔ پہلا اور دوسرا خط یعنی تیتھس اور طیطس پال کے کسی مرید کا کام ہے جو اس کی وفات کے بیس سال بعد لکھا ہے[1]۔

"عبرانیوں" کے بارے میں بھی محققین کو شک ہے۔ تعجب ہے کہ پولیوس کا جو پہلا خط افسیون کے نام لکھا گیا تھا اور جس کا حوالہ پولیوس نے دیا ہے۔ عہد جدید کی کتب میں شامل نہیں کیا گیا (ملاحظہ ہو افسیون کے نام خط باب ۳ آیت ۳-۴)

پطرس کے خطوط

پطرس کا پہلا خط اس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جب کہ پطرس زندہ بھی نہیں تھے[2]۔ یعنی ان کے مرنے کے بعد تحریر کیا گیا ہے۔ دوسرے خط کا اسلوب بیان، زبان وغیرہ نہ صرف پہلے خط سے بلکہ پورے عہد نامہ جدید سے مختلف ہے۔ اس کے علاوہ یہودا کی شرکت پطرس کی تحریر ہونے کو اور بھی مشتبہ بنا دیتی ہے[3]۔

یوحنا کے تین خطوط

جس طرح انجیل یوحنا کے بارہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ وہ حضرت عیسٰی کے حواری کی نہیں۔ اسی طرح یہ خطوط بھی حضرت عیسٰی کے حواری یوحنا کے نہیں۔ بلکہ یوحنا بزرگ کے ہو سکتے ہیں۔

یعقوب کا عام خط

جیمس میک کنن کا کہنا ہے کہ "دلائل کا وزن اس بات کی تائید نہیں کرتا کہ اس خط کا مصنف یعقوب ہے[4]۔"

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۷ صفحہ ۴۷۰ مقالہ "پال"

[2] " " " ۶۴۶ مقالہ پیٹر پہلا خط

[3] " " " " ۶۴۷ " دوسرا خط

[4]

یہودہ کا عام خط

یہ خط یعقوب کے بھائی کے نام منسوب ہے جو حواریوں میں تھے۔ ایک نظر دیکھتے ہی یقین ہو جاتا ہے کہ جس یعقوب نے حضرت عیسیٰ کی تعلیم حاصل کی ہو ان کا بھائی اس قسم کی تقلید پسند نہیں کر سکتا۔

یوحنا عارف کا مکاشفہ

یہ مکاشفہ بھی حضرت عیسیٰ کے حواری حضرت یوحنا کا نہیں بلکہ کسی صاحب نے حضرت عیسیٰ کے کافی عرصہ بعد تحریر کیا ہے۔ تفصیلات کے لیے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ببلیکا، پولیکس، بائیبل ڈکشنری وغیرہ کے ساتھ "بائیبل سے قرآن تک" ملاحظہ فرمایئے۔

خود عیسائی اعتراف کرتے ہیں کہ عہد نامہ جدید کی ستائیس کتابوں سے پانچ تاریخی ہیں۔ یعنی چاروں اناجیل اور کتاب اعمال۔ اکیس کتابیں اعتقادی ہیں جب کہ آخری کتاب پیشین گوئیوں پر مبنی ہے۔

عہد نامہ قدیم کی بعض کتب کے متعلق رومن کیتھولک کہتے ہیں کہ مارٹن لوتھر نے ان کتابوں کو مسترد کر دیا تھا جن کو فلسطین کے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کے بعد نامنظور کر دیا تھا۔ پانچ مکمل طور پر اور دو کتابوں کے چند ابواب۔ چنانچہ تمام پروٹسٹنٹ فرقوں نے لوتھر کی تقلید میں ان کتب کو مسترد کر دیا۔

اسی طرح عہد نامہ جدید کی کتابوں میں عبرانیوں کے نام خط، یعقوب کا خط، یہودا کا خط اور مکاشفہ کو یہ لوگ مستند نہیں سمجھتے رہے۔ حتیٰ کہ سترھویں صدی عیسوی تک لوتھر کے پیروؤں نے پطرس کا دوسرا خط اور یوحنا کا دوسرا و تیسرا خط بھی غیر مستند و جعلی سمجھ کر مسترد کر دیا ——— اس کے بعد یہ تمام کتابیں پروٹسٹنٹوں نے قبول کر لیں۔[1]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تاریخی پیشین گوئیوں کی کتابوں کو الہامی درجہ دیا جا سکتا ہے؟ اور کیوں۔ معاشیات، سیاسیات، اخلاقیات کی کتابوں کو بھی اگر کوئی قوم یا فرقہ "الہامی" کہنے لگے۔ تو اعتراض کا کیا موقع ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کسی مذہب کی یہ خصوصیات ہوں کہ اس کا بانی چند اصول مرتب کرتا ہے۔ کتاب یا کتابیں لکھتا ہے۔ کچھ نظریات و افکار قوم کو دیتا ہے بلکہ دنیا کے کسی حصہ میں عملاً رائج بھی کر دیتا ہے تو کیا اس کو مذہب کا بانی مان لیا جائے گا۔ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو پھر کارل مارکس کو کسی نئے مذہب کا بانی سمجھنے میں کیا امر مانع ہے۔ اس نے "داس کیپٹل" کتاب لکھی۔ اس کا نظریہ ہے کہ خدا موجود نہیں ہے اس کے نظریات پر روس، چین اور چند دیگر علاقوں میں بڑے خلوص سے عمل

---

[1] نیشنل کیتھولک المانک ۱۹۵۸ء صفحہ ۲۲۸-۲۳۰

بھی ہوتا ہے بلکہ اس کے پیروؤں کی قابل ذکر تعداد وجود میں آچکی ہے۔ لوگ لندن میں اس کے مقبرہ کی زیارت بھی کرتے ہیں ——— ان تمام خصوصیات کے باوجود نہ عیسائی اور نہ مسلمان ہی کمیونزم کو مذہب کا درجہ دیتے ہیں۔

بہرحال عہد نامہ جدید کے مصنفین خود اعتراف کرتے ہیں کہ وہ الہام کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے طور پر بعض اسباب کی بنا پر اناجیل تحریر کر رہے ہیں ملاحظہ ہو، لوقا ۱ : ۱، اعمال ۱ : ۱، یوحنا ۲۱ : ۲۵ وغیرہ۔

موجودہ بائیبل[1] میں عہد نامہ جدید کی (۷۹۴۳) آیتیں ہیں۔ اس کا تجزیہ کرتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے لکھنے والے یا تو پال کے رفیق خاص تھے یا خود پال تھا یا پولیسی خیالوں کے ترجمان تھے۔

عہد نامہ جدید کی کل آیات

نام کتاب	مصنف	پال کے ساتھ تعلق	کل آیات
۱۔ متی	غیر یقینی	بہت زیادہ حصہ مرقس سے لیا گیا ہے جو پال کا ساتھی تھا۔	۱۰۷۱
۲۔ مرقس	پال کا دوست	پال کا معتمد دوست اور ساتھی	۶۷۸
۳۔ لوقا	پال کا محبوب طبیب	پال کا محبوب طبیب	۱۱۴۱
۴۔ یوحنا	غیر یقینی		۸۷۸
۵۔ اعمال	لوقا	پال کا محبوب طبیب	۱۰۰۷
۶۔ مکتوبات پال	پال	خود پال	۲۳۳۳
۷۔ یعقوب کا خط	غیر یقینی	اس کے مضمون میں پولیسیت کا نظریہ ہے	۱۰۸
۸۔ پطرس کے دو خطوط	″	″ ″	۱۶۶
۹۔ یوحنا کے خطوط	″	″ ″	۱۳۲
۱۰۔ یوحنا عارف کا مکاشفہ	″	″ ″	۴۰۴
۱۱۔ یہودا کا عام خط	″	″ ″	۲۵
		جملہ آیات	۷۹۴۳

---

[1] کتاب مقدس، بائیبل سوسائٹی مطبوعہ ہانگ کانگ نمبر ۹۳ سنہ ۱۹۶۲ء

اس گوشوارے سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ پورے عہد نامہ جدید میں حضرت عیسٰی کے اپنے خیالات و ارشادات پر مبنی کتنی آیتیں ہیں۔ اور پال کی ذاتی یا اس کے رفقا اور متاثرین کی تحریر کردہ آیات کس قدر ہیں۔ اس کے علاوہ جو غیر یقینی اور مشکوک شخصیتوں کی طرف منسوب ہیں ان کی تعداد کتنی ہے۔

پال نے جو خطوط لکھے ان کی ابتدا ۵۰ء میں ہوئی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا جب اناجیل ابھی ضبطِ تحریر میں نہیں آئی تھیں[۱]۔ گویا اناجیل کی تحریر و کتابت سے پہلے ہی پال کے خطوط وجود میں آنا شروع ہو گئے تھے۔

برنٹن کہتا ہے کہ سینٹ پال کا خط کرنتھیوں کے نام ۵۰ء میں لکھا گیا۔ اعمال ۶۰ - ۶۶ء میں۔ انجیل مرقس ۶۵ء میں۔ انجیل متی اور لوقا ۸۰ - ۸۵ء میں اور انجیل یوحنا ۱۰۰ء میں لکھی گئیں[۲]۔

خود زمانہ حال کے مسیحی مشن اعتراف کرتے ہیں کہ "ہمارے زمانہ میں مختلف قسم کی کتابیں اور مضامین لکھے گئے ہیں جو عیسائیوں کے گریک اسکرپچرس کو چیلنج کرتے ہیں[۳]"۔

نئی اناجیل کی دریافت

فریڈ لکھتا ہے کہ "ڈیڈ سی اسکرال Dead Sea Scrolls کی قیمتی دریافت نے ایک تیار راستہ کھولا ہے جو اب تک بند تھا۔ صورتِ حال یہ ہے کہ بحرِ مردار کے آس پاس واقع ملکوں میں کھنڈرات کی کھدائی کا کام اس صدی کے پانچویں عشرہ سے شروع ہوا ہے۔ اس کھدائی میں جو اشیاء وغیرہ دستیاب ہوئی ہیں۔ اس کے لیے ایک شعبہ اس نام سے وجود میں آیا ہے۔

دوسری اہم دستاویزات زیادہ تر یونانی سے قبطی زبان میں ترجمہ شدہ ۱۹۴۵ء میں نگہ حمادی (مصر) میں دریافت ہوئیں۔ اس میں انجیل توما اور انجیل فلپ شامل ہیں۔ جو دوسری صدی عیسوی کی تاریخ کے لیے بہت اہم ثابت ہو سکتی ہیں۔ جب کہ اسکرال اس سے پہلے کے زمانہ کے لیے[۴]۔

موجودہ وقت میں بائبل صرف چار اناجیل پر مشتمل ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ دوسرے بہت سے رسالوں اور انجیلوں کو ممنوعہ کتب میں شامل کر دیا گیا تھا۔ کیوں کہ وہ موجودہ عقائد کی ترجمانی کے بجائے تردید کرتی تھیں۔ اب یہ دو کتابیں دریافت ہوئی ہیں۔ گو ہم تک ابھی نہیں پہنچیں۔ گمان غالب ہے کہ اگر یہ اناجیل ایسی ہی ہیں جیسی کہ

---

۱ Reader's Digest-Oct. 1966, p. 62.

۲ Brinton : Civilization in the West-p. 67.

۳ Is Bible really the word of God ?
Watch Tower Bible & Tracts Society, p. 71

۴ دی ریڈرس ایڈوائزر گیارھواں ایڈیشن صفحہ ۸۴۔ ورنی فریڈ کورٹ نی

بتائی جا رہی ہیں تو یہ حضرت عیسٰی کی اصل تعلیمات کو ظاہر کریں گی۔ اور وہ تعلیمات موجودہ کلیسا کی تعلیمات سے بالکل مختلف ہوں گی۔ اس کا اندازہ اس خبر سے ہوتا ہے جو ان ہی کتب کے حوالے سے اخبارات میں آ چکی ہیں کہ حضرت عیسٰی کو پھانسی کو نہیں دی گئی اور نہ وہ پھانسی یا صلیب پر ہلاک ہوئے[۵]۔

انجیل برنباس

جناب برنباس کے متعلق گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ وہ جاں نثار مسیحیوں میں سے تھے۔ ایک حواری یہودا اسخریوطی نے تیس سکوں کے لالچ میں حضرت عیسٰی کو گرفتار کرا دیا تھا۔ دوسری طرف یہ شاگرد تھے کہ اپنا کھیت فروخت کر کے اس کی رقم لا کر رسولوں کے قدم میں رکھ دی (حوالہ پیچھے دیا جا چکا ہے) ان کا ذکر عہد نامہ جدید کے حسب ذیل رسالوں میں ملتا ہے۔ گلتیوں باب ۲ : ۱، ۹، ۱۳ - کرنتھیوں باب ۹ : ۶ کلسیوں باب ۴ : ۱۰ اور مرکزی کردار کی حیثیت سے کتاب اعمال باب ۴ : ۳۶، باب ۹ : ۲۶ اور ۲۷ باب ۱۱ : ۲۲، باب ۱۲ : ۲۵، باب ۱۳ : ۱-۲، باب ۱۴ : ۱۲- ۱۵

انسائیکلوپیڈیا میں انہیں بارہ حواریوں میں شامل نہیں کیا گیا۔ بلکہ پال کے بعد ان کا اہم اور مرکزی کردار بتانے کے لیے لکھا گیا ہے[۶]۔

گزشتہ صفحات میں ہم ان کی تحریر کردہ حواریوں کی فہرست نقل کر چکے ہیں۔ اس میں اور متی و لوقا کی دی ہوئی فہرستوں میں دو نام مختلف ہیں۔ اس لیے قیاس یہ کہتا ہے کہ بعد میں کسی وقت برنباس کو حواریوں سے خارج کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ اور ان کے بجائے توما کا نام لکھ دیا گیا ہے، تا کہ انجیل برنباس سے پیچھا چھڑایا جا سکے۔

موجودہ اناجیل اربعہ کی نسبت انجیل برنباس حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حالات اور ان کی تعلیمات کو جاننے کا بہترین اور معتبر ترین ذریعہ ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ ان موجودہ انجیلوں کے لکھنے والے وہ لوگ ہیں جو یونانی بولنے والے تھے اور حضرت مسیح کے بعد ان کے مذہب میں داخل ہوئے تھے۔ اس لیے یہ اناجیل مسیحی تعلیمات کو جاننے کا معتبر ذریعہ نہیں ہو سکتیں، جن کو انہیں مسیحی کلیسا نے مُسلَّمہ اناجیل Canonical Gospel قرار دے رکھا ہے۔

مسلمانوں کو سب سے پہلے انجیل برنباس کا علم جارج سیل کے انگریزی مقدمہ قرآن سے ہوا تھا۔ اس سے

---

۵ الفضل۔ سہ روزہ۔ ربوہ۔ یکم جنوری ۱۹۷۴ء

۶ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد دوم صفحہ ۱۸۱

پہلے مسلمانوں کو عام طور سے اس کا علم نہ تھا۔ جارج سیل نے ایک ہسپانوی مسلمان مصطفےٰ عرندی کو اس کی تصنیف کا ذمہ دار قرار دیا۔

انجیل برنباس کے تیسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں موجود ہے کہ انجیل برنباس اسکندریہ کے کلیساؤں میں ۳۲۵ء تک معتبر و مسلّم تھی۔ آریوس ۱۳۰-۲۰۰ء نے اپنی تائید میں اس انجیل برنباس کے حوالے دیئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی تک انجیل برنباس رائج تھی۔

۳۲۵ء میں نیقیہ کونسل کے انعقاد کے بعد عبرانی زبان میں لکھی ہوئی اصلی اناجیل تباہ کر دی گئیں۔ فرمان شاہی ہوا کہ جس کسی کے پاس یہ نسخے دیکھے گئے اس کو موت کی سزا دی جائے گی۔ ۳۸۳ء میں پوپ نے انجیل برنباس کا ایک نسخہ پایا اور اپنی پرائیویٹ لائبریری میں محفوظ کر لیا۔ شہنشاہ زینو (۴۷۸ء) کے زمانہ میں برنباس کی باقیات دریافت ہوئے تو دیکھا گیا کہ برنباس کے سینہ پر اس کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی انجیل رکھی ہے (بحوالہ ایشیا سنکٹوریم پولیڈیو مینی ٹام ۲ صفحات ۴۲۲ اور ۴۵۰ انتروپ ۱۶۹۸) بائبل کے مشہور ولگیٹ ترجمہ کی بنیاد یہی انجیل ہے۔

پوپ سکٹس Sixtus ۱۵۸۵-۹۰ء کے ایک دوست فرامارینو نے پوپ کی پرائیویٹ لائبریری میں انجیل برنباس کا نسخہ دیکھا۔ ٹولینڈ اپنی کتاب "متفرق کام" کی جلد ۱ کے صفحہ ۳۸۰ پر لکھتا ہے۔ انجیل برنباس اب بھی چھپی ہوئی ہے (اس کی یہ کتاب ۱۷۴۷ء میں شائع ہوئی ہے) گلاشین کے حکم مجریہ ۴۹۶ء کا حوالہ دیتا ہے جس کے ذریعہ انجیل برنباس "ممنوعہ کتب" میں شامل کی گئی۔ اس سے پہلے یہ ۴۶۵ء میں پوپ انوسینٹ Innocent کے ذریعہ ممنوع قرار دی گئی تھی۔

انجیل برنباس یونانی زبان میں ایک ٹکڑے پر پایا گیا۔ باقی جلا ہوا تھا۔ اس ٹکڑے کا فوٹو سٹیٹ بھی دیا گیا ہے۔

لاطینی نسخہ کا انگریزی میں ترجمہ مسٹر اور مسز رگ نے ۱۹۰۷ء میں کیا جو آکسفورڈ پریس سے شائع ہوا۔ یہ انگریزی ترجمہ بازاروں سے اچانک غائب ہو گیا بقول کرنل اے رحیم اس انگریزی ترجمہ کی صرف دو کاپیاں موجود ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسری کانگریس کی لائبریری واشنگٹن میں[1] سر شاہ محمد سلیمان کے داماد اختر حسین کے پاس لکھنؤ میں برنباس کی انجیل کا ایک نسخہ تھا جو شاہ سلیمان نے فرانس سے حاصل کیا تھا[2] میرا

---

[1] انجیل برنباس پیش لفظ کرنل رحیم۔ تیسرا ایڈیشن مطبوعہ کراچی ۱۹۷۴ء

[2] روزنامہ جنگ کراچی ۱۴ مارچ ۱۹۷۵ء صفحہ ۲

خیال ہے کہ یہ ۱۹۰۷ء کا انگلش ترجمہ ہوگا۔ کیوں کہ سر شاہ محمد سلیمان ۱۹۱۰ء میں بغرض اعلیٰ تعلیم انگلستان گئے تھے۔ اسی زمانہ میں انہوں نے یہ نسخہ حاصل کیا ہوگا۔

اس انگریزی ترجمہ سے ایک عیسائی عالم ڈاکٹر خلیل سعادت نے ۱۹۰۸ء میں عربی ترجمہ کیا۔

اس عربی ترجمہ کو مولوی محمد حلیم انصاری ردولوی نے اردو میں منتقل کر کے ۱۹۱۰ء میں لاہور سے شائع کیا۔

انجیل برنباس کی ایک جلد میرے پاس بھی ہے جس کے ایک صفحہ پر لاطینی اور دوسرے صفحہ پر انگریزی زبانوں میں تحریر ہے۔ حاشیہ عام طور پر عربی زبان میں دیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ برنباس کے خطوط Epistle of Barnabas بھی ہیں جن کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ کسی نے لکھ کر ان کے نام سے موسوم کر دیا۔

ایک دوست بتا رہے تھے کہ ایک امریکن یونیورسٹی میں "انجیل برنباس" پر تحقیقی کام بھی ہوا ہے اور ایک عیسائی کو اس تحقیقی کام پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی دی گئی ہے جس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ انجیل جعلی ہے۔

راولپنڈی سے جو عیسائی رسالہ "المشیر" کے نام سے نکلتا ہے۔ اس میں انجیل برنباس پر ایک مبسوط مضمون کئی اقساط میں شائع ہوا ہے۔ مقالہ نگار نے بھی اسے جعلی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

انجیل برنباس کو ممنوعہ کتب میں کیوں شامل کیا گیا؟ اور اس کو چھپانے کے اتنے جتن کیوں کئے گئے؟ ان سوالات کا ایک مختصر جواب اس قدر کافی ہے کہ اس انجیل برنباس سے موجودہ عیسائیت کی بنیادیں بالکل ہی اکھڑ جاتی ہیں۔ تصلیب، کفارہ، ابن اللہ وغیرہ جیسے عقائد کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ اس انجیل کے پہلے ہی صفحہ پر برنباس لکھتے ہیں کہ ان کی اس کتاب کی تصنیف کا مقصد یہ ہے: "ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح کی جائے جو شیطان کے بہکانے سے مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ ختنہ کا انکار کرتے ہیں جن کا اللہ نے ہمیشہ کے لیے حکم دیا ہے۔ حرام کھانوں کو حلال کرتے ہیں۔ ان ہی کے زمرہ میں پولیس بھی گمراہ ہو گیا۔"[1] ظاہر ہے جب بالکل آغاز ہی میں پولیس اور اس کے عقائد کی تردید ہو رہی ہو تو پولیس کے کلیسا اور ارباب کلیسا یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ سر عام ان کے عقائد کی اس طرح پردہ دری ہو۔

---

[1] انجیل برنباس باب ۱: صفحہ ۱

برنباس کہتے ہیں کہ میں مسیح کے بارہ حواریوں میں سے ایک ہوں۔ شروع سے آخر تک مسیح کے ساتھ رہا ہوں میں نے جو واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اپنے کانوں سے سُنے ان کو اس کتاب میں لکھ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح کی تاکید و وصیت تھی کہ میرے متعلق جو غلط فہمیاں لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کو صاف کرنا اور دور کرنا تیری ذمہ داری ہے[۱]۔

اگر چاروں انجیلوں سے مقابلہ کیا جائے تو ہر غیر جانب دار اور غیر متعصب شخص پر بالکل واضح ہو جائیگا کہ یہ انجیل ان چاروں سے بہت معتبر ہے۔ اس میں واقعات کا تسلسل اور ربط ہے۔ جب کہ ان چاروں میں کوئی ربط اور تسلسل نہیں۔ اس میں حضرت مسیح کی تعلیمات چاروں انجیلوں کی نسبت زیادہ مفصل اور موثر انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ توحید کی تعلیم، شرک کی تردید، اللہ کی صفات، عبادات کی روح، اخلاق حسنہ، عقیدۂ آخرت، نماز روزے زکوٰۃ کی تلقین، وضو کا ذکر انبیائے کرام کی تعلیم کے طرز پر ہوا ہے۔

وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جب یہودہ اسخریوطی نے رشوت لے کر حضرت عیسٰی کو گرفتار کرایا تو اللہ کے حکم سے چار فرشتے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اٹھا کر لے گئے۔ اور یہودہ اسخریوطی کی شکل و صورت اور آواز کو بالکل حضرت عیسٰی کے مشابہ بنا دیا گیا۔ اور یہودہ اسخریوطی کو ہی پھانسی پر چڑھا دیا گیا نہ کہ حضرت مسیح کو[۲]۔

برنباس کے بیان کردہ یہ واقعات پولیوسی عقائد کے بالکل متضاد تھے تو ارباب کلیسا پر لازم تھا کہ وہ ضد اور تعصب ترک کر کے حضرت عیسٰی کی صحیح اور اصلی تعلیمات کو قبول کر لیتے۔ لیکن انہوں نے سرے سے اس کتاب ہی کو جعلی قرار دے دیا۔

انجیل برنباس کی مخالفت کی ایک اور اہم ترین وجہ یہ ہے کہ اس انجیل میں آخری پیغمبر حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق متعدد بشارتیں اور پیش گوئیاں موجود ہیں جن سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی نے اپنے معتقدین کو آپ کی عالم گیر نبوت کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔ درج ذیل ابواب اور آیات ملاحظہ ہوں۔

انجیل برنباس باب ۳۵ : ۶-۸، باب ۳۶ : ۲-۶، باب ۴۱ : ۲۵-۳۱، باب ۸۲ : ۹-۱۸، باب ۹۷ : ۱-۱۹، باب ۱۷ : ۳۰-۲۳، باب ۴۲ : ۱۰-۱۷، باب ۴۳ : ۸-۳۱ وغیرہ۔

ل انجیل برنباس باب ۱ : صفحہ ۱

ل ایضاً

ل انجیل برنباس باب ۲۱۶، ۲۱۸-۱۰ انگلش نسخہ

بائبل پر خود عیسائیوں کے اعتراضات۔

مسیحی مبلغین بائبل کو ربانی اور الہامی کلام باور کراتے ہیں۔ انھوں نے عیسائی عوام کو اس حد تک اس بات کا یقین دلا دیا ہے کہ وہ بائبل پڑھنے کے باوجود اس کے اختلافات اور تضادات کو نظر انداز کر دیتے ہیں یا پھر غلو کی وجہ سے محسوس نہیں کرتے۔ حالانکہ صاف دل عیسائی محققین نے خود ان کتابوں کی اصلیت کو چیلنج کیا ہے اور ان پر ٹھوس اعتراضات کیے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ہم صرف چند مشہور عیسائی اہل قلم اور محققین کی نگارشات کے اقتباس پیش کرتے ہیں۔

لیکی کا بیان

مشہور برطانوی مصنف مسٹر لیکی کہتا ہے۔ "آخر کار سب سے پہلے سترھویں صدی کے عین وسط یعنی ۱۶۴۹ء میں ایک فرنچ پروٹسٹنٹ پادری نے جرأت کر کے یہ دعویٰ کیا کہ یہ تصانیف تمام تر جعلی اور موضوع ہیں۔ چنانچہ مدت دراز کی رد و قدح کے بعد اب جا کر دنیائے مسیحیت کو اس کا یقین آیا[۱]۔"

اسٹراس کی سیرت مسیح

اسٹراس نے ۱۸۳۵ء میں ایک معرکۃ الآرا کتاب بنام 'سیرت مسیح' لکھی۔ اس کتاب میں اس نے ثابت کیا کہ اناجیل کی روایات مثلاً قصہ ولادت مسیح اور دوسرے معجزات ناقابلِ اعتبار ہیں۔ ان کی حیثیت محض افسانہ کی ہے[۲]۔

برونو بائیر

۱۸۷۸ء میں برونو بائیر نے یہ دعویٰ کیا کہ موجودہ اناجیل تاریخی حیثیت سے ناقابل اعتبار ہیں یسوع کی شخصیت مشکوک ہے وہ چند اقوال و مواعظ جن کو عیسائی اناجیل کی خصوصیات سمجھتے ہیں مثلاً پہاڑی وعظ دراصل حکمائے یونان و روم سے لفظ بہ لفظ سرقہ کیے گئے ہیں[۳]۔"

ڈاکٹر رابن سن

فلپ ویوین لکھتا ہے کہ "ڈاکٹر رابن سن کو اقرار ہے کہ اناجیل اربعہ مشکوک ہیں۔ لیکن اس کا خیال ہے کہ دوسری صدی کی یہ روایت معتبر ہے کہ انجیل دوم کا مصنف سینٹ مارک (مرقس) ہے اور یہ کہ مارک پطرس حواری کا ترجمان تھا اور اپنی انجیل کو حواری مذکور کی روایت سے روم میں تحریر کیا تھا۔ لیکن اس راوی

ل تاریخ اخلاق یورپ صفحہ ۲۲۰۔ لیکی

ل تاریخ مصحف سماوی صفحہ ۱۱ بحوالہ کرلیسٹ بایوگرافی اور کرسٹس۔ نواب علی

کو صرف ایک سال مسیح کی صحبت حاصل ہوئی لطف یہ ہے کہ یہ حواری ناخواندہ تھا۔ اس نے تیس یا چالیس سال کے بعد روایت کی جس کو ایک دوسرے شخص (مرقس) نے غیر زبان میں تحریر کیا۔ اور پھر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کا ترجمہ کہاں تک اصل کے مطابق ہوا ہے۔

علاوہ اس کے ڈاکٹر ابن حن اپنے "ابواب" وعظ کبیر" اور "غیر مرقسی دستاویز" میں انجیل مرقس کی اہم فروگذاشتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس انجیل میں نہ حضرت عیسٰی کی پیدائش کا ذکر ہے نہ آپ کے عہد طفولیت کے حالات مذکور ہیں۔ جن کو سابقہ پیشین گوئی کی تصدیق سمجھتے ہیں۔ اسی طرح پہاڑی والے وعظ کا بھی کچھ ذکر نہیں ہے۔ دوبارہ زندہ ہونے کا قصہ صرف چند سطور میں مذکور ہے اور آسمان پر تشریف لے جانا صرف ایک سطر میں۔"

بدقسمتی سے یہی وہ سطریں ہیں جو بالاتفاق الحاقی مانی جاتی ہیں کیوں کہ انجیل مرقس کا حقیقت میں باب ۱۶ آیت ۸ پر خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے نہ حلول، نہ بعثتِ ثانی، نہ صعود کسی بھی مسئلہ کا ذکر نہیں۔ زبانی روایت۔ گم شدہ دستاویز اور نامعلوم کاتب بس یہی ایک ذریعہ رہ گئے۔ جس سے ہم کو ان تفصیلی حالات کا علم ہوتا ہے جو ہمارے مذہب کی روح رواں ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر اور بھی کوئی ناقابلِ اطمینان امر ہے جس سے مسیحی صداقت اور انجیلی حقانیت پر شبہ عائد ہوتا ہو۔[1]

پروفیسر ہارنک۔ برلن یونیورسٹی

اس واضح اور مکمل تبصرہ کے بعد (جو خود ایک عیسائی مصنف کا ہے) ضرورت نہیں رہتی کہ مزید کچھ لکھا جائے۔ آخر میں پروفیسر ہارنک کی رائے بھی پڑھ لیجیے جو برلن یونیورسٹی میں تاریخ کلیسا کے پروفیسر اور پروشیا کی رائل اکیڈمی کے ایک ممتاز ممبر تھے۔ انھوں نے عیسائیت پر جرمن زبان میں لیکچرز دیئے تھے۔ ان تمام لیکچرز کو کتابی شکل دے کر انگریزی میں ترجمہ کیا ان کا نام What is Christianity

پروفیسر ہارنک کہتا ہے کہ "پہلی تینوں انجیلیں بھی چوتھی انجیل کی طرح تاریخی حیثیت سے گری ہوئی ہیں۔ یہ اس غرض سے تحریر نہیں ہوئیں کہ واقعات جس طور سے گذرے۔ اس تسلسل سے قلم بند کیے جائیں۔ بلکہ غایت یہ تھی کہ ان کتابوں کے ذریعہ دینِ عیسوی کی بشارت دی جائے۔"[2]

نیویارک ٹائمز کی خبر

"نیویارک ٹائمز" میں یہ خبر چھپی ہے کہ امریکہ میں پریسبائٹرین Presbytarian کلیسا کی

---

[1] تاریخ صحف سماوی بحوالہ الفقور ۱۲۔۱۱۰ ۔ نواب علی۔ فلپ ریلر، دی چرچ اینڈ ماڈرن تھاٹ صفحہ ۹۸-۹۹

[2] ہارنگ۔ ایف واٹ از کرسچیانٹی صفحہ ۱۳۲

ایک نمایاں برانچ نے اعلان کیا کہ "یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ بائبل غلطیوں سے پاک ہے۔"[1]

ٹائم میگزین

اسی طرح ٹائم میگزین کے ایک آرٹیکل میں مسطور ہے۔ یہ مضمون جو ایک وسعت پسند میتھوڈسٹ مذہبی رہنما کے بارے میں چھپا ہے یہ مذہبی رہنما مشی گن اسٹیٹ کے ایک کالج میں طلبہ کو بتاتا ہے۔ "بائبل مغربی تہذیب و ثقافت کی تاریخ میں دیو مالائی قصوں کا سب سے بڑا مجموعہ ہے۔"[2]

بائبل کے متعلق عیسائی علماء کے یہ خیالات کچھ نئے نہیں ہیں۔ نصف صدی قبل ۱۹۲۹ء کی یہ رپورٹ ملاحظہ ہو۔ مذہب کی تعلیم حاصل کرنے والے پانچ صد طلبہ کے ایک گروپ سے (جو بپٹسٹ، کانگریگیشنلسٹ، ایپس کوپلین، ایونجیلیکل، لوتھرن، میتھوڈسٹ اور پریس بائیٹرین کلیسا سے تعلق رکھتا تھا) ایک سروے کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تھا "کیا آپ یقین رکھتے ہیں کہ بائبل مکمل طور پر دیو مالائی قصوں اور خیالی کہانیوں سے پاک ہے؟ ان جواب دینے والوں میں سے ۹۵ فی صد نے کہا "نہیں"۔[3]

اینگلیکن پادری کا بیان

آسٹریلیا کے ایک رسالہ میں اینگلیکن ریکٹر (حلقہ کا پادری جس کو خود کلیسا کی طرف سے معاشی مدد ملتی ہے) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "عہد نامہ قدیم کے اسّی فیصد حصہ کے لیے میوزیم سب سے بہترین جگہ ہوگی۔"[4]

پروفیسروں کی رائے

جرمنی کا ایک رسالہ دے اسپیگل لکھتا ہے کہ "دینیات کے اعتدال سے پروفیسروں کی تنقیدی فہم نے کتاب مقدس کو دیو مالائی قصوں، پریوں کی کہانیوں، شعر و شاعری اور تصاویر کے مجموعہ میں ڈھال دیا ہے۔"[5]

---

[1] نیویارک ٹائمز ۶ مئی ۱۹۶۶ء

[2] ٹائمز میگزین ۴ فروری ۱۹۶۶ء

[3] Is the Bible really the word of Cod ? p. 16

[4] The Age of Melbourne-Feb. 16. 1961.

[5] Is the Bible reality the word of God ? p. 164.

چند مزید شہادتیں

اب[1] کتاب مقدس کے جعلی ہونے کے بارے میں چند آراء ملاحظہ ہوں۔

ایک انگلی کن پادری کہتا ہے کہ "یہ چالاک جعل سازی ہے۔"[2]

کوپن ہیگن (ڈنمارک) کے چرچ آف ہ ائل ڈاک یارڈ کا ڈین کہتا ہے کہ "عہدنامہ جدید نہ تاریخی ہے اور نہ ہی صحیح ہے۔"[3]

بائبل کی ناقدری

یہ سچ ہے کہ بائبل کی اشاعت عیسائی دنیا میں بہت زیادہ ہے۔ اور تقریباً ہر عیسائی کے پاس اس کی ایک جلد ضرور ہوتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہر عیسائی اسے پڑھتا ہے؟ اور ہر پادری نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا ہے؟ اور بار بار پڑھا ہے؟ مندرجہ ذیل چند واقعات اس حقیقت کی پردہ کشائی کرتے ہیں:-

جاپان کے ایک اخبار نے یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے سیکرٹری کا بیان نقل کیا ہے۔

"ان دنوں ہزاروں[4] لاکھوں افراد بائبل کو اپنے پاس رکھتے ہیں لیکن بجز غیر عیسائیوں کے یہ کتاب زیادہ نہیں پڑھی جا رہی ہے۔"

یہ تو عام عیسائیوں کی بات تھی خود مذہبی رہنما اور عہدیداروں کی بابت یہ رپورٹ ایک رومن کیتھولک اخبار میں شائع ہوئی ہے۔

"کیا یہ ایک افسوس ناک صورت حال نہیں ہے کہ ہمارے کیتھولک علماء کی ایک کثیر تعداد جو ہمارے پادری بھی ہیں۔ انھوں نے بائبل کو کبھی پورا نہیں پڑھا، حتیٰ کہ عہد نامہ جدید کو بھی۔"

وانڈ لکھتا ہے کہ ـــــــــــ "آج بہت کم لوگ ہیں جو پابندی سے بائبل پڑھتے ہیں کم از کم" انتھارائزڈ ورژن "[5]۔ (مصدقہ بائبل)

---

[1] Is the Bible really the word of God ?-p. 70

[2] Ibid

[3] Ibid., p. 163

[4] Ibid., p. 164

[5] Wand J. W. C., The Church To-Day-p. 28

ایک ایسے عیسائی سے جو ۱۷ رجنوری ۱۹۷۵ء کو اپنی بیوی اور دو بھائیوں کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوا میں نے دریافت کیا کہ تم نے بائبل پڑھی تھی؟ وہ کہنے لگا "نہیں البتہ پادری سے سنا کرتے تھے۔ لیکن یہ خدا کی کتاب کیسی ہے جس کا کوئی احترام نہیں کیا جاتا۔"

"خود عیسائی حضرات اس کو کبھی دوکانوں پر اور کبھی راستوں میں جہاں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں۔ خدا کی کتاب کی تو عزت ہونی چاہیئے تھی۔ مسلمانوں کی کتاب واقعی اللہ کی کتاب ہے کہ وہ بڑی عزت واحترام سے ہمیشہ اونچی جگہ رکھی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ذراسی بھی بے ادبی روا نہیں رکھی جاتی۔"

کتاب مقدس کے تراجم

(۶)

اب ہم اس کلام خدا "ورڈ آف گاڈ" کے ترجموں پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اکثر بائبل کے نسخوں پر "اتھارائزڈ ورژن"۔ "ریوائزڈ ورژن"۔ "ریوائزڈ اسٹینڈرڈ ورژن" وغیرہ لکھا ہوتا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تصدیقی الفاظ کس کی اتھارٹی سے کس کے حکم سے اور کیوں کر لکھے گئے؟ عام عیسائیوں کو تو یہی باور کرایا گیا کہ یہ کتب خدا کے کلام پر مبنی ہیں۔ اور خدا ہی نے انہیں لکھوایا ہے۔ جب یہ کتابیں خدا کی طرف سے ہیں تو یہ ورژن کیسے؟ پھر اس کے ترجموں میں یہ کتر بیونت کیسی؟ اور اس کا کون مجاز ہے؟ اور کوئی کس طرح مجاز ہو سکتا ہے؟ اگر یہ خدا کی طرف سے ہیں تو خدا اور صرف خدا ہی اس کو ریوائز Revise کر سکتا ہے۔ کوئی عیسائی خواہ وہ کتنی ہی بڑی عظمت کا حامل ہو قطعی طور پر اس کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ اگر ابتدا سے اب تک بائیبل کے ترجموں پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ خدا کی یہ کتاب سینکڑوں مرتبہ "ریوائزڈ" ہو چکی ہے کولیرس انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ "۱۹۴۸ء تک مکمل بائیبل کے جو صرف انگریزی زبان میں ترجمے ہوئے وہ پچاس سے زائد بار "ریوائز" ہوتے ہیں۔ اور عہد نامہ جدید کے ترجمے کم از کم ایک سو دس بار "ریوائزڈ" ہو چکے ہیں[1]۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر بار کی ریویژن میں ردوبدل ہوا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا کے مطابق مشہور ترجموں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ترجمہ سبیعہ سپٹو جینٹ عبرانی سے یونانی زبان میں ۲۵۰-۱۳۰ ق م (عہد نامہ قدیم)

۲۔ ولگیٹ رومی زبان میں ۳۸۲-۴۰۶ء

۳۔ ویکلف ورژن انگریزی زبان میں ۱۳۸۴ء

۴۔ لوتھر کا جرمنی میں ترجمہ۔ ۱۵۲۲ء۔ اس نے عہد نامہ جدید ۱۵۲۲ء میں اور عہد نامہ قدیم کا ۱۵۲۳ء سے ۱۵۳۴ء تک ترجمہ کیا۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا کولیرس ۱۹۵۶ء جلد ۳ صفحہ ۲۹۸

۵ ولیم ٹائینڈیل کا ترجمہ انگریزی میں ۱۵۲۵ء پہلا ایڈیشن۔ اس ترجمہ پر نظر ثانی ۱۵۳۴ء میں ہوئی۔

۶ اراسمس کا ترجمہ لاطینی میں ۱۵۲۶ء اس کا ذکر انسائیکلوپیڈیا میں نہیں ہے بلکہ پادری خورشید عالم کی کتاب تواریخ کلیسائے رومتہ الکبریٰ صفحہ ۱۸۰ پر ہے۔

۷ کاورڈیل کا ترجمہ انگریزی میں ۱۵۳۵ء میں۔

۸ کرومویل کا ترجمہ انگریزی ۱۵۳۹ء
۹ کرانمیر کی بائیبل ۱۵۴۰ء
} ان کا ذکر انسائیکلوپیڈیا میں نہیں ہے۔

۱۰ جینوا بائیبل انگریزی میں ۱۵۶۰ء

۱۱ بشپ بائیبل انگریزی میں ۱۵۶۸ء

۱۲ ریمز اینڈ ڈوے ــــــــ اس ترجمہ کو رومن کیتھولک فرقہ نے کرایا تھا۔

۱۳ کنگ جیمس ورژن یا اتھارائزڈ ورژن ۱۶۱۱ء

۱۴ ریوائزڈ ورژن ۱۸۸۱ء

اس کے علاوہ نجی طور پر بھی بائیبل کے ترجمے ہوتے ہیں۔ بیسویں صدی اس معاملے میں بڑی زرخیز ثابت ہوئی۔ اس صدی کے ترجموں کی تعداد نسبتاً بہت زیادہ ہے۔

۱۵۔ دے ماؤتھ ۱۹۰۲ء۔ کئی مرتبہ ریوائزڈ کی گئی۔

۱۶۔ مولٹن کی ماڈرن ریڈرز بائیبل ۱۹۰۷ء۔ اس کا ذکر انسائیکلوپیڈیا میں نہیں ہے۔

۱۷۔ مفت کا نیا ترجمہ ۱۹۲۵ء

۱۸۔ اسمتھ ۱۹۲۷ء

۱۹۔ ناکس کا ترجمہ ۱۹۴۴ء یہ رومن کیتھولک فرقہ کا ترجمہ ہے۔

۲۰۔ امریکن ریوائزڈ اسٹینڈرڈ ورژن ۱۹۴۶ء[1]

۲۱۔ فلپ کا ترجمہ ۱۹۴۷-۱۹۵۸ء

۲۲۔ برطانوی محققین کا نیا ترجمہ ۱۹۶۱ء۔ ۱۹۴۷ء میں برطانوی محققین کے ایک کمیشن نے مکمل نئے ترجمہ کے لیے کام شروع کیا۔ یہ ترجمہ ۱۹۶۱ء میں منظر عام پر آیا[2]۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا کولیرس ۱۹۵۶ء جلد ۳ صفحہ ۲۹۶-۲۹۸

[2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد سوم صفحہ ۵۸۰

۲۳ - ایک اور ترجمہ ۱۹۶۶ء میں ہوا اس کو ۲۷ محققین نے ۱۰ سال سے زائد عرصہ مصروف رہنے کے بعد مکمل کیا۔ طباعت سے پہلے اس کا بجٹ دو کروڑ پچاس لاکھ پاکستانی روپیہ سے زائد تھا۔[1]

چودھویں پندرھویں صدی میں کتاب مقدس کے ترجمہ کے لیے مصلحین کو بڑی اذیتیں اور پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔ اس کا اندازہ وکلیف کے اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ اس پر "بدبختی" ہونے کا الزام بھی لگایا گیا۔ اس طرح ایک دردمند عیسائی کو اذیت ناک موت کے حوالے کرنے کا جواز ڈھونڈا گیا۔

وکلیف کا انجام

ایک دور آیا کہ عیسائی مصلحین میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کلام مقدس پر پوپ حضرات کی اجارہ داری اور بالادستی کب تک قائم رہے گی۔ پوپ نہایت سختی سے بائبل کو عوام کی دسترس سے دور رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ پادریوں کو بھی کتاب مقدس سے محروم رکھتے تھے۔ البتہ انہیں کچھ چھوٹے چھوٹے حصے دیئے جاتے تھے کہ وہ ہفتہ واری اجتماعات میں پڑھیں۔ جرمنی، انگلستان، فرانس جاگ رہے تھے۔

انگلستان کا وکلیف چاہتا تھا کہ ہل چلانے والا کسان بچہ بھی دوسری زبانوں کے بجائے اپنی مادری زبان میں بائبل پڑھے۔ اور اس کی برکات سے محروم نہ رہے ——— چنانچہ عیسائی علماء کی ایک جماعت نے انگریزی میں بائبل کا ترجمہ کیا۔ لیکن آرچ بشپ آرنڈل نے ۱۴۰۸ء میں یہ ترجمہ مسترد کر دیا۔ اور نیا ترجمہ کرنے پر بھی پابندی لگا دی۔[2] اس جرم کی پاداش میں وکلیف کی ہڈیاں اس کی موت کے چالیس سال بعد اس کی قبر سے نکال کر جلائی گئیں۔[3]

ڈاکٹر پیٹرسن اسمتھ بڑے دکھ اور کرب کے ساتھ اپنی کتاب "ہم نے اپنی بائیبل کس طرح پائی" How we got our Bible ! میں لکھتا ہے۔ "کتاب مقدس پڑھنے والے اس طرح جلائے گئے کہ کتاب کی کاپیاں ان کی گردنوں کے گرد تھیں۔ عورتوں اور مردوں کو اس جرم میں پھانسی پر لٹکایا گیا کہ انہوں نے اپنے بچوں کو لارڈ ہیپیئر (خداوند کی دعا) اور دس احکام انگریزی زبان میں کیوں سکھائے۔ مردوں کو اپنی بیویوں کے خلاف گواہ بنایا گیا اور بچوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے والدین کو جلانے کے لیے آگ روشن کریں۔ وکلیف کی ممنوعہ بائبل کو اپنے پاس رکھنے والے لوگوں کو اس طرح

---

[1] ریڈرس ڈائجسٹ۔ دینی فریڈ۔ صفحہ ۳۰۸

[2] تواریخ کلیسائے رومۃ الکبریٰ صفحہ ۱۵۷۔ پادری خورشید عالم

[3] دی مورل سائیڈ آف دی کرسچین کلرجی صفحہ ۳۰۔ جمیل ایس۔ ایم

شکار کیا گیا جیسے وہ وحشی درندے ہوں۔

ڈاکٹر پیٹرسن پوچھتا ہے کہ آخر وکلیف کا اور کیا جرم تھا؟ کیا اس نے خدا کے پیغام کو جھٹلایا تھا؟ کیا وہ لوگوں کے دل خدا کی عبادت سے پھیر رہا تھا؟ کیا بحیثیت ایک پادری وہ لاپرواہی، شراب نوشی یا زندگی کی آلودگیوں کی وجہ سے مورد عتاب ہوا ———؟

آگے چل کر وہ لکھتا ہے۔ "وہ ایسا نہیں اس قسم کے عیوب کا اندازہ تو "بلیک فرائز" ہال کے ٹریبونل میں کیا جا سکتا ہے۔ وکلیف کا جرم اس سے بہت زیادہ سنگین تھا۔ اس نے کلیسا کی بدعنوانیوں پر حملہ کی جسارت کی تھی۔ خاص طور پر بھیک مانگنے والے "فرایئرز" کی بداخلاقیوں پر" …… "اس نے بجا طور پر برہمی سے عقیدۂ معافی، معافی نامے اور پاک عشاء جیسے لمور کا پول کھولا تھا۔ جو ایک بہت بڑے فریب کار نظام کا حصہ تھا۔ اس کا ایک دوسرا سب سے بڑا جرم یہ بھی تھا کہ اس نے پاپ کا پیالہ لبریز کر دیا تھا۔ اس طرح کہ اس نے مقدس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔"[1]

کنگ جیمس یا "اتھارائزڈ ورژن" کا ماخذ رومی ولگیٹ تھا۔ اور یہ ترجمہ ۲۷۵ سال تک مستند سمجھا جاتا رہا۔ اس اتھارائزڈ ورژن میں بھی کتاب "قرآن مجید و انجیل جدید" کے مصنف کے قول کے مطابق تقریباً ۲۰ ہزار غلطیاں تھیں۔[2] یہ ترجمہ اس وجہ سے ناقص ہو گیا تھا کہ دو قدیم نسخے یعنی نسخہ اسکندریہ اور (۲) نسخہ سینا اس ترجمہ کے بعد دستیاب ہوئے تھے۔ ان نسخوں کے انکشاف کے بعد ترجمہ میں تبدیلی ضروری ہو گئی تھی۔ چنانچہ ۲۷ ارکان کی ایک خاص کمیٹی نے بڑی محنت سے ۱۸۸۱ء میں ایک جدید ترجمہ کیا جو "ریوائزڈ ورژن" کے نام سے شائع کیا گیا۔

ایک کے بجائے دو بائیبل

سولھویں صدی عیسوی میں رومن کیتھولک پوپ کے خلاف بڑی زبردست ہلچل ہوئی۔ خود ایک رومن کیتھولک پادری مارٹن لوتھر نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ تحریک پروٹسٹنٹ کے نام سے مشہور ہوئی۔ مارٹن لوتھر نے بائبل کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا۔ اور ڈیڑھ ہزار سال سے مستند و مسلّم مانی جانے والی بائبل کی کچھ کتابوں کے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ کتابیں الہامی نہیں بلکہ الحاقی ہیں۔ لہذا اس نے ان کو اپنی بائبل سے خارج کر دیا ——— اب دو بائبل وجود میں آ گئیں۔ ایک رومن کیتھولک

---

[1] Jamil S. M., The moral side of Christian Clergy, p. 30

[2] قرآن مجید و انجیل جدید۔ اسلامی مشن لاہور

کی پرانی بائبل (بہتر یا تہتر کتابوں کا مجموعہ) دوسری پروٹسٹنٹ کی بائبل (صرف چھیاسٹھ کتابوں پر مشتمل) اس طرح عیسائیوں کی دو بائبلیں قرار پائیں۔ اور وہ ابھی تک چلی آ رہی ہیں۔ ان بائبلوں کے علاوہ ان کے تراجم پر بھی اتفاق نہیں۔ ہر ایک کی عبارت الگ الگ ہے۔ اب صدیوں بعد صرف ترجمہ پر اتفاق ہوا ہے۔ بائبلیں اب بھی دو ہیں۔

جیمس ڈینیل اس بارہ میں لکھتا ہے۔ "کتب مقدسہ کے ترجمہ کے بارہ میں صدیوں کی تکرار اور بحث مباحثہ کے بعد انگریزی بولنے والے پروٹسٹنٹ اور کیتھولک لوگوں کے لیے اب ایک متفقہ ترجمہ تیار ہوا ہے۔[1]"

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ بائبل کو عام کرنے کے لیے بعض مصلحین نے بڑی قربانیاں دیں۔ ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں "کتاب مقدس" عوام کے ہاتھوں تک پہنچی۔ لیکن ان سوالات کا جواب کسی کے پاس نہیں کہ یہ ترجمے بالکل مطابقِ اصل ہیں یا ان میں کمی بیشی، ردوبدل اور کتر بیونت ہوتی رہی ہے؟ نیز یہ کہ اگر کمی بیشی ہوتی رہی ہے تو ان ترجموں کو کس طرح "کتاب مقدس" قرار دیا جا سکتا ہے؟

بائبل میں تحریف

تحریف کا مطلب یہ ہے کہ کسی کتاب میں تبدیلی کر دی جائے۔ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک لفظی اور دوسری معنوی تبدیلی۔

لفظی تحریف یہ ہے کہ عبارت کے اصل الفاظ بدل دیئے جائیں۔ مثلاً ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ رکھ کر تبدیلی کر دی جائے۔ یا کسی لفظ کو سرے سے حذف ہی کر دیا جائے یا کوئی لفظ بڑھا کر عبارت کو تبدیل کر دیا جائے۔

تحریفِ معنوی یہ ہے کہ الفاظ میں تو کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔ مگر عبارت کی ایسی من مانی تفسیر کی جائے جو اصل معنی کے خلاف ہو۔ بائبل میں دونوں طرح کی تحریفات کی گئی ہیں۔

مزعومہ مسیحی الہامی کتب اور ان کے ترجمہ کو اختلافات، تضادات، اغلاط اور تحریفات سے پاک ہونا چاہیئے تھا۔ ایک آدھ غلطی یا اختلاف و تضاد بھی کسی کتاب میں ہو تو اس کی حیثیت مشکوک بن جاتی ہے۔ چہ جائیکہ ان کتابوں میں ہزاروں غلطیاں، تضاد و اختلافات موجود ہیں۔

مشہور جرمن ڈاکٹر مسیل نے عہد نامہ جدید کے چند نسخے جمع کر کے ان کا باہم مقابلہ کیا تو

[1] ریڈرس ڈائجسٹ۔ جون ۱۹۶۷، صفحہ ۹۲

اس نے تیس ہزار اختلافِ عبارات شمار کیے۔[1]

جان جیمس ویٹسٹین نے مختلف ملکوں میں پھر کر اپنے متقدمین کی نسبت بہت زیادہ نسخے بچشم خود دیکھ کر جب مقابلہ کیا تو دس لاکھ اختلافات شمار کیے۔[2]

ڈاکٹر پیٹرسن لکھتا ہے کہ "لوگ یہ جان کر حیرت زدہ رہ گئے کہ پرانی بائبل کے کچھ مضامین یکسر تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔[3]"

انسائیکلو پیڈیا میں ہے ——— "اس کے علاوہ جب ایک قاری بائبل کے نئے ترجمے پڑھتا[4] تو محسوس کرتا ہے کہ کچھ مشہور مضامین اس سے غائب ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور کس بنا پر یہ مضامین نکالے گئے؟" کتاب مقدس کے اختلافات اور تحریفات کو خود عیسائی محققین کے بیانات کی روشنی میں ہی اگر نقل کیا جائے تو بیسیوں جلدوں کی ضخامت چاہیے۔

تحریف کا تازہ ترین شاہکار

حال ہی میں ایک مقالہ انٹرنیشنل کونسل آف کرسچین چرچز (آئی۔سی۔سی۔سی) کی جانب سے شائع ہوا ہے۔ اس کے پہلے صفحہ پر یہ عبارت درج ہے۔ "بائبل مقدس کے نئے امریکی ترجمہ آر۔ایس۔وی پر تحقیقی مقالہ"۔ مقالہ نگار ہیں پادری عنایت ایس۔ مل صاحب ایم اے کورٹ لکھپت لاہور۔ شائع کنندہ انٹرنیشنل کونسل آف کرسچین چرچز پاکستان پوسٹ بکس نمبر ۶۸، گوجرانوالا ہے۔

مقالہ نگار لکھتا ہے[5]۔ "زیر بحث بائبل مقدس کے امریکی ترجمہ آر۔ ایس۔ وی کو پاکستان میں مندرجہ ذیل کلیساؤں اور اداروں کی سرپرستی حاصل ہے۔

۱۔ کلیسائے پاکستان جس میں سابقہ انگلیکن چرچ۔ یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ۔ لوتھرن چرچ، سیالکوٹ چرچ کونسل (قدیم سکاچ مشن) شامل ہوں۔

۲۔ امریکن مشن۔

۳۔ پاکستان بائبل سوسائٹی

[1] صحف آسمانی صفحہ ۱۲۰۔ نواب علی

[2] صحف آسمانی صفحہ ۱۲۰۔ نواب علی

[3] Peterson J. Symith : "How we got our Bible ?

[4] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد سوم صفحہ ۵۵

[5] پادری عنایت ایس مل صفحہ ۲

۴۔ ویسٹ پاکستان کرسچین کونسل

۵۔ گوجرانوالہ تھیولاجیکل سیمنری۔ گوجرانوالہ۔

مقالہ نگار نے مزید لکھا ہے کہ "اس ترجمہ کے ذریعہ کلیسا میں بدعتی تعلیم۔ رائج کی جا رہی ہے۔ کلام مقدس کی بیشتر آیات جو خداوند مسیح کی الوہیت، کفارہ اور خداوند کے آسمان پر اٹھائے جانے سے متعلق ہیں۔ اس نئے امریکی بائبل آر۔ ایس۔ وی سے کسی وجہ اور تشریح کے بغیر نکال دی گئی ہیں۔ مغربی پاکستان کے تمام مشنری اور ان کے زیر اثر کلیسا اور ان کے رہنما اس ترجمہ کی حمایت کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس گمراہ کن ترجمہ سے تعلیم یافتہ طبقہ اور نوجوان طلبہ کو جو پاکستانی کلیسا کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ مانوس کرنے کا مکروہ فعل جاری رکھا ہے۔ ذیل میں انجیل مقدس کی وہ آیات پیش کی جاتی ہیں۔ جو اس ترجمہ میں انجیل مقدس سے نکال دی گئی ہیں تاکہ پاکستانی کلیسا حقیقت حال سے بخوبی واقف ہو جائے۔"

"انٹرنیشنل کونسل آف کرسچین چرچز جو تمام دنیا میں اس مذموم حرکت کے خلاف صف آرا ہے۔ اور پاکستان کی کلیسائیں بھی جو اس کونسل سے ملحق ہیں۔ اور جن میں یو پی سینٹر آف پاکستان پیش پیش ہے۔ اس ملک میں اس بدبختی ترجمہ کے خلاف کر رہے ہیں؎

مقدس متی کی انجیل سے حذف کردہ آیات

باب	آیت	
۱۲	۴۷	کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔
۱۷	۲۱	لیکن یہ قسم دعا کے سوا اور کسی طرح نہیں نکل سکتی۔
۱۸	۱۱	کیوں کہ ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے۔
۱۹	۹	اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ بیٹھے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔ اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔ (خط کشیدہ جملہ آر۔ ایس۔ وی میں حذف کر دیا گیا ہے)
۲۱	۴۴	اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ لیکن جس پر وہ گرے گا۔

؎ پادری عنایت ایس۔ ل صفحہ ۲

باب	آیت	
		اسے پیس ڈالے گا۔ یہاں پتھر سے مراد خداوند یسوع ہے۔ لیکن آر۔ ایس۔ وی کے خیال میں یہ درست نہیں۔
۲۳	۱۴	اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس کہ ایک مرید کرنے کے لیے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چکتا ہے تو اسے اپنے سے دونا جہنم کا فرزند بنا دیتے ہو۔"

یہ وہ آیات ہیں جو صرف ایک انجیل سے نکال دی گئی ہیں۔ اور یہ بیسویں صدی کے روشن زمانہ میں ہوا ہے۔ ذرا تصور کیجیے کہ اس سے قبل یہ الہامی کتب کن کن مراحل سے گذری ہوں گی۔ یہ امر بھی ملحوظ خاطر ہے کہ یہ بات کوئی غیر نہیں بلکہ خود عیسائی لکھ رہا ہے۔

مقدس مرقس کی انجیل سے حذف کردہ آیات

باب	آیت	
۷	۱۶	اگر کسی کے سننے کے کان ہوں تو وہ سن لے (حذف)
۹	۴۴	جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بجھتی (حذف)
۹	۴۹	کیوں کہ ہر شخص آگ سے نمکین کیا جائے گا۔ اور ہر ایک قربانی نمک سے نمکین کی جائے گی۔ (خط کشیدہ جملہ حذف کر دیا گیا ہے)
۱۰	۲۴	جو لوگ دولت پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ان کے لیے خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا کیا ہی مشکل ہے (خط کشیدہ جملہ حذف کر دیا گیا ہے)
۱۱	۲۶	اور اگر تم معاف نہ کرو گے تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے تمہارے قصور بھی معاف نہ کرے گا۔ (ساری آیت حذف ہے)
۱۴	۶۸	اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں تو نہ جانتا ہوں اور نہ سمجھتا ہوں کہ تو کیا کہتی ہے۔ پھر وہ باہر ڈیوڑھی میں گیا اور مرغ نے بانگ دی (خط کشیدہ جملہ حذف کیا گیا ہے)
۱۵	۲۸	تب اس مضمون کا وہ نوشتہ کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا پورا ہوا۔ (ساری آیت حذف)
۱۶	۹ تا ۲۰	تمام آیات اس ترجمہ میں سے نکال دی گئیں؎

؎ پادری عنایت ایس۔ ل صفحہ ۲

مقدس لوقا کی انجیل[1] سے حذف شدہ آیات

باب	آیت	
۹	۵۵	مگر اس نے پھر کر انہیں جھڑکا اور کہا تم نہیں جانتے کہ تم کس روح کے ہو۔ (خط کشیدہ جملہ حذف کیا گیا ہے)
۲۲	۱۹	پھر اس نے روٹی لی اور شکر کر کے توڑی۔ اور یہ ان کو دی۔ یہ میرا بدن ہے جو تمہارے واسطے دیا جاتا ہے۔ میری یادگاری کے لیے یہی کیا کرو۔ (خط کشیدہ جملہ حذف کر دیا گیا ہے)
۲۲	۲۰	اور اسی طرح کھانے کے بعد پیالہ یہ کہہ کر دیا کہ یہ پیالہ میرے اس خون میں نیا عہد ہے جو تمہارے واسطے بہایا جاتا ہے (پوری آیت حذف کر دی گئی ہے)
۲۴	۳	مگر اندر جا کر یسوع کی لاش نہ پائی (خط کشیدہ الفاظ حذف)
۲۴	۶	وہ یہاں نہیں ہے بلکہ جی اٹھا ہے (ساری آیت حذف)
۲۴	۱۲	اس پر پطرس اٹھ کر قبر تک دوڑا گیا اور جھک کر نظر کی اور دیکھا کہ صرف کفن ہی کفن ہے اور اس ماجرے سے تعجب کرتا ہوا اپنے گھر چلا گیا (پوری آیت حذف کر دی گئی ہے)
۲۴	۴۰	اور یہ کہہ کر اس نے انہیں اپنے ہاتھ پاؤں دکھائے (پوری آیت حذف)
۲۴	۵۱	اور جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا (خط کشیدہ جملہ حذف کر دیا گیا)
۲۴	۵۲	اور وہ اس کو سجدہ کر کے بڑی خوشی سے یروشلم کو لوٹ گئے (پوری آیت ہی حذف کر دی گئی)

مقدس یوحنا کی انجیل[2] سے حذف شدہ آیات

۱	۱۴	اور کلام مجسم ہوا۔ اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا کہ باپ کے اکلوتے کا جلال (لفظ اکلوتا حذف)
۳	۱۳	اور آسمان پر کوئی نہیں چڑھا۔ سوا اس کے جو آسمان سے اترا یعنی ابن آدم جو آسمان میں ہے (آخری جملہ حذف کر دیا گیا)
۳	۱۶	کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے (لفظ اکلوتا حذف کیا گیا تاکہ کنواری سے پیدا ہونے کی حقیقت کو چھپایا جائے)
۵	۳	ان میں بہت سے بیمار، اندھے، لنگڑے اور پژمردہ لوگ پانی ہلنے کے منتظر ہو کر پڑے تھے (خط کشیدہ جملہ حذف)
۵	۴	کیونکہ وقت پر خداوند کا فرشتہ حوض پر اتر کر پانی ہلایا کرتا تھا۔ پانی ہلتے ہی جو کوئی پہلے اترتا سو شفا پاتا۔ اس کی جو کچھ بیماری کیوں نہ ہو (پوری آیت حذف ہے)
۷	(تا ۱۱	اس عورت کا قصہ جو زنا میں پکڑی گئی (پورا نکال دیا گیا ہے)
۹	۳۵	اور جب اس سے ملا تو کہا۔ کیا تو خدا کے بیٹے پر ایمان لاتا ہے (خدا کے بیٹے کی جگہ "ابن آدم" لکھ دیا گیا ہے)

رسولوں کے اعمال[1]

۸	۳۷	پس فلپس نے کہا کہ اگر دل و جان سے ایمان لائے تو بپتسمہ لے سکتا ہے اس نے جواب میں کہا میں ایمان لاتا ہوں کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے (ساری آیت حذف)
۲۸	۲۹	جب اس نے یہ کہا تو یہودی آپس میں بہت بحث کرنے لگے (ساری آیت حذف)

رومیوں کے نام خط

۵	۲	جس کے وسیلے سے ایمان کے سبب اس فضل تک ہماری رسائی ہوئی (لفظ ایمان حذف)
۱۶	۲۴	ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل تم سب کے ساتھ ہو۔ (ساری آیت حذف)

[1] پادری عنایت ایس ل ۵

[2] پادری عنایت ایس۔ ل صفحہ ۶

[1] پادری عنایت ایس۔ ل صفحہ ۷

کرنتھیوں کے نام پہلا خط

۱۱ ۲۹ کیونکہ جو کھاتے پیتے وقت خداوند کے بدن کو نہ پہچانے وہ اس کھانے پینے سے سزا پائے گا (لفظ خداوند حذف)

عبرانیوں کے نام خط

۲ ۷ تو نے اسے فرشتوں سے کچھ ہی کم کیا تو نے اس پر جلال اور عزت کا تاج رکھا اور اپنے ہاتھوں کے کاموں پر اسے اختیار بخشا (خط کشیدہ جملہ حذف)

مقدس یوحنا پہلا خط عام

۴ ۹ جو محبت خدا کو ہم سے ہے وہ اس سے ظاہر ہوئی کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا تاکہ ہم اس کے سبب زندہ رہیں (لفظ اکلوتا حذف)

عہد نامہ عتیق[1] سے حذف کردہ آیات

زبور

۲ ۱۲ بیٹے کو چومو ایسا نہ ہو کہ وہ قہر میں آئے (یہاں بیٹے کو چومو کی بجائے اس کے پاؤں چومو لکھ دیا ہے۔

۴۵ ۶ اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ (خط کشیدہ جملہ حذف)

یسعیاہ

۷ ۱۴ لیکن خداوند آپ تم کو ایک نشان بخشے گا۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا پیدا ہو گا (کنواری کی جگہ جوان عورت لکھا گیا ہے)

ذکریا

۹ ۱۹ اے بنت صیہون تو نہایت شادمان ہو اے دختر یروشلم خوب للکار۔ کیوں کہ دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ صادق ہے۔ اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے۔ (خط کشیدہ جملہ حذف کر دیا گیا ہے)

امریکی ریوائزڈ اسٹینڈرڈ ورژن میں جو یہ تحریفات ہوئی ہیں ان پر غیر مسیحی تو کجا خود عیسائی حضرات بھی حیران و پریشان ہیں۔ اور ان کے پاس اس کے لیے کوئی توجیہ نہیں۔ کسی کو کیا جواب دیں؟ اور کیسے تسلی کریں؟۔

[1] بائبل مقدس کا نیا امریکی ترجمہ آر۔ ایس۔ وی پر تحقیقی مقالہ صفحہ ۸۔ پادری عنایت ایس مل

قرآن میں بائبل کی تحریف کا اعلان

آج مسیحی اپنی کتب مقدسہ میں تحریف کا جو اعتراف کر رہے ہیں۔ قرآن مجید صدیوں پہلے اس کا اعلان کر چکا ہے ——— اس کے برعکس قرآن حکیم کے بارہ میں حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہر قسم کی تحریف سے بالکل پاک و مبرا ہے۔ وہ ترجموں کے سہارے نہیں بلکہ اپنی اصل صورت میں بجنسہٖ موجود ہے اس کے الفاظ و معانی ہی نہیں بلکہ اس کا رسم الخط اور قرأت و ترتیل تک محفوظ ہے۔ صرف اوراق کی جلدوں میں نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے سینوں کے اندر محفوظ ہے۔ یہ اعزاز دنیا کی کسی بھی کتاب کو حاصل نہیں۔

یہاں ایک نکتہ کی طرف اشارہ کرنا بے محل نہ ہو گا۔ قرآن مجید کے بیان کردہ ماضی، حال اور مستقبل کے واقعات حیرت انگیز طریق پر سائنٹیفک انداز سے صحیح ثابت ہو رہے ہیں۔ مثلاً فرعون مصر رعمیس دوم جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ظالم حکمران تھا۔ اس کی حنوط شدہ لاش ۱۹۰۷ء میں دستیاب ہوئی اور حال ہی میں فرانس لے جائی گئی تاکہ جو نا معلوم کیڑا اس کی لاش کو خراب کر رہا ہے اس کا سد باب کیا جا سکے۔ تاریخ کے اس جابر حکمران کے بارہ میں قرآن مجید نے کہا تھا:

"ہم تیری لاش کو بچا کر رکھیں گے تاکہ تو آنے والی نسلوں کے لیے ایک نشان اور درس عبرت بن جائے۔" (سورۂ یونس آیات ۹۰ و ۹۱)

قرآن مجید نے اپنے سے پہلے کے تمام حقیقی آسمانی صحائف کی تصدیق کی ہے۔ اور صحیح الہامی کتب کو ہدایت اور روشنی کہا ہے۔ لیکن جب اُن لوگوں نے اپنی اصلی کتابوں کی پیروی چھوڑ دی اور غلط خواہشوں پر چلنے لگے تو ان کے لیے ضروری تھا کہ ان کتابوں میں تصرف و تحریف کریں تاکہ اپنی خواہشات کا جواز من جانب اللہ پیش کیا جا سکے۔ آخری صحیفہ آسمانی میں اس کی بہت سی مثالیں دی گئی ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

کلام میں تبدیلی

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ

سورۃ البقرہ آیت ۷۹ (ترجمہ) افسوس ہے اُن پر جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔

تحریف

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (سورہ بقرہ آیت ۷۵) (ترجمہ) ان میں سے کچھ لوگ ایسے گذرے ہیں کہ اللہ کا کلام سنتے تھے اور پھر اس میں تحریف کر ڈالتے تھے اور اس کو سمجھنے کے بعد ایسا کرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں

چالاکی و عیاری

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (سورہ آل عمران آیت ۷۸) اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو زبان کو مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب۔ تاکہ تم لوگ اس ملائی ہوئی چیز کو بھی کتاب کا جزو سمجھو۔ حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ لفظ یا مطلب خدا کے پاس سے ہے۔

حالانکہ وہ کسی طرح خدا کے پاس سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی یہود و نصاریٰ خود کو اللہ کے محبوب اور پیارے سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں۔ قرآن مجید ان کے اس غلط تصور کو ان الفاظ سے ظاہر کرتا ہے۔

غلط تصورات

قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (سورہ مائدہ آیت ۱۸) ترجمہ یہود و نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

یہود کا بگاڑ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (آل عمران۔ آیت ۹۹)

"اے اہل کتاب! یہ کیا ہے کہ جو کوئی اللہ پر ایمان لانا چاہتا ہے۔ تم اُسے اللہ کی راہ سے روکتے ہو اور اُسے ٹیڑھی چال چلاتے ہو۔ حالانکہ تم حقیقت حال سے بے خبر نہیں اور (یاد رکھو) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔"

ان کے علماء و مشائخ

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (توبہ آیت ۳۱) (ترجمہ) انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا۔

قرآن مجید کی ان چند ہی آیات سے یہ تصدیق ہو گئی کہ کتب سابقہ میں تحریف ہوتی رہی ہے۔ اور اب تو خود عیسائی حضرات بھی اعتراف کر رہے ہیں ——— اس کے باوجود مراعات یافتہ پادریوں اور مشنریوں کی جانب سے انہیں "ورڈ آف گاڈ" کہنا کس حد تک درست ہے اس کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

اس تفصیلی تحقیقی بحث کے بعد کہ ان کتابوں کی الہامی حیثیت کس حد تک مشکوک ہے اور ان میں کس کس طرح ہر دور میں دانستہ یا نادانستہ کمی بیشی کی جاتی رہی ہے۔ ضرورت نہیں رہتی کہ ان کتابوں کی مجلدات کو بھی مزید پرکھا جائے۔ تاہم حقیقت کی تلاش کی خاطر کسی گوشہ کا بھی تشنہ رکھنا مناسب نہیں ؛

اناجیل اور عصمتِ انبیاء

تکلیف دہ مندرجات کی بیس مثالیں

(۷)

ہم دیکھتے ہیں کہ ان الہامی کتابوں میں اولوالعزم پیغمبروں کی عظمت و وقار اور ان کی حرمت و عصمت پر نہایت بدترین حملے موجود ہیں جو نبیوں سے آگے بڑھ کر خود خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور تک مجروح ہوتا ہے۔ اپنے دل پر جبر کر کے ہم صرف بیس عبارتیں بطور نمونہ پیش کرتے ہیں کہ "نقلِ کفر کفر نباشد" ——— ورنہ تمام نبی اور رسول عظمت و وقار کے انتہائی روشن مینارہ ہیں اور ان ہی کی ذات سے اخلاق و کردار کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ وہ اپنے دور میں دنیا سے بدکرداری اور بداخلاقی مٹانے کے مشن پر آئے۔ ان کی طرف کسی گناہ کی نسبت کرنا ——— گناہ ہے۔ ہم مسیحی کتب مقدس کے یہ اقتباس اور حوالے اللہ اور اس کے بندوں سے معذرت کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام

"اور نوح کاشت کاری کرنے لگا۔ اس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اور اس نے اس کی مے پی۔ اور وہ اپنے ڈیرے میں ننگا ہو گیا۔ اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آکر خبر دی"[۱] (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

۲۔ حضرت لوط علیہ السلام

"——— سو انہوں نے (لوط کی بیٹیوں نے) اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس

۱۔ پیدائش باب ۹ : ۲۰-۲۲

رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی۔ اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی۔ پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔"[۲] (نعوذ باللہ من ذلک الخرافات)

۳۔ حضرت یعقوب علیہ السلام

"اس نے رحم میں اپنے بھائی کی ایڑی پکڑی اور اپنی توانائی کے ایام میں خدا سے کشتی لڑا"[۳]

۴۔ حضرت داؤد علیہ السلام

"اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی۔ اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی ——— داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا۔ وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی"[۴]

یہ الزام یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ آگے لکھا گیا۔ کہ حضرت داؤد نے اوریاہ کو قتل کروا کر اس عورت کو اپنی بیوی بنا لیا[۵]۔ اور حضرت سلیمان اسی عورت سے پیدا ہوئے۔[۶]

۵۔ حضرت داؤد علیہ السلام

اس جلیل القدر نبی کے بڑھاپے کے حالات میں یہ بھی شامل کر دیا گیا ہے ——— "ہمارے مالک بادشاہ کے لیے ایک جوان کنواری ڈھونڈی جائے جو بادشاہ کے حضور کھڑی رہے اور اس کی خبرگیری کیا کرے اور تیرے پہلو میں لیٹ رہا کرے تاکہ ہمارے مالک بادشاہ کو گرمی پہنچے"[۷]

۶۔ حضرت سلیمان علیہ السلام

"تجب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا کہ اس کے باپ داؤد کا دل تھا۔"[۸]

۷۔ حضرت ہارون علیہ السلام

ہارون نے ان سے کہا کہ تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں کے سونے کی بالیاں ہیں

۲۔ پیدائش باب ۱۹ : ۳۳-۳۶

۳۔ ہوسیع باب ۱۲ : ۳

۴۔ ۲-سموئیل باب ۱۱ : ۲-۴

۵۔ ۲-سموئیل باب ۱۲ : ۱۰

۶۔ متی باب ۱ : ۶

۷۔ ۱-سلاطین باب ۱ : ۲

۸۔ ۱-سلاطین باب ۱۱ : ۴

ان کو اتار کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار کر ہارون کے پاس لے آئے۔ اس نے ان کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی۔[1]

۸۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہوداہ کے متعلق

"یہوداہ اسے دیکھ کر سمجھا کوئی کسبی ہے کیونکہ اس نے اپنا منہ ڈھانک رکھا تھا۔ سو وہ راستہ سے اس کی طرف پھرا اور اس سے کہنے لگا ذرا مجھے اپنے ساتھ مباشرت کر لینے دے۔ کیونکہ اسے بالکل معلوم نہ تھا کہ وہ اس کی بہو ہے۔ اس نے کہا تو مجھے کیا دے گا تا کہ میرے ساتھ مباشرت کرے ——— اس نے اس کے ساتھ مباشرت کی اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی۔[2]

۹۔ پسر حضرت داؤد علیہ السلام امنون

تو اس نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس سے کہا اے میری بہن مجھ سے وصل کر اس نے کہا اے میرے بھائی میرے ساتھ جبر نہ کر ——— لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی اور چونکہ وہ اس سے زور آور تھا اس لیے اس نے اس کے ساتھ جبر کیا اور اس سے صحبت کی۔[3]

اور یہ سب واقعہ سنکر حضرت داؤد صرف خفا ہوئے اور بس ——— "جب داؤد بادشاہ نے یہ سب باتیں سنیں تو نہایت غصہ ہوا۔"[4]

۱۰۔ انسان کی نجاست سے روٹی پکانے کا حکم

"اور تو جو کے پھلکے (پھلکے) کھانا اور تو ان کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے ان کو پکانا"[5]

اس آیت کے بعد یہ ہے کہ

"تب اس نے مجھے فرمایا کہ دیکھ میں انسان کی نجاست کے عوض تجھے گوبر دیتا ہوں۔ سو تو اپنی روٹی اس سے پکانا۔"

۱۱۔ توریت پر عمل کرنے والا

"کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں۔"[6]

---

[1] خروج باب ۳۲ : ۲-۴
[2] پیدائش باب ۳۸ : ۱۵-۱۹
[3] ۲-سموئیل۔ باب ۱۳ : ۱۱-۱۵
[4] ۲-سموئیل باب ۱۳ : ۲۱
[5] حزقی ایل۔ باب ۴ : ۱۲-۱۵
[6] گلتیون۔ باب ۳ : ۱۰

۱۲۔ حضرت مسیح علیہ السلام

"مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔"[7]

۱۳۔ حضرت مسیح کی پیدائش

"فارص اور زارح جن کا ذکر پہلے آیا ہے۔ فارص سے حصرون پیدا ہوا۔ اور حصرون سے رام پیدا ہوا۔ رام سے نیسون پیدا ہوا اور نحسون سے سلمون ——— رحیعام سے ——— یہ سلسلہ نسب چلتے ہوئے یعقوب پیدا ہوا۔ یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا۔ جو مسیح کہلاتا ہے۔"[8]

دوسری جگہ اسی متی میں ہے کہ فرشتہ نے مسیح کے باپ یوسف کو ابن داؤد کہہ کر پکارا۔[9] انجیل لوقا میں لکھا ہے کہ یسوع یوسف کا بیٹا تھا اور وہ عیلی کا۔[10]

۱۴۔ عورت سے پیدا ہونے والا ناپاک

"وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیونکر پاک ہو سکتا ہے۔"[11]

حضرت مسیح عورت ہی سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت مریم بھی (نعوذ باللہ) گناہ کرنے والی تھیں کیونکہ عورت کو گناہ ہی کی وجہ سے یہ سزا ملی ہے کہ وہ درد کے ساتھ بچے جنے گی۔[12] پھر اسی عورت کو عیسائیوں نے گناہ سے پاک قرار دے کر خدا کے درجہ پر فائز کر دیا۔[13]

۱۵۔ حضرت داؤد علیہ السلام

"تب داؤد لوٹا تا کہ اپنے گھرانے کو برکت دے۔ اور ساؤل کی بیٹی میکل داؤد کے استقبال کو نکلی اور کہنے لگی کہ اسرائیل کا بادشاہ آج کیسا شاندار معلوم ہوتا تھا جس نے آج کے دن اپنے ملازموں کی لونڈیوں کے سامنے اپنے کو برہنہ کیا جیسا کوئی بانکا بے حیائی سے برہنہ ہو جاتا ہے۔"[14]

۱۶۔ خدا اور انسان کی کشتی

بڑی عجیب بات ہے کہ خدا یعقوب علیہ السلام سے رات بھر کشتی لڑتا رہا۔ پھر بھی فتح حضرت

---

[7] گلتیون باب ۳ : ۱۳
[8] متی باب ۱ : ۱-۱۶
[9] متی باب ۱ : ۲۰
[10] انجیل لوقا باب ۳ : ۲۳
[11] ایوب باب ۲۵ : ۴
[12] پیدائش باب ۳ : ۱۶
[13] سلطنت مغلیہ اور مسیحیت۔ پادری برکت اللہ
[14] ۲-سموئیل باب ۶ : ۲۰-۲۲

یعقوب ہی کو حاصل ہوئی۔ اور خدا ہار گیا۔ پھر بھی خدا اپنی ہار کا اعلان ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"آگے کو تیرا نام یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا۔ کیوں کر تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔"[1]

۱۷۔ خدا کی دُوسری شکست

"اگر خداوند یہوداہ کے ساتھ ہے۔ اور اس نے کوہستانیوں کو نکال دیا۔ پر وادی کے باشندوں کو نکال نہ سکا کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے۔"[2]

۱۸۔ دوسرے لسپر یعقوب علیہ السلام

"اور اسرائیل کے اس ملک میں رہتے ہوئے یوں ہوا کہ روبن نے جا کر اپنے باپ کی حرم بلہاہ سے مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہوگیا۔"[3]

اس حرکت پر حضرت یعقوب مرتے وقت صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ

"تو پانی کی طرح بے ثبات ہے۔ اس لیے تجھے فضیلت نہیں ملے گی کیونکہ تو اپنے باپ کے بستر پر چڑھا تو نے اسے نجس کیا روبن میرے بچھونے پر چڑھ گیا"[4]

دوسری طرف یہوداہ جو پہلا لڑکا تھا اس نے اپنی بہو سے زنا کیا تھا۔ یعقوب اس حرکت پر ناراض بھی نہیں ہوتے بلکہ مرتے وقت اسے برکتوں کی دعا دیتے ہیں۔

"اے یہوداہ تیرے بھائی مدح کریں گے تیرے بھائی مدح کریں گے۔ تیرا ہاتھ تیرے دشمن پر ہوگا۔ ——— یہوداہ سے سلطنت نہ چھوٹے گی"[5]

۱۹۔ ایک بوڑھا نبی

ایک نبی اللہ پر تہمت باندھتا ہے۔ تبلیغ احکام میں جھوٹ بولتا ہے اور اپنی فریب کاری سے ایک دوسرے نبی کو خدا کے غضب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

"اور بیت ایل میں ایک بوڑھا نبی رہتا تھا ——— الخ"[6]

---

[1] پیدائش باب ۳۲ : ۲۳ تا ۲۸
[2] قضات۔ باب ۱ : ۱۹
[3] پیدائش باب ۴۹ : ۸-۱۰
[4] پیدائش باب ۴۹ : ۴
[5] پیدائش باب ۴۹ : ۸-۱۰
[6] ۱۔سلاطین باب ۱۳ : ۱۱-۲۹

۲۰۔ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے نبی

"پس یسوع نے ان سے پھر کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں۔ جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں۔"[1]

بائیبل کے فحش مضامین

بائیبل جیسی مقدس کتاب حد درجہ فحش مضامین سے آلودہ ہے۔ ایسے مقامات کا مکمل نقل کرنا طبیعت پر گراں معلوم ہوتا ہے۔ صرف پانچ حصے بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ "تب اس ملک کے امیر حوی حمور کے بیٹے سکم نے اسے دیکھا اور اسے لے جا کر اس کے ساتھ مباشرت کی" ———[2]

۲۔ "میں سوتی ہوں میرا دل جاگتا ہے۔ میرے محبوب کی آواز ہے جو کھٹکھٹاتا ہے اور کہتا ہے میرے لیے دروازہ کھول" ———[3]

۳۔ "اے محبوبہ! عیش و عشرت کے لیے تو کیسی جمیلہ اور جانفزا ہے۔ یہ تیری قامت کھجور کی مانند ہے اور تیری چھاتیاں انگور کے گچھے ہیں ———"[4]

۴۔ "ہماری ایک چھوٹی بہن ہے۔ ابھی اس کی چھاتیاں نہیں اٹھیں ———"[5]

۵۔ "انہوں نے مصر میں بدکاری کی۔ وہ اپنی جوانی میں بدکار بنیں۔ وہاں ان کی دوشیزگی کے پستان ملے گئے ——— سو وہ پھر اپنے ان یاروں پر مرنے لگی۔ جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا ———"[6]

یہ چند مثالیں ہیں جو یہودی اور عیسائیوں کی مقدس کتاب سے مع حوالوں کے دی گئی ہیں۔ ان حوالوں کے لیے بائیبل کو خوردبین سے نہیں دیکھا گیا اور نہ یہاں دوربین سے بڑا کر کے دکھایا جا رہا ہے بلکہ سرسری مطالعے کے بعد بجنسہٖ نقل کر دیا گیا ہے۔

کیا کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا شخص اس قسم کی تحریروں والی کتابوں کو الہامی کتب کہہ سکتا ہے؟ معلوم نہیں کیسے موجودہ عیسائیت کو اصرار ہے کہ یہ "ورڈ آف گاڈ" (کلام خداوندی) ہے ان کا دعویٰ ہے:

---

[1] انجیل یوحنا باب ۱۰ : ۷-۸
[2] پیدائش باب ۳۴ : ۲-۱۰
[3] غزل الغزلات باب ۵ : ۲-۵
[4] غزل الغزلات باب ۷ : ۷-۹
[5] " باب ۸ : ۸-۱۰
[6] حزقی ایل باب ۲۳ : ۱-۲۱

"پاک فرشتے" پرانے عہد نامے اور نئے عہد نامے کی کتابیں ہیں جو روح القدس کے الہام اور اس کی خاص مدد سے لکھے گئے ہیں۔[1] نیز جو کچھ پاک نوشتوں میں ہے وہ سب خدا کے الہام سے ہے اور اس سب کا بانی خدا ہے۔[2] پال کہتا ہے کہ تمام صحیفے خدا کے الہام سے لکھے گئے ہیں۔[3]

حیرت کے ساتھ افسوس بھی ہوتا ہے کہ انسانی ذہن اور انسانی ہاتھوں سے تشکیل پانے والے ان اجزائے کتب کو "الہامی" قرار دینے سے عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھ کیا آیا؟ —— اس سے تو کتب مقدسہ کی عظمت اور بھی کم ہوئی۔ عیسائی خود سنجیدگی سے اور ٹھنڈے دل سے سوچیں اور غور کریں کیا فطرت سلیم ان باتوں کو قبول کر سکتی ہے؟ کیا ان کتابوں سے پاکیزہ ماحول تیار ہو سکتا ہے؟ کیا اس قسم کی تعلیم سے دنیوی خطوط پر کوئی اچھا معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے؟ اس کے برعکس ان کتب مقدسہ سے شرافتِ انسانی کی تذلیل اور انبیائے مقدس کی توہین ہوتی ہے۔

قرآن مجید اور عظمتِ انبیاء

قرآن مجید اور تعلیم محمدی نے تمام انبیاء کا نہ صرف تقدس بحال کیا بلکہ انہیں عظمت کے بلند اور روشن مینار قرار دیا۔ ان کے بارے میں کسی توہین آمیز حرکت کے تصور کا ابطال فرمایا۔ اور یہ بھی بتایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک تمام پیغمبروں کی معصومیت، صداقت، بزرگی اور نبوت کا اقرار نہ کرے کیوں کہ وہ گناہوں سے مبرا اور برائیوں سے پاک تھے۔ وہ خدا کے نیک اور برگزیدہ بندے تھے۔

قرآن مجید میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ سب سے زیادہ حضرت موسیٰ کا تذکرہ ۱۳۳ مرتبہ ہے بعض پیغمبروں کے نام سے قرآن مجید کی سورتیں منسوب ہیں مثلاً سورہ یونس، سورہ ہود، سورہ یوسف، سورہ ابراہیم، سورہ محمد اور سورہ نوح۔

اسی طرح بعض افراد جو پیغمبر نہیں تھے لیکن برگزیدہ شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے ان کے نام سے بھی سورتیں موسوم ہیں مثلاً سورہ لقمان، سورہ کہف (اس میں حضرت خضر اور ذوالقرنین وغیرہ کا ذکر ہے)، سورہ سبا اور سورہ مریم۔

حضرت نوح علیہ السلام کا قرآن مجید میں ۴۹ بار ذکر آیا ہے۔ بلکہ ان کے نام سے انتیسویں پارہ

[1] مسیحی تعلیم کے جوابات، پنجاب ورنیکلر کیتھولک ٹریکٹ سوسائٹی لاہور صفحہ ۱۸، ۱۹
[2] تیمتھیس ۲ باب ۳: ۱۶
[3] ایضاً

میں ایک پوری سورت موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کی عظمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس سورۃ پر ایک سرسری نظر ہی سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے میں کتنے مستعد تھے۔ اور رات دن قوم کو اللہ کی فرماں برداری کی طرف بلاتے تھے۔ ایک اور جگہ سورہ یونس آیت ۷۲ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا اطاعت گذار بتایا ہے وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (اور مجھ کو حکم دیا گیا کہ میں اطاعت کرنے والوں میں سے رہوں) ایک اور جگہ حضرت نوح نے فرمایا اِنِّىْ لَـكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں) سورۃ الشعراء آیت ۱۰۷۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ستائیس بار قرآن مجید میں آیا ہے۔ اکثر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوا ہے۔ سورۂ انبیاء کی آیت ۷۱ میں فرمایا گیا ہے۔ "ہم ابراہیمؑ اور لوط کو بچا کر اس زمین کی طرف لے چلے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت رکھی ہے"۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ۔ سورۂ عنکبوت آیت ۲۶ (حضرت ابراہیم پر حضرت لوط ایمان لے آئے) ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ "لوط رسولوں میں سے تھے" (سورہ صافات۔ ۱۳۳) ایک رسول اور ایک مومن کی شان سے وہ بات قطعی ناممکن ہے جو بائبل کی کتاب پیدائش باب ۱۹: ۳۳۔ ۳۶ بتائی گئی ہے۔ مزید سورۃ الشعراء آیات ۱۶۰ تا ۱۷۳ ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر اکثر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے۔ حضرت موسیٰ کا ذکر ۱۳۳ مرتبہ ہوا ہے جب کہ حضرت ہارون کا ۱۹ بار۔ حضرت موسیٰؑ نے خدا سے عرض کیا تھا کہ "میرا بھائی مجھ سے زیادہ فصیح زبان ہے اُسے میرے ساتھ میرا مددگار بنا کر بھیج دیجیے" —— اللہ نے فرمایا قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ. سورہ قصص آیت ۳۵ (ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کریں گے) ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ اللہ کے برگزیدہ رسول تھے اُن کا بازو اسی وقت مضبوط ہو سکتا ہے کہ جب اُن کا بھائی بھی بزرگ ہو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق کئی بار بائبل میں خدا سے کشتی لڑنے کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ قرآن مجید انہیں اللہ سے مدد مانگنے والا بتلاتا ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ سورۂ یوسف آیت ۱۸ (اللہ ہی سے مدد مانگی گئی ہے جو باتیں تم بناتے ہو) —— ان کا قرآن مجید میں ۱۶ بار ذکر آیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق سورہ سبا آیت ۱۰ میں قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ. یعنی ہم نے

کتب مقدسہ عقیدۂ ابن اللہ، عقیدۂ کفارہ

کا

عیسائی معاشرہ پر اثر

(۸)

ایک مسیحی جب انجیل کی فحش عبارتوں کو پڑھتا ہے تو یقیناً اُس کے تحت الشعور میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ جب خدا کے برگزیدہ افراد نے اس حد تک جنسی بے راہ روی کا استعمال کیا ہے تو ان کے پیرو بھی اس میں آزاد ہیں۔ ایک تو کتابوں میں تحریف ہوئی پھر مستزاد یہ کہ سینٹ پال نے دین مسیحی کو مسخ کر کے عقیدہ ابن اللہ اور کفارہ کا پرچار کیا۔

عقیدہ "ابن اللہ" کی وجہ سے ان میں بت پرستی آئی۔ حضرت عیسٰی خدا کے بیٹے قرار دیئے گئے اور حضرت مریم کو بھی خدا کا درجہ دیا گیا۔

"عقیدہ کفارہ" بڑی حد تک بے راہ روی کا موجب بنا۔ عقیدہ کفارہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی نے سولی پر چڑھ کر اپنے ماننے والوں کے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ اس لیے اب اُن سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ تمام عیسائی بلا حساب کتاب بہشت میں داخل ہوں گے۔ شریعت کی کوئی اہمیت نہیں (بلکہ اس پر عمل کرنے والا لعنتی ہے) اس چھوٹ سے پرہیزگاری اور خدا ترسی کے جذبہ کا ختم ہونا لابدی تھا اور یہ ہو کر رہا۔ عیسائیوں نے پرہیزگاری کو نکال پھینکا اور دنیا داری میں اس حد تک ڈوب گئے کہ ان کے ہاں اچھے اور برے کا بھی امتیاز نہ رہا۔

آج کل یورپ (جس کا بیشتر حصہ مسیحی ہے) اخلاقی دیوالیہ پن کے علاوہ جنسی بے راہ روی کے راستہ پر نہایت تیزی کے ساتھ اس طرح چل پڑا ہے کہ خود ان کے سنجیدہ اہل فکر کانپ جاتے ہیں۔ جنسی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے موجودہ عیسائی تمدن نے عورت کو گھر کی چار دیواری سے باہر کھینچ نکالا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت سے نسوانیت ختم ہوتی چلی گئی۔ وہ دوکانوں، ہوٹلوں، ریستورانوں، ہوائی جہازوں میں مردوں کی دل بستگی کا سامان مہیا کرنے پر سیلز گرل، ایر ہوسٹس اور مختلف شکلوں میں لائی گئی۔ فیشن شو اور ماڈل گرل کے نام پر اپنی بانہیں، ٹانگیں اور دیگر اعضاء کی نمائش و پیمائش کا مظاہرہ کرنے لگی۔ وہ اور آگے بڑھی بال روم

اور نائٹ کلبوں میں عریاں ناچنے لگی۔ اس کا لباس تار تار ہو گیا لیکن عیسائی مردوں کی اس سے بھی تسکین نہ ہوئی۔ انھوں نے برہنہ تصاویر، فحش لٹریچر اور عریاں فلموں کے کلب قائم کیے اور جنسی اعضاء کے پلاسٹک ماڈل بڑی آزادی کے ساتھ عوام میں فروخت ہونے لگے۔ اس کے لیے بھی سیلز گرلز کو میدان میں لایا گیا۔

جنسی بے راہ روی؟

اس جنسی سیلاب میں عیسائی دنیا میں "نیو مارلیٹی" کا نظریہ اُبھرا۔ اس نئے اخلاقی نظریہ کی حمایت عام عیسائی ہی نہیں بلکہ ان کے پادری اور مذہبی پیشوا تک کر رہے ہیں۔ ٹائمز میگزین کی رپورٹ ہے۔ "اخلاقیات کا یہ مذہبی نظریہ دعوٰی کرتا ہے کہ اس کی وکالت کرنے والوں کا اثر انداز ہونے والا بڑا گروہ موجود ہے۔"[1]

مجھے عیسائی دُنیا میں رات دن واقع ہونے والی جنسی بے راہ روی کے واقعات کا احاطہ مقصود نہیں۔ اس کے لیے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں۔ میں صرف ایک تھیالوجیکل کالج سے شائع شدہ کتاب کے کچھ ضروری اور مختصر اقتباس پیش کروں گا۔ ۱۹۶۳ء- ۱۹۶۸ء کے درمیان اس کتاب کے پانچ ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ جب کہ کتاب ناقابل فروخت فہرست میں شامل ہے۔ اس کا نام ہے "خدا نئی اخلاقیات پر صاف صاف بولتا ہے۔" God speaks out on new morality

۱۔ کم عمر لڑکوں کا آج کل سویڈن میں یہ حال ہے کہ اپنی دوست لڑکی کو وہ اپنے گھر لاتے ہیں تاکہ وہ رات بھر ان کے ساتھ سوئے (صفحہ ۷۹)

۲۔ سویڈن میں ایسے واقعات کی حوصلہ شکنی نہیں کی جاتی بلکہ وہاں حکومتی ادارے ہیں جو مانع حمل تدبیریں اور مباشرتی بیماریوں سے بچنے کے طریقے بتاتے ہیں جب کوئی کنواری حاملہ ہو جاتی ہے تو وہاں پبلک ویلفیئر ایجنسیاں ہیں جو اس کی مدد کرتی ہیں۔ اگر وہ بچہ چاہتی ہے تو اس کو بشمول زچگی وغیرہ سہولتیں دی جاتی ہیں اگر وہ بچہ نہیں چاہتی تو اس کو قانونی اجازت دلائی جاتی ہے کہ وہ اسقاط حمل کرا لے (صفحہ ۸۱)

۳۔ لندن میں پارک شدہ کاروں میں مباشرت کی کھلی اجازت ہے۔ پولیس کو مداخلت کی اجازت نہیں (صفحہ ۸۲)

۴۔ لاس اینجلز کے ہائی اسکول میں ۴۰ لڑکیاں اپنے گریجویشن کورس میں شرکت سے محروم رہیں وجہ "پیشگی حمل" (صفحہ ۸۲)

---

[1] ٹائمز میگزین نیویارک ۲۱ جنوری ۱۹۶۶ء

۵۔ امریکہ کی پبلک ہیلتھ سروس کی اطلاع ہے کہ سالانہ اوسطاً ڈھائی لاکھ ناجائز بچوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ گذشتہ دس برسوں میں یہ ۶۰ فی صد اضافہ ہے۔ (صفحہ ۸۲)

۶۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ تقریباً بیس لاکھ غیر قانونی اسقاط حمل ہر سال ہوتے ہیں (صفحہ ۸۳)

۷۔ لندن ڈیلی میل کی خبر شائع ہوئی کہ آکسفورڈ کے منتہی طلبہ نے (جن میں دو لڑکیاں بھی تھیں) گذشتہ دنوں یونیورسٹی حکام کو ایک "جنسی منشور" (سیکس چارٹر) پیش کیا۔ (صفحہ ۸۶)

۸۔ ڈیلی ٹیلیگراف لندن رپورٹ دیتا ہے کہ پیدا ہونے والے چھ بچوں میں ایک حرامی ہوتا ہے۔ سرسری طور پر ہر تین میں سے دو بیس سال سے کم عمر لڑکیوں کے حمل شادی سے قبل ہو جاتے ہیں۔

(صفحہ ۸۷)

۹۔ ۱۹۶۴ء کے موسم گرما میں انٹرنیشنل پلانڈ پیرنٹ ہڈ فیڈریشن (International planed Parenthood Federation) نے لندن کے چرچ ہاؤس میں کانفرنس کی جس میں چھیالیس قوموں کے نمایندے شریک تھے۔ اجلاس کے شرکا میں عمومی طور پر شادی سے پہلے جنسی تعلقات میں ہم آہنگی تھی۔ حتیٰ کہ کم سن لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان بھی (صفحہ ۱۰۱)

بے راہ روی کی انتہا

عیسائیوں کی جنسی پیاس، مخالف صنف کو بالکل عریاں کر کے بھی نہ بجھی تو وہ ہم جنس پرستی پر اتر آئے۔ اس کے لیے باقاعدہ تقریبیں منعقد کی جانے لگیں، جشن منائے جانے لگے۔ کلب اور گے ہالوں Gay Hal: میں مقابلے ہونے لگے۔ ٹائمز میگزین، نیویارک نے امریکہ میں ہم جنس پرستی پر سات صفحوں کا مضمون شائع کیا ہے۔ اس کے اقتباس درج ذیل ہیں۔

سان فرانسسکو میں ۱۹۶۲ء سے ہر سال ہم جنس پرستوں کی ایک خصوصی تقریب منعقد کی جاتی ہے جو ہر سال بڑھ رہی ہے۔ ایسی ہی تقاریب لاس اینجلز، نیویارک، ہوسٹن اور سینٹ لوئیس میں ہوتی ہیں صرف ایک شہر سان فرانسسکو میں ستر (۷۰) Gay Bars ہیں۔

ڈبلیو ڈی لِنگ W. D. Li ایجوکیشنل ڈائریکٹر لاس اینجلز کہتا ہے "میں اس وقت تک

سلہ[1] God speaks out on new Morality.

Graduate School of Theology Ambassador College

خوش نہیں ہوں گا جب تک تمام گرجے ہم جنسوں کے رقص کی اجازت نہ دیں اور والدین بالکنی میں بیٹھے ہوئے کہیں نہیں، جان اور ہنری! باہم رقص ہیں اور گرم جوشی دکھاؤ۔"

واشنگٹن ڈی سی کی فیڈرل اپیل کورٹ نے ایک کیس کے بارے میں فیصلہ دیا کہ کوئی سرکاری شعبہ کسی ملازم کو اس وقت تک نہیں نکال سکتا جب تک پہلے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس کی ہم جنس پرستی کی وجہ سے شعبے کے کام میں واضح مداخلت ہوئی ہے

کنسے Kinsiy رپورٹ کے مطابق دس فیصد امریکی مرد زیادہ یا کم مدت سے لواطت باز ہیں۔ مگر چار فی صد ایسے ہیں (جن میں سے ۲ فی صد عورتیں شامل ہیں) جو زندگی بھر سے ہم جنس پرست ہیں۔

گریٹ نیک نیویارک میں لوطیوں کے لیے ایک فرم کمپیوٹر سروس چلاتی ہے۔

سان فرانسسکو کا Adonis Book Store تقریباً ۲۶۰ مختلف رسائل تقسیم کرتا ہے جن میں شہوت انگیز لٹریچر، ننگی تصاویر، ہم کاری کے طریقے، فحش حرکات اور میڈم سوٹو ووس Soto Voce کے مشورے شامل ہوتے ہیں۔

لواطت کرنے والے چار افراد میں سے ایک تاجر ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں مکمل طور پر گے ورلڈ Gay World میں رہتا ہوں۔ میرا وکیل گے ہے، میرا ڈاکٹر گے ہے، میرا دندان ساز گے ہے، میرا بینکر گے ہے اور جو گے نہیں ہے وہ میرا مکان والا ہے۔[1]

نیدر لینڈ کے بارے میں اطلاعات آ رہی ہیں کہ ڈچ لوگوں نے ایک عجیب و غریب انداز سے سیاحت کو فروغ دینے کی ابتدا کی ہے۔ جس سے یہاں غیر ملکی ہم جنس پرستوں کی تعداد بڑھ رہی ہے وہ یہاں آ کر رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ ایمسٹرڈم (ہالینڈ) ہم جنس پرستوں کا اڈہ بن گیا ہے بہت سے Gay Clubs لائسنس یافتہ ہیں۔ لواطت بازوں کی باقاعدہ انجمنیں اور لیگیں قائم ہو چکی ہیں۔[2]

ہم جنس پرستی مذہب کی نظر میں

ہم جنس پرستی کا کریہہ اور شرمناک فعل عیسائی مذہبی پیشواؤں کے نزدیک بھی جرم نہیں رہا۔ اسی لیے وہ بڑھ بڑھ کر اس کی شدت سے حمایت کر رہے ہیں۔

کنٹربری کے آرچ بشپ نے دارالامرا میں کہا کہ برطانیہ کے قانون میں ایسی تبدیلی کی جائے۔

سلہ[1] ٹائمز میگزین نیویارک، ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۹ء

سلہ[2] نیوز ویک ۲۳ دسمبر ۱۹۶۷ء

جس کی رو سے باہمی رضامندی سے بالغوں کے لیے ہم جنس پرستی قانوناً جرم نہ ہو۔ اس نے کہا اگر کسی کو بھی اپنا اخلاقی ضابطہ بنانے اور اس کو ماننے کا حق ہے۔[1] (یہ بات پیش نظر ہے کہ آرچ بشپ مسیحی دنیا کا عظیم پیشوا ہوتا ہے)

ایک کانگریشنلیسٹ منسٹر پادری رابرٹ ڈبلیو وڈ R. W. Wood نے "مسیح اور ہم جنس پرست" Christ & Homoe-sexeul کے عنوان سے کتاب لکھی۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک اخبار نے لکھا "معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر وڈ یہ ثابت کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ ہم جنس پرستی خدا کی اختراع ہے اسی لیے یہ ایسی ہے جیسی خدا کی دوسری مخلوق —— وہ آگے چل کر کہتا ہے کہ ہم جنس پرستی کا مطلب شہوت دستی خدا کی نظروں میں ویسے ہی ساکرامینٹس کی طرح مقدس ہو سکتے ہیں۔ اس نے سنجیدگی سے اس نکتہ پر بحث کی ہے کہ ایک ہی جنس کے دو افراد کے درمیان شادی طے ہونی چاہیے —— وہ کہتا ہے کہ ایک ہم جنس پرست کامیاب پادری ہو سکتا ہے اور وہ تائید میں کہہ دیتا ہے کہ پادریوں میں لواطت بازی کی شرح دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ بگاڑ "آبادی کے اضافہ کے مسئلہ کو حل کرے گا۔ اور یہ کہ ہم جنس پرستی کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ خاص شرائط کے تحت یہ ایک "اخلاقی حل" ہے۔[2]

دینیاتی مدرسوں (سمینریز) کے بارے میں یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ ان میں جن لڑکوں کو کلیسا کے پاسٹر بننے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ ان میں ہم جنس پرستوں کی شرح زیادہ ہے۔[3]

یسوع مسیح کے بعض پیشہ ور پادری کہتے ہیں کہ بائبل میں کہیں بھی زناکاری یا ہم جنس پرستی کی مذمت نہیں ہے۔[4]

دو رومن کیتھولک پادریوں نے ہم جنس پرست جوڑے کی شادی کی اجازت دی ایک اسپیشل میرج (خصوصی شادی) کی مذہبی رسوم ایک چھوٹے روٹرڈیم چیپل میں ہوئی۔ اس میں باقاعدہ انگوٹھیوں کا تبادلہ ہوا۔[5]

---

[1] God speaks out on new morality, p. 104

[2] Ibid., p. 105

[3] Ibid., p. 105

[4]

[5] نیوز ویک ۱۷ جولائی ۱۹۶۷ء

"نیویارک پوسٹ" کی خبر ہے۔ "گذشتہ ہفتے دو مرد ہم جنس پرستوں نے خفیہ شادی کی۔ اس شادی کی رسم ادا کرنے والا بھی ایک رومن کیتھولک پادری تھا۔ رومن کیتھولک پادریوں میں اس قسم کی ایک مضبوط تحریک بھی چل رہی ہے کہ جس طرح مخالف جنسوں کے مابین تعلقات موجود ہیں اسی روشنی میں ہم جنسوں کے تعلقات پر بھی غور کیا جائے۔[1]

یہ اخلاق باختہ تہذیب اور یہ بگاڑ والی ثقافت جدید تہذیب کے نام سے جو ترقی کے عنوان سے جو جہاں جہاں بھی پہنچتی ہے وہاں جنسی اور معاشرتی گندگیوں کا فروغ پانا لابدی ہے خواہ جدید لغت میں اس کا کوئی شاندار نام ہی کیوں نہ رکھ دیا جائے۔

ایک مذہبی و اخلاقی جائزہ

عیسائی دنیا کی جنسی کج روی کے اس سرسری بیان کے بعد اب دس عیسائی ممالک کے باشندوں کے بارے میں ایک جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو مسیحیوں کے مذہب و اخلاق، دیانت داری، خوشی وغیرہ کے متعلق ورلڈ کونسل آف چرچز کی چوتھی اسمبلی کے آخری دن شائع ہوا۔

یہ اسمبلی سویڈن میں منعقد ہوئی جس میں ۲۲۰ غیر رومن چرچوں کے نمائندے اور رومن کیتھولک ڈیلی گیٹ کے مبصر مذہبی و اخلاقی اقدار پر بحث کر رہے تھے عین اس وقت Polisters کے کمپیوٹرس نے دس ہزار سے زائد لوگوں سے کیے گئے انٹرویوز کے اعداد و شمار پیش کیے۔ یہ دس ممالک برطانیہ، ہالینڈ، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، مغربی جرمنی، ناروے، فرانس، فن لینڈ، آسٹریا اور یونان (صرف ایتھنز) پر مشتمل تھے۔ سروے رپورٹ کے خاص خاص امور یہ تھے۔

۱۔ کیا مذہبی عقائد زوال پذیر ہو رہے ہیں ——؟

۲۔ کیا اخلاق گر رہے ہیں ——؟

۳۔ کیا ایمان داری بھی کم ہو رہی ہے ——؟

۴۔ کیا مسرت کو دیکھنا مشکل ہو رہا ہے ——؟

۵۔ کیا ذہنی سکون کمیاب ہے۔ اور

۶۔ کیا ہر کوئی شیطان پر یقین رکھتا ہے ——؟

اب ہر سوال کے جواب ہاں اور نہیں کی صورت میں ملاحظہ ہوں۔

---

[1] نیویارک پوسٹ ۵ جولائی ۱۹۶۷ء

(۱) آپ کیا خیال کرتے ہیں اخلاق اچھے ہو رہے ہیں یا بگڑ رہے ہیں؟

جواب فی صد میں

	ہاں (بہتر)	نہیں (خراب)	کوئی تبدیلی نہیں ہوئی	میں نہیں جانتا
برطانیہ	۱۴	۶۲	۱۹	۵
ہالینڈ	۸	۶۷	۲۲	۳
سویڈن	۱۲	۵۲	۲۹	۷
سوئٹزرلینڈ	۴۳	۵۱	..	۲۵
مغربی جرمنی	×	×	×	۸
ناروے	۱۵	۵۴	۲۱	۱۰
فرانس	۲۴	۵۰	۱۹	۷
فن لینڈ	۳۰	۴۶	۲۰	۴
آسٹریا	۹	۴۸	۳۸	۵
یونان (ایتھنز)	۳۶	۵۵	۴	۵

مسلمان اور ہندوؤں کے اخلاق

یہاں نامناسب نہ ہوگا اگر میں مسلمان حکمرانوں کے دورِ حکومت میں پاک و ہند کے لوگوں کے اخلاق و کردار اور مذہب کے بارے میں خود ایک عیسائی کی شہادت پیش کروں۔ حقیقت بہرحال حقیقت ہے اور وہ حقیقت پسند مخالفوں کی زبان پر بھی جاری ہو جاتی ہے۔ خواہ اس کو کتنا ہی چھپایا جائے۔

تیورنیئر Tavernier لکھتا ہے کہ مذہب و اخلاق کے معاملہ میں ہندوستانی ایسے ہیں کہ ان کو دیکھ کر یورپ کے مسیحی شرما جائیں ——— قتل و خون اور زناکاری کی سخت سے سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ ان سزاؤں سے شہزادیاں اور شہزادے تک مستثنیٰ نہیں ———
اگرچہ بت پرست (ہندو) خدائے واحد و برحق کے حقیقی علم سے ناواقف ہیں۔ زناکاری شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ شادی شدہ اپنی بیویوں سے بے وفائی نہیں کرتے۔ لواطت (ہم جنس پرستی) کا وہ نام بھی نہیں جانتے۔ ان کی شادیاں اوائل عمر میں ہو جاتی ہیں وہ ان بدیوں میں نہیں پڑتے۔[1]

[1] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۴۱۴۔ پادری برکت اللہ

خود عیسائیوں کی نظروں میں "بت پرست" لوگوں کا یہ عمل تھا۔ لیکن عیسائی جو خود کو خدائے واحد و برحق کے حقیقی علم سے واقف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کو پوری دنیا میں پھیلانے کے منصوبے بناتے ہیں۔ ان کے اخلاق و کردار کا کچھ خاکہ وہ تھا۔

[1] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۴۶۵ از پادری برکت

چرچ کی ناکامی

(۹)

مسیحی عوام اور خواص پر چرچ (کلیسا) کا خود کتنا اثر ہے؟ اور چرچ ان کی کردار سازی میں کیا موثر کردار ادا سکتا ہے؟ اس کے متعلق "دی ورلڈ ٹومارو" ورلڈ وائیڈ ریڈیو پروگرام سننے والوں نے خود سنا ہے کہ "موجودہ زمانہ کی علیسائیت کو اپنے وفاداروں کی سماجی، تجارتی اور پیشہ ورانہ زندگی سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ وہ کیسے رہتے ہیں مسیحیت کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ چرچ کا ایک ہی مقصد ہے" لوگوں کو بچایا جائے To get people saved (اور یہ عام طور پر مسیح کو ماننے اور تسلیم کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے۔ مسیح کے متعلق فیصلہ کرنے سے یا بادشاہ لارڈ کو تمہارا دل دینے اور پادری کو ہاتھ دینے سے حاصل ہوجاتا ہے۔) لیکن بہت سے پروٹسٹنٹ فرقے "ماڈرنسٹ" (روشن خیال) ہوگئے ہیں۔ اور بچائے جانے Being saved کے بارے میں بھی یقین نہیں رکھتے ——— چرچ اخلاقی قیادت فراہم کرنے میں ناکام ہوگئے ہیں جس طرح ان کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ اسی طرح ان کی ناکامی بھی بدترین ہے"[1]

ایک دوست نے ایک بڑے گرجا کے پادری سے کہا کہ تم وہ کیوں نہیں کہتے جس کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اس نے کہا دوست! میں ایسی جسارت نہیں کرسکتا کیوں کہ گرجا کی کچھ اہم شخصیتیں میرے گرجا میں Pews (خاص لوگوں کے بیٹھنے کی نشست) کے سامنے ہوتی ہیں۔ ان کے چندہ سے مجھے تنخواہ ملتی ہے۔ میرا کام ہے کہ وہ جو سننا چاہیں اس کی تبلیغ کروں مجھے بیوی اور خاندان کو بھی پالنا ہے"[2]

آدھے سے زیادہ امریکی جوان محسوس کرتے ہیں کہ مذہب اپنا اثر کھو رہا ہے۔ بعض کلیسا مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چندہ دینے والے اپنا وعدہ پورا نہیں کرتے۔ ایک چوٹی کے عہدیدار کے بقول اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عیسائی عقیدہ کی حقیقت کے بارے میں یقین اٹھ گیا ہے۔ اور ان اداروں کے بارہ میں شکوک و شبہات عام ہوگئے ہیں[3]

---

[1] God speaks out on new morality, p. 90

[2] Ibid , p. 108

[3] Reader's Digest Dec. 1969 p. 141

پادری اور نن گرجے چھوڑ رہے ہیں

عیسائی دنیا سے یہ خبریں مسلسل آرہی ہیں کہ پادری اور نن جنہوں نے اپنی زندگیاں "خدا کی خدمت" کے لیے وقف کر رکھی تھیں اور جنہوں نے اس کے لیے حلف اٹھائے تھے وہ اب گرجے اور کلیسا چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں یہ نسلاً بعد نسلاً عیسائی تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے آخر یہ اپنی مذہبی زندگی سے کیوں اکتا گئے؟ عیسائی مذہب نے انہیں حقیقی سکون کیوں نہ دیا؟ خدا کی عظمت، عیسٰی علیہ السلام کی قربانی اور مریم علیہا السلام کی عفت کے گن گانے والی قوم نے شراب نوشی، رقص و سرود، جنسی بے باکی، فحاشی کیوں اختیار کرلی ہے؟ اور وہ بھی اس حد تک کہ گرجا گھر اور راہب خانے تک ان خرابیوں سے متاثر ہوگئے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چند اخلاقی ہدایات یا چند عقیدوں اور چند رسوم میں قطعاً اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ قوم کے بگاڑ اور خرابی کو دور کرسکیں۔ اور قوم کو فلاح و کامرانی سے ہمکنار کرسکیں۔ عوام مذہب بیزار ہوجائیں تو بھی کسی حد تک مانا جاسکتا ہے لیکن عیسائی مذہبی پیشوا، خود ہی مذہب سے اکتا جائیں اس کی بندشوں کو توڑیں اور اس کے حدود کو پھلانگ کر اپنی بیزاری کا عملاً اظہار کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً یہاں کوئی بنیادی نقص ضرور ہے۔

مذہب بیزار پادریوں اور ننوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ ان میں ایسی ایسی شخصیتیں بھی ہیں جو اٹھارہ اٹھارہ بیس بیس سال سے اپنے دین عیسوی کی خدمت کر رہی تھیں۔ یہی نہیں کہ صرف کیتھولک فرقہ کے مذہبی پیشوا شادی کی خاطر کلیسائی زندگی کو چھوڑ رہے ہیں بلکہ پروٹسٹنٹ فرقے کے مذہبی رہنما بھی یہی کر رہے ہیں۔ جہاں شادی کی اجازت موجود ہے یہاں ٹائمز کی رپورٹ کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

ویٹی کن کے ایک افسر نے اندازہ لگایا کہ پوری دنیا کی گیارہ لاکھ پچھتر ہزار راہبات میں سے چھ ہزار پانچ سو راہبات صرف گذشتہ سال گرجے چھوڑ چکی ہیں۔ اور جہاں تک خدام دین اور پادریوں کا تعلق ہے۔ وہ اعتراف کرتا ہے کہ ریکارڈ پر دس ہزار درخواستیں موجود ہیں جن میں پادریوں نے کہا ہے کہ انہیں اپنی خدمات سے معافی دی جائے اور اس میں شک نہیں کہ ہزاروں مزید ایسے پادری ہیں جو اجازت لیے بغیر گرجا گھر چھوڑ چکے ہیں۔

جو پادری اور نن چلے گئے بہت ہی کم ان کا بدل مل سکا۔ حتی کہ ۱۹۶۴ء سے گذشتہ سال تک مذہبی سکول چلانے والوں (سیمینریز) کی تعداد ایک لاکھ سڑسٹھ ہزار سے گھٹ کر ایک لاکھ پینتالیس ہزار رہ گئی۔ کیتھولک کالج سابقہ پریسٹوں کو کرایہ پر حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ پڑھائی ہوسکے۔

گرجا چھوڑنے والی شخصیتیں

۳۱۷ سابق پریسٹوں کے جائزہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ گرجے چھوڑ رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ بہت بلند شخصیتیں ہیں، جن میں امریکہ کے بشپ، پریسٹ اور سسٹرس وغیرہ قسم کے اچھے درجہ کے افراد شامل ہیں۔

بادی النظر میں یہ خیال ہو سکتا ہے کہ پادری اور نن تجرّد کی زندگی سے تنگ آنے کے سبب گرجے چھوڑ رہے ہیں لیکن گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تجرّد کی زندگی ہی وہ واحد سبب نہیں ہے چنانچہ گرجا چھوڑنے والے ایک سابق پریسٹ نے تفصیلات بیان کرنے کے بعد کہا۔ "میں نے اپنی قیمت جانی ——— اگر اگر میں گنہ گار بھی ہوں تو کم از کم بہت قیمتی گنہ گار ہوں" ——— ایک ۳۵ سالہ مشنری جو دو سال تک پیرو میں مشنری تھا اور اب انشورنس کا کام کرتا ہے کہتا ہے کہ میں اس قسم کے کام میں لوگوں کی زیادہ خدمت کر سکتا ہوں۔ بہ نسبت اس دور کے جو پادری ہوتے ہوئے کرتا تھا۔ اس کی بیوی بھی جو دس سال تک ڈومینیکن نن رہی ہے۔ اور بہت زیادہ مایوس ہے کہتی ہے کہ "چرچ کے پاس لوگوں کو کہنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔"

امریکہ کی طرح نیدرلینڈ میں بھی "عقیدہ مسیحیت" نے متعدد نن اور پادریوں کو گرجا خیرباد کہنے والے گروپ میں شریک ہونے سے نہ روکا۔[1] ٹائمز کی رپورٹ کے یہ چند اقتباس ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ سب مسیحی رہنما اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ مذہبی و سماجی حیثیت کے مالک تھے۔ تجربہ کار اور جہاں دیدہ تھے۔ مسیحی معاشرہ کے بہترین افراد تھے۔ ذہین و دانش مند تھے۔ اپنے شغل و پیشہ کے اعتبار سے بھی چوٹی کے لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ پھر چند دن نہیں بلکہ ۱۴،۱۴، ۲۰،۲۰ اور ۲۸،۲۸ سال کلیسائی زندگی گذار چکے تھے۔ کیا یہ سب کے سب ناعاقبت اندیش تھے؟ کہ انہوں نے بلا سوچے سمجھے مذہبی زندگی کو خیرباد کہہ دیا؟ نہیں یہ نادان نہیں تھے۔ بلکہ ہوا یہ کہ اتنے سال بعد بھی جب انہوں نے حقیقی مذہب کو نہ پایا۔ مذہب کا سکون نہ دیکھا، مذہب کے اخلاق نہ دیکھے تو کلیسا سے اُن کی طویل وابستگی بھی ان کا راستہ نہ روک سکی۔

گرجا۔ روحانی مرکز یا سوشل کلب

مغربی ممالک کی مادی زندگی کی مصروفیت نے گرجا کو ایک سوشل کلب بنا دیا ہے ——— اگر

---

[1] ٹائمز میگزین ۲۰ فروری ۱۹۷۰ء

وہاں کا پادری دن بھر گھنٹی بجاتا رہے تو رات گئے جب تک نیند اس پر غلبہ نہ پالے کوئی بھی سروس کے لیے آنے کو تیار نہیں ہوتا اس کے برعکس وہاں اطراف کے عام لوگ جو امریکہ جیسے ملک میں نہ وقت رکھتے ہیں اور نہ ہی اقساط کی ادائیگی کی وجہ سے پیسہ۔ سوشل کلب و گرجا کی سرگرمیوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ بھی اس حد تک کہ کبھی کام کے وقفہ کے دوران سونے یا آرام کرنے آگئے۔ یا گھریلو جھگڑوں سے سکون چاہنے کے لیے یا ذہنی پریشانیوں سے وقتی نجات حاصل کے لیے ——— اس کے علاوہ چونکہ گرجا میں پارک، پکنک منانے کی جگہیں، میوزک ہال، تفریح بھی کرے اور کیجی کلاسیں ہوتی ہیں۔ یہ چیزیں بھی کشش کا باعث بنتی ہیں۔

گرجا کا رکن ہونا امریکی سوسائٹی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور پادری اس کے لیے بہت محنت کرتا ہے۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ ارکان کی زندگی روحانیت سے یکسر خالی رہتی ہے۔ گرجا ایک طرح کاروبار کا درجہ رکھتے ہیں اور اس کے پادری سیلز مین کا۔ کسی اجتماع میں حاضرین کی تعداد کی باقاعدہ گنتی ہوتی ہے اور اس کو نمایاں جگہ پر لکھا جاتا ہے۔ حاضرین کی کمی بیشی کا مطلب پادری کا تبادلہ یا ترقی ہوتا ہے۔ پادری کی روحانی زندگی اور اچھے اخلاق لوگوں کی نظروں میں کچھ وقعت نہیں رکھتے۔

پادری اپنی خدمات و اہمیت کے لیے اس طرح اشتہار دیتے ہیں اور اپنی بہترین پوز Pose کے ساتھ تصاویر شہروں میں مشتہر کرتے ہیں تاکہ ان کی اہمیت لوگوں میں مستقل رہے۔

ہر سال کلیسا اپنے ممبروں کی تعداد معلوم کرتا ہے۔ لوگ مقرر کیے جاتے ہیں جو گھر گھر اور دروازہ دروازہ جاتے ہیں لوگوں سے کلیسا کی ممبری کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ان کی تفصیلات نوٹ کرتے ہیں۔ کسی ممبرشپ کے چھوڑنے والے کے اعتراض نوٹ کرتے ہیں۔

یہ سرسری خاکہ ہے کہ کلیسا کا اثر خود عیسائیوں پر کیا ہے۔ اس سے زیادہ عبرت خیز واقعہ شام کے سابق وزیر اور شام یونیورسٹی کے پرنسپل نے گرجا کے متعلق لکھا ہے۔

امریکہ و یورپ میں یہ عام بات ہے کہ کلیسا کے ساتھ ایک انجمن ملحق ہوتی ہے۔ مجھے اس طرح کی ایک انجمن میں شرکت کا موقع ملا۔ میں نے دیکھا کہ گانے بجانے، کھانے پینے اور رت جگے کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔ میں نے ناظم سے دریافت کیا۔ "کیا آپ انجمن کے شرکاء کے سامنے وعظ و نصیحت کی باتیں بھی پیش کرتے ہیں" جواب نفی میں تھا۔ میں نے پوچھا پھر کلیسا کیوں اس کا اہتمام اور سارے اخراجات برداشت کرتا ہے۔ ——— اُس نے جواب دیا:

"یہ فائدہ ہی کیا کم ہے کہ انجمن کے اجلاس میں شرکت کے لیے لڑکے اور لڑکیاں کلیسا کے احاطہ میں سے گذر جاتے ہیں اور اس طرح گرجا کو بھی یاد رکھتے ہیں"

تبصرہ سید قطب شہید

سید قطب شہید لکھتے ہیں کہ "یورپ و امریکہ میں کلیساؤں کی کثرت سے بعض لوگوں کو دھوکا ہوسکتا ہے ——— جب سے عصر روشن اور موضوعی مادی فلسفہ نے لوگوں کو کلیسا سے متنفر بنادیا اس وقت سے کلیسا معاشرے اور لوگوں کے پیچھے کھنچا چلا آرہا ہے۔ اب اس کا مقصد عوام کی خوشنودی حاصل کرنا رہ گیا ہے۔ کلیساؤں میں عبادت کے بعد مخلوط مجلسیں ہوتی ہیں، جن میں شراب پی جاتی ہے۔ رقص ہوتا ہے۔ تفریح طبع کے کھیل ہوتے ہیں، اور نشہ میں مست جوڑے صبح تک بوس و کنار میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ سب کام کلیسا اس لیے کرتے ہیں تاکہ نوجوان کلیسا میں آسکیں۔

اگر عیسائی دنیا میں کلیسا عبادت کی جگہ ہے تو امریکہ میں عبادت کے سوا ہر شے کی جگہ ہے۔ آپ کو امریکی کلیسا اور کسی کھیل کود میں امتیاز کرنا سخت مشکل ہے۔ وہاں اکثر لوگ کلیسا صرف ایک اجتماعی ضرورت سمجھ کر جاتے ہیں تاکہ وہاں احباب سے ملاقات ہوسکے اور اچھا وقت گزر سکے۔ یہ تصور عوام تک محدود نہیں بلکہ کلیسا کے راہنماؤں کا بھی یہی تصور ہوتا ہے۔

ہر کلیسا میں مخلوط مجلس ہوتی ہے اور کلیسا کے رہنماؤں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس میں بڑی تعداد شامل ہو۔ مختلف مذاہب اور فرقوں کے حامل کلیساؤں میں زبردست مقابلہ ہوتا ہے۔ ہر کلیسا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے لٹریچر شائع کرتا ہے۔ دروازے اور دیواریں رنگین بلبوں سے سجائی جاتی ہیں۔ لذیذ اور شوق دکھانے والے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں جس طرح تاجر اور سینما والے کرتے ہیں۔ ذیل میں کلیسا کی ایک محفل کا اعلان ہے جو ایک کالج کی دیوار پر لگا ہوا تھا تاکہ کالج کے طلبہ و طالبات اس چھوٹے سے شہر کے کلیسا میں پہنچ سکیں۔

اتوار	یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء	شام ۷ بجے
ہلکا پھلکا ڈنر	جادو کا کھیل	پُراسرار شعبدے
دوڑ	دلچسپیاں	رقص

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کلیسا کا نگران جانتا ہے کہ اس کا کام تھیٹر کے ڈائرکٹر اور تاجر سے مختلف نہیں ہے۔ کامیابی حاصل ہونی چاہیئے خواہ کسی طریقہ سے حاصل ہو کیونکہ اس کامیابی کے طفیل اسے عزت و دولت ملتی ہے جس قدر لوگ کلیسا سے ملحق ہوں گے اس کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ اور اسی طرح شہر میں اس کا احترام اور اثر و رسوخ بڑھے گا۔ کیونکہ امریکی حجم اور تعداد کو دیکھتے ہیں اور یہی ان کے شعور کا پیمانہ ہے۔

میں ایک سات ریاست کولوراڈو کے شہر گریلی کے ایک کلیسا میں گیا کیونکہ میں اس کلیسا کے کلب کا ممبر تھا۔ بلکہ میں واشنگٹن سے لے کر کیلیفورنیا تک تمام چرچوں کے کلبوں کا ممبر رہا۔ کیونکہ یہ وہاں کی معاشرتی زندگی کا ایک بڑا اہم پہلو ہے جس کو قریب سے اور گہرائی سے مطالعہ کرنا چاہیئے اور میرا مدعا امریکی معاشرہ کا مطالعہ تھا۔

جب کلیسا میں سروس ختم ہوگئی۔ تلاوت ہوئی اور کچھ لوگوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد ہم نماز کے کمرے سے ملحق رقص کے کمرے میں چلے گئے۔ پادری صاحب اپنی میز پر بیٹھ گئے اور نوجوان لڑکوں نے لڑکیوں کے ہاتھ پکڑ لیے۔ یہی نوجوان کچھ دیر پہلے تلاوت میں مصروف تھے۔

رقص گاہ میں رنگارنگ بلب روشن تھے۔ گراموفون کے گانوں کی دھنوں میں رقص میں تیزی آگئی۔ اور اب ساری رقص گاہ میں ناچنے والوں کے پیر اور پنڈلیاں نظر آرہی تھیں۔ بازو کمر میں حمائل تھے۔ سینے اور ہونٹ مل چکے تھے۔ غرض ساری فضا رومانوی ہوگئی۔

گراموفون پر پادری صاحب نے مشہور امریکی گانے کا ریکارڈ لگا دیا جس کا نام ہے:

But baby it is cold outside

(مگر میری پیاری باہر سردی ہورہی ہے)

پادری صاحب تھوڑی دیر انتظار کرکے اور اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو ہیجان خیز گانوں اور موسیقی کی رو میں بہتے دیکھ کر خوشی خوشی اپنے گھر چلے گئے تاکہ نوجوان جوڑے اس شب بیداری سے لطف اندوز ہوتے رہیں اور جو جوڑا سب سے آخر میں جاتے وہ پادری صاحب کو کلیسا کی چابی دیتا جائے۔[۱]

سید قطب آخر میں لکھتے ہیں:

"مگر جب ہم مصر میں آتے ہیں تو لوگ امریکی کلیسا کی خوب خوب تعریفیں کرتے ہیں کہ امریکی کلیسا خطا اور لغزشوں سے درگزر کرتا ہے۔ قلب و روح کی تطہیر میں لگا رہتا ہے اور جدید ترین طریقوں سے مذہب کی برتری قائم رکھتا ہے۔ چنانچہ لوگ کلیسا سے نہیں بھاگتے۔"

چرچ کی ناکامی پر یہ تبصرہ نہایت دقیق اور مبسوط ہے۔ میری رائے میں صرف مصر ہی کا مسئلہ نہیں بلکہ جہاں جہاں بھی مشنری جاتے ہیں اسی قسم کا تاثر دیتے ہیں خواہ وہ پاکستان ہو یا انڈونیشیا۔

---

[۱] اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل صفحہ ۸۹ - ۹۵ تلخیص۔ سید قطب شہید، ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی ادارہ معارف اسلامی کراچی ۱۹۶۳ء

خدا مر گیا

عیسائی عوام الناس کو گرجے سے وابستہ رکھنے کی اگر ایک طرف اس قسم کی کوششیں جاری ہیں تو دوسری جانب یورپ اور امریکہ میں یہ نظریہ عام ہوتا جارہا ہے کہ "خدا مر گیا" اور خدا موجود نہیں ہے۔ ان میں نہ صرف عوام بلکہ خود پادری حضرات بھی شامل ہیں۔ اور انھوں نے اس موضوع پر نہ صرف مضامین بلکہ ضخیم کتابیں تک لکھی ہیں جن میں وہ برملا اظہار کرتے ہیں کہ خدا مر چکا ہے۔ اور اب ہمیں اس کے بغیر ہی زندگی بسر کرنی چاہیے۔ میتھوڈسٹ فرقہ کے طلبہ کے رسالہ موٹیو Motive نے اخباری اسلوب (اسٹائل) کے طور پر خدا کے مرنے کی اطلاع اس انداز سے شائع کی:

"اٹلانٹا ۹ نومبر۔ خدا، کائنات کا خالق، دنیا کے یہودیوں کا معبود، عیسائیوں کی آخری حقیقت اور تمام خداؤں سے برتر خدا کا ایک بڑے آپریشن کے دوران انتقال ہو گیا۔"

——— اس خبر کا دنیا کے بڑے اور چھوٹے لوگوں پر یکساں اثر ہوا۔

ایک انجمن کے سابق صدر نے جس کو یہ اطلاع ایک نائی کی دوکان میں ملی تھی۔ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ مجھے ہمیشہ کسی کے انتقال کی خبر سنکر افسوس ہوتا ہے یہ افسوس ناک بات ہے[1]۔

کینیڈا کا ایک پادری اے ہیریسن لکھتا ہے:

"ڈرنر ہیلز نے اپنی کتاب کا نام رکھا "خدا کہیں نہیں" جب کہ وہ خود چرچ آف انگلینڈ کا وکر Vicar پادری ہے۔"

فادر جیکسن کہتا ہے۔ "اگر خدا موجود ہے تو ہم اس کے بارے میں ایک عظیم وجود کے طور پر گفتگو نہیں کر سکتے" جب کہ وہ خود ایک یونیورسٹی چیپلین ہے۔

تھامس الٹی زر نے ایک کتاب موسومہ "عیسائی الحاد کی بائبل" لکھی اور وہ ایک امریکن یونیورسٹی میں بائبل اسٹڈیز کا معاون پروفیسر ہے۔

ہیریسن اپنے بارے میں لکھتا ہے۔ "میں ٹورنٹو میں انجیلیکن کلیسائی حلقہ کا ایک اسٹاف ممبر ہوں میں عیسائی اور انجیلیکن ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ پھر بھی پوری متانت و سنجیدگی سے کہہ سکتا ہوں کہ خدا موجود نہیں ہے[2]۔"

---

[1] Time : April 8, 1966, p. 48

[2] Is the Bible really the word of God p. 166

"نیشنل ابزرور" میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ "خدا مر چکا ہے اس قسم کا رجحان ۴۰ سال سے کم عمر والے ۷۰ فی صد پروٹسٹنٹ مذہبی عالموں میں سرایت کر گیا ہے[1]۔"

عام طور پر ان کو "دہریے عیسائی" کہا گیا ہے۔ صورت حال کچھ بھی ہو لیکن حقیقت بہر حال یہ ہے کہ مصلوب مسیح کو ابن خدا ماننے کے عقیدہ کا یہ لازمی نتیجہ اتنے وسیع پیمانہ پر ظاہر ہو رہا ہے۔ اس سائنسی دور میں جبکہ آج کا انسان اپنی سوچ و فکر میں آزاد ہے۔ یقیناً جب اس کی خواہشات پوری نہ ہوتی ہوں۔ دعائیں قبول ہوتی نظر نہ آتی ہوں اور اس پر مستزاد یہ پس منظر کہ خدا کو یہودیوں نے پھانسی دے دی تھی جس پر وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا (یہ علیحدہ بات ہے کہ ان کی نجات کے لیے ایسا ہوا) تو مادی تہذیب کی پروردہ نسلیں اگر ایسا نہ سوچیں تو اور کیا کریں۔ پچھلے صفحات پر کیکی کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ یونانی و رومی اپنے دیوتاؤں کے بتوں کو مسمار کر دیتے تھے ان کی قربان گاہوں پر پتھراؤ کرتے تھے ——— موجودہ ترقی یافتہ نسل نے بانداز دیگر وہی کیا جو اس تہذیب کے بانی کیا کرتے تھے۔

---

[1] National Observer-January 31, 1966

پاپائیت Papacy اور اُس کی مختصر سرگذشت

(۱۰)

"پوپ" Pope لاطینی لفظ ہے اور "پیٹریارک" یونانی لفظ ہے۔ ان دونوں کے معنی باپ کے ہیں جیسے جیسے عیسائیت پھیلتی جا رہی تھی ویسے ویسے ضرورت پیدا ہو رہی تھی کہ مذہبی امور کی نگرانی کے ذمہ دار لوگ مقرر کیے جائیں اور چونکہ حکومتی نظام کی طرح مذہبی نظام میں بھی مرکزیت پیدا ہوتی جا رہی تھی اس لیے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے پادری یا اسقف اردگرد کے وسیع علاقے کی نگرانی کے لیے مقرر کیے گئے۔ انسائیکلوپیڈیا کا مؤلف لکھتا ہے کہ ۴۵۱ء میں پوری مسیحی دنیا کے اندر پانچ بڑے پیٹریارک Patriarch مانے گئے ان میں سے چار مشرق یعنی قسطنطنیہ، یروشلم، انطاکیہ، اسکندریہ میں تھے اور پانچواں اسقف روما میں تھا انہیں ۴۲۵ء تک عام طور پر پاپا کہا جاتا تھا۔[1] لیکن کلیسائی جھگڑوں کی وجہ سے مشرقی کلیسا یعنی قسطنطنیہ کے کلیسا کا اثر مغرب کی سرزمین میں کم ہونے لگا جس کی وجہ سے روما کا کلیسا مغرب کا واحد بڑا مذہبی مرکز رہ گیا۔

روما کے اسقفوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے روما کے کلیسا کی عظمت اور بزرگی بڑھانے کے لیے یہ کہنا شروع کر دیا کہ روما والے پطرس رسول اور پولیس رسول کے مقبروں کے مجاور ہیں اور پطرس رسول نے روما میں ہی شہادت پائی تھی۔ اس کے علاوہ روما کے قرب و جوار میں کوئی سیاسی حریف ان سے مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ روما کے مذہبی پیشواؤں کے پاس دولت بھی زیادہ جمع ہو گئی تھی اور خیراتی اداروں کا کاروبار بھی ان کے حوالے تھا۔ ان حالات نے خود بخود ان اسقفوں کو ایک اعلےٰ مقام دے دیا۔ پھر یہ اسقف اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز کر کے باہر کے مذہبی امور میں بھی دخل دینے لگے۔ اس طرح ان کے اختیارات میں بھی بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

پوپ سلسٹائن اوّل (Celustine-1 (-1 ۴۲۲ء-۴۳۲ء نے پطرسی نظریہ کلیسا کو سب سے پہلے متعارف کرایا۔ متی کی انجیل میں بعض ایسے کلمات تھے جن سے یہ مطلب نکالا گیا کہ پطرس رسول کو حضرت مسیح نے کلیسائی نظام کی بنیاد قرار دیا تھا۔ اس طرح روما کا اسقف محض ایک اسقف

---

[1] انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم جلد دوم صفحہ ۱۵۲

نہ رہا بلکہ سب سے فائق مذہبی پیشوا بن گیا۔[1] ایک اور پوپ لیو اعظم Leo the Great نے کوششیں کر کے شہنشاہ سے یہ فرمان حاصل کیا کہ پوپ کی طرف سے جو فیصلے صادر ہوں انہیں قانون کا درجہ حاصل ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ پطرس رسول کے جانشین جو کچھ کہتے اور جو کچھ کرتے ہیں اسے خود پطرس رسول کی طرف سے سمجھا جائے۔

اس طرح پوپ اور پیٹریارک کو لامحدود اختیارات حاصل ہو گئے۔ اب وہ زمین پر حضرت مسیح کا نائب اور پطرس رسول کا جانشین بن گیا اور اس کا ہر قول ناحق اور ہر عمل منزہ عن الخطا سمجھا گیا۔ مسیحی تعلیم کے عجابات میں واضح طور پر بتایا کہ ایمان اور اخلاق کے بارے میں کلیسا تعلیم دینے میں غلطی نہیں کر سکتی کیوں کہ مسیح نے ان دونوں امور میں عیسائیوں کی رہنمائی کے لیے منزہ عن الخطا کہا ہے۔[2] حالانکہ اسی کتاب میں اس بات کا بھی اعتراف ہے۔ "سچ ہے کہ برے پوپ بھی ہوتے یعنی ایسے پوپ جن کے اخلاق ان کے اعلیٰ عہدے کے لائق نہ تھے۔"[3]

پوپ کے اختیارات

پوپ کو رفتہ رفتہ وسیع اختیارات حاصل ہوتے گئے۔ اختیارات حاصل کرنے میں بعض پوپوں نے بڑی مستعدی دکھائی۔ پوپ لیو اعظم کے علاوہ اور پوپ بھی اپنے دائرہ اختیارات کو بڑھاتے رہے۔ گرگوری ہفتم جو ۱۰۷۳ء میں پوپ بنا تھا اس نے جن اصولوں پر زور دیا تھا ان میں دو حسب ذیل ہیں

۱۔ رومی کلیسا سے نہ کبھی غلطی ہوئی ہے نہ کبھی غلطی ہو سکتی ہے۔

۲۔ پوپ تمام معاملات کے فیصلہ کا آخری مجاز ہے اور اس کے فیصلہ کے خلاف کوئی اپیل بھی نہیں ہو سکتی۔[4]

حضرت عیسیٰ کے متعلق عیسائی سمجھتے ہیں کہ وہ تین قسم کے اختیارات کے مالک تھے (۱) وضع قوانین (لیجسلیٹو) (۲) انتظامیہ (ایگزیکٹو) اور (۳) عدلیہ (جوڈیشل)

فرانسس لکھتا ہے حضرت مسیح نے یہ تینوں اختیارات اپنے حواریوں کو عطا کیے۔ اور ان حواریوں نے اپنے جانشینوں کو۔[5] چونکہ پوپ جناب پطرس حواری کی جانب سے مقرر کردہ نائب ہوتا ہے۔ اس

---

[1] انسائیکلوپیڈیا واقعات عالم جلد دوم صفحہ ۱۵۳

[2] مسیحی تعلیم کے عجابات صفحہ ۹۲

[3] " " صفحہ ۹۸

[4] انسائیکلوپیڈیا واقعات عالم صفحہ ۱۹۱

[5] فرانسس سومردیل۔ کرائسٹ از کنگ صفحہ ۹

لیے ان تمام اختیارات کا مالک پوپ ہے۔ پاپائے اعظم روما کا اسقف کہلاتا ہے۔ کیونکہ روما کا اسقف ہونے کی وجہ سے وہ مقدس پطرس کا جانشین، مسیح کا قائمقام اور عالم گیر کلیسا کا سردار ہے[1]۔ اسی لیے پوپ حضرات نے دعویٰ کیا کہ وہ الٰہی شریعت یا قوانین کے منسوخ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ ایک مشہور مسیحی عالم کے یہ الفاظ قابل غور ہیں

"کلیسائے روم کے مقلدوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پوپ کو اختیار ہے کہ وہ قانون قدرت کے خلاف پولیوس رسول اور عہد نامہ جدید کے خلاف عمل کرے اور اگر وہ چاہے تو عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید کے جملہ احکام کو منسوخ کر دے۔ ۱۵۷۶ء میں کارڈینل زابیلا نے پوپوں کو خدا سے بھی برتر بنا دیا ہے[2]۔"

پوپ اور اس کے مقرر کردہ پادری مسیحیوں کو دین سے خارج کر سکتے ہیں اور توبہ کرنے پر معاف کر کے پھر دین میں داخل کر سکتے ہیں۔

سخت اور سنگین گناہ کی معافی کا اختیار پاپائے اعظم کے پاس ہے۔

دوزخیوں کے گناہوں کو معاف کر سکتے ہیں۔

مردہ لوگوں کو جہنم سے نکال کر بہشت میں داخل کر سکتے ہیں۔

بائبل کی تعبیر و توضیح کا حق صرف پوپ کو حاصل ہے۔

پوپ حرام چیزوں کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام قرار دینے کے مکمل اختیارات رکھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں میکائیل کی یہ تحریر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے جو اس نے اپنی کتاب "اجوبۃ الانجیلین علی اباطیل التقلیدین" میں شائع کی۔

"اب تم ان کو دیکھو گے کہ وہ چچا کی شادی بھتیجی سے اور ماموں کا نکاح بھانجی سے اور کسی شخص کی شادی اپنی صاحب اولاد بھاوج سے کتب مقدسہ کی تعلیم اور ان کے پاک اور مقدس جامعین کے حکم کے خلاف جائز کرتے ہیں۔ یہ محرمات ان کے نزدیک اس وقت حلال اور جائز بن جاتے ہیں۔ جب اس کام کے لیے ان کو رشوت کے طور پر کافی رقم مل جائے۔ اسی طرح بہت سی پابندیاں اور بندشیں ہیں جو انھوں نے اہل کلیسا پر لگا دی ہیں۔ اور بہت سی چیزوں کو حرام کر دیا ہے جب کہ صاحب شریعت

---

۱ مسیحی تعلیم کے عجائبات صفحہ ۹۷-۹۸

۲ تواریخ کلیسائے رومۃ الکبریٰ۔ پادری خورشید عالم۔ صفحہ ۴۲

نے اُن کا حکم دیا تھا۔"

یہی مصنف اس کے بعد لکھتا ہے "بہت سی کھانے کی چیزیں ہیں جن کو حرام کر دیا ہے۔ اور پھر حرام کردہ کو حلال بنا دیا ہے۔ اور ہمارے زمانے میں بڑے روزے کے دن جن کی تحریم مدت تک بڑے زور و شور سے رہی گوشت کھانا جائز کر دیا[1]۔" ان بے حد وسیع اختیارات کی وجہ سے اگر پوپ لیو سیزدھم یہ دعویٰ کرتا ہے تو کیا غلط کرتا ہے کہ "پوپ زمین پر خدائے قادر مطلق کا درجہ رکھتا ہے"۔ اس لیے اس کو فضیلت کے تین تاج حاصل ہیں۔ بہشت کا بادشاہ' زمین کا بادشاہ اور اسفلی طبقہ کا بادشاہ[2]۔

اس میں شک نہیں کہ بعض پوپ اچھے اخلاق اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے اور صاحب علم و فضل بھی تھے انھوں نے بڑی اچھی اصلاحات بھی کیں۔ لیکن پاپائیت کی تاریخ میں ایسی صاحب علم و کردار شخصیتیں بہت کم ہیں۔ متعدد پوپ صاحبان پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے ہیں اور یہ بہت ہی افسوسناک امر ہے۔

پوپ صاحبان کے کردار کا جائزہ

پوپ صاحبان کے کردار و اعمال کا اندازہ مشہور مسیحی عالم پادری برکت اللہ کی اس تحریر سے کیجیے

"رومی کلیسا کا بشپ ژاک ڈی ویٹری Jacques de Vitry صلیبی جنگوں کے ایام میں عکہ Acra کا ۱۲۱۶ء سے ۱۲۲۵ء تک بشپ تھا لکھتا ہے کہ مشرقی کلیسا بدکاری اور بداخلاقی اور زناکاری کے باعث کمزور اور شیطان کی غلام ہو چکی تھی۔

آگے چل کر پادری برکت اللہ لکھتے ہیں۔ "ان کے مذہبی رہبر قسیس اور بشپ بلکہ بعض صدر بشپ بھی ان خرابیوں کا شکار ہو گئے۔ مسیحی قسیس اور بشپ تک بد دل، پست ہمت اور بداخلاق ہو رہے تھے۔ ان میں سے بعض بدکار بھی تھے —— ان دنوں میں ان صاحبان کی روحانی زندگی بدھ بھکشوؤں کے مقابلہ میں ہیچ تھی ان کے قسیس رشوت لیتے اور دیتے تھے —— اس کا قدرتی اثر یہ ہوا کہ کلیساؤں کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔

مسیحی مؤرخ ان تینوں پیٹریارکوں کی نسبت لکھتا ہے۔ "یہ تینوں زناکار تھے اور گرجاؤں کے

---

۱ اظہار الحق جلد دوم صفحہ ۴۴۳-۴۴۴۔ علامہ رحمت اللہ کیرانوی

۲ تحقیقاتی رپورٹ عیسائی مشنری سرگرمیوں کے بارے میں حکومت مدھیہ پردیش۔ بھارت ۱۹۵۶ء ص ۳۱

مقدس ظروف اور اشیاء پر ناجائز قبضہ کرتے تھے اور اوقات کا ناجائز استعمال کرتے تھے۔"

یہی پادری اعتراف کرتا ہے جب ہم یہ پڑھتے ہیں تو ہمیں کوئی حیرت نہیں ہوتی کہ یہ قسیس جادو منتر ٹونہ ٹوٹکہ کیا کرتے تھے اور یہ کہ کلیسا کے اکثر شرکار شرابی، سود خور اور زناکار ہوتے تھے۔ جو شرکار "ناتاریوں" میں رہتے تھے وہ متعدد عورتوں سے نکاح کر لیتے تھے اور اپنے قبائل کے دستور کے مطابق باپ کی وفات کے بعد اس کی بیویوں (یعنی سوتیلی ماؤں) پر قبضہ کر لیتے تھے۔

مشہور امریکی مورخ ول ڈرانٹ لکھتا ہے کہ "۹۳۱ء میں ماروزیہ نے جان یازدہم کو پوپ کی حیثیت سے بلند کیا جس کے بارے میں عام تاثر یہ تھا کہ یہ سرگیوس سوم کا ناجائز بیٹا ہے۔ ۹۳۲ء میں اس کے لڑکے البریک نے جان کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ یہ البریک ۲۲ سال تک حکمران رہا۔ ۹۵۵ء میں ماروزیہ کا پوتا جان دوازدھم بنا۔ اور اس کی اسقفیت اپنی رنگ رلیوں اور عیاشیوں کی وجہ سے لیٹران محل میں ممتاز ہوئی۔

پادری خورشید عالم کہتے ہیں۔ "کلیسا کی روحانی اور اخلاقی حالت دن بدن ابتر ہو رہی تھی۔ پوپ صاحبان کا اخلاقی کردار گر چکا تھا۔" ول ڈرانٹ بیان کرتا ہے کہ ۹۶۳ء میں اوٹو روم واپس آیا۔ اس نے جان کو کلیسائی کونسل کے سامنے مقدمہ چلانے کے لیے بلایا۔ کارڈینلوں نے الزام لگایا کہ پوپ جان دوازدہم نے تقدیس کے لیے بشپوں سے رشوت لی یہاں تک کہ ایک دس برس کے لڑکے کو بشپ بنا ڈالا۔ اپنے باپ کی داشتہ کے ساتھ اس نے داد عیش دی۔ باپ کی بیوہ اور اس کی بھتیجی سے ناجائز تعلقات قائم کیے۔ اس نے پاپائی محل کو چکلے میں تبدیل کر دیا۔

پطرس رسول کی گدی روم سے منتقل کی جاتی ہے

پوپ بونی فس ہشتم انگلستان اور فرانس کے بادشاہوں سے ناراض ہو گیا۔ اس نے حکم جاری کیا کہ خدام الدین سرکار کو مالیہ ولگان نہ دیں۔ اس کے ردعمل کے طور پر ان دونوں بادشاہوں نے نذر و نیاز کا روپیہ روما بھیجنے پر پابندی لگا دی۔

قرون وسطی کی ایشیائی اور ہندوستانی کلیسائی۔ تلخیص صفحہ ۲۱۷-۲۱۹

ایج آف فیتھ جلد ۴ صفحہ ۵۳۸۔ ول ڈرانٹ

تواریخ کلیسائے رومتہ الکبریٰ صفحہ ۱۴۱

ایج آف فیتھ جلد ۴ صفحہ ۵۳۸۔ ول ڈرانٹ

فرانس کے بادشاہ فلپ چہارم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ فرانس کا روپیہ فرانس سے باہر نہیں جا سکتا۔ اس نے اپنے ایک کارندے کو حکم دیا کہ پوپ بونیفیس کو گرفتار کر لے۔ اس نے ویٹیکن محل کو تباہ و برباد کیا۔ اس کی حراست میں پوپ ایک ماہ کے اندر مر گیا۔ اس کے بعد دوسرا پوپ جانشین ہوا۔ تو پادری خورشید عالم کے قول کے مطابق وہ بھی فرانسیسی زہر سے ایک مہینہ کے اندر ہی ختم کر دیا گیا۔ اس پوپ کے بعد گیارہ مہینے تک کوئی پوپ نہ بنا۔ پوپ کی گدی اتنی مدت تک بالکل خالی رہی۔ اس طرح مقدس پطرس کی گدی روما سے اویخون چلی گئی۔ اس دوران ہر جگہ رومیوں کے بجائے فرانسیسی کارڈینل اور خدام الدین چھا گئے۔ فرانس کی اقتصادی حالت بہتر ہونے لگی۔ کیونکہ وہ روپیہ بچ گیا جو پوپ کی نذر و نیاز کے لیے فرانس سے بھیجا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں ایک ہی وقت میں دو، دو پوپ ہوئے۔ مگر "ان دونوں میں کون سا خلیفۃ المسیح تھا یہ کوئی نہیں جانتا۔"

دائرۂ مذہب سے اخراج

یورپ کے بادشاہوں اور پوپوں میں آئے دن کشمکش رہنے لگی۔ اگر بادشاہوں کو موقع ملتا تو وہ پوپوں کے خاص علاقوں اور جاگیروں کو تباہ و برباد کر دیتے۔ پامال کرتے اور اپنی رعایا سے کہتے کہ یہ مذہبی پیشوا نہیں بلکہ دجال ہیں۔ دوسری جانب پوپ بادشاہوں سے اس طرح بدلہ لیتے کہ ان کو دائرۂ مذہب سے ہی خارج کر دیتے۔ کسی بادشاہ یا کسی اور شخص کو بلکہ کسی پورے ملک کو کلیسا سے خارج کر دینا تقریباً روز کا معمول تھا۔

انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ ہنری چہارم نے ۱۰۷۶ء میں جرمنی کے بشپوں کی ایک مجلس بلائی اور پوپ گریگوری کی معزولی کا اعلان کر دیا۔

ادھر گریگوری نے ہنری چہارم کو مذہب کے دائرہ سے خارج کر دیا۔ ہنری نے اٹلی پر یلغار کی۔ ۱۰۸۴ء میں جب وہ روما پہنچ گیا تو گریگوری کو شہر چھوڑنا پڑا ـــــــــــ گریگوری ۱۰۸۵ء میں جلاوطنی کی حالت میں ہی فوت ہو گیا۔

پوپ پائس پنجم نے انگلستان کی ملکہ الزبتھ کو مذہب سے خارج کر دیا تھا۔

تواریخ کلیسائے رومتہ الکبریٰ صفحہ ۲۹۔ پادری خورشید عالم

انسائیکلوپیڈیا واقعات عالم جلد دوم صفحہ ۱۹۲

" " " ۲۸۷

پوپ اس کے بجائے کہ اپنے کلیسا کی ساختہ عیسائیت ہی کو ترویج دیتے اور اس کی تعلیمات پر چلتے عام اخلاقی انحطاط کا شکار ہو گئے اور بادشاہوں کی اکھاڑ پچھاڑ میں رہنے لگے۔ ایسی ہی ایک پاپائی سازش چارلس شاہ انگلستان کے عہد میں ہوئی جس میں پانچ بڑے بڑے کیتھولک امیر گرفتار ہوئے۔ انہیں لندن کے ایک قلعہ میں پہنچا دیا گیا۔ جیمز ڈیوک آف یارک کی بیوی کے "خاص پادری" پر مقدمہ چلا اور اسے موت کی سزا دی گئی۔

اس کے بعد ایک قانون بنایا گیا جس کی رو سے رومن کیتھولکوں کو پارلیمنٹ میں بیٹھنے کی ممانعت ہو گئی۔ یہ قانون ۱۸۲۹ء میں منسوخ ہوا۔[1]

ان پوپوں نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے ایسی حرکات کیں جن سے گرجے ہی بند رہے۔ اور ان میں علانیہ عبادت تک نہیں ہوتی تھی۔ یہ حالت ایک دو روز یا ایک دو مہینے نہیں۔ بلکہ مسلسل پانچ برس تک رہی۔ اس دوران اگر کوئی عیسائی مرجاتا تو رسم جنازہ تک ادا نہ ہوتی تھی۔

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ ۱۲۰۵ء میں ہربرٹ والٹر آرچ بشپ کنٹربری کے مرنے کے بعد نئے آرچ بشپ کے چناؤ پر جھگڑا شروع ہوا۔ شاہ جان نے راہبوں کی فرمائش پر اپنے ایک دوست کو آرچ بشپ بنایا۔ اس کے خلاف چند بشپوں نے روما میں پوپ انوسنٹ کو اپیل کر دی۔ پوپ نے دوسرے شخص کو آرچ بشپ بنا دیا۔ شاہ جان انگلستان نے پوپ کے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پوپ نے اس جرأت پر ۱۲۰۸ء میں تمام انگلستان کو کلیسا سے خارج کر دیا۔ اس اخراج کے بعد پانچ برس تک گرجے بند رہے اور علانیہ عبادت بند ہو گئی۔ خادم دین دروازے بند کر کے بپتسمہ دیتے تھے جب کوئی مرجاتا تو رسم جنازہ ادا نہ کرتے تھے۔ مبارک حصہ کو وہ صلیب گرجا کے صحن سے باہر رکھ دیتے تھے تاکہ لوگ یہیں تعظیم کر سکیں۔[2]

پوپ صاحبان کی بربریت

پاپوں کا ظلم وستم عوام اور "بدعتیوں" پر دہشت و بربریت کی ایک علامت کی حیثیت سے وقت کے سینہ میں محفوظ ہے۔ ان کے قائم کردہ "محکمہ احتساب" کے جور واستبداد کو خود عیسائی مؤرخوں نے انتہائی ناپسندیدہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ان پاپاؤں نے عوام اور تجدد پسندوں کے علاوہ

---

[1] انسائیکلوپیڈیا واقعات عالم صفحہ ۳۱۹

[2] تواریخ کلیسائے روما الکبریٰ صفحہ ۱۲۵، پادری خورشید عالم

اپنے ہی رتبہ یا اس سے کچھ کم حیثیت کے افراد کے ساتھ جو سلوک کیا۔ اس کی ایک جھلک ول ڈورانٹ کے تحریر کردہ ان واقعات میں دیکھی جاسکتی ہے۔

"۸۹۷ء میں پوپ اسٹیفن نے پوپ فارموسس ۸۹۱ء - ۸۹۶ء کی نعش قبر سے نکلوائی اس کو ارغوانی قبا پہنا کر کلیسائی کونسل کے سامنے رکھا اور اس مردہ لاشہ پر چرچ کے قوانین توڑنے کے جرم میں مقدمہ چلایا۔ وہ نعش مجرم قرار دی گئی۔ اس مردہ کو کوڑے لگائے گئے۔ اس کے اعضاء کاٹے گئے۔ اس کے بعد اسے دریائے ٹبر (Tiber) میں پھینک دیا گیا۔ خدا کی قدرت دیکھیے اسی سال روم میں ایک سیاسی انقلاب نے اسٹیفن کو اکھاڑ پھینکا۔ اس کا جیل میں گلا گھونٹا گیا۔ اس کے بعد کئی سال تک پاپائی مسند رشوت، قتل یا ایسی عورتوں کی آماجگاہ رہی جو اونچے درجہ لیکن بدتر اخلاق کی تھیں۔"[1]

یہی عیسائی مؤرخ آگے چل کر لکھتا ہے کہ پوپ گریگوری نے کریسنٹیوس Crescentius کو دائرہ مذہب سے خارج کر دیا۔ جان شانزدھم کو پوپ بنانے کے لیے انتخابات کا انتظام کیا۔ اوٹو واپس آیا۔ اس نے جان کو معزول کیا۔ اس کی آنکھیں نکالیں، ناک کاٹی۔ زبان کھینچی۔ اور اس کا سر ایک گدھے کی دم سے باندھ کر روم کے گلی کوچوں میں گھمایا۔

کریسنٹیئس اور بارہ لیڈروں کی گردنیں ماری گئیں اور ان کی نعشوں کو سینٹ اینجلو کی فصیل پر لٹکایا گیا (۹۹۸ء) گریگوری نے پاپائیت کا عہدہ حاصل کیا۔ تو ۹۹۹ء میں غالباً زہر کی موت مرا۔[2]

پوپ صاحبان کی علم دشمنی

اس کردار کے باوجود قرون وسطیٰ میں پوپ صاحبان کا بڑا اثر تھا۔ وہ خود کو حضرت مسیح کا جانشین اور نائب خیال کرتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو جامع علوم دینی و دنیوی سمجھتے تھے حالانکہ —— پورے یورپ میں کلیسا کے صرف چند لوگ علم کی محض مبادیات جانتے تھے۔[3] اس کے باوصف پوپ جن علوم پر مہر تصدیق ثبت کرتے وہی رواج پاتے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ ان روایتی علوم سے تجاوز کرے۔ ان بے جا پابندیوں کی وجہ سے ان کے زیر اثر ملکوں میں جہالت اور علم کی تاریکی کا دور دورہ

---

[1] ایج آف فیتھ جلد ۴ صفحہ ۵۳۸ - ول ڈورانٹ

[2] 〃 〃 〃 ۵۳۹ 〃

[3] عرب اور اسلام حتی، ترجمہ مبارز الدین و معین خان صفحہ ۱۶۲

تھا۔ جب کہ اسی دور میں دوسری جانب مسلمانوں نے علوم و فنون، تہذیب و ثقافت، ادب اور سائنس میں کافی ترقی کی تھی۔ مسلمانوں نے انسانی زندگی کا معیار بلند کیا تھا۔ انہوں نے نہ صرف کتابیں لکھیں بلکہ جگہ جگہ کتب خانے بھی تعمیر کیے۔

حتی اپنی مشہور کتاب "عرب اور اسلام" میں لکھتا ہے کہ دسویں صدی میں جب حاجب منصور خلیفہ تھا تو مسلمانوں کا شہر قرطبہ یورپ کا مہذب ترین شہر بن گیا تھا۔ شہر میں ایک لاکھ تیرہ ہزار مکان، اکیس نواحی محلے، ستر کتب خانے، کتابوں کی بہت سی دکانیں، اور لاتعداد مسجدیں تھیں۔ قرطبہ میں پختہ شاہراہیں تھیں جن پر رات کے وقت روشنی کی جاتی تھی۔ حالانکہ اس کے سات سو سال بعد تک شہر لندن کی کسی شاہراہ کو کوئی پبلک لیمپ نصیب نہ ہوا۔ خود پیرس کی سڑکوں کی صدیوں تک یہ حالت رہی کہ بارش کے موسم میں جو کوئی گھر کی دہلیز سے نیچے اترتا تو اس کے پاؤں ٹخنوں تک زمین میں دھنس جاتے۔[1]

مسلمانوں کی اس علمی ترقی اور بلندی کو دیکھ کر یورپ کے کچھ افراد میں علمی تحقیق و تفتیش کا شوق پیدا ہوا۔ جب انہوں نے پوپوں کے روایتی علم کے خلاف نئے خیال اور جدید نظریہ کو ظاہر کیا۔ تو پوپ صاحبان کی جانب سے فوراً ان کی گرفت کی جانے لگی۔ لیکن مسلمانوں کی ترقی سے متاثر ان شوریدہ سر افراد نے ان کے غیظ و غضب کی پرواہ نہ کی اور اپنی تحقیقات میں مصروف رہے۔

کوپرنیکس، گلیلیو، برونو وغیرہ کے ساتھ پوپ صاحبان کا ظالمانہ سلوک تاریخوں میں محفوظ ہے۔ گلیلیو کی کتابوں کو پوپ صاحبان نے "فہرست کتب ممنوعہ" میں شامل کر دیا۔ اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اس کو شکنجہ میں کس کر ایذائیں پہنچائیں ——— اس کی آخری عمر انتہائی تنگی میں گذری۔ وہ اندھا ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی لاش کو بھی مسیحی قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا گیا۔[2]

سائنس دان "برونو" کو پوپ اور اس کے ماتحتوں نے اتنا تنگ کیا۔ کہ وہ ملک ملک پھرتا رہا۔ ۱۶۰۰ء میں وہ پکڑا گیا تو نئے خیالات کی وجہ سے اس کو راس الملاحدہ قرار دیا گیا۔ اسے دو سال تک قید رکھا گیا۔ اس کے بعد اسے دینی عدالت نے دنیوی حکام کے سپرد کیا کہ اسے نہایت نرمی سے سزا دی جائے۔ اس کے خون کا ایک قطرہ بھی گرنے نہ پائے۔ اس سزا کا مطلب یہ تھا کہ اس

---

[1] عرب اور اسلام حتی صفحہ ۲۹۷

[2] مسیحیت و سائنس صفحہ ۴ پادری برکت اللہ

کو آگ میں ڈال کر جلا دیا جائے۔[1]

یہ نرم سزا تھی۔ غور کیجیے سخت سزا کیا ہوگی۔ تعجب ہے کہ ایسی سزائیں اس یسوع مسیح کے جانشینوں نے دیں جس نے اپنے مذہب کی بنیاد محبت کے اصول پر رکھی تھی۔

اربابِ کلیسا کی دُنیا پرستی

اربابِ کلیسا زر طلبی اور دنیا پرستی میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ ان میں بڑا طبقاتی فرق تھا۔ اونچے درجے کے اہلِ کلیسا دولت کے انبار جمع کرتے تھے جب کہ نچلے درجے کے پادری دال روٹی کے لیے پریشان رہتے تھے۔

پروفیسر سولومینی لکھتا ہے۔ "امرا کی طرح پادریوں کو بھی خاصی مراعات حاصل تھیں۔ وہ زر، زمین اور آسائشِ زندگی کے معاملہ میں دنیاداروں سے مقابلہ کرتے تھے ——— پادریوں کی ملکیت میں کاسل محل، گرجا محل Cathedral بیش قیمت تصاویر، سونے کے بڑے بڑے پیالے، وقف زمینوں کی آمدنی اور بھاری ٹیکس شامل تھے۔ روہان کے کارڈینل کی آمدنی دو کروڑ پچاس لاکھ لیور تھی۔ آرچ بشپ آف سٹراس برگ کی آمدنی تین لاکھ ڈالر سالانہ تھی۔ وہ ایک شاندار محل میں عدالت کرتا تھا۔ ایک وقت میں دو سو مہمانوں کی ضیافت کرتا تھا۔ اس کے باورچی خانہ کے چٹنی کے برتن Saucepans چاندی کے تھے اس کے اصطبل میں ایک سو اسی گھوڑے تھے۔

چرچ کی حیثیت "ریاست کے اندر ایک ریاست" کی تھی۔ چرچ کی بیشتر آمدنی اعلیٰ مرتبہ کے پادریوں کے حصہ میں آتی تھی۔ اعلیٰ مرتبہ کے پادریوں کا یہ طبقہ ایک سو چونتیس بشپ، آرچ بشپ کچھ ربی، کینن اور دوسرے بڑے مرتبہ والے پادریوں پر مشتمل تھا۔ ان کی مجموعی تعداد پانچ چھ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ مجموعی طور پر ایک لاکھ تیس ہزار پادری تھے۔ مگر وہ سب کمتر درجہ کے تھے۔ نچلے درجہ کے پادریوں کی حالت نہایت خراب تھی۔ ان کے ساتھ تحقیر آمیز سلوک کیا جاتا تھا۔ وہ اپنی گذر اوقات بڑی مشکل سے کرتے تھے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ فرانس میں بڑے عہدے والے پادریوں اور امرا کی جائیدادیں ملک کی کل زمین کے پانچویں حصہ پر مشتمل تھیں اور ان پر ٹیکس بھی معاف تھا۔[2]

---

[1] مسیحیت و سائنس صفحہ ۴

[2] تاریخ یورپ ۱۷۸۹ء تا حال۔ تعلیمی ادارہ۔ لاہور صفحہ ۱۴۔ ۱۵ بحوالہ پروفیسر سالومینی فرنچ ایڈیشن

معافی نامے

Indulgence

"معافی نامے" پوپ صاحبان اور ان کے مقرر کردہ مذہبی "ٹھیکیداروں" کے پاس حصول دولت کا ایک ایسا ذریعہ تھے جس کی وجہ سے ان کے خزانے بھر جاتے تھے۔ یہ مذہبی عہدیدار نذرانے اور عطیے وصول کرتے اور ان کے عوض نہ صرف زندوں بلکہ مُردوں کی بھی بخشش اور مغفرت کے پروانے جاری کرتے جن سے ارواح جہنم کے عذاب سے نکل کر آرام کی جگہ پہنچ جاتی تھیں۔

کڈ Kidd کے حوالے سے سی پی ایس کلارک اپنی تاریخ کلیسا میں اس رسم کی تفصیل بتاتے ہوئے بیان کرتا ہے۔ "اگر لوگ اس غرض کے لیے پیسے دینے کو تیار ہوتے تو جیسے ہی پادری کے صندوق میں سکوں کے گرنے کی آواز آتی تو مُردے کی روح جسے نجات دلانے کے لیے پیسے ڈالے گئے ہیں فوراً سیدھی جنت میں پہنچ جاتی"[1]

پادری خورشید عالم کے اپنے الفاظ میں ——— "مغفرت ناموں کی تجارت عام تھی۔ جس کے باعث انسان بشپ صاحب کو گناہ کا بدل روپیہ دے کر سزا سے بری قرار دیا جاتا تھا ——— اربن دوم نے پہلی صلیبی مہم کے لیے مغفرت نامہ تقسیم کر کے عبادت و ریاضت کی مطلوبہ حد کو اڑا دیا ——— تب عوام نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ دھڑا دھڑ مغفرت نامے خریدنے شروع کر دیئے تاکہ ان کے عزیزوں کی روحیں جو اعراف میں محبوس ہیں رہائی پائیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پوپی خزانہ معمور ہو گیا۔ بشپوں کو روپیہ کمانے کا حربہ ہاتھ آ گیا اور کلیسا بداخلاق بن گئی"۔[2]

"معافی نامے" اس زور شور سے فروخت کیے جانے لگے کہ تاجروں نے ان کی فروخت کے لیے باقاعدہ ایجنسیاں قائم کر لی تھیں اور ہر ایجنسی والا آواز لگا لگا کر لوگوں کو معافی نامے خریدنے کی ترغیب دیتا۔ عام طور پر پسماندگان کی توجہ مبذول کرانے کے لیے اس قسم کے الفاظ سے مخاطب

---

[1] اظہار الحق جلد دوم صفحہ ۴۴۳۔ علامہ رحمت اللہ کیرانوی حاشیہ بحوالہ شارٹ ہسٹری آف دی چرچ سی پی ایس کلارک صفحہ ۲۷۰۔

[2] تواریخ کلیسائے رومۃ الکبریٰ صفحہ ۱۳۱-۱۴۲۔ پادری خورشید عالم

کیا جاتا۔

"آؤ بڑھو۔ جنت کے دروازے کھل رہے ہیں۔ اگر تم اب بھی نہ داخل ہو گے تو کب داخل ہو گے تم بارہ پنس کے عوض اپنے باپ کی روح کو جہنم سے نکلوا سکتے ہو۔ کیا تم ایسے ناخلف ہو کر اپنے باپ کے لیے اس قدر سستی نجات نہیں خرید سکتے ——— اگر تمہارے پاس اور کچھ نہیں فقط ایک کوٹ ہے تو وہی اتار دو۔ تاکہ یہ گراں بہا متاع خرید سکو"۔[1]

اس قسم کے جملوں سے عوام کو اکسایا جاتا کہ وہ بہر حال کچھ نہ کچھ سکے ان پادریوں یا ان کے ایجنٹوں کے حوالے کر دیں۔

ہر قسم کے گناہ کی معافی کے لیے نرخ مقرر تھے۔ گناہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ صرف مقرر شدہ رقم پادریوں کو دی جاتی اور فوراً بخشش کرا لی جاتی۔ کتنا سستا سودا تھا۔ چاہے کسی کو قتل کر دو، چوری کر لو۔ چند سکے ادا کر کے "آسمانی بادشاہ" کے مقرب بن جاؤ۔ مختلف گناہوں کے مختلف نرخ تھے مثلاً اسقاط حمل کی معافی کے لیے ۷½ شلنگ، عدالت میں جھوٹی قسم کے ۹ شلنگ، چوری کے ۱۲ شلنگ، کسی عفیفہ کی عصمت دری کرنے پر ۹ شلنگ، زناکی دوسری بھیانک صورتوں پر ½ ۶ شلنگ، لونڈی رکھنے کے لیے صرف ½ ۱۰ شلنگ۔[2]

معافی اور مغفرت صرف زبانی ہی نہیں ہوتی تھی بلکہ تحریری بھی ہوتی تھی۔ اور پھر یہ صرف ان گناہوں ہی کے بارے میں نہ ہوتی تھی جو ہو چکے۔ بلکہ آئندہ جو گناہ کرنا ہوتا اس کی بھی معافی اور بخشش پیشگی کر دی جاتی جیسا کہ حسب ذیل اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے۔

"ہمارا رب یسوع مسیح تجھ پر رحم کرے گا۔ اور تجھ کو اپنی رحمت کاملہ سے معاف کرے گا۔ اما بعد مجھ کو سلطان الرسل پطرس و پولیس اور اس علاقہ کے بڑے پوپ کی جانب سے جو اختیارات دیئے گئے ہیں۔ ان کی بنا پر میں سب سے پہلے تیری خطاؤں کو بخشتا ہوں ——— خواہ کسی جگہ ان کو کیا ہو۔ پھر دوسرے تیرے قصوروں اور کوتاہیوں کو اگرچہ وہ شمار سے زیادہ ہوں بلکہ آئندہ کی لغزشوں کو جنہیں پوپ نے حلال کیا ہے اور جب تک کنجیاں رومی کلیسا کے ہاتھ میں ہیں۔

---

[1] معارف القرآن حصہ چہارم صفحہ ۴۱۔ از غلام احمد پرویز بحوالہ بک کی دینیاتی لغت **Buck's Theological Dictionary**

[2] ایضاً   [3] ایضاً   [4] ایضاً

میں ان تمام عذابوں کو بخشتا ہوں جن کا تو مطہر میں مستحق ہونے والا ہے۔ اور میں مقدس کلیسا کے اسرار، اس کے اتحاد اور خلوص کی طرف سے تیری رہنمائی کروں گا اور بپتسمہ کے بعد تو معصوم ہو جائیگا یہاں تک کہ جب تو مرے گا تو تجھ پر عذابوں کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ اور فردوس کے دروازے تیرے لیے کھول دیئے جائیں گے اور اگر تجھ کو فی الحال موت نہ آئی۔ تو یہ بخشش آخری دم تک اپنے پورے اثر کے ساتھ تیرے لیے باقی اور قائم رہے گی۔ باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے۔ آمین۔ یہ لکھا گیا ہے بھائی یوحنا کے ہاتھ جو کیل دوم کا قائم مقام ہے۔[1]

یہ ان معافی ناموں کی ایک نقل ہے۔ مغفرت کے ان پروانوں کے ذریعہ جب ہر گناہ معاف کیا جانے لگا تو اخلاق و کردار کی کیا حالت ہو سکتی ہے؟ اس پر زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں۔

”۱۵۱۷ء میں ایک پادری جان ٹیٹزل Tetzel نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر کسی عیسائی نے اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کی ہو اور وہ کچھ پوپ کے مغفرت کے صندوق میں ڈال دے تو پوپ کو دنیا اور آخرت دونوں میں یہ اختیار ہے کہ وہ اس کے گناہ معاف کر دے اور اگر پوپ نے گناہ معاف کر دیا تو خدا کو ایسا ہی کرنا پڑے گا۔[2]

کلیسا کا محکمہ احتساب و تفتیش

حضرت مسیح نے جو دین پیش کیا تھا۔ اس کو ان کے جانشینوں نے بالخصوص پال نے بدل دیا۔ پھر پال کا جو دین مسیحیت تھا اس کو کونسلوں نے اور خاص طور پر نیقیہ کونسل نے تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد تو یہ عام دستور ہو گیا کہ کچھ سالوں بعد کونسلیں منعقد ہوتیں۔ ان میں از سر نو عقاید و ایمانیات پر بحث ہوتی۔ مباحثوں پر ایک سے زیادہ فریق بن جانا معمول کی بات ہے۔ کونسلوں میں جب کوئی ایک فریق کسی طرح سے غالب ہو جاتا تو مخالف فریقوں کو یا تو کلیسا سے خارج کر دیتا یا انہیں بدعتی قرار دے دیتا۔ بدعتی کی تعریف مسیحی تعلیمات میں یہ کی گئی ہے۔ ”جو ارادہ اور اصرار کے ساتھ کلیسا کی تعلیم کے کسی منکشف مسئلے سے انکار کرے وہ بدعتی ہے۔“[3] اس طرح رومن کیتھولک کے نزدیک پروٹسٹنٹ بھی بدعتی تھے بلکہ ہر وہ عیسائی بدعتی تھا جو کیتھولک عقائد کے تحت نہ تھا۔

---

[1] اظہار الحق جلد دوم صفحہ ۴۳۵-۴۳۶۔ علامہ رحمت اللہ کیرانوی

[2] ایضاً بحوالہ شارٹ ہسٹری آف دی چرچ سی۔ پی۔ ایس۔ کلارک صفحہ ۲۷۰

[3] مسیحی تعلیم کے جوابات صفحہ ۸۰

ایک غیر کیتھولک پادری خورشید عالم کا بیان ہے۔ ”مسیحی درست ایمان اور مسائل میں اجنبی خیالات کے پیوند کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔[1] اس تعریف کی روشنی میں کیتھولک فرقہ پر یہ الزام آتا ہے کہ اس نے بدعت کو رائج کیا اور اجنبی خیالات کی پیوند کاری کی۔ ایک دوسرے کے سر بدعت کا الزام تھوپنے کے نتیجہ میں بیسیوں بلکہ سیکڑوں فرقے ظہور پذیر ہو گئے۔ وہ بھی اس دعوے کے ساتھ کہ وہی اصلی تعلیمات کے محافظ اور علمبردار ہیں۔ باقی سب بدعتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کلیسائیں بھی علیحدہ بنتی گئیں۔ اور حضرت مسیح کی تعلیمات سیکڑوں دعوے داروں میں بٹتی چلی گئیں۔

روما کے بعض پوپ صاحبان نے اپنی تمام تر بدکرداری، دنیا پرستی، بداخلاقی، دینی و دنیوی و روحانی پراگندگی کے علی الرغم اپنے نقادوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر رکھ دیئے۔ اور اس سلسلہ جبر و تعدی استمرار و دوام کو ایک دو سال، پانچ پچاس سال نہیں بلکہ صدیوں تک پھیلایا۔ اپنی متزلزل پاپائیت کو سنبھالنے، اپنی بداعمالی کو جائز قرار دینے، اپنی جہالت کو تقدس میں چھپانے اور اپنے اخلاقی انحطاط کو اپنی عظمت میں سمونے کی کوششوں میں انھوں نے بربریت کو مات کر دیا۔

لیکی لکھتا ہے کہ ”اسپین کے محکمہ احتساب کے حکم سے اکیلے ٹورکیمیڈا کی زیر صدارت دو ہزار نفوس زندہ جلائے گئے۔ اور سترہ ہزار اشخاص جنہوں نے مختلف شدائد کے بعد اپنے عقائد سے توبہ کر لی ان کا ذکر نہیں۔ چارلس پنجم کے عہد میں ہونے والے شہداء کا تو شمار تو تقریباً پچاس ہزار تک پہنچا ہے آگ میں زندہ جلانا خصوصاً جشن یا تہواروں کے موقع پر مسیحی احتساب کا خاص کارنامہ ہے۔“[2]

اس محکمہ احتساب نے بڑے لرزہ خیز مظالم خود عیسائیوں پر ڈھائے، جس کے نتیجے میں لاکھوں افراد کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اپنی جائیدادوں اور مال و منال کو چھوڑنا پڑا۔ یہاں تک بھی ہوا کہ اس محکمہ نے محض کسی مالدار کی مال و دولت اور جائیداد کو دیکھ کر اس کے مرنے کے کئی مہینوں بعد اس کی لاش کو قبر سے نکلوایا، اس پر نام نہاد مقدمہ چلایا، اس پر جرم ثابت کیا۔ اور پھر اس کی ہڈیاں جلا کر اس کی جائیداد اور دولت ضبط کر لی۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں انکویزیشن کے تحت ہے کہ ”پہلی تین صدیوں میں بدعتیوں کے

---

[1] تاریخ کلیسائے روما کبیری صفحہ ۴۹۱ پادری خورشید عالم

[2] تاریخ اخلاق یورپ جلد اول صفحہ ۳۹۰۔ لیکی

خلاف انہیں مذہب سے نکال دینے کی سزا تھی۔ چوتھی صدی عیسوی میں بدعتیوں کو حکومت اور قانون کا دشمن سمجھا جانے لگا۔ اس وقت ضبطی جائداد اور شہری حقوق چھین لینے کی سزا دی جانے لگی۔"

کاتھری نظریہ جس کو فرانس میں البی جنسز Albigenses کہا جاتا تھا۔ ۱۰۲۲ء میں فرانس کے رابرٹ دوم نے ان کے تیرہ "بدعتیوں" کو ارلینس Orleans میں زندہ جلا دیا۔ ہنری سوم نے چند کو گوسلر میں پھانسی دی۔"

محکمہ احتساب کے تفتیش کنندہ کے اختیارات بہت وسیع تھے۔ یہ اپنے نائب، مددگار، مشیر اور پولیس بھی رکھتے تھے[1] بہت سے تفتیش کنندگان زیادتی ظلم و تشدد میں مشہور تھے۔ مثلاً کونارڈ Konard، جس کو گریگوری نہم نے تفتیش کنندہ مقرر کیا تھا۔ تاریخ میں بدعتیوں کے بے رحم شکاری Heartless کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی طرح رابرٹ لی برغ Robert-le-Bougre کا نام بھی نفرت سے یاد رکھا جائے گا۔"[2]

جانسن لکھتے ہیں کہ "اشخاص کو ترغیب و تحریص دلائی جاتی تھی اور دھمکیاں دے کر مجبور کیا جاتا تھا کہ اپنے دشمن، اپنے دوست بلکہ اپنے عزیز و اقارب پر لعنت و ملامت کرتے رہیں ——— اس طرح ایک جاسوسی نظام قائم کیا گیا۔"[3]

پھر یہ مذہبی عدالتیں سیاسی جرموں کی بھی سزا تجویز کرتی تھیں۔ تیرھویں سے پندرھویں صدی تک عوام پر کلیسا کے مظالم نہایت عروج پر تھے۔ رومن کیتھولک چرچ نے بدعتیوں کے خلاف ایک زبردست مہم چلائی۔ پوپ گریگوری نہم نے ۱۲۳۲ء میں اس کا آغاز کیا۔ اس نے ہر حلقہ میں نقیب مقرر کیے جو معمولی سے معمولی شبہ پر لوگوں کو سخت سے سخت سزائیں دیتے تھے۔ ان کے فیصلوں کا مرافعہ صرف پوپ کے سامنے کیا جا سکتا تھا۔ سزا یافتہ اور جرائم پیشہ لوگوں کی شہادت بھی بدعتی کے خلاف قابل قبول سمجھی جاتی ——— جو لوگ اظہار ندامت کر لیتے ان کے ساتھ نرمی برتی جاتی یعنی صرف دُرّے لگانے یا روزے رکھنے یا مقدس مقام کی زیارت کرنے کی سزا دینے پر اکتفا کی جاتی تھی۔ لیکن جو لوگ اپنے کیے پر پشیمانی کا اظہار نہ کرتے ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا جاتا جس سے ان کی موت واقع ہو جاتی۔ ۱۴۸۳ء میں فرڈینینڈ اور

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۰-۲۷۱

[2] یورپ سولھویں صدی میں ۱۴۹۴ء تا ۱۵۹۸ء جانسن اے ایچ ترجمہ رحیم الدین صفحہ ۳۴۱

[3] تاریخ مذاہب صفحہ ۳۹۲-۳۹۳۔ رشید احمد

ازابیلا نے یہودیوں کے خلاف اس کو اسپین میں رائج کیا۔"[1]

۱۰۷۵ء میں جب کمبیرائے کے بشپ نے بعض کاتھریوں پر فتوٰی لگایا تو مجمع ان پر ٹوٹ پڑا اور ان سب کو ایک کمرے میں بند کر کے آگ لگا دی۔ ۱۱۱۴ء میں ایک مجمع ازخود بدعتیوں کو جیل خانہ سے گھسیٹ کر باہر لے گیا اور انہیں آگ کے سپرد کر دیا۔ ایسا ہی واقعہ کالون میں ہوا۔ اسی طرح ۱۱۴۵ء میں لیج کے مقام پر ایک بدعتی کو جلا دیا۔ بدعتیوں کی نسبت کوئی قانونی تحفظ نہ تھا۔ حکومت ان کی محافظ نہ تھی۔ پھانسی پر چڑھانا عام تھا۔ پوپ انوسینٹ سوم اور ہنوریئس سوم نے ۱۱۹۸-۱۲۲۷ء میں اپنے مشنری تفتیش کے لیے بھیجے تاکہ البی جینسز اور والڈنسیانی کو جرمنی کے اطراف سے ختم کر دے"۔ یہی پادری آگے چل کر لکھتا ہے کہ "بدعات کی تفتیش کا طریقہ رومن کیتھولک کلیسا پر گھناؤنا دھبہ ہے۔ اس کا جاسوسی کا طریقہ، آگ سے جلانا اور دکھ دے کر توبہ کی طرف راغب کرنا، مسیح خداوند کی روح کے خلاف تھا۔"[2]

فرانس، جرمنی، اٹلی اور اسپین جیسے یورپی ممالک میں "مقدس محکمہ احتساب" The Holy Office of the Inquisition کے کارناموں کی اس جھلک کے بعد ہم برعظیم پاک و ہند میں اس محکمہ کی کارگزاریوں پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ کیونکہ تشدد و بربریت میں یہ تمام ملکوں سے بازی لے گیا تھا۔

پادری برکت اللہ لکھتا ہے۔ "مقام افسوس ہے کہ اس محکمہ کے قیام میں فرانسیس زیویئر جیسے مقدس شخص کا بھی ہاتھ تھا۔ اس نے ۴ نومبر ۱۵۴۵ء کے روز شاہ پرتگال یوحنا (جان) سوم سے درخواست کی کہ یہ محکمہ ان پرتگیزی مقبوضات میں بھی قائم کیا جائے جو ہندوستان میں ہیں۔ یہ تجویز بادشاہ کے حسب دلخواہ تھی۔ چنانچہ ۴۰۰ سال قبل یہ محکمہ ۱۵۶۰ء میں گوا میں قائم کیا گیا جو زیادہ دو صدیوں تک اپنے فرائض نہایت تشدد سے ادا کرتا رہا ——— اس محکمہ کے افسر اعلیٰ کا رتبہ صدر اسقف اور وائسرائے سے بھی اونچا تھا۔ یہاں تک کہ وہ صدر اسقف اور وائسرائے کو بھی شاہ پرتگال کو اطلاع دے کر اور لزبن کے محکمہ احتساب کے احکام آنے کے بعد قید کر کے جیل میں ڈال سکتا تھا۔

محکمہ احتساب کی نسبت انیسویں صدی کا مشہور انگریزی مورخ لارڈ ایکٹن (Acton) لکھتا ہے کہ

---

[1] S. Reed Brett : Europe since the Renaissance, Part. 10 p. 85

[2] تاریخ کلیسائے روما اکبری صفحہ ۱۵۸-۱۶۰۔ پادری خورشید عالم

گذرا ہے۔ اور رومی کلیسا کے ممتاز اہلِ قلم میں سے تھا۔ "محکمہ احتسابِ عقائد کا اصول یہ ہے کہ پوپ کو زندگی اور موت پر اختیار ہے۔ جو شخص اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے اس کو ایذائیں دی جائیں۔ اور آگ میں جلا دیا جائے۔ اگر اس مقصد کو سر انجام دینے کے لیے کوئی باقاعدہ کارروائی نہ ہو سکے۔ تو تمام ضابطوں کو پسِ پشت پھینک کر مجرم کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے"۔ بالفاظِ دیگر اس محکمہ کا اصول یہ ہے کہ ایسے شخص کو جہاں کہیں پاؤ جان سے مار ڈالو۔

برصغیر پاک و ہند میں یہ محکمہ تشدد اور بے رحمی کے لحاظ سے تمام مغربی ممالک کے محکموں پر گوئے سبقت لے گیا تھا ——— ہندوستان میں یہ محکمہ نہ صرف ان مسیحیوں کو عقوبت دیتا تھا جو رومی کلیسا کے ماتحت نہ تھے بلکہ ہندو مسلمان اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو بھی نہ چھوڑتا تھا۔

اس محکمہ کو نہ صرف زندوں پر بلکہ مُردوں پر بھی [illegible] تھا۔ اس کو ہر مجرم کے مال و جائداد کو چھین اور ضبط کرنے کا حق حاصل تھا۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ کسی کی موت کے مہینوں بعد اس پر فردِ جرم لگائی جاتی۔ اس کی قبر کھدوا کر اس کی ہڈیاں سرِ عام جلائی جاتیں۔ اس کا زر و مال ضبط کر لیا جاتا اور جائداد چھین لی جاتی۔

اس محکمہ نے تقریباً ڈھائی سو سال تک ہندوستان کے پرتگیزی مقبوضات میں قیامت برپا رکھی۔ سیاح پائیرنڈ Pyrand بتلاتا ہے کہ ہندوستان میں اس محکمہ کی عقوبتیں پرتگال اور اسپین کے ممالک کے محکموں کے مظالم سے بھی بڑھ چڑھ کر تھیں۔ ہندوستان میں اس نے ہزاروں بے گناہوں کو ایذائیں دے دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہزار ہا افراد کو آگ میں زندہ جلا دیا۔ لاکھوں کو ایسے زندانوں میں مدتِ مدید تک ڈال رکھا جہاں قیدی موت کو زندگی پر ترجیح دیتے تھے بالآخر ۲۵۲ برس بعد ۱۶ جون ۱۸۱۲ء کے دن ڈون جوسے Don Jose نے گوا کا یہ محکمہ ختم کر دیا۔[1]

---

[1] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۷۷-۹۰، پادری برکت اللہ

کلیسائی درجہ بندی

(۱)

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے فوراً ہی بعد عیسائیوں میں فرقہ آرائیوں کا بازار گرم ہو گیا تھا وہ یہودی جو حضرت عیسٰی کے پیرو بن گئے تھے اور وہ غیر یہودی جو پیرو بنتے جا رہے تھے (جنہیں جنٹائلز کہتے ہیں) میں کشاکش شروع ہو گئی تھی۔ یروشلم کی کونسل کے بعد پولیس نے ختنہ نہ کرنے اور سؤر کا گوشت کھانے کی اباحت کر دی تھی۔ اس اباحت سے راسخ العقیدہ عیسائیوں میں بے چینی بڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ عقائد میں اختلاف شروع ہو گیا۔ لوگوں کی جتنی رائیں تھیں اتنے ہی عقائد تھے جس طرف میلانِ طبیعت ہوتا ویسے ہی نظریات بن جاتے۔ مسیحیت اطراف و اکناف میں وسعت پا رہی تھی۔ حضرت مسیح کی اصل تعلیمات مسخ ہو رہی تھیں۔ اور جوں جوں نئے افراد اس دائرہ میں داخل ہو رہے تھے وہ اپنے پرانے مذہب کی روایات و خصوصیات کے ساتھ آ رہے تھے۔ اس طرح فرقے بنتے جا رہے تھے اور ان کی جداجدا کلیسائیں وجود میں آ رہی تھیں۔ چنانچہ اس وقت صرف امریکہ میں عیسائی فرقوں کی تعداد ڈھائی سو کے قریب ہے اور اسی نسبت سے کلیسائیں بھی ہیں۔[1]

جنوبی افریقہ کے باتو قبائل میں تو فرقہ بازی کی انتہا ہو گئی۔ وہاں ۱۹۱۰ء سے اب تک ۱۴ سو عیسائی فرقے بن چکے ہیں۔[2] فرقوں اور کلیساؤں کی اتنی کثیر تعداد کی مثال کسی اور مذہب میں کم ہی ملے گی۔ یہ کلیسائیں صرف عقائد کی پیچیدگی کی وجہ سے ظہور میں نہیں آئیں بلکہ مختلف وجوہات کی بنا پر ایسا ہوا جن میں سے ایک زبان بھی ہے۔ پادری برکت اللہ لکھتا ہے کہ "زبان کے لحاظ سے دو قسم کی کلیسائیں نمودار ہوئیں اوّل وہ جو یونانی Hellenistic تھیں ان کی عبادت کی زبان یونانی تھی۔ انطاکیہ (شام) ان کا مرکز بن گیا دوسری وہ جو شامی تھیں اور جو سریانی یا آرامی زبان میں

---

[1] Frank S. Mead., Handbook of Denomination in the U. S. pp. 4—12 Index

[2] Associated Press Johannesberg, S. Africa, Aug. : 12, 1957

عبادت کرتی تھیں۔ ایڈیسہ ان کلیساؤں کا مرکز بن گیا۔ پھر ان کلیساؤں کی شاخیں اور مزید حصے بنتے گئے۔ چنانچہ یہی مصنف لکھتا ہے۔ مبداء و مخرج کے لحاظ سے مشرقی کلیسا بھی چار قسم کی ہیں۔

(۱) ہولی ارتھوڈکس Holy Orthodox پاک راسخ العقیدہ کلیسا جس کو گریک (یونانی) کلیسا بھی کہتے ہیں۔ یہ قدیم ترین کلیسا ہے۔

(۲) قومی یا ملکی کلیسا جو پانچویں یا چھٹی صدیوں میں اِفسس اور خلقدونیہ (کیلسڈون) کی کونسلوں کے خلاف وجود میں آئیں۔ یہ کلیسائیں حسب ذیل ہیں:

(الف) نسطوری کلیسا (ب) آرمنی یا گریگوری کلیسا (ج) قبطی یا مصری کلیسا (د) حبشہ ابی سینا کلیسا (ہ) قدیم شامی یا جیکوبائٹ کلیسا (یعقوبی کلیسا)

(۳) تیسرے وہ تمام کلیسائیں ہیں جو دوسرے طبقہ کی کلیساؤں کو چھوڑ کر مغرب کی رومی کلیسا کے ماتحت ہو گئیں۔ ان کو یونی ... نائیٹڈ یا ذیرہ کہتے ہیں گو یہ کلیسائیں رومی کلیسا کے پوپ کی متابعت کرتی ہیں تاہم اپنی قدیم خصوصی طرز عبادت کو قائم رکھے ہوئے ہیں ان میں ۸ کلیسائیں ہیں۔

(۴) چوتھا گروہ صرف لبنان کی قدیم ملکی یا قومی کلیسا[1] کا ہے جس کو مارونایٹ Maronite کلیسا کہتے ہیں۔ گویا مشرقی کلیسا کی ۱۳ شاخیں ہوئیں۔

اِفسس Ephesus

اِفسس Ephsus کی پہلی کونسل ۴۳۱ء میں منعقد ہوئی اس میں شرکت کے لیے قسطنطنیہ کا پیٹریارک نسطوریس Nestorius انطاکیہ سے آیا اس کی تعلیم یہ تھی کہ یسوع مسیح میں دو فطرتیں متحد نہیں تھیں۔ بلکہ اپنی الٰہی فطرت کو خدا باپ سے ورثہ میں پایا تھا اور انسانی فطرت کو اپنی ماں مقدسہ مریم سے۔ اور یہ کہ مقدسہ مریم خدا کی ماں نہیں تھیں۔ یہ کانفرنس شہنشاہ تھیوڈورس Theodorius نے شہر افسس میں بلوائی تھی۔ اس کانفرنس کا صدر اسکندریہ کا بشپ سیرل تھا۔ اس کونسل میں نسطوریس کے خلاف فتویٰ دیا گیا اور اسے پیٹریارک کے عہدہ سے خارج کیا گیا[2]۔ ۱۴۳ شام میں انطاکیہ کے بشپ بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب انہیں اس کارروائی کا علم ہوا تو انہوں نے اس کونسل کے مدمقابل دوسری کونسل بلوائی اور جواباً سیرل کو اس کے عہدہ سے معزول کر دیا۔ اس پر فریقین نے تھیوڈورس کو اپنی اپنی اپیل بھیجی۔ شہنشاہ نے سیرل کا ساتھ دیا اور نسطوریس کو ملزم گردانا۔ اور وہ جلاوطنی کے عالم میں ۴۴۰ء میں مر گیا۔

[1] منبع سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۲۷-۲۸

[2] تواریخ کلیسا کا مجمل بیان۔ ڈورتھیا جیلی اسٹیفن۔ ترجمہ اے فضل الٰہی پال صفحہ ۵۶-۵۷

اِفسس کی دوسری کونسل ۴۴۹ء میں بلوائی گئی۔ یوٹیکس Eutyches اسکندریہ کے راہب خانہ کا صدر تھا۔ اس نے مسیح کی ان دو فطرتوں کے خلاف جس کو اب نسطورین ازم کہا جانے لگا تھا تعلیم دینا شروع کی کہ مسیح کی انسانی فطرت اس طرح الٰہی فطرت میں معدوم ہو گئی جس طرح سرکے کا قطرہ سمندر میں کھو جاتا اس کو مانوفسٹائزم Monophysitism کہتے ہیں[1]۔

اسقفِ اعظم فلیوین نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ اس خیال کو کہ مسیح میں دو جدا ذاتیں ہیں۔ رد کر دیا گیا۔ تب مصری بشپ اور راہب یہ کہہ کر چلائے کہ جو مسیح کی ذات پاک کے ٹکڑے کرتا ہے اس کے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ فلیوین کو بارسوماس کے راہبوں نے دبایا[2]۔ فلیوین Flavin بے چارے کو اتنی بے رحمی سے مارا کہ وہ اس کے نتیجہ میں مر گیا[3]۔ دوسرے بشپوں نے کونسل سے فرار کی کوشش کی۔ انہوں نے بنچوں کے نیچے چھپنے کی کوشش بھی کی لیکن انہیں کھینچ کھینچ کر باہر نکالا گیا۔ اور خوب زدوکوب کیا گیا۔ ان سے دستاویز پر بالجبر دستخط کرائے گئے ——— جب پوپ لیو کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اعلان کیا کہ یہ کونسل کسی طرح بھی درست قرار نہیں دی جا سکتی۔ اس کا ایک ہی نام ہو سکتا ہے۔ "ڈاکوؤں کی کونسل"[4]

چالسیڈون کونسل ۴۵۱ء Council of Chalcedon

شاہ تھیوڈورس دوم مذکورہ واقعہ کے بعد جولائی ۴۵۰ء میں مر گیا[5]۔ اس کے بعد اس کی بہن ملکہ پورکیا تخت نشین ہوئی اس نے کونسل آف چالسیڈون کا اہتمام کیا۔ اس کونسل نے گذشتہ تمام کارگذاریوں کو اٹھا دیا۔ دوبارہ کیتھولک تعلیم کا اعلان کیا کہ "خداوند مسیح ایک کامل خدا اور کامل انسان ہے"[6]۔ یہ کونسل ۸ اکتوبر تا یکم نومبر ۴۵۱ء جاری رہی۔ اس میں ۶۰۰ بشپوں نے شرکت کی۔ پوپ کے نمائندوں نے ڈایاس کورس اور اس کے ہم نواؤں کی مخالفت کرتے ہوئے یہ قرار داد پاس کی کہ وہ مجلس میں علیحدہ بیٹھیں۔ انہیں رائے دہی کا حق نہیں ہے۔ اس پر ڈایاس کورس اور اس کے رفقاء نے شور مچایا کہ شاہ یہودی ہے اور مسیح کا مخالف ہے۔ ڈیاس کورس اسکندریہ کا اسقف اور سیرل کا جانشین تھا۔ اس نے ہی افسس کی پہلی کونسل کی صدارت کی تھی۔

[1] ایضاً صفحہ ۳۰

[2] تواریخ کلیسائے رومتہ الکبریٰ صفحہ ۹۔ پادری خورشید عالم

[3] تواریخ کلیسا کا مجمل بیان صفحہ ۹۵۔ ڈورتھیا جیلی اسٹیفن

[4] تواریخ کلیسا رومتہ الکبریٰ صفحہ ۹۔ پادری خورشید عالم

[5] تواریخ کلیسا کا مجمل بیان صفحہ ۶۰۔ ڈورتھیا جیلی اسٹیفن

اس کونسل میں بھی ہنگامہ برپا ہوگیا۔ بہرحال کونسل نے فیصلہ دیا کہ مسیح کی شخصیت ایسی متحدہ شخصیت ہے جس میں الٰہی اور انسانی دونوں ذاتیں موجود ہیں۔ یہ دو جداجدا ذاتیں نہ پیوستہ ہیں نہ مخلوط۔ اور نہ ہی ان میں کسی ہیئت کی تبدیلی ہوئی ہے۔ دونوں جداجدا قائم رہتی ہیں اور دونوں ذاتوں سے دو اشخاص مراد نہیں بلکہ ایک واحد بیٹا مراد ہے جو خدا کا کلمہ اور ہمارا نجات دہندہ ہے ———— اس طرح اس عقیدہ کا تصفیہ ہوا اور اب پھر مسلّمہ عقیدہ کے خلاف ہر نئی تعلیم و تحریر کو ناجائز قرار دے دیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ جو بشپ، نادر، راہب اور کلیسا کا فرد کسی نئی تعلیم کی نشر و اشاعت کرے اسے تعزیری سزائیں دی جائیں اور معزول کر کے اسے لعنتی گردانا جائے۔[1]

مشرقی کلیسائیں

مشرقی کلیساؤں کی مختصر تفصیلات حسب ذیل ہیں:

۱۔ گریک ارتھوڈوکس کلیسا

اس قدیم کلیسا کا پورا نام ہے "سات کونسلوں کا عالمگیر پاک جامع رسولی کلیسا" The Church of the Seven Councils, Ecumenical, Holy Catholic, and Apostolic Church

لیکن عام طور پر اس کو پاک راسخ العقیدہ The Holy Orthodox یا مشرقی کلیسا The Eastern Church. اور یونانی کلیسا The Greek Church کہا جاتا ہے۔ اس کلیسا کی بھی متعدد شاخیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کے ماتحت نہیں۔ تاہم ان کا بنیادی عقیدہ ایک ہی ہے کہ یسوع مسیح دنیا کے واحد منجی ہیں اور ان کا اس دنیا میں کوئی خلیفہ یا نائب نہیں۔ نیز روح القدس صرف باپ سے صادر ہوئی نہ کہ بیٹے سے۔ حالانکہ پروٹسٹنٹوں کے نزدیک یہ کفر ہے۔ یہ فرقہ پوپ کو منزہ عن الخطا نہیں سمجھتا۔

جب گیارھویں صدی میں اس واحد عالمگیر مسیحی کلیسا میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور اس کے مشرقی و مغربی دو ٹکڑے ہو گئے تو رومی یا لاطینی یا مغربی کلیسا اپنے آپ کو کیتھولک (یعنی جامع اور عالمگیر) کلیسا

---

[1] تاریخ روضۃ الکبریٰ صفحہ ۱۰۔ پادری خورشید عالم

کہنے لگی۔ اور یونانی یا مشرقی کلیسا کا نام ارتھوڈوکس (راسخ العقیدہ) پڑ گیا۔[1]

۲۔ نسطوری یا کلدی کلیسا Nestorian Church

یہ ایڈیسہ میں جڑ پکڑ چکا تھا۔ شاہ زینو نے نسطورین ازم کا اسکول ایڈیسہ میں حکماً بند کر دیا تو نسطورین ازم ہندوستان اور چین میں پھولتا پھیلتا رہا۔[2]

اس کلیسا کے زوال کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ۱۴۵۰ء سے اس کلیسا کے پیٹریارک نسل در نسل گدی پر بیٹھتے چلے آئے۔ چچا کے بعد اس کا بھتیجا پیٹریارک ہوتا تھا۔ اس عہدہ کے لیے یہ شرائط ہوتی تھیں۔ کہ امیدوار کنوارا ہو۔ گوشت خور نہ ہو بلکہ اس کی ماں نے بھی حمل اور رضاعت کے زمانہ میں گوشت سے پرہیز کیا ہو ———— بعض اوقات یہ پیٹریارک ۱۲ سال یا اس سے بھی کم عمر کے لڑکے ہوتے تھے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح میں دو ذاتیں تھیں۔ ابن اللہ اور ابن آدم۔ بیٹا خالص خدا ہے اور مسیح خالص انسان یعنی دو شخصیتیں دو حقیقتیں۔

مونوفی زایت کلیسا

اس کو جیکوبایٹ (یعقوبی) کلیسا اور قدیم شامی کلیسا بھی کہتے ہیں۔ اس کلیسا کا صدر مقام مردان کے قریب دیر الزعفران Deir-ez-Zaferan کی خانقاہ ہے۔

افسس کی کونسل منعقدہ ۴۳۱ء کیلسڈن کی کونسل منعقدہ ۴۵۱ء اور قسطنطنیہ کی تیسری کونسل منعقدہ ۶۸۰ء نے ان کلیساؤں کو بدعتی قرار دیا تھا۔ اس کے باوجود یہ کلیسائیں اپنے عقائد پر قائم رہیں ———— کسی زمانہ میں اس کلیسا اور نسطوری کلیسا دونوں کے شرکار کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ان "بدعتیوں" کا وجود کلیسائے جامع کے لیے خطرہ کا باعث بن گیا تھا۔[3]

ارمنی کلیسا یا گریگورین کلیسا

کلیسائی روایت کے مطابق مقدس تدی اور برتلمائی حضرت مسیح کے دو رسولوں نے پہلی صدی کے نصف حصہ میں ارمنی کلیسا کی بنیاد ڈالی تھی۔ ارمنی کلیسا کا درخشندہ ستارہ گریگوری تھا جو مسیحی ہو گیا تھا[4]

---

[1] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۲۹۔ پادری برکت اللہ
[2] تواریخ کلیسائے روضۃ الکبریٰ صفحہ ۱۱۔ پادری خورشید عالم
[3] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۳۸ پادری برکت اللہ
[4] ایضاً صفحہ ۳۶۔۴۰

اس نے کلیسا کو ایسا مستحکم اور استوار کر دیا کہ اس کو ارمینیا کو منوّر کرنے والا گریگوری کہا جانے لگا۔ اسی کے نام کی نسبت سے ارمنی کلیسا کو "گریگورین کلیسا" بھی کہتے ہیں۔ گریگوری ارمنی کلیسا کا پہلا پیٹریارک تھا۔ اس نے دار السلطنت میں پہلا گرجا کوہ ارارات کے قریب تعمیر کیا۔ اس کلیسا نے بھی چالیسڈون کونسل کے فیصلوں کو رد کر دیا۔ ارمنی کلیسا رومی کلیسا کے اس دعویٰ کی تردید کرتی ہے کہ وہ تمام دنیا کی کل کلیساؤں کی ماں ہے اور اس کا پوپ دیگر پیٹریارکوں سے درجہ اور مرتبہ میں افضل و اعلیٰ ہے۔ بلکہ یہ کلیسا پوپ کو دیگر پیٹریارکوں میں سے ایک پیٹریارک مانتی ہے اور پوپ کے خطا سے منزہ ہونے سے انکار کرتی ہے نہ اس کو حضرت مسیح کا نائب یا خلیفہ سمجھتی ہے[1]۔ علاوہ ازیں نہ صرف مسیح کے کفارہ کے قائل نہیں۔ بلکہ مریم کے تہواروں میں نہ صرف اپنی بلکہ اپنے عزیز کی طرف سے قربانیاں کرتے ہیں۔

رومن کیتھولک کلیسا

روم والوں کا کہنا ہے کہ روم میں کلیسا کی بنیاد پطرس اور پال رسولوں نے رکھی اور ہم ان رسولوں کے مقبروں کے مجاور ہیں۔ قسطنطنیہ اور روم والوں میں اختلاف اس وقت اور بھی زیادہ ہوا جب کہ تھیوڈوسیس نے ۳۹۵ء میں انتقال کیا۔ جو پوری سلطنت کا واحد حکمران تھا۔ اس کی سلطنت اس کے بیٹوں میں تقسیم ہوگئی ارکاڈیوس Arcadius مشرقی حصہ کا فرمان روا اور ہونوریوس Honorius مغربی حصہ کا بشمول اٹلی بادشاہ ہوا۔ اس طرح مشرق و مغرب کے بشپ بھی نہ صرف جغرافیائی لحاظ سے بلکہ سیاسی وفاداریوں کے اعتبار سے بھی تقسیم ہوگئے۔ ۱۰۵۴ء میں مغربی و مشرقی کلیسائیں بالکل علیحدہ ہوگئیں۔

مغربی کلیسا نے اپنا نام "رومن کیتھولک" رکھا اور مشرقی کلیسا یعنی قسطنطنیہ والوں نے "آرتھوڈوکس کلیسا" نام رکھا۔ رومی و لاطینی یا مغربی کلیسا کا صدر پاپائے اعظم کہلاتا تھا۔ جب کہ دوسری کلیساؤں کا صدر پیٹریارک سے موسوم تھا۔ یہ سب سے قدیم فرقہ ہونے کا دعویدار ہے اس کی آبادی اس وقت تمام عیسائیوں میں زیادہ ہے۔ اس وقت اس کا پاپائے اعظم پوپ پال ششم ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقے کے لوگ اس فرقہ پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ بت پرست فرقہ ہے۔

یونانی مشرقی کلیسا

چوتھی صلیبی جنگ کے وقت ۱۲۰۴ء میں قسطنطنیہ پر خود یورپی عیسائیوں نے یلغار کر کے قبضہ کر لیا حالانکہ یہ بھی عیسائی ملک تھا۔ آٹھ دن تک یہاں لوٹ مار، قتل و غارت گری اور آتش زنی کا بازار گرم رہا جس کی

---

[1] سلطنت معظم اور مسیحیت صفحہ ۴۰۴

وجہ سے تاریخ اور فنون لطیفہ کا سب سے بہترین ذخیرہ تباہ ہوگیا۔ رومی عیسائی بادشاہوں نے یہاں حکومت شروع کر دی تو یونانی عیسائی بادشاہ ایشیائے کوچک میں نائس چلے گئے اور وہاں سے حکومت کرنے لگے ۱۲۶۱ء میں یونانی عیسائیوں نے دوبارہ قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور رومیوں کی حکومت ختم کی۔ ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کو مسلمانوں نے اسے فتح کیا۔ اس طرح مشرقی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ مسلمان حکمرانوں نے قسطنطنیہ کے پیٹریارک کو اجازت دی کہ وہ اپنے مذہبی معاملات جاری رکھے۔

۱۸۲۹ء میں جب روسی استعمار کے سہارے یونان کی خود مختار حکومت قائم ہوئی۔ تو یونان نے خود کو قسطنطنیہ کے پیٹریارک سے علیحدہ کر لیا۔ ۱۸۳۳ء میں یونانیوں نے ہر غیر ملکی کلیسائی اقتدار سے علیحدگی کا اعلان کر کے اپنے آپ کو مختار بنا لیا۔ اس نئے خود مختار کلیسا نے ہولی سنڈ Holy Synod. قائم کی جو کلیسا کا انتظام سنبھالے۔ ۱۸۵۰ء میں قسطنطنیہ کے پیٹریارک نے گریک یا ہیلینک Hellenic کلیسا کی خود مختاری کو تسلیم کر لیا۔ آج کل "نیشنل چرچ آف گریس" ایتھنز کے آرچ بشپ کے تحت ہے لیکن شمالی یونان کے متعدد ڈایوسس Dioceses قسطنطنیہ (استنبول) کے پیٹریارک کے ماتحت ہیں[1]۔

روسی کلیسا

نویں صدی عیسوی میں قسطنطنیہ کے پیٹریارک نے روس میں مشن بھیجے۔ ۹۵۵ء میں روس کی مشہور شہزادی اولگا یعنی ڈیوک اگر کی بیوی نے مشرقی کلیسا میں بپتسمہ لیا۔ اس کے باوجود بجائے اس کے کہ ان پر عیسائیت کی گہری چھاپ پڑتی وہ اپنے پرانے عقائد سے چمٹے رہے۔ روسی کلیساؤں کا مورخ یوجینوس گلوبینسکی Eugenius Globinsky کہتا ہے "روس نے نویں صدی میں بپتسمہ لیا تھا لیکن وہ عیسائی نہیں ہوا تھا۔"[2]

۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ جب مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا تو فوراً روسیوں کو خیال پیدا ہوا کہ ماسکو کو تیسرا روم بننا چاہیے۔ کیوں کہ روس کے ایک زار نے آخری بازنطینی شہنشاہ کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ اس طرح وہ بازنطینی شہنشاہیت کے وارث ہیں۔ چنانچہ ڈین بی نقل کرتا ہے کہ "قدیم روم کا کلیسا اس لیے زوال پذیر ہوا کہ وہ الحاد کا مرتکب تھا۔ دوسرے روما یعنی قسطنطنیہ کے دروازے "کافر ترکوں" کی کلہاڑیوں سے اکھاڑ دیئے گئے۔ لیکن ماسکو کا کلیسا جو نئے روما کا کلیسا ہے۔ پوری کائنات میں آفتاب سے بھی بڑھ کر

---

[1] Babylon the Great has fallen, pp. 585-586

۳ اس دور رخشاں ہے۔ تیسرا اپنی جگہ مضبوطی سے قائم ہے۔ چوتھا وجود میں نہیں آسکتا۔[1]

عیسائیت ماسکو میں منتقل ہو گئی تھی۔ اس کے باوجود کلیسائی نظام مکمل طور پر خود مختار نہ تھا۔ ۱۶۵۷ء تک ماسکو کے پیٹریارک قسطنطنیہ کی رضامندی حاصل کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔ ۱۶۶۰ء میں روسی سفیر نے پیٹریارک قسطنطنیہ ڈایونی سس دوم اور دوسرے یونانی پیٹریارکوں سے یہ دستاویزی اعلان وصول کیا کہ روسی پیٹریارک خود اپنے اہل کلیسا سے منتخب ہوا کرے گا۔ جس کے لیے کسی یونانی پیٹریارک سے منظوری کی ضرورت نہ ہوگی۔ رومی پوپ صاحبان نے خاص طور پر لیو دھم، کلیمنٹ ہشتم اور گرگوری ۳ نے سولھویں صدی میں اپنی کوششیں شروع کر دیں کہ روسی کلیسا کا ان کے رومن کیتھولک کلیسا سے اتحاد ہو جائے۔[2]

پیٹر اعظم (۱۶۹۰-۱۷۲۵ء) روس کے بادشاہ نے کلیسا کے عہدہ پیٹریارک کو ختم کر دیا اور اس کی جگہ ایک مجلس مقرر کی۔ اس مجلس کی صدارت غیر مذہبی شخص کرتا تھا۔ اس طرح کلیسا حکومت کے زیر اثر آگیا۔ نومبر ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب کے بعد حکمران پارٹی نے کلیساؤں کی جائیداد اور اہل کلیسا کے اثاثوں کو ضبط کرنا شروع کر دیا اور اعلان کیا کہ "مذہب لوگوں کے لیے افیون" ہے۔ اس کے باوجود جب انہوں نے دیکھا کہ مذہب کو ختم کرنا دشوار ہے تو اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے انہوں نے کلیسا کو استعمال کرنا شروع کیا۔

۱۹۴۵ء میں ماسکو کے نواح میں "رشین آرتھوڈوکس چرچ کونسل" کی میٹنگ ہوئی۔ جس کی وجہ سے مذہبی عہدیداروں میں مذہب کے مستقبل کے بارے میں اچھی امیدیں قائم ہو گئیں۔ میٹروپالیٹن بنجامن سابقہ آرک بشپ، ماسکو پیٹریارکیٹ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ روسی دار الخلافہ ماسکو اب "تیسرا روم" بن گیا۔ اور مستقبل میں "ماسکو" تمام کلیساؤں کی میٹنگوں کا مرکز ہوگا۔

ماسکو کو اہم مقام بنانے کے خیال سے روسیوں نے ماسکو کے پیٹریارک الیکسس[3] Alexis کو امداد دی اور اس کی ہمت افزائی کی کہ اپنے تعلقات بیرون ملک زیادہ سے زیادہ بڑھائے تاکہ وہ خود اور پھر روسی آرتھوڈوکس کلیسا عیسائی دنیا میں اپنے قائدانہ مقام کا دعویٰ کر سکے۔ اس دور اندیشانہ خیال کے ساتھ روسی کلیسا نے "عالمی کونسل برائے کلیسا" میں داخلہ کی درخواست بھی دی۔ اس کونسل

---

[1] تاریخ یورپ جلد اول برنٹن صفحہ ۵۱۲، ۵۱۳

[2] Babylon the Great has fallen, p. 489

[3] عالمی انسائیکلوپیڈیا جلد دوم صفحہ ۳۰۷

کی تیسری اسمبلی ۱۸ نومبر تا ۶ دسمبر ۱۹۶۱ء نئی دہلی میں ہوئی تھی۔ اس کونسل میں پچاس سے زائد ملکوں کے ۱۷۵ ممبر کلیساؤں کے ۵۷۶ مندوبین شریک ہوئے۔ اس اسمبلی میں ۲۳ نئے کلیسائی گروپوں کو "ورلڈ کونسل" کا ممبر بنایا گیا۔ ان میں چار اشتراکی ملکوں کے ہیں یعنی روسی آرتھوڈوکس چرچ، پولینڈ، بلغاریہ، رومانیہ۔ ان کے علاوہ ۱۹ گروپس امریکہ، افریقہ، ایشیا اور لاطینی امریکہ کے تھے۔ اس داخلہ سے "ورلڈ کونسل" کے کلیسائی ممبروں کی تعداد ۱۹۶ ہو گئی جو ۶۰ سے زائد ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔[1] ادھر کمیونسٹ روس اور عیسائی رومن کیتھولک کے تعلقات اس حد تک بڑھے کہ پوپ جان ۲۳ نے خلاف توقع الیکسی اڈزنبوت Aleksei Adzhubel کو اپنی لائبریری میں بلایا۔ یہ ملاقات ۱۸ منٹ جاری رہی۔ الیکسی روسی وزیر اعظم خروشچیف کا سالا ہے اور کمیونسٹ اخبار ازوستا کا ایڈیٹر ہے۔[2]

ایک اور اخبار نے بعنوان "پوپ کمیونسٹ سے ملاقات کرتا ہے" خبر شائع کی۔

"تاریخ میں پہلی مرتبہ رومن کیتھولک کے پوپ نے ایک اعلیٰ سوویٹ لیڈر کا استقبال کیا جس ملاقات کے بارے میں کہا گیا کہ "روم اور ماسکو کے درمیان پرجوش تعلقات ہیں۔"[3]

پروٹیسٹنٹ کلیسا

سولھویں صدی میں مارٹن لوتھر کی سرکردگی میں ایک تحریک رومن کیتھولک کے معافی ناموں کی فروختگی کے خلاف چلی حالانکہ وہ خود رومن کیتھولک پادری تھا۔ اس نے ۹۵ نکات احتجاج کے طور پر لکھ کر وٹن برگ Wiltenberg جرمنی کے کیسل چرچ Cartle Church کے دروازے پر ایک کیل ٹھونک کر لٹکا دیے۔ اس پر بڑے ہنگامے ہوئے۔ بالآخر رومن کیتھولک سے علیحدہ ایک اور فرقہ وجود میں آگیا۔ پھر یہ فرقہ بھی مختلف جماعتوں میں بٹ گیا۔ اور ہر گروہ نے اپنا اپنا کلیسا الگ بنا لیا۔ اراسمس کو پروٹسٹنٹ نے اپنی مدد کے لیے بلایا۔ یہ ایک انقلابی مصلح سمجھا جاتا تھا۔ اس نے کتاب مقدس کا لاطینی میں نیا ترجمہ کر کے قدیم غلطیوں سے پاک کیا تھا۔ لیکن اراسمس پروٹسٹنٹ پارٹی پر اعتبار نہ کرتا اور وہ لوتھر کی تعلیم کا لازمی نتیجہ بغاوت سمجھتا تھا۔[4]

---

[1] Bebylion the greet has fallen p. 491

[2] Associated Press despatch March 7, 1963,

[3] Times Magazine March 15, 1963.

[4] تواریخ کلیسائے روم، انگریزی صفحہ ۱۸۰، پادری خورشید عالم۔

اگرچہ ہر فرقہ میں اختلافات موجود ہیں۔ کوئی مسیح کو صرف بشر مانتا ہے تو کوئی ابن اللہ۔ کسی کے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی رکھنا جرم ہے تو کسی کے نزدیک بارہ بیویاں بھی جائز ہیں۔ جیسا کہ مورمن فرقہ سمجھتا ہے جو امریکہ کی سرحدوں پر آباد ہے۔ لیکن ہولناک اختلافات رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹس میں ہیں جن کی وجہ سے یورپ میں جنگوں کا سلسلہ سالوں تک چلا تھا، مختصراً حسب ذیل ہیں۔

رومن کیتھولک	پروٹسٹنٹ
۱- خدا نے اپنا منشاء بائیبل میں ظاہر کیا۔ لیکن اس کے اظہار اور تفسیر کا حق صرف اسی کو ہے۔ اس کلیسا کے احکام خاص خدا کے احکام ہوتے ہیں بے خطا اور بھول چوک سے پاک۔	۱- صرف بائیبل ہی احکام خدا کی آئینہ دار ہے ہر مسیحی بائیبل کا منشاء سمجھ سکتا ہے۔
۲- تقدیس شدہ پادری خدا اور انسان کے درمیان واسطہ ہیں۔ انہیں گناہ معاف کرنے کے اختیار ہیں۔ پوپ کی نافرمانی مسیح کی نافرمانی ہے۔ پوپ معصوم اور بے گناہ ہوتا ہے۔ وہ مختلف عقائد کم یا زیادہ کرنے کا مجاز ہے اور کوئی اس پر حرف گیری نہیں کر سکتا۔	۲- پوپ اور پادریوں کو اس خود ساختہ مرتبہ کا قطعی حق نہیں۔
۳- خدا اولیاء کے ذریعہ معجزات ظاہر کرتا ہے جس سے اس کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔	۳- صرف مسیح کے معجزے صحیح و درست ہیں۔ باقی لوگوں کے معجزوں کا پروٹسٹنٹ مضحکہ اڑاتے ہیں۔
۴- مقدس مریم اور ولیوں کے مجسمے بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔	۴- پروٹسٹنٹ اس بت پرستی کے قطعی خلاف ہیں۔
۵- کئی کلیسائی رسموں اور تہواروں کے دن مناتے ہیں	۵- ان کی رسمیں بجز انجلیکن چرچ کے سادہ ہیں اور صرف بپتسمہ کے قائل ہیں
۶- مسیح عشائے ربانی میں بذات خود	۶- ان کا اعتقاد ہے کہ روٹی اور شراب

رومن کیتھولک	پروٹسٹنٹ
حاضر ہوتا ہے۔ روٹی اور شراب حقیقت میں مسیح کے بدن اور خون میں بدل جاتے ہیں۔	مسیح میں تبدیل نہیں ہوتے
۷- مختلف ولیوں اور مسیح و مریم کے مجسمے اور بت اپنے کلیسا میں رکھتے ہیں۔	۷- یہ لوگ اسے صریحاً بت پرستی سمجھتے ہیں۔ بہت سے فرقے تقدیر اور نجات بالایمان کے قائل ہیں یعنی صرف مسیح پر ایمان لانا ہی نجات کے لیے کافی ہے۔

انجلیکن کلیسا

انجلیکن (انگریزی) کلیسا عیسائیت کی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ سینٹ آگسٹائن کی کوششوں سے چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں انگلستان جو پہلے بت پرست تھا عیسائی ہو گیا۔ اس وقت وہاں رومن کیتھولک کی ایک شاخ قائم کر دی گئی۔ یہ الحاق سولھویں صدی تک قائم رہا۔ وقتاً فوقتاً یہاں اصلاحِ مذہب کی تحریکیں اٹھتی رہیں مگر ظلم و تشدد سے دبا دی جاتی رہیں۔ سولھویں صدی میں بادشاہ انگلستان ہنری ششم اور پوپ کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔ اس کے نتیجے میں ہنری نے رومی کلیسا سے تمام تعلقات ختم کر دیئے۔ اور ۱۵۳۴ء میں وہ خود کلیسا کا حاکم اعلیٰ بن بیٹھا۔ تاہم عبادات اور مذہبی رسومات میں انگریزی کلیسا رومی طریقہ کا پیرو رہا۔ جرمنی اور فرانسیسی عوام کے برعکس انگلستان کے لوگوں کو رومی کلیسا سے زیادہ شکایتیں نہیں تھیں۔ انگریزی کلیسا میں دعائیں وغیرہ انگریزی زبان میں رائج ہو گئیں ——— ملکہ الزبتھ اول کے زمانہ میں انگریزی کلیسا رومی کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے عقاید کے درمیانی راستہ پر چلتا رہا۔ سترھویں صدی میں پیوریٹین Puritan فرقہ نے متعدد کوششیں کیں کہ کسی طرح[1] یہ کلیسا رومن کیتھولک سے دست بردار ہو جائے ——— دوسری جانب مارٹن لوتھر کے ہمنواؤں کے ساتھ بڑا تشدد برتا گیا۔ آخر کار ۱۷۰۱ء میں طے پایا کہ برطانیہ کا بادشاہ ہمیشہ پروٹسٹنٹ رہے گا۔[1]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم جلد دوم صفحہ ۲۲۷

یہ چند مشہور کلیساؤں کی مجمل تاریخ ہے۔ ورنہ لاتعداد مسیحی فرقے ہیں اور تقریباً ہر فرقہ کا الگ کلیسا ہے۔ اس وقت صرف امریکہ میں تقریباً ڈھائی سو فرقے موجود ہیں۔

کلیساؤں کے باہمی جھگڑے۔

یہ ایک فطری امر ہے کہ جب کلیساؤں نے اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنی انفرادیت قائم کرنے کی کوشش کی تو ان کے پیروؤں میں شدید اختلاف پیدا ہوا۔ اور ہر فرقہ خود کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش میں دوسرے کو غلط اور بدعتی بتانے لگا۔ اس طرح اختلاف' عداوت اور دشمنی میں تبدیل ہو گیا۔ مذہبی اختلافات کے علاوہ اقتدار کا بھی مسئلہ تھا جس کے حصول کے لیے عیسائی ملکوں میں خوفناک جنگیں ہوئیں۔

عیسائیوں کے آپس کے مکروہ اور گھناؤنے جھگڑوں کو ایک پادری اس طرح بیان کرتا ہے:

"گو ابتدا سے کلیسا میں تفرقہ بندی چلی آرہی ہے ——— لیکن تھوڑے عرصہ بعد یگانگت پیدا ہو گئی تھی ——— اب تفرقہ بندی میں صدیاں گذر چکی ہیں۔ نفاق کی خلیج بڑھتی ہی جاتی ہے ——— اول الذکر مشرق و مغرب یعنی بازنطینی اور رومی کلیسا کی تفریق ہے جو بارھویں صدی سے جاری ہے اور موخر الذکر دہ فرقہ بندی ہے جس نے کلیسائے روم کو انگلستان، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کی کلیساؤں میں بانٹ دیا ہے۔ اس تفرقہ بندی کو چار سو برس گذر چکے ہیں۔ ہر علاقہ کا کلیسا اپنے آپ کو کامل' خود مختار' ایمان کا محافظ' مسائل کا پاسدار اور خطا سے پاک سمجھتا ہے۔ ہر ایک کا دعویٰ ہے۔ "ہم چون ما دیگرے نیست"۔[1]

کلیساؤں کے باہمی جھگڑوں کے کچھ واقعات بالخصوص مشرقی و مغربی کلیسا کے افتراق و اختلاف کے کچھ حالات تحریر کیے جاتے ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان عیسائی حضرات کے پیش نظر حضرت مسیح کے پیغام امن کی زیادہ وقعت تھی یا اپنے اقتدار کی۔

چند دعوے اور اُن کے جواب

مشرقی کلیسا کے مقابلہ میں مغربی کلیسا یعنی روم والوں نے دعویٰ کیا کہ

۱۔ "ہماری کلیسا تمام کلیساؤں کی ماں اور ان کی مکھ ہے۔" یہ دعویٰ پوپ نے قسطنطنیہ کی کونسل منعقدہ ۳۸۲ء کے موقعہ پر ایک خط کے ذریعے کیا۔ لیکن آریتنس نے یروشلم کی نسبت یہ جواب دعویٰ

---

[1] تاریخ کلیسائے روما الکبریٰ صفحہ ۶۳۔ پادری خورشید عالم

پیش کیا کہ وہ نئے عہد نامہ کے باشندوں کا دار السلطنت ہے یا بمنزلہ ماں کے ہے۔"

۲۔ کلیسائے روم کا دعویٰ ہے کہ وہ مقدس پطرس کی مقرر کردہ ہے۔" اس کا جواب دیا گیا کہ "اس دعویٰ کا تاریخی ثبوت نہیں کیونکہ مقدس پولوس کے شہر روما پہلی مرتبہ ۶۱ء میں جانے سے پیشتر ہی وہاں مسیحی مقیم تھے۔ اور مقدس پولوس نے کتاب روم ۱:۱۰-۱۲ میں روما جانے کی خبر دی ہے اس خط میں وہ مقدس پطرس کا کوئی ذکر نہیں کرتا لہذا ممکن نہیں کہ اس نے وہاں کسی کلیسا کی بنیاد رکھی ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ پولوس نے دوران قید مقدس پطرس کو وہاں آنے کی دعوت دی ہو تاکہ آکر رومی کلیسا کو منظم کرنے میں اس کی مدد کرے۔"

۳۔ کلیسائے روم کا دعویٰ ہے کہ مقدس پطرس پچیس سال تک روما کا بشپ رہا ہے۔ جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ دعویٰ بدعتی اشک کی کتاب کلیمنٹائن ہومیلیز اینڈ ریکگ نیشنز Clementine Homiles and Recognitions. سے ماخوذ ہے دیگر غیر مستند کتب میں بھی بیان ہے۔ مثلاً پطرس اور پولوس کے اعمال۔ انجیل جو پطرس کی معرفت لکھی گئی ——— مقدس یوسیبیس جو تھی صدی میں ان کتب کے متعلق رقم طراز ہے کہ ہم ان کتابوں کو قدیم کیتھولک کتب میں شامل نہیں کرتے پوپ گلیسیس ۴۹۲-۴۹۶ء ان کو باطل، فرضی تحریریں کہتا ہے۔

۴۔ کلیسائے روم کا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے خداوند نے مقدس پطرس کو اپنے دیگر حواریوں پر کامل اختیار عطا فرمایا تھا۔ اور اپنی کلیسا کو کلیۃً اس کے ماتحت کر دیا تھا۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں وہ متی ۱۶: ۱۸-۱۹، لوقا ۲۲: ۳۱-۳۲ اور یوحنا ۲۱: ۱۵-۱۷ پیش کرتے ہیں۔ جواب دعویٰ یہ ہے۔ "متی ۱۸: ۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ باقی تمام رسولوں سے بھی کہے گئے ہیں۔ نیز یہ کہ قدیم مصنفین مذکورہ بالا دعویٰ میں اختلاف رکھتے ہیں۔"

۵۔ پوپوں کا دعویٰ ہے کہ وہ الٰہی شریعت و قوانین کو منسوخ کرنے کی بھی طاقت و اختیار رکھتے ہیں۔ کلیسائے روم کے محققوں نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ پوپ کو اختیار ہے کہ وہ قانون قدرت کے خلاف' پولوس رسول کے خلاف' اور عہد نامہ جدید کے خلاف عمل کر سکتا ہے۔ اگر چاہے تو عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید کے جملہ احکام کو بھی منسوخ کر سکتا ہے۔ ۱۵۶۷ء میں کارڈینل نرابریلا نے پوپوں کو خدا سے بھی برتر بنا دیا۔"

اس دعویٰ کا کوئی جواب دعویٰ ان صفحات پر نہیں ہے (صدیقی)

۶۔ پوپوں کا دعویٰ ہے کہ وہ کلیسا میں افضل ترین ہیں۔ بلکہ کلیسا کی تمام کونسلوں پر کامل اختیار

رکھتے ہیں۔ جواب دعویٰ میں کہا گیا۔ "اگر دیکھا جائے تو اس کے برعکس یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ کونسلوں نے کئی پوپوں کو اُن کے عہدہ سے برطرف کیا اور کلیسا سے خارج کر کے ملعون ٹھہرایا۔"[۱]

یہ وہ دعوے اور جواب دعوے ہیں جو کلیساؤں کے درمیان چلتے رہے۔ ہر دعویٰ کے ثبوت اور تردید میں بھی اناجیل کے حوالے ہی پیش کیے گئے ہیں۔ اگر دونوں صحیح ہیں اور دونوں کا مآخذ اناجیل ہی ہیں تو یہ امر اور زیادہ پختہ ہو جاتا ہے کہ عہد جدید کی کتب تضاد و تناقض سے بھری ہوئی ہیں۔

ان کلیساؤں میں۔ ۸۵۰ء میں مسودہ قوانین پر جھگڑا تھا جس میں لکھا تھا کہ پوپ کلیسا کا ناظم اعلیٰ اور دستور ساز ہے۔ لیکن اس مسودہ میں وہ قوانین درج نہیں تھے جن کو کلیسائی کونسلوں نے نافذ کیا تھا۔ بلکہ وہ قوانین تھے جن کو پاپائے روم نے خود وقتاً فوقتاً نافذ کیا تھا ——— ان کو جعلی حکم نامے .Decretals کہتے ہیں۔ ان کو پوپوں نے اصلی قرار دے کر اپنے اقتدار کی مضبوطی اور وسعت کے لیے استعمال کیا تھا۔

پادری برکت اللہ لکھتا ہے۔ "روم کے پوپ نکولس اول ۸۵۸ء تا ۸۶۷ء نے انہیں نقلی اور جعلی کے بجائے اصلی قرار دے دیا اور کہا کہ یہ اصلی دستاویزیں ہیں جو روم کے قدیم بشپوں کے خطوں اور فیصلوں پر مشتمل ہیں۔ اس نے ان کو قانون کلیسا کا جزو لاینفک قرار دے دیا۔"[۲]

پادری خورشید عالم کہتا ہے کہ "نکولس اول کے بعد تمام پوپوں نے ان جعلی حکم ناموں کو اپنے اختیار و اقتدار کے لیے استعمال کیا۔ لیکن پندرھویں صدی میں ان کے جعلی اور باطل ہونے کے بیّن ثبوت مل گئے ———"[۳]

دساتیر اور عقائد میں اختلاف

ان دعاوی کے علاوہ مختلف دستور و عقائد پر بھی اختلاف بڑھا ——— مثلاً

۱۔ ہفتہ کو روزہ رکھنا۔

۲۔ روزہ میں دودھ پینا اور پنیر کھانا۔

۳۔ خادمانِ دین کا لازمی تجرّد۔

۴۔ خادمانِ دین کا بلا ریش (بلا ڈاڑھی) ہونا

---

[۱] تواریخ کلیسائے رومتہ الکبریٰ صفحہ ۶۵-۶۷۔ پادری خورشید عالم

[۲] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۳۳۔ پادری برکت اللہ

[۳] تواریخ کلیسائے رومتہ الکبریٰ صفحہ ۶۸۔ پادری خورشید عالم

۵۔ خادم دین کی استقفیت کے لیے براہ راست تقدیس۔

۶۔ یہ عقیدہ کہ روح القدس باپ اور بیٹے سے صادر ہے۔

۷۔ یہودی دستور کے مطابق برہ کی تقدیس کرنا۔

۸۔ سر منڈانا اور سامنے بال نہ رکھنا۔

۹۔ عشائے ربانی میں فطیری (بے خمیر روٹی) کا استعمال

۱۰۔ مورت (مجسمہ) کی پرستش

۱۱۔ صلیب کی تعظیم

۱۲۔ وحدت معض کا مسئلہ[۱]

رنگ و نسل کے جھگڑے

اس کے علاوہ گورے عیسائیوں میں نسلی غرور کا احساس پیدا ہو گیا۔ رنگ دار اقوام کو اگرچہ "آسمانی بادشاہت" میں جگہ مل گئی۔ لیکن دنیوی بادشاہت میں کوئی خاص مقام حاصل نہ ہو سکا۔ سفید فام عیسائیوں کے معاشرہ میں انہیں برابری کی جگہ نہ دی گئی۔ بالکل قریبی زمانہ کی ایک مثال ایتھوپیا کی ہے۔ یہ قدیم ترین کلیساؤں میں سے ہے۔ اس کے باوجود یورپ کی سفید فام عیسائی قوم اٹلی نے (جو خود بھی مقدس رسول پطرس کی قائم کردہ ہونے کی دعویدار ہے) ایتھوپیا پر چڑھائی کر کے غریب حبشیوں کا قتل عام کیا۔ اور کئی سال تک انہیں غلام بنائے رکھا۔

عیسائی تاریخ کا ایک باب یہ بھی ہے کہ عیسائیوں نے اپنے ہی ہم عقیدہ لوگوں پر اس وقت بھی ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے جب یہ "مقدس صلیبی جنگوں" میں مصروف تھے۔

ایل۔ ایم لنگر کہتا ہے کہ "۱۲۰۴ء میں صلیبی جنگجوؤں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا اور اسے بری طرح لوٹا"[۲]

مخفی نہ رہے کہ قسطنطنیہ اس وقت مشرقی کلیسا کا مرکز تھا۔

پادری خورشید عالم نے بڑے نرم الفاظ میں لکھا ہے۔ "چوتھی صلیبی مہم کا سرغنہ مشہور واعظ پوپ انوسینٹ سوم تھا۔ اس صلیبی مہم میں شہزادے بھی شریک ہوئے۔ لیکن ان میں ملک گیری کی

---

[۱] تواریخ کلیسائے رومتہ الکبریٰ صفحہ ۶۸۔ پادری خورشید عالم

[۲] انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم حصہ دوم صفحہ ۲۰۵

ہوس تھی۔ اور وہ فوجی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ جو شہر ان کی زد میں آیا اس پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے مسیحی تاجروں کے مشہور شہر وینس پر دھاوا بول دیا ـــــ اور ۱۲۰۱ء میں وہ مصر کی طرف لپکے۔ وہاں تاخت و تاراج کیا ـــــ ۱۲۰۳ء میں وہ مسیحی سلطنت کے دار الخلافہ قسطنطنیہ پر رومی سلطنت قائم کرنے کے لیے قابض ہو گئے ـــــ ۱۲۰۴ء میں یونانی مسیحوں کو لوٹا کیوں کہ وہ دوسرے مسیحی بادشاہ کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے سو مشرقی مسیحی انہیں مسلمانوں سے بدتر سمجھنے لگے کیوں کہ یہ مسیحوں کو دکھ دیتے تھے بلکہ اپنے مقصد سے دور ہٹ گئے تھے ـــــ قسطنطنیہ پر ۱۲۶۱ء تک اطالوی مسیحی حکومت کرتے رہے۔[1]

اس جگہ یورپ کی ایک مشہور جنگ کا تذکرہ نامناسب نہ ہوگا جو تیس سال تک محض اس لیے ہوتی رہی کہ ایک عیسائی فرقہ کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ تاریخ میں اس جنگ کا عنوان ہے "یورپ کی تیس سالہ جنگ" لینگر کہتا ہے۔ "یورپ کی تیس سالہ جنگ کے چار دور ہوئے ـــــ پہلے دو دور محض اس لیے ہوئے کہ پروٹسٹنٹوں کو یورپ سے ختم کر دیا جائے فرڈی نینڈ ثانی شہنشاہ جرمنی اس کے شروع کرنے کا ذمہ دار تھا۔"[2]

رین سن Ranson لکھتا ہے۔ "جب ہندوستان پر پرتگیزوں کا غلبہ ہوا تو رومی کلیسا نے جبراً ان مسیحیوں کو پوپ کے ماتحت کر دیا اور یوں کلیسا میں پھوٹ پڑ گئی۔ جو اب تک موجود ہے۔[3] یہ ان عیسائیوں کے بارے میں ہے جو شامی کلیسا کہلاتی تھی۔

کلیساؤں کی باہمی چپقلش و تنازعات کی یہ چند مثالیں واضح کرتی ہیں کہ ان عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح کی تعلیمات اتنی اہم نہیں تھیں جتنے کلیساؤں کے اپنے ذاتی اغراض و مقاصد۔ یہ تنازعات مختلف النوع اور مختلف الاقسام ہیں۔ "دی چرچ ٹوڈے" میں تحریر ہے۔ "دوسری جانب کلیساؤں کے اختلافات مختلف سمتوں میں بہت بڑھے۔ ان کا طریق حکومت، ان کی عبادت، ان کی عبادات کے متعلقات و ملحقات، غرضیکہ سب ہی مختلف ہیں۔ اب کوئی معجزہ ہی ان کو متحد کر سکتا ہے۔"[4]

---

[1] تاریخ کلیسائے رومۃ الکبریٰ صفحہ ۱۵۲ پادری خورشید عالم

[2] انسائیکلوپیڈیا عالم جلد دوم صفحہ ۲۶۲

[3] Ranson C. W. The Christian minister in India. p. 16

[4] واٹر بجے۔ ڈبلیو۔ سی۔ دی چرچ ٹوڈے صفحہ ۳۰ Trans :Padri Barkatullah.

دوسری مسیحی گروہ بندیاں

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ابتدا سے ہی عیسائیوں میں دین کے نام پر تفرقے بڑھے۔ ان میں گروہ بندیاں ہوئیں۔ وہ ایک دوسرے کو دائرۂ مذہب سے خارج کرنے لگے۔ اس میں نہ بادشاہوں کی تخصیص تھی نہ پوپوں کی، نہ عوام کی۔ ان کے عقائد، عبادات، رسومات اور تعلیمات غرض سب باتوں میں اختلاف ہوتا گیا۔ حد یہ ہے کہ بیت اللحم اور یروشلم کے مقدس مقامات پر یہ جھگڑے ابھی تک جاری ہیں۔ بیت اللحم کے چرچ آف نیٹیویٹی Nativity کے یونانی و رومی کلیساؤں کے لیڈروں کی وجہ سے جنگ کی کیا برپا ہوئی۔ عیسائیوں کے مقدس مقامات پر جھگڑے روکنے میں مسلمانوں نے نہایت اہم کردار انجام دیا۔ مسلمان بیت اللحم کے مذکورہ صدر گرجے کی حفاظت کرتے رہے۔ پادری برکت اللہ مسلمانوں کے کردار کے بارے میں لکھتا ہے۔

"اس صدی کے اوائل کا ذکر ہے کہ زائرین میں سے ایک نے مسلمان سپاہی سے سوال کیا کہ تم ہمیشہ اس خاص مقام پر سنتری کی طرح کیوں کھڑے رہتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کیل کی نگرانی کرتا رہتا ہوں جو دیوار میں لگا ہے۔ یہ کیل آرمینی مسیحوں نے گاڑا تھا اور فخریہ کہا تھا کہ ہم یہاں ایک مقدس تصویر لٹکائیں گے۔ لیکن یونانی کلیسا کے مسیحوں نے ان کو دھمکی دے کر کہا کہ ہم یہ ہرگز نہ ہونے دیں گے۔ اب میرا فرض ہے کہ میں کسی کو اس کیل کے پاس نہ پھٹکنے دوں۔ جب میری ڈیوٹی کا وقت ختم ہو جائے گا۔ تو دوسرا سپاہی اس کی نگہداشت کرے گا۔"

پادری برکت اللہ آگے لکھتا ہے۔ "ارض مقدس کے مقامات کا انتظام مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہی رہا ہے۔ چنانچہ دور حاضرہ میں منجئ عالمین (حضرت عیسیٰ) کے روضۂ اقدس کی چابیاں ایک مسلمان کے پاس ہیں۔ وہی اس گرجا کو کھولتا اور بند کرتا ہے جس طرح اس کے آباء و اجداد صدیوں سے یہ فرض ادا کرتے چلے آئے ہیں۔"

پادری برکت اللہ یہ بھی لکھتا ہے۔ "یروشلم کے گریک اور رومی کلیساؤں کے مسیحی اس سوال پر جھگڑتے رہتے ہیں کہ یہ مقدس کس کی ملکیت ہے ـــــ اس کے علاوہ جب کبھی زیارت گاہ کے ارد گرد کے فرش کی مرمت کی ضرورت پڑتی ہے تو رومی، یونانی اور آرمینی کلیساؤں کے مسیحوں میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ بیسویں صدی کے شروع میں یونانی اور فرانسیسکی پریسٹوں میں یہ جھگڑا پیدا ہوا کہ صحن کے سیڑھیوں کے زینہ کی صفائی کا کس کو اختیار حاصل ہے۔ اس سوال کو اس قدر اہمیت دی گئی کہ ترکی گورنر اور فرانسیسکی کونسل کو فیصلہ کرنا پڑا۔ ان کا فیصلہ سننے کے لیے طرفین پہر دن تک کھڑے رہے۔ ایک بے پناہ ہجوم جمع ہو گیا۔

جس نے قسیسوں اور رہبانوں پر پتھروں کی بوچھاڑ شروع کر دی —— گریک کلیسا کے پادری اپنی عباؤں اور لبادوں میں کلہاڑے چھپا کر لاتے تھے[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں کتاب مذکورہ کے صفحات ۴۴ تا ۴۷۔

جب مقدس روضہ اور گرجے کی معمولی معمولی باتوں پر عیسائیوں کے درمیان اس قدر سنگین اور افسوسناک جھگڑے ہوتے رہتے ہیں تو یہ معلوم کر کے کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ کولمبیا میں ۱۹۴۸ء اور ۱۹۵۶ء کے درمیان صرف آٹھ سالوں میں رومن کیتھولکوں نے پروٹسٹنٹوں کے ۷۴ گرجے اور چیپل آتش زنی اور ڈائنامیٹ سے مکمل طور پر تباہ کر دیئے۔ باقی متعدد گرجے بند کر دیئے۔ ۷۸ کولمبیاتی پروٹسٹنٹ مرد، عورت اور بچے محض اپنے پروٹسٹنٹ عقیدہ کی وجہ سے مارے گئے[2] اور شمالی آئرلینڈ میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولکوں کے درمیان گذشتہ کئی سالوں سے قتل و غارت گری کا جو طوفان بپا ہے اس کو تقریباً سب ہی جانتے ہیں۔

ان جھگڑوں کے علاوہ کالے اور گورے عیسائیوں کا جھگڑا، ملکی اور غیر ملکی عیسائیوں کا جھگڑا خود برصغیر پاک و ہند میں رہا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ گوروں کے قبرستانوں میں کالے مسیحی دفن نہیں کیے جاتے —— پاکستان میں بھی دیسی عیسائیوں کو مسلسل شکایت ہے کہ غیر ملکی عیسائی ان کے حقوق غصب کرتے ہیں۔ ان کا حق ہونے کے باوجود انہیں اہم مناصب سے محروم کرنے کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔

ایک پادری —— جارج نے راقم التحریر کو بتایا کہ حال ہی میں غیر ملکیوں کے خلاف تحریک یہاں تک زور پکڑ گئی تھی کہ باقاعدہ بڑے بڑے پلے کارڈ، کارٹون، اور بینرز بنائے گئے تھے۔ جن میں غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں زنجیر ڈالے ہوئے انہیں جہاز پر سوار کرتے اور مغرب کی طرف روانہ ہوتے دکھایا گیا تھا۔ اس کی تصدیق ایک اور پاکستانی مسیحی —— فرانسس نے بھی کی۔ خود پادری برکت اللہ نے جو کالے عیسائی ہیں۔ اس موضوع پر یوں لکھا ہے کہ ہندوستان کی کلیسا ہمیشہ پردیسی مبلغین اور پردیسیوں کی قوت زر، رسوخ، اقتدار اور بل بوتے پر ہی بھروسہ کرتی رہی ہے اور تباہ حال ہوتی رہی ہے —— ہر کلیسا یورپ

---

[1] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۴۵-۴۶۔ پادری برکت اللہ

[2] گلور: دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز۔ صفحہ ۳۹۲

اور امریکہ کی کلیساؤں کی نقش ثانی بن گئی ہے —— اور اقتصادی غلامی کے ساتھ ساتھ ذہنی اور روحانی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی پڑی ہے —— مغرب کی تبلیغی انجمنوں کے زر و دولت اور اقتدار نے ہندوستان کی کلیسا نے اس قدر تفرقے ڈال رکھے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دور حاضرہ میں تعداد کے لحاظ سے روئے زمین کے تمام ملکوں سے زیادہ ہمارے ملک میں مسیحی فرقے موجود ہیں۔[1] تفصیل کے لیے کتاب مذکور کے صفحات ۱۴-۱۸ دیکھیے۔

مغربی عیسائیوں کے اثر و نفوذ کے خلاف ایک تحریک پاکستان میں مسلسل زور پکڑ رہی ہے۔ پاکستان کے مسیحی سمجھنے لگ گئے ہیں کہ مغرب کے عیسائیوں اور وہاں کی مشن پالیسیوں کی وجہ سے پاکستانی مسیحیوں کے حقوق پر صرف ڈاکہ پڑ رہا ہے بلکہ وہ روحانی احساس کمتری میں مبتلا ہو رہے ہیں چنانچہ ایک قومی کلیسا مکاشفہ کے بانی فضل وجیہ نے کہا کہ مغرب کے روحانی مرکزوں کے مقابلہ میں مشرق کے روحانی مرکزوں کی زیادہ اہمیت ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مشرق میں پیدا ہوئے تھے اور یہیں سے روحانیت کا آغاز ہوا تھا۔ نیز حضرت عیسیٰ مشرقی تہذیب و تمدن کے مبلغ تھے۔ مغربی ممالک مشرق کے اموال خزانوں پر قبضہ جما کر نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں چونکہ خود مشرقی ہوں اس لیے میں نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ مغربی ممالک کی مشنریوں کی پالیسی نے ہمارے مسیحی عوام کو روحانی احساس کمتری میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ ضرورت سمجھی ہے کہ ہم یہاں اپنا کلیسا بنائیں۔ اور خود اپنا ایک آرچ بشپ مقرر کریں۔[2]

---

[1] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۱۴-۱۵

[2] روزنامہ حریت کراچی ۱۹ مارچ ۱۹۷۵ء

مسیحی فرقے

(۱۲)

حضرت مسیح کے فوراً بعد ہی ان کے پیروؤں کے درمیان عقائد اور نظریات میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ بعض اہم ترین حواری مثلاً برنباس اور پطرس الزام لگاتے تھے کہ پولوس حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کے خلاف جا رہا ہے۔ اور ادھر پولوس ان حواریوں پر الزام لگاتا تھا کہ وہ منافق در یا کار ہیں۔[1] ہر فرقہ خود کو حضرت مسیح کی صحیح تعلیمات کا علمبردار کہتا تھا اور دوسرے کو بدعتی قرار دیتا تھا۔ پھر ان فرقوں کے اندر مزید فرقے پیدا ہوتے چلے گئے۔ مشہور مؤرخ فلپ کے حتّی بھی اعتراف کرتا ہے کہ چوتھی یا پانچویں صدی میں مسیحیت کے متعلق جو اختلافات پیدا ہوئے ان کی وجہ سے شامی مسیحیت بھی مختلف فرقوں میں بٹ گئی۔[2]

عیسائیت کی تاریخ فرقوں سے بھری ہے۔ آج کے روشن دور میں صرف امریکہ میں ڈھائی سو کے قریب فرقے ہیں۔ جب کہ افریقہ کے صرف بانتو قبائل میں ایسوسی ایٹڈ پریس جوہانسبرگ نے اپنے ۱۲ اگست ۱۹۵۷ء کے اعلامیہ میں چودہ صد فرقوں کی اطلاع دی ہے۔

تمام مسیحی فرقوں کا احاطہ ممکن نہیں، صرف چند مشہور فرقوں کے بارے میں مختصراً لکھا جاتا ہے۔ خصوصاً جو پاکستان میں بھی موجود ہیں اور تبلیغی مساعی میں مصروف ہیں۔ ان میں سے بعض فرقے اس وقت بہت زیادہ مستعد ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ کلیسا میں داخل ہو کر عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ کریں۔

جب میں نے بعض عیسائیوں سے پوچھا کہ آپ لوگ اتنے فرقوں میں کیوں بٹے ہوئے ہیں اور پھر ہر فرقہ صرف اپنے آپ کو صحیح عیسائی کہتا ہے۔ اگر کوئی شخص عیسائیت قبول کرنا چاہے تو وہ کس فرقہ کی عیسائیت کو قبول کرے۔ جواب ملا جس طرح مسلمانوں میں سنّی شیعہ ہیں اسی طرح مسیحی دو فرقے ہیں، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ۔ پھر میں نے کہا مسلمانوں کے صرف بہتّر (۷۲) فرقے بیان کیے جاتے ہیں۔ پھر ان میں بہت سے معدوم

---

[1] گلتیوں ۲ : ۱۱-۱۳

[2] تاریخ شام صفحہ ۴۹۱ حتّی

ہو چکے ہیں اب مشکل ہی سے مسلمانوں کے چند فرقے ہوں گے اور آپ کے ہاں تو اس زمانہ میں بھی نئی نئی کلیسائیں وجود میں آ رہی ہیں اس کا مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔

امریکہ میں عیسائی فرقے

امریکہ میں موجود عیسائی فرقوں کا ایک خاکہ یہاں دیا جاتا ہے تاکہ فرقوں کی تعداد سمجھنے میں آسانی ہو ہر فرقہ کی تفصیل کے لیے کہ یہ کس طرح وجود میں آیا، اختلاف کی بنیاد کیا تھی؟ کب قائم ہوا۔ فرانک ایس میڈ کی ہینڈ بک آف ڈینامی نیشنز ان یو۔ ایس۔ اے کو دیکھا جا سکتا ہے۔

۱- ایڈوینٹسٹ	اس فرقہ کی ۱۵ شاخیں ہیں
۲- بپٹسٹس	اس فرقہ کی ۲۹ شاخیں ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ۱۹۶۰ء ایڈیشن میں اس کی ۲۰ شاخیں بتائی گئی ہیں۔[1]
۳- بریدرین (ڈنکرس)	اس کی ۷ شاخیں ہیں۔
۴- پلیمور بریدرین	اس کی ۱۶ شاخیں ہیں۔
۵- چرچ آف گاڈ	اس کی ۱۶ شاخیں ہیں۔
۶- کانگریگیشنل کرسچین چرچز	اس کی ۵ شاخیں ہیں۔
۷- ایسٹرن آرتھوڈکس چرچ	اس کی ۲۲ شاخیں ہیں۔
۸- ایونجیلیکل ایسوسی ایشن	اس کی ۱۴ شاخیں ہیں۔
۹- فرینڈس	اس کی ۱۳ شاخیں ہیں۔
۱۰- لیٹر ڈے سینٹس یا مارمونس	اس کی ۸ شاخیں ہیں۔
۱۱- لوتھران	اس کی ۱۷ شاخیں ہیں (وانڈے اس کی بیس شاخیں لکھی ہیں۔ حوالہ پچھلے اوراق پر دیا جا چکا ہے)
۱۲- مینونائٹس	اس کی ۱۷ شاخیں ہیں۔
۱۳- میتھوڈسٹس	اس کی ۱۹ شاخیں ہیں۔
۱۴- مور اوئینس	اس کی ۱۵ شاخیں ہیں۔
۱۵- اولڈ کیتھولک چرچز	اس کی ۵ شاخیں ہیں

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا جلد سوم صفحہ ۱۳۹

۱۶- پنٹی کوسٹل باڈیز — اس کی ۱۰ شاخیں ہیں

۱۷- پریسبائی ٹیرین — اس کی ۱۲ شاخیں ہیں۔ وانڈ نے اس کے ۱۰ فرقے لکھے ہیں۔

۱۸- ریفارمڈ باڈیز — اس کی ۹ شاخیں ہیں۔

۱۹- اسپرچیوالیسٹ — اس کی ۹ شاخیں ہیں۔

۲۰- یونائیٹڈ بریدرین — اس کی ۷ شاخیں ہیں۔[1]

گویا ان بیس فرقوں کی جملہ ۲۴۸ شاخیں ہیں۔

فرقوں میں اتحاد کی کوشش

عیسائی فرقوں میں جوں جوں اختلاف بڑھتا جا رہا تھا اور نئے نئے فرقے پیدا ہو رہے تھے بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں فرقوں کی تعداد (پادری برکت اللہ کے بیان کے مطابق) تمام عیسائی ملکوں سے زیادہ ہے۔ سلیم الطبع اور سنجیدہ عیسائی حضرات فرقوں کی اس کثرت پر دل مسوس کر کے رہ جاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ کوئی معجزہ ہی ان فرقوں کو متحد کر سکتا ہے ——— بالآخر وہ معجزہ رونما ہوا۔ اور مختلف فرقوں میں اتحاد کی راہیں کھلیں۔ اتحاد کے لیے طویل مذاکرات ہوئے۔ رپورٹوں کا تبادلہ ہوا، چنانچہ پاکستان میں چار پروٹسٹنٹ مختلف فرقوں کا اتحاد یکم نومبر ۱۹۷۰ء کو عمل میں آیا یعنی پروٹسٹنٹ چرچ، انجیلکین چرچ، متھوڈسٹ چرچ، لوتھرن چرچ اور چرچ آف اسکاٹ لینڈ ایک دوسرے میں مدغم ہوئے۔ اس تقریب میں امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور افریقہ وغیرہ کے مسیحی علماء آئے تھے۔[2] ان چاروں کلیساؤں کے ادغام کے بعد اب اس کا نام چرچ آف پاکستان (کلیسائے پاکستان) ہے۔

اسی طرح ہندوستان میں بھی انڈین کرسچین، متھوڈسٹ، کانگریگیشنلیسٹ اور انجیلکین مدغم ہوئے۔[3] اتحاد نہ صرف پروٹسٹنٹوں کے درمیان ہو رہا ہے بلکہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ بھی اتحاد کی کوشش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا ہو گا کہ انگریزی بولنے والے کیتھولک اور پروٹسٹنٹوں کا بالآخر بائیبل کے ایک ترجمہ پر اتفاق ہو گیا ہے۔

---

[1] Frank S. Mead.
Handbook of Denominations in the U S A, pp. 4-12 index.

[2] روزنامہ ڈان ۲ نومبر ۱۹۷۰ء

[3] وانڈ جے۔ ڈبلیو سی۔ دی چرچ ٹوڈے، صفحہ ۷

اس موقع پر چند مسیحی مصلحین کا ذکر بے محل نہ ہو گا جو اصلاح احوال کے لیے اُٹھے، لیکن بعد میں خود ایک فرقے کے بانی بن گئے۔

مارٹن لوتھر ۱۴۸۳-۱۵۴۶ء

مارٹن لوتھر ایک غریب گھرانے میں ۱۴۸۳ء میں پیدا ہوا۔ ۱۵۰۵ء میں وہ سینٹ آگسٹائن کے راہب خانہ کا راہب بن گیا، اس راہب خانہ کی تعلیمات نے اس پر کافی اثر ڈالا جو پولوسی نظریات پر زور دیتا ہے یعنی کسی انسان کی نجات اس کے اچھے کاموں پر منحصر نہیں، بلکہ یسوع پر عقیدہ رکھنے کی وجہ سے اس کی نجات ہوتی ہے۔

مارٹن لوتھر روما بھی گیا اس نے کیتھولکوں کے اعمال و رسوم پر نظر ڈالی تو اس نے محسوس کیا کہ جو کچھ ہو رہا ہے غلط ہو رہا ہے ——— معافی ناموں کی فروختگی کا مسئلہ سر فہرست تھا۔ انہیں دنوں جان ٹیٹزل پوپ لیو دہم کی جانب سے روما میں سینٹ پطرس کے گرجے کی تعمیر اور معافی نامے فروخت کرنے کے لیے ۱۵۱۷ء میں جرمنی بھی گیا۔ لوتھر طیش میں آگیا اور اس نے پچانوے (۹۵) نکات کیتھولکوں کے خلاف لکھ کر گرجے کے دروازے پر لٹکا دیئے۔[1]

لوتھر کو ۱۵۱۸ء میں پوپ کے ایک نمائندے کے سامنے بلایا گیا اور ہدایت کی گئی کہ معافی ناموں کے بارے میں اپنی بعض تجاویز واپس لے لے۔ لوتھر نے انکار کر دیا۔ اس پر اُسے دائرۂ مذہب سے خارج کر دیا گیا۔[2]

اس نے بائیبل کا جرمنی زبان میں ترجمہ کیا، رہبانیت کی زندگی ترک کر کے شادی کر لی۔ اس طرح جرمنی میں ایک نیا کلیسا اور نیا فرقہ وجود میں آگیا ——— رومن کیتھولک چرچ اب مزید پروٹسٹنٹ کلیسا میں بٹ گیا۔ اور دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن بن گئے۔ آگے ان کی بھی مزید شاخیں ہوتی گئیں۔ اصلاح کا نتیجہ متحدہ پروٹسٹنزم کے بجائے دو مختلف شاخوں میں نکلا، یعنی تبلیغی تعلیمات "لوتھران" کی شکل میں اور اصلاحی مساعی ریفارمڈ چرچ کی صورت میں ظاہر ہوئیں ان کے قائدین کیلون، زونگلی اور جان ناکس تھے۔[3]

---

[1] S. Reed Brett : Europe since the Renaissance, Part I pp. 50, 51.

[2] The New Cambridge Modern History-Vol. : II p. 70.

[3] فرانک ایس میڈ، ہینڈ بک آف دی نامی نیشن ان دی یو۔ ایس۔ اے صفحہ ۱۹

جان کیلون John Calvin

جان کیل ون (۱۵۰۹-۱۵۶۴ء) فرانس میں پیدا ہوا۔ اس کی سرکردگی میں پروٹسٹنٹ تحریک ایک مذہب بن گئی۔ اس نے ۱۵۳۶ء میں مذہب کے متعلق Institute of the Christian Religion. شائع کی۔ اس سے پروٹسٹنزم کی بنیادیں اور مستحکم ہو گئیں۔ اس نے جینیوا میں بیٹھ کر کام کیا جو پروٹسٹنٹوں کے لیے روما کا درجہ حاصل کرنے والا تھا۔ ایک دو پشتوں کے اندر کیل ون کا مذہب اسکاٹ لینڈ میں پھیل گیا جہاں اس کا بڑا داعی اور منتظم جان ناکس John Knok بنا۔[1] اس کے فرقہ کا نام کال ونی فرقہ ہے۔

جان کیل ون نے بھی دوسرے مصلحین کی طرح بائیبل کو اپنے عقیدہ اور رہنمائی کا منبع قرار دیا۔ اسی لیے اس نے عبادت و رسومات کے تمام طریقوں حتیٰ کہ عینیت مسیح کو بھی مسترد کر دیا کیوں کہ اس نے بائیبل میں ان کی کوئی سند نہیں پائی۔ وہ صرف عشائے ربانی اور بپتسمہ کا قائل تھا۔ اس نے عقیدہ تقدیر پر بہت زور دیا اور یہی کیل ون ازم کی بنیاد ہے۔ اور یہی چیز اس کو دوسرے پروٹسٹنٹوں سے ممتاز کرتی ہے۔[2] اس کا عقیدہ ہے کہ خدا دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ انسان مکمل طور پر اس کا محتاج ہے۔ انسان خراب ہونے کی وجہ سے خود کو نہیں بچا سکتا۔ خدا ان میں کچھ کو بچانے کے لیے منتخب کر لیتا ہے اور دوسروں کی تقدیر میں گمراہی لکھ دیتا ہے۔ کیل ون اور زونگلی کے ماننے والوں کے اتحاد سے اصلاح شدہ کلیسا Reformed Church. وجود میں آیا جو لوتھر کے فرقہ سے امتیاز کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔

کلیسائے موراوین Moravin Church.

جان ہس کی تعلیمات نے بھی وکلف کی طرح رومی کلیسا کے ایوانوں کو ہلا دیا۔ اس کی پاداش میں اس کو آگ میں جلا کر ختم کر دیا گیا۔ اس کی موت کے بعد اس کے شاگرد ایک گروہ کی شکل میں رہے۔ اور ان کی اولاد نے موراوین کلیسا قائم کر لیا۔ انھوں نے بوہیمیا کو چھوڑ کر جرمنی میں سیکسنی آباد کیا۔ اس کلیسا نے خاص طور پر مشنری کی طرف توجہ دی۔ آج تک ان کا عظیم ترین کام یہی ہے۔ وہ ایسی ایسی جگہ جاتے ہیں۔ جہاں کوئی دوسری مسیحی جماعت مصروف تبلیغ نہیں ہوتی۔[3] یہ فرقہ بھی اپنے قیام کے بعد مختلف حصوں میں بٹ گیا۔

---

[1] تاریخ تہذیب جلد اول صفحہ ۲۷۰، برنٹن

[2] S. Reed Brett: Europe since the Renaissance, Part I

[3] توضیح کلیسا کا مجمل بیان صفحہ ۱۳۲۔ ڈورتھیا جین سٹیفن

برطانیہ میں ۱۷۴۹ء میں اسے باقاعدہ تسلیم کر لیا گیا۔ امریکہ میں اس نے حبشی غلاموں میں تبلیغی کام کیا۔ یہ فرقہ اپنے پرانے اصول پر قائم ہے۔ کہ کتاب مقدس ہی ہمارے عقاید اور عملی زندگی کا دستور ہے۔[1]

متھوڈسٹ Methodist.

جان ویسلی (۱۷۰۳-۱۷۹۱ء) اور اس کے دوستوں نے اس کی بنیاد رکھی۔ دعا اور کلیسائی عبادتوں میں حاضر ہونے کے لیے ان کے باقاعدہ اوقات تھے۔ وہ ہفتہ وار شرکتوں میں حصہ لیتے تھے۔ قیدیوں اور بیماروں سے ملتے تھے اور بچوں کو تعلیم دیتے تھے۔ ابتداء میں انھیں کوئی علیحدہ فرقہ بنانے کا خیال نہ تھا۔[2] عیسائی ارباب مذہب نے جب ان کو منبر (Pulpit) سے وعظ کی اجازت نہ دی تو انھوں نے کھلی جگہ میں تبلیغی تقریریں شروع کر دیں۔ یہ سلسلہ مقبول ہوا یہی تبلیغی مقامات بعد میں چیپل کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ مذہب کا ذاتی تجربہ اور خدا سے محبت بہت اہم ہے۔ یہ تثلیث کو ایک فارمولا کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں۔ جس سے خدا اور یسوع جانا جائے۔ زیادہ متھوڈسٹ کنواری ماں سے پیدائش کے قائل ہیں۔[3] آکسفورڈ کے ان دو نوجوانوں نے اپنے خیالات کی تبلیغ گلی کوچوں میں کی۔ ان پر چرچ آف انگلینڈ کے دروازے بند کیے گئے۔ انھوں نے ہمت نہ ہاری۔ کارنوال اور شاہراہوں میں ان کی تبلیغ جاری رہی۔ اونچا طبقہ ان پر ہنستا تھا لیکن غریب کان لگا کر ان کی آواز سنتے تھے۔ یہ تحریک کیمبس سے شروع ہوئی اور پوری دنیا میں پھیل گئی۔ بالآخر یہ ایک علیحدہ فرقہ بن گیا۔[4]

پریس بائی ٹیرین کلیسا Presbyterian

جان ناکس خود کیل ون کی تعلیمات سے متاثر ہوا تھا۔ اس نے کیل ونی طرز کے ایک کلیسا کی بنیاد رکھی۔ مگر کچھ فرق کے ساتھ۔ چنانچہ جان ناکس کا یہ کلیسا پریس بائی ٹیرین کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کلیسا کا انتظام ایلڈر کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جن میں پادری اور عوام دونوں شامل ہوتے ہیں۔ ان میں کسی کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہوتی۔[5]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۵ صفحہ ۸۲۵

[2] ایضاً صفحہ ۳۰۱-۳۰۲

[3] دی ورلڈ گریٹ ریلیجنس۔ ٹائم انک۔ صفحہ ۲۰۲

[4] فرانک ایس میڈ۔ ہینڈ بک آف دی ڈامی نیشن ان دی یو۔ ایس۔ اے صفحہ ۱۴۸

[5] تاریخ مذاہب صفحہ ۲۰۰، رشید احمد

ریڈرس ڈائجسٹ کی انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ تمام ایلڈرس برابر درجے کے ہوتے ہیں۔ یہ ایلڈرس صوبائی پریسبائٹرین کے تحت ہوتے ہیں جو جنرل اسمبلی میں آتے ہیں[1]۔ گویا عوام کے حقوق کو تحفظ حاصل ہو گیا۔ جان ناکس کے مطابق حکومت اور کلیسا کے انتظام میں زمانہ کے لحاظ سے تبدیلی کرنی چاہیئے۔ کوئی ایسا نظام جو ہر زمانہ میں ہر جگہ یکساں مفید اور قابل عمل ہو ممکن نہیں زمانہ کے تقاضوں کے ہم آہنگ نظام کلیسا کرنا چاہیئے۔

یہ لوگ ایک خدا کی قادریت تین ذاتوں میں مانتے ہیں اور یہ قادریت اس کے بیٹے یسوع مسیح میں ظاہر ہوئی اور روح القدس کی طاقت میں لہٰذا مذہبی خیالات و ترجمانی میں قابل لحاظ آزادی نگر رکھتے ہیں[2]۔ یہ طویل عرصہ سے مشنری کی حیثیت سے غیر ملکوں میں کام کر رہے ہیں۔ یورپی اور امریکی جماعتیں ان کے مشن میں روپیہ پیسہ سے، افرادی اور فنی مہارت سے مدد دیتی ہیں۔ پاکستان، افریقہ، لاطینی امریکہ اور کوریا وغیرہ میں ان کے چرچ بہت زیادہ ہیں۔ پروٹسٹنٹوں کے ساتھ ان کا ادغام ہوا تاکہ متحدہ چرچ قائم کیے جا سکیں[3]۔

کانگریگیشنلسٹ کلیسا Congregationalist Church.

کانگریگیشن کا مطلب ایسا مجمع ہے جو مذہبی عبادت کے لیے جمع ہو یا ہمیشہ ایک ہی چرچ کو جانے والا ہو۔ یہ نام سب سے پہلے سولھویں صدی کے آخر میں انڈی پینڈنٹس کو دیا گیا تھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اپنے معاملات میں اپنے ہی فیصلے صحیح ہوتے ہیں۔ اس کی ضرورت نہیں کہ ان فیصلوں یا معاملات کو کسی دوسری اعلیٰ شخصیت کے سامنے پیش کیا جائے[4]۔ نیز ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہر فرد خدا کے کلام کی ترجمانی میں آزاد ہے جو کلیسائی مکاشفہ کے اندر ہو[5]۔

اس طرح عقیدے میں اختلاف رکھتے ہیں۔

کویکرز (Quackers)

اس گروہ نے انگریزی کلیسا کی مخالفت میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ Quackers کے معنی خائف

---

[1] Great Encyclopaedia Dictionary, Reader's Digest, vol : 2, p. 713

[2] The world great Religion : Times Inc., p. 204.

[3] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۴

[4] Great Encyclopaedia Dictionary, Reader's Digest, Vol : 2, p. 713

[5] The world great Religion : Times Inc., p. 204.

ڈرنے والے کہے ہیں کیونکہ جب ناکس ایک عدالت میں پیش کیا گیا تو اس نے جج سے کہا تھا "خدا سے ڈرو" چنانچہ اس کے حامی Quakers. کے نام سے موسوم کیے جانے لگے لیکن یہ خود کو "انجمن احباب" "دی سوسائٹی آف فرینڈس" یا "احباب حق و صداقت" کہتے تھے۔ اس فرقہ میں پادری اور کلیسا کے لیے کوئی گنجائش نہ تھی۔

جارج ناکس سچائی اور امن کا متلاشی تھا جب اس نے اپنے دور کے کلیساؤں میں اسے نہ پایا تو کہا میری تمام امیدیں گرجے اور گرجے والوں سے ختم ہو گئیں تو میں نے ایک آواز سنی یہ اندرونی آواز یا نورِ داخلی تھی۔ جارج ناکس اور اس کے ابتدائی پیروکاروں نے نہ صرف چرچ جانے سے انکار کیا بلکہ تقریر کی آزادی، جمع ہونے کی آزادی اور عبادت کی آزادی پر اصرار کیا۔ وہ عدالت میں حلف نہ اٹھاتے تھے۔ جنگ میں جانے سے انکار کرتے تھے۔ ان پر بڑے مظالم ہوئے۔ وہ جیلوں میں ڈالے گئے، قتل کیے گئے انہوں نے تمام اذیتیں برداشت کیں[1]۔ معاشرتی لحاظ سے یہ فرقہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مساوات کا علمبردار ہے۔ مرد و عورت کو برابر کے حقوق دیتا ہے۔ بریٹن کہتا ہے کہ یہ فرقہ مذہبی معاملات میں بڑا ہی سخت ہے[2]۔

بپٹسٹ Baptist.

۱۶۱۱ء میں تھامس ہیلوز Thomas Helwes. نے اصطباغی کلیسا کی بنیاد رکھی۔ اس کو قید کر دیا گیا۔ وہ قید خانہ ہی میں مر گیا۔ لیکن اس کی تحریک بڑی شدت سے بڑھی۔ اس کے ہم خیالوں میں بہت اضافہ ہوا ——— یہ فرقہ اور ان کا کلیسا بھی متعدد فرقوں میں بٹ گیا۔

تھامس ہیلوز کا عقیدہ ہے کہ بپتسمہ صرف اعتقاد رکھنے والوں کو دیا جانا چاہیئے۔ بچوں کو نہیں بپتسمہ غوطہ دے کر دینا چاہیئے[3]۔ اس کے علاوہ یہ لوگ اور کوئی رسمی و رواجی Formal اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ ایک غیر رسمی Informal اتحاد عقائد رکھتے ہیں۔ ہر فرد کو عقائد کی ترجمانی کی آزادی ہے۔ عام طور پر تثلیث اور کنواری سے پیدائش کے قائل ہیں اور یہ کہ یسوع کلیسا کا سردار ہے[4]۔ ان کی عبادات

---

[1] فرانک ایس میڈ ہینڈ بک آف دی نامی نیشن ان دی یو ایس اے صفحہ ۱۰۶

[2] تاریخ تہذیب حصہ اول صفحہ ۳۰۳

[3] Great Encyclopaedia Dictionary, Reader's Digest,

[4] The world great Religion : Times Inc., p. 204.

انگلستان کے قدیم پوریٹین فرقوں سے ملتی جلتی ہیں۔ یہ لوگ خطبوں میں انکے پچرس کو مرکزی اہمیت دیتے ہیں۔ ان کی عبادت کا اہم جزو قافیہ بندی سے گانا ہے۔ ان کے نمایاں پہلو یہ ہیں۔

۱۔ عقائد اور عمل کے تمام معاملات میں بائبل کی حکمرانی۔

۲۔ صرف عقائد رکھنے والوں کو بپتسمہ دینا۔

۳۔ اعتقاد رکھنے والوں ہی سے چرچ بنتے ہیں۔

۴۔ چرچ کی زندگی میں تمام عیسائیوں کی مساوات

۵۔ مقامی کلیسا کا خود مختار ہونا

۶۔ نیز یہ کہ چرچ اور اسٹیٹ علیحدہ علیحدہ ہیں۔

مکتی فوج

Salvation Army

سالویشن آرمی کا بانی ولیم بوتھ متھوڈسٹ مذہبی پیشوا انگلینڈ میں رہتا تھا۔ اس نے آزادانہ طور تبلیغ عیسائیت کی ٹھانی۔ چنانچہ وہ غریبوں اور محتاجوں میں کام کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے سماجی اور رفاہی اسکیم بنائی۔ غریب و ناداروں کے قیام و طعام کا انتظام کیا تاکہ روحانی اعتبار سے بھی ان کا معیار زندگی بلند کرے۔ ۱۸۷۸ء میں اس کا نام سالویشن آرمی یا مکتی فوج رکھا گیا۔ اس نے فوجی طرز پر جماعت کی تنظیم کی۔ بوتھ نے مشنری جماعتیں روانہ کرنا شروع کیں۔ یہ جماعت رفاہی کاموں میں مریضوں کی خدمت، ہسپتالوں کا قیام، کنواری ماؤں کی نگہداشت اور تفریحی مراکز کا بندوبست کرنے لگی۔ اس کے علاوہ ملازمین کے لیے کلب، گشتی کنٹینیں اور ہوٹلوں کا انتظام کرنے لگی نیز گمشدہ افراد کی تلاش کے بیورو، شرابیوں، قیدیوں اور ان کے اہل خاندان کے ساتھ ہمدردی، اور اس قسم کے کاموں میں ہاتھ بٹانے لگی۔

اس جماعت نے نادار، غریب اور قحط زدہ لوگوں میں تدریسی اور طبی کام بھی شروع کیا۔ افریقہ اور برصغیر پاک و ہند میں سینکڑوں اسکولوں میں ہزاروں طلبہ کی تعلیم و تدریس کا کام کر رہی ہے۔

ولیم بوتھ سمجھتا تھا کہ روح کی نجات کے لیے ساکرامنٹس قطعی ضروری نہیں۔ اس نے غریب اور محتاجوں کو اہل کرنے کے لیے رسوم و عبادات میں تبدیلی کی۔ عشائے ربانی کی رسم بھی غیر ضروری قرار دے دی۔ یہ جماعت لوگوں کو نجات کی طرف بلانے کے لیے گلیوں اور بازاروں میں تبلیغ کرتی ہے۔

---

[1] Encyclopaedia Britannica, Vol. :-3, pp. 12, 143.

ان کی شادیاں جھنڈے (FLAG) تلے ہوتی ہیں۔ لڑکوں کو سپاہی بننے کے لیے وقف کر دیا جاتا ہے یہ لوگ عورتوں کی مساوات کا لحاظ کرتے ہیں۔

اُن کے ماہانہ رسائل "نعرہ جنگ" (انگریزی) اور "چھوٹا سپاہی" ہیں۔ ایک سہ ماہی رسالہ "افسر" کے نام سے نکالتے ہیں جو مخصوص تقسیم کے لیے ہوتا ہے[1]۔ ان کی رپورٹ "سالویشن آرمی" سالانہ شائع ہوتی ہے[2]۔

ان کے عقائد یہ ہیں کہ خدا ایک ہے جو تمام مخلوق کا خالق اور باپ ہے ——— پھر باپ بیٹا، روح القدس اور یسوع مسیح خدا کا بیٹا۔ گناہ انسان کی روح اور سوسائٹی کو تباہ کر دیتا ہے ان کا سرمایہ رضاکارانہ طور پر جمع کیا جاتا ہے[3]۔

انابپٹسٹ

Anabaptist

یہ تحریک بھی انگلستان کی ان تحریکوں کی طرح ہے۔ جن کا مقصد انگریزی کلیسا کو رومن کیتھولک عناصر سے پاک کرنا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ اہم تحریک انابپٹسٹ کی ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں "دوبارہ بپتسمہ لینے والے"۔ یہ لوگ بالغوں کے بپتسمہ کیے جانے پر زور دیتے تھے۔ خواہ ان کا لڑکپن میں بپتسمہ ہو گیا ہو۔ یہ خود کو عموماً "مسیحی برادر" کہلاتے ہیں۔ شدت و سختی کے قائل نہیں۔ حضرت مسیح کے احکام ماننے میں اتنے سخت ہیں کہ وہ عام طریقہ کی حلف اٹھانے سے انکار کرتے ہیں[4]۔

یہ لوگ عقوبت کے دور میں تمام یورپ میں پھیل گئے۔ گویا یہ پروٹسٹنٹ انقلاب کا بایاں بازو ہے سولھویں صدی میں یہ فرقہ سرکاری حیثیت سے انابپٹسٹ کہلاتا تھا۔ زونگلی کے پیرووں میں بعض کا عقیدہ یہ ہو گیا تھا کہ کیتھولک میں بچہ کو بپتسمہ دینے کا جو رواج ہے اس کے لیے کوئی سند موجود نہیں کیونکہ بچہ کے لیے کوئی عقیدہ رکھنا بالکل ممکن نہیں۔ ان کے ہاں بالغ افراد کو دوبارہ بپتسمہ دیا جاتا۔ بعد میں بالغ ہونے تک بپتسمہ دیا ہی نہیں جاتا تھا ——— چنانچہ انابپٹسٹ سے "انا" کا سابقہ لفظ حذف کر دیا گیا اور صرف بپٹسٹ ہی رہ گیا[5]۔

---

[1] اورڈ آف ماس کمیونیکیشن ڈبلیو پی سی سی۔ ۳۲۰ بی شارع فاطمہ جناح مسیحی ناشرین کی فہرست کتب ۱۹۷۴ء صفحہ ۲۸

[2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۹ صفحہ ۹۷۳-۹۷۴۔ مقالہ سالویشن آرمی

[3] فرانک ایس میڈ۔ ہینڈ بک آف دی نامی نیشن ان دی یو۔ ایس۔ اے صفحہ ۱۹۶

[4] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱ صفحہ ۸۳۸ [5] تاریخ یورپ جلد اول صفحہ ۴۳۱۔ برٹن

یہوواہ وٹنیس Jehovah's Witness.

اس تنظیم کو ۱۸۷۹ء میں چارلس تیز رسل نے امریکہ میں قائم کیا تھا۔ اس کے معتقدین دوسرے تمام مذہبی اداروں کو شیطانی کام سمجھتے ہیں۔ اپنی تعلیمات کی بنیاد بائبل کو بتاتے ہیں۔ اور تمام عیسائی روایات کو ختم کرکے یہوواہ پر اعتقاد رکھتے ہیں[۱]۔

ان کا عقیدہ ہے کہ ایک وقت ایسا بھی تھا جب خدا (اصلی نام یہوواہ) اکیلا تھا وہ مکمل تھا۔ کسی چیز کی کمی محسوس نہ کرتا تھا۔ اس میں تمام زندگی، اختیار اور قوت تخلیق تھی —— یسوع خدا کی سب سے پہلی مخلوق ہے (تثلیث پرستوں کے برعکس کہ یسوع مسیح ازلی و ابدی اور خدا کے برابر ہے) وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے سب سے پہلے یسوع کو پیدا کیا۔ اور بعد میں کائنات کی تخلیق میں یسوع کو اپنا شریک کار بنا لیا۔ مختصر یہ کہ وہ یسوع مسیح کو خدا کے برابر خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح حضرت مریم کو خدا کی ماں کہنا اُن کے نزدیک سخت گستاخی ہے۔

ان کا ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ ۱۹۱۴ء تک شیطان کی حکمرانی رہی —— اس کے بعد یسوع روحانی طور پر اس دنیا میں آچکے ہیں۔ ان کے نزدیک سبت سے مراد ہفتہ یا ہفتہ کا دن نہیں بلکہ سبت سات ہزار سالہ دن ہے۔ جب یہ ختم ہوگا تو تمام افراد پاکیزہ بن جائیں گے۔

اسی طرح یہ لوگ عام عیسائیوں کی طرح کفارہ پر ایمان نہیں رکھتے یہ صرف یہوواہ ہی کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔

۱۹۶۶ء میں ان کے ممبروں کی تعداد دنیا کے ننانوے (۹۹) ملکوں میں ۱۱۱۸۶۶۵ بتائی گئی ہے یہ ان سب کو منسٹر آف گاسپل شمار کرتے ہیں۔ اور قدیم عیسائیت کی بحالی کا عقیدہ رکھتے ہیں —— یہ لوگ رومن کیتھولک کے سخت خلاف ہیں۔ اپنے ملکی قومی جھنڈوں کو سلامی نہیں دیتے۔ امریکہ میں انہیں اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ یہ شادی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ کہ دنیا کا جلد خاتمہ ہونے والا ہے[۲]۔

---

۱ Great Encyclopaedic Dictionary, Reader's Digest, Vol-3, p. 1369.

۲ Neill : The Concise Dictionary of the World Christian Missions, p. 308. Seventh day Adventist.

ان کا پہلا صدر چارلس تیز ایک عام منتظم کی حیثیت سے ہوا۔ یہ لوگ یسوع کی دوبارہ آمد کا پختہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ ان کے ریڈیو اسٹیشن کا نام ڈبلیو بی بی آر ہے۔ جو بروکلین میں ۱۹۲۴ء سے کام کر رہا ہے[۱]۔

سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ Seventh day Adventist.

اس فرقہ کا بانی ولیم ملر ایک بپٹسٹ عیسائی تھا اس نے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی۔ ابتدا میں حضرت عیسٰی کے آنے کی تاریخ ۲۱ مارچ ۱۸۴۳ء اور ۲۱ مارچ ۱۸۴۴ء مقرر کی جب وہ نہیں آئے تو ایک تیسری تاریخ مقرر کی۔ پھر جب ۲۲ اکتوبر ۱۸۴۴ء کو بھی "آنکھوں سے نظر آنے والی آمد" نہ ہوئی تو یہ لوگ دو حصوں میں بٹ گئے سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ کا یہ عقیدہ ہوا کہ پیشین گوئی کی تاریخ صحیح تھی۔ یہ بجائے اتوار کے سنیچر کے دن کا اہتمام کرتے ہیں۔ ۱۸۷۴ء میں انہوں نے بیرون ملک پہلی مشنری بھیجی۔ ۱۹۰۳ء میں ان کا ہیڈ کوارٹر واشنگٹن منتقل ہوا۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ ایک خدا میں اور بھی شامل ہیں باپ بیٹا اور روح القدس۔

ان کے کاموں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ آٹھ سو زبانوں میں تبلیغ عیسائیت۔

۲۔ بڑے بڑے ملکوں میں اشاعتی پریس لگا کر لٹریچر کی طباعت اور اس لٹریچر کو تربیت یافتہ افراد سے گھر گھر فروخت۔

۳۔ ایک علیحدہ نظام کے تحت پرائمری اور سیکنڈری سکول، کالج اور میڈیکل کالج وغیرہ قائم کرنا۔

۴۔ طبی اداروں کا ایک سلسلہ قائم کرنا[۲]۔

اس کے علاوہ اندھوں کے لیے بریل میں لٹریچر شائع کرنا۔ ۱۹۵۳ء میں انہوں نے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر کی قیمت کا لٹریچر فروخت کیا تھا۔ میڈیکل اور ڈینٹل کالجوں کے علاوہ سیمنری بھی چلاتے ہیں۔ امریکہ اور اس کے باہر سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ کے ۱۱۲ میڈیکل یونٹ ہیں۔ ۲۰۰ سرکاری طور پر مستند نرسنگ ٹریننگ اسکول ہیں۔ ان کے کالجوں اور ثانوی اسکولوں کی تعداد ۲۰۳ ہے۔ جب کہ ۵۶۸۴ ابتدائی اسکول چلاتے ہیں ہر ہفتہ ۵۰۰ بار ریڈیو پروگرام ہوتا ہے۔ بین الاقوامی طور پر "وائس آف پرافیسی" کے عنوان سے ۸۵۶ ریڈیو اسٹیشنوں سے ۱۵ زبانوں میں ۵۲ ملکوں میں کام ہوتا ہے۔ ان کے بائبل خط و کتابت کورس کے لیے

---

۱ Frank S. Mead., Hand-Book of the Denominations in the U. S. A., p., 118.

۲ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا جلد ا صفحہ ۱۶۹

بیس لاکھ طلبہ نے خود کو رجسٹرڈ کرایا۔ پوری دنیا میں تقریباً دس لاکھ ان کے ممبر ہیں۔ جو شراب اور تمباکو سے پرہیز کرتے ہیں۔[۱]

یسوعی فرقہ Society of Jesus' Jesuits

اگنیشیئس لولا اور اس کے ساتھیوں نے ۱۵۳۴ء میں پیرس میں یہ سوسائٹی قائم کی۔ اس کا مقصد رومن کیتھولک چرچوں کی مدافعت کرنا تھا۔ اور بت پرستوں میں مسیحیت پھیلانا تھا۔ یاد رہے عیسائی اپنے سوا ہر ایک کو بت پرست Pagan & Heathen. سمجھتے ہیں۔ اس تشدد پسند سوسائٹی کو گورنر چلاتا ہے جو صرف پوپ کو جواب دہ ہوتا ہے۔

یہ جماعت سترھویں صدی میں بہت طاقتور بنی اور سیاسیات میں بھی دخیل ہو گئی۔ دنیا کے ہر حصہ میں اس نے اپنے ممبر بھیجے۔ اس کے ممبر قابل اور سختی و شدت سے تربیت دیئے ہوئے ہوتے ہیں۔[۲] ابتدائی زمانہ میں اس جماعت پر الحاد کا الزام لگایا گیا۔ انھوں نے تعلیم کے ذریعہ نو عمر بچوں پر اثر ڈالا۔ انھوں نے جامعات میں آہستہ آہستہ اپنا دائرہ اثر بڑھایا۔ اور پروفیسروں کی کرسی سنبھالی۔ پر معاشرت و سیاسیات میں بھی دخل دینے لگے۔ یہ لوگ جس کو ناپسند سمجھتے۔ اس کو تباہ کرنے کی سازشیں کرتے تھے۔[۳]

یہ لوگ کم عمر بچوں کے لیے تعلیم کا انتظام محض اس لیے کرتے ہیں کہ کم سنی میں ان کے ذہنوں میں چرچ کی اہمیت بڑھا دیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اسکول عیسائی دنیا میں بہترین مقام رکھتے ہیں۔ رومن کیتھولک کے مددگار ہونے کے باوجود پرتگال و رومن کیتھولک بادشاہوں نے اٹھارویں صدی میں انھیں اپنے ملکوں سے نکال باہر کیا۔ ۱۷۷۳ء میں پوپ نے اس سوسائٹی کو ختم کر دیا ——— دوبارہ ۱۸۱۴ء میں قائم ہوئی اس وقت سے خاص طور پر تعلیمی اداروں میں اپنا اثر و نفوذ بڑھا رہی ہے۔[۴] (۱۸۵۶ء سے ۲۲ جون ۱۹۳۵ء تک یہی فرقہ سندھ میں مشن کا انچارج رہا۔ پاکستان میں اس کے مختلف اداروں کے علاوہ لاہور کے لیولا ہاؤس سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ مرتب)

---

۱ فرینک ایس میڈ، ہینڈ بک آف ڈینامی نیشنز ان دی یو ایس اے صفحہ ۸۱

۲ Great Encyclopaedic Dictionary-the Reader's Digest Vol. I, p. 467

۳ یورپ سولھویں صدی میں۔ جانسن اے۔ ایچ ترجمہ رحیم الدین صفحہ ۳۲۵

۴ S. Reed Brett, Europe Since Renaissance Part-I, pp. 88, 89.

باب دوم

مسیحی عقائد

تعلیمات اور رسوم

پچھلے صفحات میں یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ عیسائی مذہب کے بارہ میں قطعی اور مستند معلومات محفوظ نہیں ہیں اور ان کی مذہبی کتب بھی دست بردِ زمانہ سے نہیں بچیں۔ مزید برآں ان میں وقتاً وقتاً سے دانستہ تبدیلیاں کی جاتی رہیں۔ چنانچہ بائبلیں الہامی و غیر الہامی کے دو حصوں میں بٹ ہو گئیں عقائد و ایمانیات کا بنیادی تعلق نبیوں اور پیغمبروں کی حقیقی الہامی تعلیمات سے ہوتا ہے۔ ان کے کسی پیرو کار کو خواہ وہ کتنا ہی بزرگ ہو اور کتنا ہی مقدس ہو، قطعی طور پر یہ اختیار نہیں ہوتا کہ ان بنیادی تعلیمات میں کوئی تبدیلی کرے لیکن ہم حیرت کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ مسیحیت میں ابتدا ہی سے بنیادی عقائد میں بھی تبدیلی دھڑلے کے ساتھ کی جاتی رہی ہے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

پادری برکت اللہ لکھتا ہے کہ "۱۹۵۰ء میں حضرت بی بی مریم کے رفع جسمانی کا عقیدہ وضع کیا گیا اور اس کو بھی بہ مثل دیگر عقاید نجات کے لیے لازمی قرار دے دیا گیا۔"[۱] یعنی صرف ۲۵ سال پہلے یہ عقیدہ وضع کیا جاتا ہے اسی پر اکتفا نہیں ہوتا بلکہ ایک عیسائی کی نجات کے لیے یہ لازمی بھی قرار دیا جاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ۱۹۵۰ء سے قبل جتنے عیسائی اس عقیدہ کے بغیر مر گئے ان کا کیا بنے گا؟ ان کی نجات ہو گی یا نہیں؟

جنوبی امریکہ میں تثلیث کے تین اقانیم کے علاوہ حضرت مریم کو چوتھی ذات مانا جاتا ہے اور ان چاروں میں حضرت مریم کا درجہ پہلا ہے۔ یسوعی سوسائٹی نے اپنے ذریعہ سے ہونے والے عیسائیوں کو یہ سکھایا ہے ——— "مقدس کنواری مریم کی تعظیم و توقیر انسانوں اور فرشتوں کو خدا کے بیٹے یسوع مسیح سے زیادہ کرنا چاہیئے"۔ نیز اسی یسوعی سوسائٹی کے ایک گرجا میں لکھا ہے "وہ تمام لوگ جو گناہوں کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں۔ مریم کے پاس آئیں وہ آڑے وقت تمہاری مدد کرے گی۔"[۲] دوسری طرف تمام

---

۱ مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۳۵ پادری برکت اللہ

۲ گلوور۔ دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز۔ صفحہ ۳۵۵

غیر کیتھولک عیسائی اس عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس پر بہت نکتہ چینی کرتے ہیں۔

عیسائی ساکرامینٹوں میں بھی شدید اختلاف ہے۔ کوئی سات ساکرامینٹوں تسلیم کرتا ہے کوئی صرف دو کو کوئی کسی ایک کو بھی نہیں مانتا۔ مثلاً مکتی فوج والے کسی ساکرامنٹ پر ایمان نہیں رکھتے۔ رہا یہ سوال کہ ساکرامینٹس کب مکمل ہوتے؟ کہاں سے آتے؟ ان کا ماخذ کیا ہے؟ ان سوالات کا دو ٹوک جواب مشکل ہے مسیحی حضرات کی مختلف تحریروں سے ہم ان سوالات کے جواب تلاش کرسکتے ہیں۔

برنٹن لکھتا ہے کہ "رسم عشائے ربانی جسے رسم تبدیلی جوہر بھی کہتے ہیں قرون وسطیٰ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔"[1]

ایک اور عیسائی لکھتا ہے کہ "—— عیسائی عبادت میں یوخرسٹ عبادت بھی یہودی رسومات سے اخذ کردہ ہے۔"[2]

کیلون: "تمام رسومات سے انکار کرتا ہے وہ عشائے ربانی میں مسیح کے جسم و خون کی شمولیت کا بھی قائل نہیں وہ صرف دو ساکرامینٹوں کو تسلیم کرتا ہے۔"[3]

عیسائی عقاید کی ارتقائی تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ نئے عقائد مذہب میں داخل کرنا پہلے عقائد سے انحراف کرنا یا ان میں کمی بیشی کرنا مسیحی حضرات کے ہاں معمولی بات ہے۔

حق پسند عیسائی اکابرین اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی مسیحی کے لیے یہ جاننا کہیں سہل نہیں رہا کہ وہ سچا مسیحی ہے یا نہیں۔"[4]

خود مسیحی یہ نہیں سمجھ پاتے کہ وہ اس وقت جن عقائد، رسومات اور تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ کیا یہ حضرت مسیح ہی کی ہیں یا کسی اور ہستی کی وضع کردہ ہیں۔ مثلاً صلیب کا نشان، مقدسوں کی تصاویر، مجسموں کا استعمال، ولیوں، بزرگوں اور مذہبی اداروں کی عظمت کے دن منانا، حتیٰ کہ کرسمس یا ایسٹر کی مذہبی حیثیت وغیرہ۔

اس قسم کی اور بھی رسومات کے متعلق اہلِ تحقیق عیسائیوں نے چھان بین کر کے واشگاف طور پر

---

[1] تاریخ تہذیب جلد اوّل صفحہ ۱۰۱۔ برنٹن

[2] وانڈ، جے ڈبلیو سی۔ دی چرچ ٹوڈے۔ صفحہ ۹۳

[3] ایس ریڈ بریٹ۔ یورپ سنس دی ریناز ینس حصہ اول صفحہ ۷۵

[4] تاریخ تہذیب یورپ صفحہ ۱۸۶

لکھا ہے کہ یہ اصل میں بت پرستوں کی رسمیں ہیں۔ ابتدا میں بت پرست جب عیسائیت میں داخل ہوگئے تو وہ اپنے ساتھ انہیں بھی لیتے آئے اور رفتہ رفتہ وہ عیسائی مذہب کا جزو بنتی گئیں۔ تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل چند کتب ملاحظہ فرمائیے:

The Catholic Encyclopeadia 1908 Edition IV.

The Ancient Church by W. D. Killen 1859. Companion Bible

The History of the Christian Religion & Church during the three centuries by Dr. Augustus Neader, 2nd Edition 1848.

M. Clintock & Strong's Cyclopaedia Vol-IV, etc.

جرمنی کے محقق فرڈی نینڈ بار نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ "نیقیہ کے اجلاس میں جب تثلیث اصولِ دین قرار پایا تو حضرت عیسیٰ کی تعلیمات بت پرستوں کے عقاید کے قالب میں ڈھال دی گئیں گویا کہ روم کے بھیڑیے نے ناصرہ کے برہ کی کھال اوڑھ لی یعنی بت پرستی عیسائیت کی شکل میں نمودار ہوئی۔"[1]

رومن کیتھولک کلیسا کہتی ہے کہ "یہ وہ تعلیم ہے جو خداوند مسیح نے خود ظاہر کی —— اور اس تعلیم کو صرف کیتھولک کلیسا ہی سکھاتی ہے۔"[2] گویا دوسری کلیسائیں غلط تعلیم دیتی ہیں۔

کیتھولک کلیسا کے اختیارات

کیتھولک کلیسا دعویٰ کرتی ہے کہ

۱۔ روما کا اسقف پاپائے اعظم غلطی سے پاک ہے۔ جب کہ وہ عالمگیر کلیسا کے سردار کی حیثیت سے تعلیم دیتا ہے غلطی نہیں کرسکتا۔[3]

۲۔ کلیسا کا سردار اور "سر" یسوع خداوند ہوتا ہے اور روما کا بشپ زمین پر دینی سردار ہے جو مسیح کا قائمقام ہے اور یہ پطرس کا جانشین ہے جسے مسیح نے کلیسا کا سردار مقرر کیا تھا۔

---

[1] تاریخ صحف سماوی صفحہ ۱۲۳

[2] مسیحی تعلیم کے مجابات صفحہ ۵

[3] ایضاً صفحہ ۹۸

مقدس پطرس نے روما میں ۶۷ء کے قریب دُکھ اٹھایا تھا[1]۔ راسی کتاب میں آگے چل کر صفحہ ۹۸ پر سرسری طور پر اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا گیا ہے کہ "سچ ہے کہ بد پوپ بھی ہوئے یعنی ایسے پوپ جن کے اخلاق ان کے اعلیٰ عہدے کے لائق نہ تھے۔

۲- کلیسا کے حکموں کی اطاعت خدا ہی کے حکموں کی طرح لازم ہے[2]۔

۳- کلیسا اپنے قانون تبدیل کر سکتی ہے اور وہ ایسا اس وقت کرتی ہے جب کسی جگہ کے حالات اس کا تقاضا کریں۔ نیز کلیسا قوانین کو ہلکا اور یا زیادہ سخت بھی کر دیتی ہے یا نئے قوانین نافذ کرتی ہے اور پرانے منسوخ کر دیتی ہے۔

کلیسا کو سزا دینے کا حق ہے۔ کلیسا کی خاص سزائیں یہ ہیں:

(۱) ساکرامینٹوں سے محروم کر دینا (۲) مسیحی تدفین سے محروم رکھنا (۳) حکم امتناع عبادت۔ (۴) اخراج۔ پاک فرشتے کے متعلق کلیسا اپنے اختیار کو اس طرح ظاہر کرتی ہے[3]۔

۵- پاک نوشتوں کا وہ ترجمہ نہیں پڑھنا چاہیے جو کلیسا نے منظور نہ کیا ہو ——— پاک نوشتوں کی سچی اور صحیح تفسیر کرنے کا فیصلہ اور انہیں سکھانے کا حق صرف کیتھولک کلیسا کو حاصل ہے[4]۔

۶- رومن کیتھولک کلیسا دعویٰ کرتی ہے۔ بلکہ اس کی تعلیم بھی دیتی ہے کہ سچی کلیسا صرف ایک ہی ہے۔ ——— یسوع مسیح نے ایک ہی کلیسا قائم کی، ایک ہی ایمان کی تعلیم دی، ایک ہی اعلیٰ سردار مقرر کیا ——— ایک ہی سچی کلیسا ہے وہ رومن کیتھولک کلیسا ہے[5]۔

۷- سب لوگوں پر فرض ہے کہ وہ کیتھولک کلیسا میں شریک ہوں اور جو کوئی اپنے قصور سے اس کے باہر رہتا ہے نجات نہیں پا سکتا[6]۔

---

[1] مسیحی تعلیم کے مجابات صفحہ ۹۲

[2] ایضاً صفحہ ۲۴۹

[3] ایضاً صفحہ ۲۵۱

[4] ایضاً صفحہ ۱۹

[5] ایضاً صفحہ ۸۴ - ۸۵

[6] ایضاً صفحہ ۹۴

کیتھولک عقائد

موجودہ زمانہ میں کیتھولک عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ جو "رسولوں کے عقیدہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عقیدہ عیسائیت کے تمام عقائد پر حاوی ہے۔ اس عقیدہ میں تثلیث، باپ، بیٹا، روح القدس، حلول و تجسّم، مصلوبیت، حیاتِ ثانیہ، کفارہ اور نجات وغیرہ سب آ گئے ہیں۔ یہ عقیدہ موجودہ شکل میں بالکل ان ہی الفاظ اور اسی عبارت میں نہیں ہے جو ۳۲۵ء میں نیقیہ کونسل کے بعد بزورِ نافذ ہوا تھا۔ بلکہ اس میں اکثر ترمیم ہوتی رہی ہے۔ اس عقیدہ کے الفاظ میں کمی و بیشی ہی مشرقی کلیسا کی علیحدگی کا ایک سبب بھی ہوئی اور پروٹسٹنٹ عیسائی بھی اس عقیدہ کو بعینہٖ تسلیم نہیں کرتے۔ "رسولوں کے عقیدہ" کے متعلق واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہ عقیدہ لفظی طور پر رسولوں کی طرف سے نہیں بلکہ اس کی تعلیم رسولوں ہی نے دی[1]۔

رسولوں کا عقیدہ

میں ایمان رکھتا ہوں:

(۱) قادرِ مطلق خدا باپ پر جو آسمان اور زمین کا خالق ہے۔

(۲) یسوع مسیح پر جو اس کا اکلوتا بیٹا اور ہمارا خداوند ہے۔

(۳) وہ روح القدس کی قدرت سے پیٹ میں پڑا۔ کنواری مریم سے پیدا ہوا۔

(۴) اس نے پنطوس پیلاطوس کے عہد میں دُکھ اٹھایا۔ مصلوب ہوا۔ مر گیا اور دفن کیا گیا۔

(۵) برزخ میں اُترا۔ تیسرے روز مُردوں میں جی اٹھا۔

(۶) آسمان پر چڑھ گیا۔ اور خدا قادرِ مطلق باپ کے داہنے بیٹھا ہے۔

(۷) وہاں سے وہ زندوں اور مُردوں کی عدالت کے لیے آنے والا ہے۔

(۸) میں ایمان رکھتا ہوں روح القدس پر۔

(۹) پاک کیتھولک کلیسا پر۔ مقدسوں کی شراکت۔

(۱۰) گناہوں کی معافی۔

(۱۱) جسم کے جی اٹھنے۔

(۱۲) اور ہمیشہ کی زندگی پر۔ آمین[2]۔

---

[1] مسیحی تعلیم کے مجابات صفحہ ۲۹

[2] ایضاً ۳۹

عیسائیوں کا یہ رسمی عقیدہ حضرت عیسٰی کا سکھلایا ہوا نہیں ہے بلکہ عیسائی پیشواؤں نے صدیوں کی بحث و تکرار کے بعد اس کو تیار کیا ——— بازنطینی اور رومی کلیساؤں کے افتراق میں اس عقیدہ کے الفاظ بھی سخت نزاع کا باعث بنے۔ مختصر یہ کہ یہ بنیادی عقیدہ نہ حضرت عیسٰی کا بتایا ہوا ہے اور نہ کسی مستند انجیل سے ثابت۔ اس لیے اسے قطعی الہامی نہیں کہا جاسکتا۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ

اس سے کئی سوال پیدا ہوتے ہیں۔ خدا کو باپ بتلانے سے لفظ خدا کی تضحیک سی ہوتی ہے چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ دُنیا کے ہزاروں لاکھوں خاندانوں میں "باپ" اپنی کوئی وقعت نہیں رکھتا ——— باپ کے تصور سے جنسی تعلقات کا تصور اُبھرتا ہے۔ باپ فانی ہوتا ہے اور اکثر اولاد اپنے ہاتھ سے اُسے دفن کرتی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ باپ بے حد کمزور و نحیف ہو جاتا ہے خود اس کی اولاد اس کے مقابلہ میں زیادہ توانا اور طاقت ور ہوتی ہے۔ پھر باپ کو وارث کی ضرورت ہوتی ہے۔

بائبل میں لفظ بیٹے کو کئی جگہ کئی انداز سے استعمال کیا گیا ہے۔ روح القدس کا کام خدا کے ایک واسطہ کے مانند ہے۔ اس لیے خدا اور روح القدس کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔ اس کا علیحدہ وجود ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ ایک خدا سے الگ کوئی اور چیز ہے اگر خدا کے حکم سے بغیر باپ کے کوئی لڑکا پیدا ہوتا ہے تو تعریف کے قابل خدا ہے نہ کہ لڑکا۔ پیدائش، تکالیف، موت، تدفین اور دوبارہ زندگی یہ سب فانی انسان کی خصوصیات ہیں۔ زندہ اور قائم رہنے والے خدا کی نہیں۔ دوزخ تو گنہگاروں کی جگہ ہے۔ مسیح وہاں کیوں گیا اور کس نے ہم کو اطلاع دی۔ اور پھر صرف تین دن ہی کیوں۔ کم یا زیادہ کیوں نہیں۔ پھر یسوع کے وہاں سے نکلنے کے بعد جو لوگ وہاں گئے اُن کا کیا بنے گا؟ ایک مرے ہوئے شخص کا دوزخ یا برزخ میں اُترنا ہی خلاف عقل ہے۔ خدا کے دائیں ہاتھ پر بیٹھنے کا عقیدہ بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ خدا سے مختلف کوئی اور شخصیت ہے۔ اگر یسوع زمین پر بھی انسانی روپ میں تھا اور آسمان پر بھی اسی روپ میں بیٹھا ہے تو وہ کب خدا بنے گا؟ تاریخ کا ورق ورق شاہد ہے کہ چرچ نے ہمیشہ اپنے عقائد میں بے حد ترمیمیں کیں جو آج تک جاری ہیں۔ بزرگ لوگ کسی کو بھی نہیں بچا سکتے بجز اللہ تعالیٰ کے۔ گناہوں کی معافی صرف توبہ سے ہو سکتی ہے[۱]۔

اس کے برعکس مسلمانوں کا عقیدہ یعنی "ایمان مفصل" کی بنیاد اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید ہے۔ جو قرآنی سورتیں (۱) بقرہ آیت ۲۸۵ اور (۲) سورہ نساء آیت ۱۳۶ سے ماخوذ ہے۔ اور اس کو خود حضور اکرم

۱؎ اسلام اور مسیحیت صفحہ ۱۰۹ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت وضاحت سے بتایا ہے۔

ایمانِ مفصل

آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

۱۔ میں اللہ پر ایمان لایا
۲۔ اور اس کے فرشتوں پر
۳۔ اور اس کی کتابوں پر
۴۔ اور اس کے پیغمبروں پر
۵۔ اور قیامت کے دن پر
۶۔ اور خیر و شر پر
۷۔ اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر

دونوں قوموں کے بنیادی عقیدوں میں جو نمایاں اور ہمہ گیر فرق ہے۔ ایک نظر ہی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ تفصیلی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

تثلیث کا عقیدہ Trinitarian Doctrine.

عیسائی حضرات توحید کے ساتھ تثلیث کو بھی مانتے ہیں۔ یعنی خدا کو تین اقانیم Persons سے مرکب جانتے ہیں (۱) خدا باپ (۲) خدا کا بیٹا (۳) خدا روح القدس۔

اُن کا یہ عجیب و غریب عقیدہ ہے کہ یہ تینوں الگ الگ بھی ہیں اور ایک بھی۔ یعنی باپ بیٹا نہیں۔ بیٹا باپ نہیں اور روح القدس بیٹا یا باپ نہیں۔ لیکن ان میں ایسی ماہیت یکساں طور پر مشترک ہے۔ یہ تین اقنوم مل کر بھی تین خدا نہیں ہوتے بلکہ باپ، بیٹا اور روح القدس وہی خدائے واحد ہے۔

ہم آپ اس راز کو کہاں سمجھ سکتے ہیں۔ خود عیسائی علماء و فضلا بھی یہ بھید پا نہیں سکے کیوں کہ اس کو وہ "پاک تثلیث کا بھید" قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بھید عقل سے بالاتر ہے لیکن خلاف عقل بھی نہیں[۲]۔ یہ عجیب پیچیدہ اور الجھا ہوا عقیدہ ہے۔ اس کو حل کرنے میں بڑی بڑی بحثیں ہوتی

۲؎ مسیحی تعلیم کے عجائبات صفحہ ۲۹

رہیں۔ کونسلیں منعقد کی جاتی رہیں لیکن عقدہ حل نہ ہوا بلکہ اس عقیدہ پر عیسائیوں میں سینکڑوں فرقے وجود میں آ گئے۔

برنٹن بڑی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے لکھتا ہے کہ "عقیدہ نجات کا سرسری خاکہ بھی ایسی مشکلات سے لبریز ہے جس کے متعلق مسیحی صدیوں سے بحث کرتے رہے ہیں۔ مثلاً خدا جو باپ ہے اس کا اس اکلوتے بیٹے کے درمیان تعلق کیا ہے؟ اس تعلق میں اکلوتے بیٹے کا کیا مطلب سمجھا جائے۔ آدم کا ابتدائی گناہ کیا تھا۔ انسان نجات کیوں کر حاصل کرے[1]"

باپ (تثلیث کا پہلا اقنوم)

خدا باپ، پاک تثلیث کا پہلا اقنوم ہے جو کسی میں سے نہیں نکلتا بلکہ وہ دوسرے دو اقنوموں کی اصل اور منبع ہے گویا یہ ذات ایک Principal کا درجہ رکھتی ہے۔ اس باپ نے منصف قادر مطلق، رحیم ہونے کے باوجود حضرت آدم و حوا کی لغزش کے اثرات ان کی پوری نسل سے ختم کرنے کے لیے یہ "تدبیر" کی کہ ایک نجات دینے والے کا وعدہ کیا اور وہ نجات دینے والا یسوع مسیح ہے کیا کوئی عقل اس تشریح کو ایک لمحہ کے لیے بھی قبول کرنے کو تیار ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک خدا ان تین اجزا سے مرکب ہے۔ باپ، بیٹا، روح القدس۔ کیا یہ مرکب اپنے اجزا کا محتاج نہیں؟ اگر محتاج نہیں تو پھر ہر جزو کو علیحدہ علیحدہ خدا کہلانا چاہیئے اور جب علیحدہ کہلائے گا تو تین خدا ہوں گے ایک نہیں اگر یہ مرکب اپنے اجزا کا محتاج ہے تو کیا خدا محتاج بھی ہو سکتا ہے؟ جو محتاج ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟

توحید کا تصور قرآنی

توحید کی تعلیم تمام انبیاء نے اپنی قوم کو دی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری رسول حضور اکرم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی بتایا کہ ایک قادر مطلق ہستی ہے جو ہمہ صفت موصوف ہے۔ وہ اپنی ذات میں کامل ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔ پوری کائنات اور تمام عالم اس کے محتاج ہیں۔

وہ ذات گرامی ایسی ہے جس پر کسی قسم کا تغیر و تبدل، حدوث و فنا نہیں ہوتا۔ وہ ابتدا و انتہا، مکان و زمان، اطراف و اکناف، سمت و جہت اور قیود و حدود سے قطعی پاک ہے۔ مالک الملک عدم سے وجود میں نہیں آیا کیوں کہ جو ایسا ہوتا ہے وہ حادث ہے اور حادث اِلٰہ نہیں ہو سکتا۔ وہ ازلی و ابدی ہے۔

---

[1] تاریخ تہذیب یورپ صفحہ ۲۰۲ برنٹن

آخری صحیفہ آسمانی میں جگہ جگہ اِلٰہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ہیں "وہ ہستی جس کی عبادت کی جائے یعنی جو اپنی عظمت و بڑائی اور عزت و وقار کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ صرف اسی کی عبادت و بندگی کی جائے۔ بالفاظ دیگر پوری کائنات میں کوئی دوسری ہستی اس قابل نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ کسی نہ کسی درجہ میں احتیاج رکھتی ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (سورۂ اخلاص پارہ ۳۰) آپ کہہ دیجیے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے اس کے اولاد نہیں ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔[1]

اس کی تفسیر یہ ہے اللہ اپنی کمال ذات و صفات میں ایک ہے۔ وہ ایسا بے نیاز ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج ہیں۔ اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

اس کے لیے کسی بھی بڑے چھوٹے کام کا انجام دینا کچھ دشوار نہیں وہ اس کو کسی کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کُنْ "ہو جا" اور "فَيَكُوْنُ" وہ کام ہو جاتا ہے (سورہ یٰسین آیت ۸۲)

وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں۔ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (سورہ بروج آیت ۱۶)
وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (سورہ آل عمران آیت ۲۶) بخشش و عنایات اور تذلیل و تحقیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔

آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز نہیں جو اس کی قدرت اور اس کے قبضہ کے تحت نہ ہو۔ مختصر یہ کہ اللہ اپنی ذات و صفات میں یکتا و بے نظیر ہے وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۃ النحل ۱۶ : ۶۰) اور اللہ کے لیے تو بڑے اعلیٰ درجہ کی صفات ثابت ہیں اور وہ بڑے زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں۔

اللہ کے ہر نبی اور ہر رسول نے اسی توحید کی تعلیم دی ہے کسی نے بھی اس میں ذرہ برابر کمی بیشی نہیں کی اور یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا۔ خواہ وہ حضرت یعقوب ہوں یا حضرت یوسف، حضرت موسیٰ ہوں یا حضرت عیسیٰ۔ وَمَا اُمِّۃً مُسْلِمَۃً

---

[1] تفسیر بیان القرآن پارہ ۳۰ ص ۱۷ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

(مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (سورۃ الانبیاء۔ آیت ۲۵) اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں پس میری ہی عبادت کیا کرو ——— ایک دوسری جگہ اسی مطلب کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (سورۃ النحل آیت ۳۶) اور ہم نے ہر ایک امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (کفر) سے بچو۔

جس طرح ہر نبی نے خالص توحید کی دعوت و تعلیم دی۔ اسی طرح ہر قسم کے شرک سے بچنے کی لوگوں کو ہدایت کی خواہ وہ خفی ہو یا جلی خواہ وہ ابنیت کی شکل میں ہو یا ثنویت و تثلیث کی صورت میں مولانا سید سلیمان ندوی نے شرک کی سترہ (۱۷) قسمیں لکھی ہیں[1] جب کہ امام محمد بن عبد الوہاب نے تیس (۳۰) سے زیادہ بتائی ہیں[2]۔

قرآن مجید میں سورۂ زمر پارہ ۲۳-۲۴ میں زیادہ تفصیل سے شرک کی مختلف قسموں کا ذکر آیا ہے۔

اللہ اور اس کی صفات

جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ ایک قادر مطلق صرف اللہ ہے تو اب اس کی وضاحت ضروری ہے کہ اس کی صفات کیا ہیں۔ قرآن مجید میں اسماء الحسنیٰ یا خوبصورت ناموں سے ان صفات کو موسوم کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ چیزوں کا بھی جاننے والا ہے اور حاضر کا بھی (عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ) وہ بڑا مہربان ہے۔ رحم والا ہے (هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ) سب عیبوں سے پاک ہے (الْقُدُّوْسُ) سلامتی والا ہے (السَّلٰمُ) امن دینے والا اور نگہبان ہے (الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ) زبردست ہے (الْعَزِيْزُ) خرابی کا درست کرنے والا ہے (الْجَبَّارُ) بڑی عظمت والا ہے (الْمُتَكَبِّرُ) اللہ تعالیٰ لوگوں کے شرک سے پاک ہے (سُبْحٰنَ اللّٰهِ

---

[1] سیرت النبی جلد چہارم صفحہ ۴۰۸-۴۰۶ طبع اول مولانا سید سلیمان ندوی

[2] کتاب التوحید ترجمہ محمد بن یوسف سورتی صفحہ ۳-۴۔ محمد بن عبد الوہاب

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ) وہ پیدا کرنے والا (الْخَالِقُ) ہے۔ ٹھیک بنانے والا (الْبَارِئُ) ہے۔ وہ صورت بنانے والا (الْمُصَوِّرُ) ہے۔ سب چیزیں اس کی پاکی بیان کرتی ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں (يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) (سورۃ الحشر)

اللہ زندہ (الْحَيُّ) اور ہمیشہ قائم رہنے و رکھنے والا (الْقَيُّوْمُ) ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند (لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ) اسی کے مملوک ہیں وہ سب کچھ جو آسمانوں اور جو کچھ زمین میں (لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ) وہ عالی شان (الْعَلِيُّ) اور عظیم الشان (الْعَظِيْمُ) ہے (سورہ بقرہ آیت ۲۵۵)

وہ سننے والا (السَّمِيْعُ) ہے۔ دیکھنے والا (الْبَصِيْرُ) ہے۔ وہ شاہ رگ سے قریب ہے (اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ) وہی رزق کا دینے والا ہے (الرَّزَّاقُ)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

مختصر یہ کہ آخری صحیفہ آسمانی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ اتنی عظیم الشان اور اتنی وسیع و پُروقار ہیں۔ کہ "اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلم بن جائیں اور سمندر ہو اور اس کے سات سمندروں کا پانی سیاہی ہو جائے تب بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی"۔

اللہ کی صفات پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صرف "جلالی" ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ عیسائی عام طور پر پراپیگنڈہ کرتے ہیں بلکہ وہ جمالی اور رحمانی بھی ہیں جو جلالی کی نسبت زیادہ ہیں۔

علاوہ ازیں جب وہ ننانوے صفات کا بلا شرکت غیرے مالک ہے۔ رحیم و رحمٰن اور غفار و ستار ہے تو اس کو نسل انسانی کا مبینہ اور مفروضہ گناہ از خود معاف کر دینے میں کسی قسم کی کیا دشواری پیش آ سکتی تھی ——— اسے اتنا بڑا جھنجھٹ پالنے کی از روئے عقل و منطق کیا ضرورت تھی کہ ہزاروں نسلیں گذرنے کے بعد صرف اولاد آدم کی بخشش کے خیال سے دو ہزار سال پہلے اپنے بیٹے کو قربانی کے لیے بھیجے۔

خدا بیٹا یسوع مسیح دوسرا اقنوم

عیسائیوں کے نزدیک بیٹا خدا یسوع مسیح باپ (خدا) کا اکلوتا بیٹا ہے۔ وہ خدا باپ میں سے ازل ہی سے عقل کی راہ سے تولد ہوا ہے۔ یہ بیٹا خدا کا کلمہ بھی کہلاتا ہے کیونکہ عقل کی راہ سے مولود کردہ باپ کا خیال ہے اور خیال بولے ہوئے کلمے کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ ابتدا میں کلمہ تھا اور کلمہ خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلمہ خدا تھا۔ پھر یہ کلمہ عیسائیوں کی نجات کے لیے حضرت مسیح کی شکل میں انسانی جسم میں حلول کر گیا تھا۔ جب تک مسیح دنیا میں رہے۔ یہ خدائی اقنوم ان کے جسم میں حلول کیے رہا۔ جب یہودیوں نے آپ کو

پھانسی پر چڑھا دیا تو اس وقت یہ خدائی اقنوم ان کے جسم سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کے تین روز بعد آپ دوبارہ زندہ ہوئے اپنے حواریوں کو ہدایات دیں۔ اور آسمان پر چلے گئے۔ یہودیوں کی جانب سے آپ کو پھانسی دینے کی وجہ سے تمام عیسائیوں کا وہ گناہ معاف ہو گیا۔ جو حضرت آدم کی وجہ سے ان کی تمام نسل کی سرشت میں داخل ہو گیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ جب اللہ قادر مطلق ہے تو کیا ضرورت تھی کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے نسلی گناہ کو معاف کرنے کے لیے کسی کو فدیہ بنائے —— ایک خالق کائنات، صانع عالم اور قادر مطلق ذات کے لیے کیا یہ مناسب ہو سکتا ہے کہ وہ کسی واسطے کے ذریعہ ہی انسانوں کے گناہ معاف کرے۔ کیا وہ اس کے بغیر ایسا کرنے پر قادر نہ تھا؟

دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ یوحنا کی انجیل کی آیات کے مطابق "ابتدا میں کلمہ تھا اور کلمہ خدا کے ساتھ تھا اور کلمہ خدا تھا۔" تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کے مجسم کلمہ کا نام یسوع مسیح تھا —— سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت مسیح کی پیدائش کے بعد خدا کے کلام کرنے کی صفت ختم ہو گئی؟ اگر یہ حضرت عیسیٰ واقعی کلمۂ خدا تھے تو مندرجہ ذیل آیات کا کیا مطلب نکالا جائے۔

"جو کلام تم میرا سنتے ہو وہ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے" (یوحنا۔ ۱۴: ۲۴)

"ایلی ایلی لما شبقتنی" اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (متی ۲۷: ۴۶ وغیرہ

نیز جب مسیح کلمۂ خدا ہے تو مسیح کو اے میرے خدا اے میرے خدا کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ گویا بات کرنے والا کوئی اور ہے اور سننے والا کوئی اور (اور وہ خدا ہے) یعنی ایک خدا نے دوسرے خدا سے کہا۔ "اے میرے خدا اے میرے خدا"۔ اس سے ایک اور بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ حضرت مسیح کسی اور ذات و ہستی کے محتاج ہیں اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

یسوع مسیح کی بشریت

عہد نامہ قدیم کے علاوہ عہد نامہ جدید میں بھی "ابن اللہ" کا لفظ کنایہ و مجاز کے طور پر استعمال ہوا ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں۔ خود حضرت مسیح نے اپنے آپ کو بیسیوں مرتبہ ابن آدم کہا ہے اور خدائی اقنوم ہونے سے صریحاً انکار کیا ہے۔

۱۔ مجھے تو نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک اور وہ خدا ہے۔ (مرقس ۱۰: ۱۸)

۲۔ یسوع ابن داؤد بن ابراہیم (متی ۱: ۱)

۳۔ میرا باپ اور ہمارا باپ میرا خدا اور ہمارا خدا۔ (یوحنا ۲۰: ۱۷)

۴۔ میں جو ابن آدم ہوں انسان ہوں۔ (متی ۱۶: ۱۳)

۵۔ ابن آدم مسیح ہے۔ (متی ۸: ۲۰)

اس مضمون کی کئی آیات ہیں جن سے نہ صرف حضرت مسیح کے ابن آدم (بشر) ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر اور رسول تھے۔ جو دیگر پیغمبروں کی طرح انسانیت کی فلاح کے مشن پر آئے تھے۔

اناجیل کی افسوس ناک بات یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا بتلاتی ہیں اور دوسری جانب انہیں ایک عام انسان سے بھی نیچے گرا دیتی ہیں مثلاً:

(۱) بلکہ ایک بے عیب اور بے داغ برے یعنی مسیح کے بیش قیمت خون سے۔ (۱ پطرس ۱: ۱۹) اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت مسیح قربانی کے جانور (برہ) ہوئے۔

یہ بات عقل سے بالاتر ہے کہ جب عام انسان تک جھوٹ سے پرہیز کرتا ہے تو یسوع کس طرح اس پر دلیرانہ تیار ہو گئے۔

(۲) میں ابھی اس عید میں نہیں جاتا کیوں کہ ابھی تک میرا وقت پورا نہیں ہوا یہ باتیں ان سے کہہ کر وہ گلیل ہی میں رہا۔ لیکن جب اس کے بھائی عید میں چلے گئے۔ اس وقت وہ بھی گیا ظاہراً نہیں پوشیدہ (یوحنا ۷: ۸-۱۰)

(۳) انگور کا حقیقی درخت میں ہوں اور میرا باپ باغبان ہے۔ (یوحنا ۱۵: ۱)

(۴) مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیوں کہ لکھا ہے کہ جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ (گلتیوں ۳: ۱۳)

(۵) اے باپ میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو اسے میرے باپ کے گھر بھیج دے (لوقا ۱۶: ۲۷)

(۶) متی ۲۶: ۲۷ اور ۲۷: ۴۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کی زندگی خراب تھی کوئی لعنت کرتا اور کوئی طمانچے مارتا اور تبرے پڑھتا

(۷) مسیح نیک نہ تھا بلکہ گنہگار تھا (مرقس ۱۰: ۱۷)، گرنتھیوں ۵: ۲۱)

(۸) مسیح گناہ کے سبب مرا (رومیوں ۷-۱۰)

مختصر طور پر "خدا باپ" کی تثلیث کے دوسرے اقنوم یسوع مسیح کی یہ تشریح اناجیل سے ماخوذ ہے —— ایک اہم سوال یہ ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک معیار اولیت کیا ہے۔ اور وہ معیار کن بنیادوں پر وضع کیا گیا۔ اور کیا وہ کسی بھی زمانے کے لیے معیاری ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص اس سائنٹفک دور میں۔ جب کہ

یورپ و امریکہ میں "خدا مر چکا" کا نظریہ بڑی تیزی سے وسعت پکڑ رہا ہے۔

حضرت مسیح ابن مریم اور قرآن

دنیا کی تمام قوموں میں صرف مسلمان ہی وہ قوم ہے جو عیسائیوں کے ان عقائد کی بھرپور حمایت کرتی ہے

۱۔ حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

۲۔ آپ دوشیزہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۳۔ حضرت مریم پاکیزہ اور بے داغ تھیں۔

۴۔ حضرت مسیح متعدد معجزات کے حامل تھے۔

حضرت مریم کو ایک لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی تھی اور حضرت جبریل نے یہ بات ان تک پہنچائی۔ "قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ ——— زَكِيًّا" (سورۃ مریم آیت ۱۹، سورہ آل عمران ۴۵) وہ بغیر باپ کے پیدا ہوگا کیونکہ خدا کا ارشاد یہی ہے۔ "قَالَ رَبُّكِ ——— هَيِّنٌ" (مریم۔۲۱)

اس جلیل القدر بچہ کی تخلیق عام فطری قواعد سے ہٹ کر اس لیے بھی ہوئی کہ وہ لوگوں کے لیے ہماری ایک نشانی اور رحمت ہوگی "وَلِنَجْعَلَهٗ ——— مِنَّا" (مریم۔۲۱)

اللہ تعالیٰ اس بغیر باپ کے بچے کو عظیم و بزرگ بنائے گا۔ اس کو بنی اسرائیل کے لیے نبوت کے درجہ پر فائز کرے گا۔ معجزات دے گا اور کتاب و حکمت کا علم عطا کرے گا نیز توریت و انجیل کا "وَيُعَلِّمُهُ ——— مُؤْمِنِيْنَ" (آل عمران ۴۸-۴۹)

توریت کا ذکر اس لیے فرمایا کہ وہ اپنے پر نازل شدہ کتاب انجیل کو تو جانتے ہی ہوں گے بلکہ سینکڑوں برس پہلے کی کتاب یعنی شریعت موسوی کی حقیقت و اصلیت جس کو یہودیوں نے غلط ملط کر دیا تھا سے بھی واقف ہوں گے اور وہ بنی اسرائیل کے لیے برحق پیغمبر ہوں گے۔

الغرض حضرت مریم کے اللہ کے حکم سے حمل ٹھیرا۔ نو مہینے تک وہ اُن کے پیٹ میں رہے۔ اور فطری طور پر تولد ہوئے۔ ——— جب حضرت مریم کنواری اور دوشیزہ بن باپ کے بیٹے کے ساتھ قوم میں آئیں تو لوگوں نے پھبتیاں کسنی شروع کیں۔

یہودیوں کی الزام طرازی

انہوں نے کہا مریم تو نے یہ کیا غضب کر دیا کیسی بری حرکت کی۔ نہ تیرا باپ اور نہ ہی تیری ماں اتنے گرے ہوئے بدکار تھے لیکن تو ایسی کیسے ہوگئی۔ "قَالُوْا يٰمَرْيَمُ ——— بَغِيًّا" (مریم۔۲۸) آپ نے سکوت اختیار کر رکھا تھا کچھ نہ بولیں۔ البتہ بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ خود اس سے پوچھ لو۔ یہودی اور چراغ پا

ہو گئے کہ اتنا سا دودھ پیتا بچہ کیسے بول سکتا ہے لیکن صاحبزادہ نے بات کی ——— اور سب سے پہلے جو لفظ آپ کی زبان سے نکلا وہ عبداللہ (خدا کا بندہ) تھا (خدا کا بیٹا نہیں)۔ آپ نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی اور اپنا پیغمبر بنایا ——— نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا، اپنی محترمہ والدہ کا خدمت گذار اور فرمانبردار بنایا مجھ پر سلام ہی سلام ہے ——— "فَاَشَارَتْ ——— حَيًّا" (مریم ۲۹-۳۲)

اس طرح بالکل بچپن ہی میں آپ نے اپنے ابن اللہ ہونے کی صرف تردید ہی نہیں کی بلکہ بہترین وصف حتیٰ کہ پیغمبر ہونے کا اظہار فرما دیا۔ نماز، زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم اس بات کی طرف وضاحت ہے کہ آپ انسان ہی تھے خدا نہیں کیوں کہ خود خدا نماز (عبادت) کس کی کرے۔

آپ نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ "اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ ——— مُّسْتَقِيْمٌ" (آل عمران۔۵۱) دیکھو اللہ میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ پس اس کی بندگی کرو۔ یہی دین کا سیدھا راستہ ہے۔" اسی قسم کی تعلیمات مریم ۳۶، آل عمران ۵۲، مائدہ ۱۱۸-۱۱، زخرف ۶۵ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

آپ نے اعلان کیا کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ اسی طرح خدا ان کے متبعین کو فرماتا ہے کہ "فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" (سورہ نساء۔۱۷۱) پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو خدا تین ہیں اس سے رک جاؤ تمہارے لیے بہتر ہے اللہ صرف ایک ہی معبود ہے۔"

بغیر باپ کے واسطے کی پیدائش کی وجہ سے جب آپ کی قوم نے آپ کو اللہ کا بیٹا بنا ڈالا تو اللہ نے ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی "مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا" (مریم آیت ۹۲) خدائے رحمان کی یہ شان نہیں کہ وہ بیٹا بنائے۔"

حضرت جبریل کے ذریعہ آپ کی مدد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے روشن دلیلیں دے کر رشد و ہدایت کے لیے بحیثیت پیغمبر دنیا میں بھیجا تھا جس طرح اور پیغمبروں کو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: "وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (بقرہ۔۲۵۳) اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہدایت کی روشن دلیلیں عطا فرمائیں اور روح القدس (حضرت جبریل) کی تائید سے سرفراز کیا۔"

قیامت کے دن جب اللہ تمام لوگوں کو جمع کرے گا جن میں رسول بھی شامل ہیں اور ان سے پوچھے گا کہ تمہیں تمہاری امتوں کی طرف سے دعوت حق کا کیا جواب ملا۔ انہوں نے اس پر کہاں تک عمل کیا۔ "اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ ——— بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (سورہ مائدہ۔۱۱۰)

"جس دن اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ تم پر اور تمہاری ماں پر جو انعام کیے ہیں انہیں یاد کرو۔ جب ایسا ہوا تھا کہ میں نے روح القدس (حضرت جبریل) سے تمہیں قوت دی تھی"

گویا جس طرح حضرت جبریل ہر پیغمبر تک اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے اور بعض دفعہ ان کی مدد کرتے رہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کے ساتھ بھی ہوا۔

جس طرح اللہ نے حضرت آدم کو اپنی حکمت سے پیدا فرمایا کم و بیش ایسا ہی طریقہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ رہا۔ بجز اس کے کہ آپ کی پیدائش میں آپ کی والدہ کا حصہ تھا جب کہ حضرت آدم کی پیدائش ماں اور باپ دونوں سے بے نیاز ہے۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران آیت ۵۹) اللہ کے نزدیک تو عیسیٰ ایسا ہی ہے جیسے آدم، اسے مٹی سے پیدا کیا پھر اس کی بناوٹ کے لیے حکم صادر فرمایا کہ ہو جاؤ (جیسا کچھ خدا کا ارادہ تھا اسی کے مطابق) ہو گیا۔

مسیح خدا نہیں

گذشتہ تحریر سے ثابت ہے کہ آپ نے خود کو خدا کا بندہ بار بار بتلایا اس کے علاوہ کچھ اور نہیں۔ اس آیت سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خدا نہ تھے۔ "قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ ——— عَلِيْمُ" (مائدہ۔ ۷۶) "اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کیا تم ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہو جن کے اختیار میں نہ تو تمہارا نفع ہے نہ نقصان اور اللہ تو سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔"

دوسروں کا نفع و نقصان تو علیحدہ بات ہے۔ حضرت مسیح عیسائیوں کے مطابق خود اپنے آپ کو بھی پھانسی سے نہ بچا سکے ——— آخری رات عشائے ربانی کے وقت آپ نہایت غمگین ہوتے ہیں منہ کے بل گرتے ہیں تاکہ موت کا پیالہ ٹل جائے ——— آپ کو تسلی دی جاتی ہے کہ میں یہودیوں کی سازش سے تم کو بچاؤں گا۔ ان کی مخالفت اُن پر اُلٹ دوں گا۔ میں نے تمہاری حفاظت کے پوشیدہ اسباب و ذرائع پیدا کر دیئے ہیں۔

"اِذْ قَالَ اللّٰهُ ——— كَفَرُوْا" (آل عمران۔ ۵۵) "اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تیرا وقت پورا کروں گا۔ تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ تیرے منکروں کی تہمت سے تجھے پاک کر دوں گا۔"

یہودی بزعم خویش اس تصور ہی سے خوش ہو رہے تھے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو مار ڈالا جو خدا کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے تھے ——— لیکن خدا نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا اور ان یہودیوں کی تہمت سے پاک کر دیا۔ یہودیوں نے کیا کچھ شقاوت کا اظہار نہ کیا۔ حضرت مسیح کی

دعوت جھٹلائی۔ حضرت مریم پر تہمتیں لگائیں ——— اور اب یہ کہتے ہیں کہ انہیں مصلوب کر ڈالا۔ اللہ فرماتا ہے کہ "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا" (سورہ نساء ۱۵۷، ۱۵۸)

"حالانکہ فی الواقعہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے، محض گمان ہی کی پیروی ہے۔ انہوں نے مسیح کو یقین کے ساتھ قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا اللہ زبردست طاقت والا اور حکمت والا ہے" (ترجمہ مولانا مودودی)

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ (سورہ مریم - ۳۴ آیہ) "صحیح واقعہ ہے عیسیٰ ابن مریم کا یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔"

قرآن کی دعوتِ مباہلہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو اسلام کی دعوت خط کے ذریعہ دی۔ عیسائیوں کے اسقف نے خط پڑھا۔ اس نے اپنے مصاحبین سے مشورہ کر کے ایک وفد مدینہ بھیجا۔ وفد نے آکر حضرت عیسیٰ کی ذات پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اس کا ذکر سورہ آل عمران کی آیات ۵۹ تا ۶۳ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوتِ مباہلہ دی کہ اگر تمہیں الوہیت مسیح کی صداقت پر اعتقاد و یقین ہے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آئیں اور دونوں فریق خدا سے دعا مانگیں جو حق پر نہ ہو اس پر خدا کی لعنت ہو ——— مگر عیسائیوں کا یہ وفد اس مقابلہ کی جرأت نہ کر سکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اقرار کر کے واپس چلا گیا (تفصیل کے لیے رحمۃ للعالمین جلد اول اور سیرت النبی ملاحظہ ہو)

خلاصہ یہ کہ اللہ قادر مطلق نے چاہا کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوں اور وہ پیدا ہوئے پھر انہوں نے عام انسانوں کی طرح اللہ کا پیام قوم کو پہنچایا۔ انسانوں کی طرح رہتے بستے، کھاتے پیتے چلتے پھرتے رہے۔ بارہا انہوں نے خود بھی اعلان کیا کہ میں صرف اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ نے پیغمبری سپرد کی ———

صرف اسی وجہ سے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے (حالانکہ وہ تمام انسانی احساسات و ضروریات

کے حامل تھے ان کو خدا کا بیٹا بنا لینا خلاف عقل ہے۔ حضرت آدم تو بغیر ماں باپ کے پیدا کیے گئے تھے اس لحاظ سے وہ بدرجہ اتم الوہیت کے مرتبہ پر فائز ہونے کے اہل تھے۔

روح القدس Holy Spirit تیسرا اقنوم

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ بیٹا۔ خدا باپ میں سے عقل کی راہ سے تولد ہوتا ہے۔ روح القدس باپ اور بیٹے دونوں میں سے "مرضی کی راہ" سے صادر ہوتا ہے۔ خدا اور بیٹے میں جو باہم محبت ہے یہی محبت "روح القدس" کہلاتی ہے اور یہ عقیدہ تثلیث کا تیسرا اقنوم ہے۔ پاک نوشتوں میں الٰہی قدرت خاص باپ سے۔ دانائی بیٹے سے اور پاکیزگی روح القدس سے منسوب ہے۔

عیسائیوں کے بقول جب حضرت مسیح کو بپتسمہ دیا جا رہا تھا تو یہی صفت ایک کبوتر کے جسم میں حلول کر کے حضرت مسیح پر نازل ہوئی تھی۔ اور حضرت مسیح کے صعود کے بعد عید پنتی کوسٹ کے دن یہی صفت یعنی روح القدس آتشیں زبانوں کی شکل میں حضرت مسیح کے حواریوں پر اتری۔

روح القدس کے بارے میں موجودہ عقیدہ یہ ہے "وہ باپ اور بیٹے میں سے صادر ہوا" اس کی تصدیق و توثیق لیٹرن کی چوتھی مجلس نے ۱۲۱۵ء میں کی۔ اس عقیدہ کو یونانی کلیسا والے تسلیم نہیں کرتے۔ یہ لوگ روح القدس کے بیٹے میں سے صادر ہونے کے منکر ہیں۔

۱۲۱۵ء کی کونسل سے پہلے یہ عقیدہ تھا "وہ باپ میں سے بیٹے کے وسیلے سے صادر ہوا ہے"۔

روح القدس کلیسا کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے وہ کلیسا کے پاسبانوں یعنی عہدیداروں کو تعلیم دینے میں غلطی کرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

اقانیم ثلاثہ (تینوں اقنوموں) کے کام کی تشریح اس طرح کی جاتی ہے۔ باپ کا کام قدرت ہے مثلاً وہ دنیا کو پیدا کرے اور اس کی حفاظت کرے۔ بیٹے کا کام دانائی ہے یعنی گناہ سے نجات دلوائے اور کفارہ دے۔ اور روح القدس کا کام پاکیزگی ہے یعنی انسان کے دل کو ایمان کے لیے تیار کرے اور ایمان لانے کے بعد اس پر قائم رکھے گویا یہ تینوں اقنوموں کے فرائض و خدمات ہیں۔ اس ضمن میں بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں مثلاً جو خدا قادر مطلق ہے۔ اور اپنی قدرت میں آزاد ہے۔ کیا وہ انسان کے دل

۱؎ مسیحی تعلیم کے مجابات صفحہ ۴۰ ۲؎ انجیل متی باب ۳: ۱۶

۳؎ اعمال باب ۲: ۱ تا ۴ ۴؎ مسیحی تعلیم کے مجابات صفحہ ۵۰

۵؎ مسیحی تعلیم کے مجابات صفحہ ۲۵ ۶؎ ایضاً صفحہ ۲۸

کو ایمان پر تیار نہیں کر سکتا تھا؟ جب اس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے تو پھر وہ روح القدس کا محتاج کیوں ہوا؟ روح القدس تو اسی کی مخلوق ہے اور اس کی "مرضی کی راہ" سے صادر ہوتی ہے۔

تفصیلات میں جا کر تجزیہ کرنے کے بجائے ہم مسیحی دنیا سے صرف ایک سوال کرتے ہیں۔

حسب ذیل صورتوں میں سے کون سی جمع صحیح ہے؟

۱ + ۱ + ۱ = ۱

یا

۱ + ۱ + ۱ = ۳

پہلی جمع مسیحی ہے جس سے تثلیث بنتی ہے اور ناقابل فہم ہے۔ دوسری جمع عقلی اور منطقی ہے جسے ساری دنیا تسلیم کرتی ہے۔

اسی "تین میں ایک اور ایک میں تین" کے ناقابل فہم اور غیر عقلی مرکب نے خود عیسائیوں میں مختلف فرقے پیدا کیے ہیں۔ پروفیسر ایچ مارس ریلٹن Prof. H. Maurice Relton : نے اپنی کتاب اسٹیڈیز ان کرسچین ڈاکٹرین Studies in Christian Doctrine. میں جو میکملن لندن سے ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

روح القدس یا پاک روح کا کام پاکیزگی بخشنا ہے اس لیے جو بھی مسیحی ہوتا ہے اس کی خواہش کی پاکیزگی قائم ہو جاتی ہے خواہ کسی قسم کی خواہشات کیوں نہ ہوں۔ پھر یہی طاقت یعنی روح القدس انسانی دماغ میں حلول کرتی ہے اور ہر مسیحی کو راست بازی کے بارے میں فیصلہ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ گویا ہر بپتسمہ یافتہ مسیحی کا جب روح القدس اس طرح رہنما ہو تو اب وہ شریعت کا پابند نہیں رہ سکتا اور شریعت اس کے نزدیک ایک لعنت بن جاتی ہے۔ (گلتیوں ۳: ۲۳-۲۵)

جب مسیح نے جان دی بپٹسٹ (یوحنا) سے بپتسمہ کی درخواست کی اور دریائے یردن میں غسل کر کے پاکیزگی اختیار کی تو اس کے نتیجہ میں مسیح پر روح القدس کا نزول ہوا (متی ۳: ۱۶، لوقا ۳: ۲۱) مگر اس واقعہ سے پہلے بھی اناجیل میں روح القدس کا نزول بتایا گیا ہے۔

یوحنا اصطباغی (جان دی بپٹسٹ) اپنی ماں کے پیٹ میں روح القدس سے بھر گیا تھا (لوقا ۱: ۱۵) حضرت مریم پر روح القدس نازل ہوا (لوقا ۱: ۳۵) اسی طرح زکریا نبی پر بھی (لوقا ۱: ۶۷) بلکہ ایک یہودی پر بھی روح القدس آیا۔ یہ یہودی مسیحی بھی نہ تھا اس کا نام شمعون تھا (لوقا ۲: ۲۶)

اصل بات یہ ہے کہ مسیحیت نے ہدایت و ضمیر کی رہنمائی کا تعلق روح القدس سے براہ راست قائم کرنے کی کوششیں کیں ———— نبی یا پیغمبر جو اللہ کے احکام کی روشنی میں شریعت قائم کرنے کے فرائض انجام دیتے تھے ان کی ذات کو بالکل خارج کر دیا اور انہیں "خدا کا بیٹا" بنا دیا۔ جب نبی یا پیغمبر خدا بن گیا تو مسیحی قوم کو اللہ کے احکام و ہدایات، شریعت و منہاج، حلال و حرام، معروفات و منکرات کا کیسے اور کس ذریعہ سے علم ہو سکتا تھا؟ چنانچہ اس نے یہ کام روح القدس کے ذمہ ڈالا۔ اس کے بعد مسیحی قوم کو کسی نبی یا پیغمبر کی ضرورت نہیں رہی، چنانچہ اس کے لیے شریعت کو کالعدم قرار دینا ضروری تھا کہ شریعت کا بتلانے والا کوئی نہ تھا بدیں وجہ شریعت کو نہ صرف منسوخ کر دیا گیا بلکہ اس کو لعنت بتایا گیا۔

روح القدس کا قرآنی تصور

ملائکہ کا واحد ملاک ہے۔ جس کے معنی قاصد اور پیغام پہنچانے والے کے ہیں۔ عام طور پر انہیں فرشتے کہتے ہیں۔ بائبل میں بھی مختلف جگہ "فرشتہ" کا ذکر آیا ہے۔ جو پیغام رسانی کرتا تھا۔ فرشتے اللہ کے احکام کی تعمیل کرنے والی مخلوق ہیں۔ اور بعض مختلف فرشتوں کو مخصوص کام و احکام دیئے گئے ہیں۔ مثلاً لوگوں کے اعمال لکھنا، جان قبض کرنا، مومنین کی مدد کرنا، انبیاء علیہم السلام کی نصرت و تائید کرنا اور اللہ کے احکام و پیام انبیاء کرام کو پہنچانا وغیرہ۔

نبیوں کی طرف اللہ کی جانب سے احکام پہنچانا یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے مخصوص فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔ وہ تمام ملائکہ کے سرخیل ہیں۔ حضرت جبرئیل کا نام قرآن مجید میں تین دفعہ آیا ہے۔ نیز فرستادہ، روح، روح الامین کے نام سے بھی کئی جگہ قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔ ورقہ بن نوفل نے انہیں "ناموس" کہا تھا۔

قرآن مجید میں چھٹے پارے تک آپ کو روح القدس (پاک روح) کے نام سے چھ بار ذکر کیا گیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت عیسٰی اور حضرت مریم کے تذکرہ میں۔ بیان کیا جا چکا ہے کہ "روح" حضرت جبرئیل کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ روح القدس صرف حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ خود اناجیل اس بات کی شاہد ہیں۔ انجیل متی میں ہے ———— "ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی" (انجیل متی باب ۱: ۱۸) لوقا نے اپنی انجیل میں روح القدس کی بجائے صاف صاف حضرت جبرئیل کا نام لکھا ہے۔ "چھٹے مہینے میں جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا ———— اس کنواری کا نام مریم تھا ————" (انجیل لوقا باب ۱: ۲۶-۳۲) اسی قسم کی بات قرآن مجید کہہ رہا ہے۔ ملاحظہ ہو

سورہ مریم آیات ۱۷-۲۱) روح القدس کا یہی معنوں میں ترجمہ مولانا احمد علی، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا ابو الکلام آزاد وغیرہ نے کیا ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ بائبل کا اردو ترجمہ ان دو مرتد مسلمانوں نے کیا ہے جو عیسائی ہو گئے تھے۔ اور جو اردو و عربی اصطلاحات سے واقف تھے۔ خود عیسائی روح القدس کو انگریزی زبان میں Holy Ghost, Holy Truth, Holy Spirit وغیرہ لکھا کرتے ہیں۔ لوقا کی انجیل میں جبرائیل لکھا ہے انگریزی میں بھی جبرائیل ہی لکھا ہے ہولی اسپرٹ نہیں۔

الغرض عیسائی جس روح القدس کو تثلیث کا تیسرا اقنوم سمجھتے ہیں وہ روح القدس قرآن اور خود انجیل متی اور انجیل لوقا کی نظر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جو ایک مخلوق فرشتہ ہیں اور جن کا کام پیام رسانی ہے جو ہر پیغمبر کے پاس آتے رہے اور اللہ کے احکام پہنچاتے رہے اور جنہوں نے خود حضرت عیسٰی اور حضرت مریم کی مدد کی جیسا کہ پچھلے اوراق میں گذر چکا ہے۔

یہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تقریباً تیئیس سال تک آتے رہے۔ آپ کو نہ صرف وحی پہنچاتے رہے۔ بلکہ بعض اوقات حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں بھی رہے۔ چنانچہ غزوہ بدر اور غزوۂ خندق کے واقعات شاہد ہیں۔ ان مواقع پر آپ اللہ کے حکم کے مطابق اس لیے بھی موجود تھے کہ آپ کو "ذی قوۃ" (قوت والے) سورۂ تکویر اور "شدید القویٰ" (بڑی قوت والا) سورہ نجم قرآن نے بتلایا ہے۔

غزوات کے علاوہ رمضان المبارک میں ہر روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے اور سناتے۔ آپ عموماً دحیہ کلبی کی شکل میں آتے جو بہت خوب صورت تھے۔

اناجیل میں بھی روح القدس کو کبوتر اور بارہ آتشیں زبان کی شکل میں اترنے والا بتایا گیا ہے اگر یہ دلائل صحیح ہیں (اور غیر صحیح ہونے کی کوئی وجہ نہیں) تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسیحیوں کے نزدیک حضرت جبرئیل ہی خدا کا تیسرا اقنوم ہیں۔ کیوں کہ جن صفات کا مجملاً ذکر کیا گیا وہ حضرت جبرئیل کی صفات ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات پر گزر چکا کہ ان کا کام پاکیزگی ہے۔ انسان کے دل کو ایمان کے لیے تیار کرنا ہے وغیرہ تو قرآن بھی حضرت جبرئیل کے تقریباً اسی قسم کے فرائض بتاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس سے پاکیزہ احکام لا کر نبیوں تک پہنچانا تاکہ نبی اپنی قوم کو ایمان والی بنائے ———— نیکی و پاکیزگی اختیار کرنے والی اور گناہ و برائی سے بچنے والی قوم کی تشکیل کرے۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو قرآن مجید، صحاح ستہ اور سیرت النبی شبلی جلد سوم و چہارم وغیرہ)

حضرت مریمؑ اور قرآن

حضرت مریم علیہا السلام کو بھی بعض عیسائی فرقوں نے چوتھی پانچویں صدی میں خدائی اقنوم میں شامل کر لیا تھا اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ۱۹۵۰ء میں جب حضرت مریم کی لاش ان کی قبر میں نہ ملی تو کیتھولک عیسائیوں نے نجات کے لیے ان پر ایمان لانا عقیدہ کا جزو بنا لیا۔ نہ صرف یہ کہ بلکہ ایک عیسائی گلوری تحریک کے مطابق نظریہ تثلیث کے بجائے تربیع کی تجویز کی۔ اور ان میں بھی حضرت مریم کو پہلا اقنوم (گاڈ ھیرم) قرار دیا۔ جنوبی امریکہ اور اسپین کے کلیساؤں میں اس کا بڑا چرچا کیا جاتا ہے اور عیسائیوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ حضرت مریم کے لطف و عنایات حاصل کرنے کے لیے بڑھ چڑھ کر آئیں۔ حضرت عیسٰی کا ذکر ان کے بعد کیا جاتا ہے۔

حضرت مریم کے بطن سے بن باپ حضرت مسیح کی پیدائش پر خود ان کے ہم قوم یہودیوں نے ان پر نہایت بیہودہ اور گندے الزامات لگائے۔ اور ان کی شرافت کو داغ دار کرنے کی ہر ممکنہ گھناؤنی کوششیں کیں۔ حضرت مریم کے بعد بھی صدیوں تک دنیا ان بے بنیاد الزامات و اتہامات کو سنتی چلی آ رہی تھی۔ کسی میں یہ جرأت نہ تھی کہ ان کی تردید کرتا۔

سب سے پہلے پیغمبروں کے سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اتہامات سے حضرت مریم کو پاک و صاف کیا۔ اور پُر زور الفاظ میں تردید کی۔ بلکہ اس سے بھی آگے ان کی حقیقی عظمت اور بزرگی بحال کی۔ اللہ پاک کی آخری کتاب قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہی سورۂ مریم ہے۔ جو رہتی دنیا تک حضرت مریم کی عصمت مآبی کی علامت کے طور پر برقرار رہے گا۔ عیسائی لوگ عام زندگی میں بظاہر بڑی "شکر گذار" قوم ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر اظہار تشکر کرتی ہے اور فوراً "تھینک یو" کہہ کر سراپا شکر بن جاتی ہے ——— اس کے باوجود وہ اسلام پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمانوں کا کبھی شکریہ ادا نہیں کرتے حالانکہ یہ اُن پر احسان عظیم ہے۔

قرآن مجید میں چونتیس بار حضرت مریم کا ذکر آیا ہے۔ سورۂ آل عمران میں آپ کی پیدائش وغیرہ کا تفصیلی تذکرہ ہے مثلاً۔ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ آپ کی عبادت اور تقویٰ تمام لوگوں میں مشہور تھا۔ آپ سے کراتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ ایک الگ حجرہ میں آپ عبادت کیا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ سے بغیر باپ کے لڑکا پیدا کیا جائے تو فرشتہ (جبریل علیہ السلام) نے انسانی شکل میں آپ کے پاس آ کر آپ کو بشارت دی۔ آپ اس شخص کو دیکھ کر سہم سی گئیں اور خدا کی پناہ مانگنے لگیں اس فرشتہ نے آپ کے گریبان میں پھونک ماری ——— اور آپ حاملہ ہو گئیں ——— پھر

آپ ایک دور جگہ چلی گئیں ——— جب پورے دن ہوئے تو ایک کھجور کے درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئیں اور خود کو برا بھلا کہنے لگیں کہ کون اس بات کو سچا سمجھے گا۔ دنیا پریشان کرے گی ——— پھر آپ کو حضرت جبریل نے آواز دی کہ تیرے پاؤں تلے پانی کا چشمہ جاری کر دیا گیا ہے۔ اور کھجور کے پیڑ کو ہلا۔ تیرے سامنے تر و تازہ کھجور گرا دے گا ——— اور تو خاموش رہ اگر کوئی شخص تجھ سے بات کرنا چاہے ——— وضع حمل ہوا تو وہ حضرت عیسٰی کو لے کر قوم کے سامنے آئیں ——— لوگوں نے طعنے دیئے ——— آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا اس نے بولنا شروع کیا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ——— اُبْعَثُ حَيًّا (سورہ مریم آیات ۱۶-۳۳)

یہ حضرت مریم کے واقعات ہیں جن کو قرآن نے بیان کیا ہے۔ وہ ایک باعصمت اور باعفت خاتون تھیں اور ایک انسان زادی ——— پھر وہ کس طرح الوہیت کے درجہ پر فائز کر دی گئیں۔ قرآنی نقطۂ نظر سے اللہ تعالیٰ کی جو تعریف کی گئی ہے وہ کسی بھی صورت میں نہ حضرت عیسٰی پر صادق آتی ہے اور نہ حضرت مریم پر ——— اس لیے انہیں الوہیت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

عقیدہ حلول و تجسّم Incarnation

اس عقیدہ کی رو سے حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک طرف خدا ہیں اور دوسری طرف یہی خدا انسانی شکل میں متشکل ہو کر حضرت عیسٰی کے روپ میں آیا۔ اور پھر یہی نہیں کہ انسان بننے کے بعد اس نے الٰہی ذات کو الگ کیا اور کیوں کہ خدا الوہیت کے بغیر ہرگز خدا نہیں ہو سکتا بلکہ خدا کے بیٹے نے اپنا وہ جلال چھپائے رکھا جو خدا کا ہے۔[۱]

عیسائی عقیدہ کے لحاظ سے اس تجسم و حلول کا یہ مطلب نہیں کہ بیٹا خدائی چھوڑ کر انسان بن گیا۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ پہلے صرف خدا تھا اور اب انسان بن گیا۔ گویا وہ ایک ہی وقت میں خدا بھی تھے اور انسان بھی۔ یعنی ان کے نزدیک یہ عین ممکن ہے کہ ایک ذات خالق بھی ہو اور مخلوق بھی۔ خدا بھی ہو اور انسان بھی۔ برتر بھی ہو اور کمتر بھی۔

اس غیر منطقی مسیحی عقیدہ سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ خدا کو بھوک پیاس بھی لگتی ہے۔ اس پر خوشی کے اثرات بھی ہو سکتے ہیں اور غم کے بھی۔ وہ سولی پر لٹک کر غم و درد سے چلاتا بھی ہے جزع و فزع

---

[۱] مسیحی تعلیم کے عجائبات۔ کیتھولک ٹرتھ سوسائٹی صفحہ ۴۴

بھی کرتا ہے ـــــ کیا کہیں خدا ایسا بھی ہوسکتا ہے ؟

عیسائی کہتے ہیں کہ خدا بیٹا صرف تجسّم کے وقت انسان ہُوا۔ اور یہ تجسّم اس وقت وقوع میں آیا جب مبارک مریم کنواری نے فرشتہ کا پیغام سننے کے بعد ماں ہونا منظور کر لیا[1]۔

یہ حضرت تجسم کی عید ۲۵ مارچ کو مناتے ہیں۔ اسے "عید بشارت" بھی کہتے ہیں کیوں کہ بقول ان کے اس دن حضرت مریم کو فرشتہ سے خدا کی ماں بننے کی بشارت ملی تھی۔

عقیدہ مصلوبیت المسیح
Crucifixion.

حضرت عیسٰی کے واقعہ تصلیب کے مختصر واقعات ہم نے پچھلے اوراق میں بیان کیے ہیں آپ نے ملاحظہ کیا کہ ان میں کتنا اختلاف و تضاد ہے۔

اس کے علاوہ ہم نے انجیل برناباس کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اس میں حضرت عیسٰی کے پھانسی کے واقعہ سے واضح الفاظ میں انکار کیا گیا ہے۔

بہر حال عیسائی عقیدہ کے لحاظ سے جس حضرت عیسٰی کو پھانسی دی گئی وہ ان کی "انسانی ذات" تھی الٰہی ذات نہیں، کیوں کہ الٰہی ذات دکھ سے آزاد ہے[2] لیکن حضرت عیسٰی کی انسانی ذات نے دُکھ اٹھائے یہاں تک کہ زور زور سے چلّا کر کہا "ایلی ایلی لما سبقتنی (اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا[3]۔

یہ عقیدہ مسیحیت کا ایک اہم ستون ہے۔ اس لیے خاص طور پر اسے ہر قسم کے اختلاف و تضاد سے پاک ہونا چاہیئے تھا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ذیل میں ہم مختصراً تنقیدی جائزہ پیش کریں گے تاکہ حقیقت واضح ہو سکے۔

۱۔ حضرت مسیح کی گرفتاری کے وقت تمام شاگرد انہیں چھوڑ کر بھاگ چکے تھے (متی ۲۶ : ۵۶) کوئی عینی شاہد نہیں تھا۔ البتہ پھانسی دینے سے پہلے یوحنا شاگرد اپنی موجودگی ظاہر کرتا ہے لیکن وہ بھی حضرت مریم کو لے کر گھر چلا گیا تھا۔

۲۔ متی اور لوقا نے تو سرے سے تصلیبِ مسیح کا ذکر ہی نہیں کیا۔ باقی جو دو شاگردوں نے لکھا اس

---

[1] انجیل لوقا باب ۱ : ۳۰-۳۸
[2] مسیحی تعلیم کے مجابات صفحہ ۵۶
[3] انجیل متی ۲۷ : ۴۶

میں اختلاف ہے۔

پہر دن چڑھا تھا جب انہوں نے اس کو مصلوب کیا تھا (مرقس ۱۵ : ۲۵)

پر فسح کی تیاری کا دن تھا اور چھٹے گھنٹے کے قریب تھا (یوحنا ۱۹ : ۱۴)

۳۔ اس واقعہ کو کتنی عورتیں دیکھ رہی تھیں۔ اس باب میں تضاد ملاحظہ ہو۔

یسوع کی صلیب کے پاس اس کی ماں اور اس کی ماں کی بہن مریم کلوپاس کی بیوی اور مریم مگدلینی کھڑی تھیں (یوحنا ۱۹ : ۲۵)

وہاں بہت سی عورتیں تھیں ـــــ انہیں دور سے دیکھ رہی تھیں۔ ان میں مریم مگدلینی تھی اور یعقوب اور یوسیس کی ماں مریم اور زبدی کے بیٹوں کی ماں (متی ۲۷ : ۵۶) اسی طرح لوقا ۲۳ : ۴۹ اور مرقس ۱۵ : ۴۰-۴۱ کے بیانات میں اختلافات ہیں۔

۴۔ یسوع کے رونے اور چلّا کر فریاد کرنے کے واقعات کو (متی ۲۷ : ۴۶-۵۲ لوقا ۲۳: ۴۵-۵۶ اور مرقس ۱۵ : ۳۴-۳۸) بیان کیا گیا ہے لیکن تضاد کے ساتھ اور یوحنا بالکل خاموش ہے۔

۵۔ جب مسیح کے سینہ میں بقول ان کے نیزہ مارا گیا تو صرف ایک شاگرد اس سانحہ کا ذکر کر رہا ہے۔ اور باقی تمام شاگرد ناواقف تھے۔

"مگر ان میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے خون اور پانی بہہ نکلا۔" (یوحنا ۱۹ : ۳۴)

اسی انجیل کی اس سے پہلی آیت میں ہے کہ مسیح کے ساتھ جو دوسرے کو پھانسی دی گئی تھی۔ اس کی ٹانگیں سپاہی نے توڑیں ـــــ لیکن یسوع کی نہ توڑیں، کیوں کہ وہ مر چکا تھا ـــــ عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ مرنے کے باوجود جب ایک سپاہی نے بھالا مارا تو خون اور پانی نکل آیا ـــــ کیا اس سائنسی دور میں اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ ان چند واقعات میں واضح تضاد کے بعد متعدد نکات پر بھی غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں بھی اختلافات ہیں۔

۱۔ حضرت مسیح کی نعش کو کس نے قبر میں رکھا؟

۲۔ کس نے یسوع کی قبر کھودی؟

۳۔ یوسف اور ہمیتا کون تھا؟

۴۔ قبر میں آپ کو رکھتے ہوئے کس نے دیکھا اور اس وقت کون کون تھا؟

۵۔ کس عورت نے سب سے پہلے قبر دیکھی؟
۶۔ فرشتوں کے ساتھ کیا گفتگو ہوئی؟

ان تمام باتوں کے علاوہ خدا کے بیٹے کا صلیب کے وقت پیالہ ٹلنے کی دعا کرنا، اکیلا چھوڑ دینے کا شکوہ کرنا ایسے حقائق ہیں جن سے ایک قاری مشکل ہی سے صرفِ نظر کر سکتا ہے۔ دوسری اہم قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت مسیح دینِ موسوی کی ہی تعلیم دینے آئے تھے۔ اس میں اضافہ کرنے کے لیے نہیں۔ بہرحال یہ کہ آپ از روئے اناجیل اللہ کے محبوب اور اللہ کے بیٹے تھے۔ لہٰذا آپ کو پھانسی کی سزا بائبل کے مطابق نہیں ملنا چاہیئے تھا ـــــ ملاحظہ ہو کتاب استثنار باب ۱۳: ۱ تا ۵ نیز باب ۲۱: ۲۲-۲۳

حیاتِ ثانیہ مسیح Resurrection

حضرت مسیح کی حیاتِ ثانیہ کا عقیدہ ان حضرات کے ہاں یہ ہے "برزخ میں اترا، تیسرے روز مُردوں میں سے جی اٹھا" یعنی جب حضرت مسیح پھانسی پانے کے بعد قبر میں دفن کیے گئے تو ان کی روح عالمِ ارواح کے اس حصہ میں گئی جو برزخ کہلاتا ہے۔

برزخ کس کو کہتے ہیں؟ عبرانی زبان میں دوزخ اور برزخ کے لیے صرف ایک ہی لفظ "شیول" آتا ہے۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں ان لوگوں کی روحیں رہتی ہیں۔ جو کچھ وقت کے لیے یا ہمیشہ کے لیے خدا کے مبارک دیدار سے محروم کر دیئے گئے۔ انگریزی زبان میں برزخ کے لیے لفظ ہیل Hell ہر جگہ استعمال ہوتا ہے[1]۔

ٹرنٹ Trent کی مجلس کے لحاظ سے برزخ وہ پوشیدہ مقامات ہیں جہاں ایسی روحیں رکھی جاتی ہیں جنہیں بہشت کی خوشی حاصل نہیں[2]۔

عیسائی کہتے ہیں کہ موت کے بعد مسیح کی روح برزخ میں اتری اور اس وقت تک وہیں رہی جب تک اس کا جسم قبر میں رہا۔ ایک ہی وقت میں برزخ اور قبر میں مسیح نام کا ایک ہی شخص تھا۔ مسیح کی روح برزخ میں اس لیے گئی کہ جن لوگوں کی روحیں وہاں رکھی ہیں ان کو خوشخبری دے کہ اب میں بہشت کے دروازے کھولوں گا، کیوں کہ صلیبی قربانی ہو چکی ہے۔ اور اب تم سب بہشت میں داخل ہو سکو گے۔

مسیح کا جسم قبر میں پڑا رہا، روح برزخ میں گئی۔ تین دن کے بعد یہ روح اور قبر میں متحد ہوئے

۱؎ مسیحی تعلیم کے عجائبات صفحہ ۲۴ ۲؎ ایضاً ـــــ صفحہ ۷۵

اور پھر وہ اپنی قبر سے زندہ باہر نکلے ـــــ ان کا یہ زندہ ہونا اپنی "الٰہی قدرت" سے تھا۔ پھر وہ اپنے حواریوں اور چند لوگوں کو دکھائی دیئے لیکن اپنی ماں کو نہیں کیوں؟ اس سوال کا کوئی جواب نہیں۔ حالانکہ ماں بحیثیت ماں اس بات کی اولین طور پر مستحق تھیں کہ ان سے ان کا بیٹا ملتا اور بات بھی کرتا۔ بعد کی کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ وہ ماں کو بھی نظر آئے لیکن پاک نوشتوں میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے؟

"حیاتِ ثانیہ" کا عقیدہ اس قدر اہم ہونے کے باوجود کس قدر تعجب کی بات ہے کہ خود حضرت مسیح کے شاگرد اس پر کامل یقین نہیں رکھتے۔ چند اقتباس ملاحظہ ہوں:

۱۔ "ـــــ انھوں نے یہ سن کر کہ وہ جیتا ہے اور اس نے اسے (مسیح) کو دیکھا ہے یقین نہ کیا۔

ـــــ مگر انھوں نے ان کا بھی یقین نہیں کیا۔ (مرقس ۱۶: ۱۱-۱۳)

ـــــ مگر یہ باتیں انھیں کہانی سی معلوم ہوئیں اور انھوں نے ان کا یقین نہ کیا (لوقا ۲۴: ۱۱)

باقی دونوں شاگرد اس اہم واقعہ کو ہی بھلا دیتے ہیں ـــ صرف دو نے بیان کیا جس پر سننے والوں کو یقین تک نہ آیا۔

۲۔ مرقس ہی بیان کرتا ہے کہ مسیح سب سے پہلے مریم مگدلینی کو نظر آیا (مرقس ۱۶: ۹) اور یوحنا اس کی تصدیق کرتا ہے ـــــ لیکن لوقا کی انجیل میں ہے کہ "ـــــ مگر اس کو نہ دیکھا" (لوقا ۲۴: ۲۴)

اس قسم کے سنگین اختلافات حضرت مسیح کی حیاتِ ثانی کے بارے میں خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کو آسانی سے نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔

اسلامی نظریہ

عیسائیوں کے اس عقیدہ سے کہ حضرت مسیح پھانسی پر قتل کیے جانے کے بعد دفن کیے گئے اور تین دن کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر لوگوں کو نظر آئے ـــــ گذشتہ صفحات پر ہم نے بائبل کی تحریرات کی روشنی میں جو بحث کی اس سے ہر سنجیدہ اور غیر جانبدار شخص کو کھلا اختلاف بلکہ تضاد نظر آئے گا۔

قرآن مجید کا بیان یہ ہے: حضرت عیسیٰ کو پھانسی پر قتل ہی نہیں کیا گیا بلکہ ان کو اٹھا لیا گیا۔ چونکہ وہ زندہ اٹھا لیے گئے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب انہیں اس دنیا میں دوبارہ بھیجے گا اور وہ دنیا سے برائی مٹائیں گے۔ مخالفین اور دجال وغیرہ کو قتل کر ڈالیں گے اور پوری دنیا میں حقیقی اسلام

۱؎ مسیحی تعلیم کے عجائبات صفحہ ۷،

کی حکمرانی قائم کر کے وفات پائیں گے۔ قرآن مجید کی کئی آیات میں قیامت کے قریب نزول مسیح کے جارہ ہیں اشارہ ہے۔

اس سلسلہ میں کئی احادیث بھی موجود ہیں۔ صحیح بخاری میں مستقبل ایک باب ہے "نزول عیسیٰ" صفحہ ۴۹۰ جلد ا۔ مولانا مودودی نے سورۂ احزاب کی تفسیر میں (۲۱) احادیث حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں تحریر کی ہیں۔

مصلوبیت مسیح

پہلے وضاحت کی گئی کہ قرآن مجید اس عقیدہ کی سختی سے تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہودیوں کی سازشوں کو الٹ دیا گیا۔ ان کے ہاتھوں حضرت عیسیٰ کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کا انتظام کر دیا گیا۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ——— عَزِيزًا حَكِيمًا (نساء آیات ۱۵۷-۱۵۸) "اور خود کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ قتل کیا ہے اور نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس کے بارہ میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے۔ یقیناً انہوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے" (ترجمہ مولانا مودودی)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے ہی اٹھا لیے گئے تھے۔ قتل کرنے والوں کو اصل میں اشتباہ ہو گیا تھا ——— اشتباہ کی یہ بھی صورت ہو سکتی ہے کہ حضرت مسیح کی شخصیت مشتبہ ہو گئی تھی اور ان کی جگہ کسی دوسرے شخص کو پھانسی دے دی گئی اس کے متعلق تفصیل سے مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر میں بحث کی ہے۔ نیز اس خیال کی تائید انجیل برنباس سے بھی ہوتی ہے گو موجودہ عیسائی اس کو مستند نہیں سمجھتے۔

مولانا مودودی کہتے ہیں کہ اس دوران اللہ تعالیٰ نے کسی وقت آپ کو اٹھا لیا۔ بعد میں یہودیوں نے جس شخص کو صلیب پر چڑھایا وہ آپ کی ذات نہ تھی بلکہ کوئی اور شخص تھا۔

"جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا" سے مراد اناجیل کے تضادات کی طرف اشارہ ہے کہ خود عیسائی بھی متفق نہیں تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ ان کی جان نکل گئی تھی۔ اس لیے ٹانگیں نہیں توڑی گئیں۔ کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جب نیزہ سینے میں مارا گیا تو خون اور پانی نکلا۔ مطلب یہ کہ ان میں

جان تھی ——— کسی نے لکھا کہ وہ صلیب پر وفات پا گئے مگر پھر زندہ ہو گئے۔ اسی طرح کوئی کہتا ہے کہ ان کی انسانی موت واقع ہوئی تھی لیکن الوہیت کی روح نہیں مری تھی بلکہ اٹھا لی گئی ——— ایک بار پھر "پچھلے اوراق پر بائیبل سے نقل شدہ واقعاتِ تصلیب پر نظر ڈالیے۔ حقیقت کتنی جامعیت کے ساتھ یہاں ظاہر ہو رہی ہے۔

ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہودی اپنے نبیوں کے مارنے میں دلیر ہو گئے تھے ——— حضرت مسیح سے چند سال پہلے ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام یا جان دی بیپٹسٹ کو قتل کر دیا تھا۔ بزعم خویش وہ خود کو اتنا بہادر سمجھنے لگے تھے کہ "خدا" کو بھی قتل کر سکتے تھے اور وہ بھی عیسائیوں کے خدا کو۔ اس سے ان کی نفسیاتی برتری کا احساس رہتی دنیا پر قائم ہو سکتا تھا۔

دوسری جانب وہ عیسائیوں کو باور کرانے میں کامیاب ہو گئے کہ تمہارے خدا یا ابن خدا کو ہم نے قتل ہی کر ڈالا اور عیسائی سادہ لوحی یا مذہبی غلو کی وجہ سے اس نکتہ کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔ بالفاظ دیگر یہودیوں نے عیسائیوں پر اس طرح اپنی برتری ثابت کر دکھائی۔ لیکن قرآن مجید نے ان تمام غلط دعاوی کی تردید کی اور کہا کہ ہم نے اپنے بندے (حضرت عیسیٰ) کی حفاظت کی اور ان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھا۔

عقیدۂ کفارہ (Atonement)

مسیحی تعلیمات میں یہ بھی بڑا اہم عقیدہ ہے۔ جتنا اہم ہے اتنا ہی پیچیدہ بھی ہے یہ عقیدہ اس غلط مفروضہ پر قائم کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے انحراف کیا ایک عظیم گناہ کے مرتکب ہوئے یہ گناہ معمولی نہ تھا بلکہ بہت بڑا تھا آدم کا یہ گناہ ان کی نسل کی سرشت میں بھی داخل ہو گیا اور ان کی وجہ سے تمام نسل انسانی میں گناہ منتقل ہو گیا ———

اس گناہ کی وجہ سے آدم کی تمام اولاد اور پوری نسل اپنے باپ کی طرح ایک دائمی عذاب کے مستحق ہو گی اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لئے ایک راستہ یہ تھا کہ اللہ اس نسل انسانی پر رحم کرے اور انہیں معاف کر دے۔ لیکن بقول ان کے یہ صورت اس وجہ سے ناممکن ہے کہ خدا عادل اور منصف ہے وہ اپنے اٹل قوانین کی مخالفت نہیں کر سکتا حالانکہ وہ قادر مطلق ہے دوسری طرف اللہ رحیم بھی ہے وہ اپنے بندوں کو اس حالتِ زار میں چھوڑنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اس نے ایک ایسی تدبیر کی کہ قانون بھی نہ ٹوٹے اور بندوں پر رحم بھی ہو جائے

اس مقصد کے لئے اس نے اپنے بیٹے کو منتخب کیا اور اس کو انسانی قالب عطا کیا۔ اور دنیا

میں بھیجا۔ بیٹے نے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کیا۔ سولی پر موت پائی اور مر گیا۔ اس کی یہ موت تمام انسانوں کی طرف سے کفارہ ہو گئی اس کی وجہ سے تمام انسانوں کے اصلی گناہ معاف ہو گئے۔ کفارہ کی یہ سرسری تشریح ہے۔ اس ضمن میں بہت سے سوالات اٹھتے ہیں مثلاً

۱۔ کیا حضرت آدم کی وہ غلطی لغزش تھی یا گناہ؟ اگر اسے گناہ ہی سمجھ لیا جائے[۱] تو حضرت آدم کو اس گناہ کی[۲] دو سزائیں از روئے بائبل مل چکی تھیں۔ ایک بہشت سے نکالے جانے کی اور دوسری موت کی۔ جب ایک گناہ کی دو سزائیں مل جائیں تو گناہ کہاں باقی رہا؟

۲۔ آدم کی نسل کی ہزاروں پشتیں گزرنے کے باوجود ان کی اولاد ناکردہ گناہ کی سزا میں کیوں مبتلا ہے؟

۳۔ کیا مسیحیت ہی کے لحاظ سے یہ بات صحیح ہے کہ خدائی قانونِ عدل کی بنا پر تمام نسلِ انسانی کا گناہ کسی دوسرے فردِ واحد پر لاد دیا جائے؟

۴۔ اگر قربانی اور خون بہائے بغیر معافی ممکن نہیں تھی[۳] اور اس کے بغیر گناہ نہیں مٹ سکتے تھے[۴] (جیسا کہ کتابِ مقدس میں لکھا ہے) تو حضرت عیسیٰ نے مصلوب ہونے سے پہلے ہی اور اپنے خون کا ایک قطرہ زمین پر گرنے سے قبل ہی کس طرح اور کس اختیار سے لوگوں کے گناہ معاف کر دیئے (ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۹: ۲، انجیل لوقا باب ۷: ۴۷)

۵۔ جب ہر گناہ ہر انسان کی طرف منتقل ہوا تو لامحالہ حضرت مریم یسوع مسیح کی ماں میں بھی منتقل ہوا ہوگا اسی لیے انہیں دردِ زہ بھی ہوا تھا۔ آج تک اُن کے بعد ہر عورت (حد یہ ہے کہ مسیحی عورتوں کو بھی دردِ زہ کے مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے) حضرت مسیح اور ان کی قربانی پر ایمان بھی اس تکلیف سے انہیں نجات نہیں دلا سکا کیوں؟

۶۔ بائبل تمام یہودیوں اور یونانیوں پر الزام لگاتی ہے کہ وہ سب کے سب گناہ کے ماتحت تھے[۵]، گمراہ اور نکمے تھے اور حضرت عیسیٰ یہودی تھے، یہودی خاندان کے فرد تھے اور یہودی معاشرے میں رہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بحیثیت انسان گناہ حضرت مسیح کی ذات میں بھی منتقل ہوا۔

۷۔ تمام انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے ایک معصوم اور بے گناہ انسان کو (حضرت مسیح کو) پھانسی پر

---

۱ پیدائش باب ۳

۲ رومیوں ۵: ۱۲-۱۹

۳ عبرانیوں باب ۹: ۲۲

۴ عبرانیوں باب ۹: ۲۶

۵ رومیوں باب ۳: ۹-۱۸

چڑھا دینا کہاں کا انصاف ہے[۱]۔ اگر آدم پر رحم کھانا اور گناہ معاف کرنا خدائی انصاف کے خلاف تھا تو یہ کہاں کا انصاف ہے۔

۸۔ خدا اتنا مجبور تھا کہ اس کو انصاف و عدل کے لیے اپنے بیٹے کو بھیجنا پڑا۔ اس کھڑاگ کے بغیر کیا قادرِ مطلق خدا آدم کا گناہ معاف کرنے پر قادر ہی نہ تھا؟

ان تشریحات کے علاوہ خود بائبل کفارہ کی تردید کرتی ہے۔ اور کہتی ہے:

۱۔ "—— بیٹا باپ کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھائے گا ——" حزقیل ۱۸: ۲۰

۲۔ "—— اس کا گناہ اسی کے سر لگے گا ——" گنتی ۱۵: ۳۰

۳۔ "—— اولاد کے بدلے باپ دادا نہ مارے جائیں —— ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا (استثنا ۲۴: ۱۶)

۴۔ "—— ہر ایک اپنی بدکاری کے سبب مرے گا ——" یرمیاہ ۳۱: ۲۹-۳۰)

اس کے علاوہ بائبل تصدیق کرتی ہے کہ بے شمار آدمی نیک، راست باز اور مقدس تھے۔

۱۔ یوحنا بپتسمہ دینے والا پارسا اور بے گناہ تھا۔ (لوقا ۱: ۱۵)

۲۔ یوسیح کے بارے میں ہے کہ اس نے وہ کام کیے جو خدا کی نگاہ میں بھلے تھے ——" (سلاطین ۲۲: ۲)

۳۔ زکریا اور ان کی بیوی کے متعلق ہے کہ "—— بے عیب تھے ——"

ان چند ہی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اچھے اور نیکوکار افراد بھی تھے۔ پھر آدم کے گناہ کی وجہ سے بائبل نے ان کو گنہگار کیوں قرار دے دیا۔ اس کے علاوہ بڑی وضاحت سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ہر شخص اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا۔

عقیدۂ کفارہ اور قرآن مجید

عیسائی عقیدہ کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ نے صلیب پر چڑھ کر تمام گناہ گار انسانوں کی طرف سے قربانی دی۔ جو اس کفارہ پر ایمان لائے گا وہی نجات کا مستحق ہوگا۔ گذشتہ صفحات پر تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی گئی۔

قرآن مجید کہتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (زمر آیت ۷)

---

۱ تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ اظہار الحق حصہ اول۔ عیسائیت کیا ہے محمد تقی صفحہ ۷۱ تا ۸۲

پروٹسٹنٹوں نے پہلے حکم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اور نویں دسویں حکم کو ایک ہی شمار کیا ہے۔

پروٹسٹنٹ اعتراض کرتے ہیں کہ رومی کلیسا نے خدا کے دس حکموں میں بھی تحریف کر دی ہے[1]۔

خدا کے دس حکموں کے علاوہ کلیسا نے پانچ حکم دیئے ہیں جن کی پابندی خدا کے حکم ہی کی طرح لازمی اور ضروری ہے[2]۔

کلیسا کے پانچ احکام

۱۔ اتوار اور ضروری عیدوں میں پاک قربانی میں حاضر ہونا۔

۲۔ مقررہ دنوں میں پرہیز کرنا اور روزہ رکھنا۔

۳۔ ہر برس میں کم از کم ایک دفعہ اعتراف کرنا

۴۔ پاشکا کے وقت یا قت سے (درست طریقہ پر) یوخرسٹ لینا (پاکستان میں پاشکا کا وقت روزے کے چوتھے اتوار سے تثلیث کی عید تک کیا گیا ہے۔

۵۔ اپنے پاسبانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے مدد دینا۔

ساکرامینٹ Sacrament

ساکرامینٹ کا مطلب ہے۔"پاک چیز" یعنی وہ خاص رسومات جن کو کلیسا استعمال میں لاتی ہے۔

ساکرامینٹ کا ذکر کرتے ہوئے برنٹن لکھتا ہے کہ مسیحی پادری کبھی اقتدار کا یہ اعلیٰ مقام حاصل نہ کر سکتے۔ اگر وہ حقیقت کی مرئی دنیا اور غیر مرئی دنیا کے درمیان (جو ہر سچے مسیحی کے نزدیک مرئی دنیا ہی کے مانند حقیقی ہے) بنیادی واسطہ نہ بن جاتے[3]۔

گویا پادریوں کے حصولِ اقتدار کا ایک ذریعہ یہ ساکرامینٹ ہیں۔ کل سات ساکرامینٹ ہیں پروٹسٹنٹ ان میں سے صرف دو کو مانتے ہیں۔ اس مسئلہ پر کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے درمیان کافی مباحثے ہوئے[4]۔

رومن کیتھولک کہتے ہیں۔"کلیسا کوئی ساکرامینٹ مقرر نہیں کر سکتی۔ صرف مسیح ہی کسی ظاہری نشان سے فضل کا عطا کرنا منسوب کر سکتا ہے۔ ساکرامینٹوں کو ہماری تقدیس کے لیے یعنی ہماری

---

[1] مسیحی تعلیم کے مجابات صفحہ ۱۸۴ — [2] ایضاً صفحہ ۲۵۰

[3] تاریخ تہذیب جلد اول صفحہ ۲۰۱۔ برنٹن — [4] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۹ صفحہ ۸۶

روحوں کو فضل دینے کے لیے مقرر کیا ہے[1]۔"

عشائے ربانی بڑا اہم ساکرامینٹ ہے اس کے متعلق برنٹن لکھتا ہے کہ "رسم عشائے ربانی (جسے رسم تبدیل جوہر بھی کہتے ہیں) قرونِ وسطیٰ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی[2]۔ وانڈ کہتا ہے۔ عیسائی عبادت میں یوخرسٹ بھی یہودی رسومات سے اخذ کردہ ہے[3]۔"

یہ رسومات عیسائی عقیدہ میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں لیکن ان کے بارہ میں خود کلیسا کی تعلیم اور محققین کی آرا میں زبردست اختلاف ہے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ ایک طرف کلیسا کہتی ہے کہ مسیح نے مقرر کیا۔ دوسری طرف برنٹن کہتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں تکمیل کو پہنچی۔ وانڈ بیان کرتا ہے کہ اس کا ماخذ یہودی رسومات ہیں۔

یہ سات ساکرامینٹ درج ذیل ہیں۔

(۱) بپتسمہ Baptism. (۲) استحکام Confirmation. (۳) اقدس یوخرسٹ Eucharist. (۴) اعتراف گناہ Penance/comfession. (۵) آخری مالش Anointing. (۶) خدمت Holy order/Ordination. (۷) نکاح Martimony.

بپتسمہ اور اعتراف کو مُردوں کے ساکرامینٹ کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ گناہ کبیرہ کی حالت میں لیے جا سکتے ہیں جس کی وجہ سے روح میں فوق الفطرت زندگی پھر سے بحال ہو جاتی ہے۔

(۱) بپتسمہ BAPTISM.

پہلا اور ضروری ساکرامینٹ ہے۔ اس ساکرامینٹ ہی کے ذریعہ انسان اپنے موروثی گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ یہ ان کو مسیحی خدا کا فرزند اور کلیسا کا شریک بناتا ہے بپتسمہ تین طرح سے دیا جاتا ہے (۱) پانی کا بپتسمہ (۲) خواہش کا بپتسمہ (۳) خون کا بپتسمہ

۱۔ پانی کا بپتسمہ اس طرح دیا جاتا ہے کہ خادم بپتسمہ لینے والے بالغ یا بچے کے سر پر پانی انڈیلتا ہے اسی وقت یہ کلام بھی کہتا ہے کہ "میں تجھے باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دیتا ہوں" —— پانی اصلی ہونا چاہیئے۔ چند قطرے بھی کافی ہیں۔ غوطہ دینے، انڈیلنے اور چھڑکنے

---

[1] مسیحی تعلیم کے مجابات صفحہ ۲۴۲ — [2] تاریخ تہذیب صفحہ ۲۰۱۔ برنٹن

[3] وانڈ۔ جے ڈبلیو سی۔ دی چرچ ٹوڈے۔ صفحہ ۹۳

کے ذریعہ بھی بپتسمہ دیا جا سکتا ہے۔

۲۔ خواہش کے بپتسمہ سے مراد توبہ کامل ہے۔ اس میں خدا کے حکموں کو پورا کرنے کا ارادہ ضروری طور پر شامل ہوتا ہے۔

۳۔ خون کے بپتسمہ سے مراد شہادت ہے یعنی ایمان کے لیے اپنا خون بہانا یا اپنی جان دینا۔

(۲) استحکام CONFIRMATION.

یہ وہ ساکرامینٹ ہے جس سے مسیحی لوگ روح القدس کو پاتے ہیں تاکہ مضبوط اور کامل مسیحی نیز یسوع مسیح کے سپاہی بن سکیں۔

اسقف ساکرامینٹ استحکام اس طرح دیتا ہے کہ اس شخص پر ہاتھ رکھتا ہے اور اس کے ماتھے پر کرسما ر روغن زیتون اور بلسان کے آمیزہ سے صلیب کا نشان بناتا ہے۔ اور اس وقت یہ مقررہ الفاظ ادا کرتا ہے۔ "میں تجھ پر صلیب کے نشان سے نشان کرتا ہوں اور میں تجھ کو نجات کرسما سے مستحکم کرتا ہوں۔ باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام پر۔ آمین" اور پھر ہلکے سے اس شخص کے گال پر طمانچہ لگاتا ہے۔[۱]

(۳) عشائے ربانی (یوخرسٹ) EUCHARIST

یوخرسٹ کے معنی شکرگذاری کے ہیں۔ یہ تمام ساکرامینٹ میں سب سے متبرک اور مقدس تصور کیا جاتا ہے۔ عیسائی لوگ روٹی اور شراب کی صورتوں میں اس کو یسوع مسیح کا حقیقی بدن اور خون سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بظاہر روٹی اور شراب کی صورتیں نظر آتی ہیں مگر حقیقت میں وہ مسیح کا سچا بدن اور سچا خون ہوتا ہے۔ یہ اس وقت کی یادگار ہے جب یسوع مسیح نے آخری عشا یعنی اپنے آخری شام کے کھانے کے وقت اپنے مرنے کے دن پہلی رات کو مقرر کیا تھا۔ مسیح کے بدن اور خون کے جوہروں میں روٹی اور شراب کے جوہروں کی تبدیلی "تبدیلی جوہر" Transnbstantiation. کہلاتی ہے۔ روٹی اور شراب مسیح کے بدن اور خون میں اس وقت تبدیل ہوتے ہیں جب کاہن تقدس کے الفاظ پاک ماس میں پڑھتا ہے۔ مسیح نے اپنے کاہنوں کو روٹی اور مے اپنے بدن اور لہو میں تبدیل کرنے کا اختیار اس وقت دیا جب اس نے اپنے رسولوں سے کہا۔ "یہ میری یادگاری کے واسطے کیا کرو۔"

---

[۱] مسیحی تعلیم کے مجابات صفحہ ۲۹۲

اقدس یوخرسٹ کے وقت سجدہ ضرور کرنا چاہیے کیونکہ مسیح جو سچا خدا ہے۔ اقدس یوخرسٹ میں درحقیقت اور واقعی موجود ہوتا ہے۔[۱] عشائے ربانی کی خاص خاص رسومات حسب ذیل ہیں:

(الف) پاک ماس. MASS.

قربانی ایک صدقہ ہوتی ہے۔ مسیح نے اس دور کے لیے ایک قربانی مہیا کی اور وہ یہ ہے کہ اس نے صلیب پر چڑھ کر اپنا صدقہ دیا اور اپنے آپ کو تمام آدمیوں کے گناہ کے لیے نذر کیا اور بطور قربانی پیش کیا۔ جس سے خدا کی اکمل عبادت ہوئی اس قربانی نے عہد عتیق کی تمام قربانیوں کو منسوخ کر دیا۔ عہد جدید کی قربانی پاک ماس ہے۔

یہ یسوع مسیح کے بدن اور خون کی قربانی ہے۔ جو روٹی اور مے کی صورتوں میں الطار پر سچ مچ موجود ہیں پاک ماس اور صلیب کی قربانی ایک ہی ہیں۔ ماس کی قربانیاں چڑھانے کے لیے نقدی دینا یا قبول کرنا گناہ نہیں۔

"پاک ماس" کے خاص حصے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) نذرانہ (۲) تقدیس (۳) شراکت۔ صرف تقدیس ہی قربانی کا اس قدر ضروری حصہ ہے کہ اس کے بغیر ماس کی قربانی نہیں ہوتی۔ پاک ماس کا طریقہ یہ ہے

اتوار کے دن شہروں اور دیہات کے مسیحی جمع ہوتے ہیں۔ اکٹھے دعا مانگتے ہیں۔ اسقف یا کاہن وعظ سناتے ہیں۔ حاضرین جو چاہتے ہیں: اپنے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد روٹی اور شراب کا پیالہ لاتے ہیں ان کے اوپر کاہن تقدیس کے وہ الفاظ پڑھتا ہے جو مسیح نے مقرر فرمائے۔ بپتسمہ یافتہ مسیحی مسیح کا بدن اور خون کھاتے اور پیتے ہیں۔ دعا کے بعد سب رخصت ہو جاتے ہیں۔[۲]

(ب) پاک شراکت

شراکت کا مطلب مسیح خداوند کے ساتھ میل حاصل کرنا ہے۔ پاک شراکت لینا سب مسیحیوں پر فرض ہے کیوں کہ مسیح نے فرمایا ہے کہ "اگر تم ابن انسان کا گوشت نہ کھاؤ اور اس کا خون نہ پیو تو تم میں زندگی نہ ہوگی (یوحنا: ۶: ۵۳)

پاک شراکت میں روٹی اور شراب کی صورتوں میں یسوع مسیح کا بدن اور خون ملتا ہے۔ پاک شراکت لینے سے پہلے آدھی رات سے روزہ رکھا جاتا ہے۔ روزہ سے مراد ہے کھانے کی ہر چیز سے پرہیز اور پانی کے سوا پینے کی ہر چیز سے پرہیز ——— بیمار دل اور طویل مسافت سے گرجے آنے

---

[۱] مسیحی تعلیم کے مجابات باب اقدس یوخرسٹ صفحہ ۳۰۰ [۲] مسیحی تعلیم کے مجابات۔ باب پاک ماس صفحہ ۳۱۴

والوں کے لیے اس میں بھی چھوٹ ہے۔[1]

(۴) اعتراف گناہ Confession

مسیحی عقائد کے اعتبار سے یہ وہ ساکرامینٹ ہے جس سے بپتسمہ کے بعد کیے ہوئے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اختیاری گناہ سے معافی پانے کے لیے مسیح کا خاص مقرر کردہ وسیلہ ہے۔ بقول ان کے ہر ایک گناہ جو بپتسمہ کے بعد کیا گیا ہو توبہ کے ساکرامینٹ سے معاف ہو سکتا ہے۔ گناہوں کی معافی کا یہ اختیار صرف رسولوں کا مخصوص حق نہ تھا۔ بلکہ ان کے جانشینوں کا بھی تھا۔ تاکہ کلیسا انسانوں کو خدا کے ساتھ پھر صلح کرانے اور ان کی روحوں کو پاک کرنے کی خدمت ادا کر سکے۔

کاہن خدا کے نام پر اور خدا کے اختیار سے معافی کے کلمات بول کر گناہ معاف کرتا ہے۔ ہر کاہن ہر گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ مسیح نے اپنی کلیسا کو تمام گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار بخشا جسے کلیسا کے کاہن عمل میں لاتے ہیں۔ گویا ہر کاہن از خود ہر گناہ معاف نہیں کر سکتا (مطلب یہ ہے کہ گناہوں کی بھی درجہ بندی ہے کہ فلاں قسم کے گناہوں کا اعتراف کرنے سے فلاں پادری یا کاہن کو اس کے معاف کرنے کا اختیار ہے) مثلاً عشائے مبارک ساکرامینٹ کی بے حرمتی اور بدعت وغیرہ کی معافی پاپائے اعظم یا اسقف کے اختیار میں ہے۔

اعترافِ گناہ کے ساکرامینٹ کے چار حصے ہیں (۱) پشیمانی (۲) اعتراف گناہ (۳) معافی (۴) کفارہ اعتراف یہ ہے کہ اپنے گناہوں کی معافی پانے کے لیے کسی منظور شدہ کاہن کے آگے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے۔ اگر کسی ایک گناہ کا بھی اقرار نہ کیا تو اسے معافی نہیں مل سکتی۔ اعتراف میں کوئی کبیرہ گناہ جان بوجھ کر چھپانا سنگین غلطی ہے۔ جب اعتراف کیا جاتا ہے تو کاہن یہ کلمات کہتا ہے "میں تیرے گناہ معاف کرتا ہوں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام پر"[2] پھر اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۵) آخری مالش ANOINTING.

یہ وہ ساکرامینٹ ہے جو پاک تیل کی مالش اور دعاؤں کے وسیلے سے بیماروں کو موت کے خطرے کے وقت مضبوطی اور تسلی بخشتا ہے آخری مالش ان بالغ افراد کو دی جاتی ہے جو عقل کی عمر کو پہنچ گئے ہوں اور خطرناک بیماری یا کسی حادثہ کے سبب موت کے خطرے میں ہوں۔ بیمار کے رشتہ دارو ں

[1] مسیحی تعلیم کے جوابات باب پاک شراکت صفحہ ۳۲۵ [2] مسیحی تعلیم کے جوابات صفحہ ۳۶۲

دوستوں اور خدمت کرنے والوں کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ مریض آخری ساکرامینٹوں کو وقت پر حاصل کریں۔ مسیحی عقیدہ کے مطابق کسی شخص کو جان بوجھ کر آخری مالش حاصل کیے بغیر مرنے دینا بڑا گناہ ہے۔[1]

(۶) پاک خدمت HOLY ORDER

یہ وہ ساکرامینٹ ہے جس سے کلیسا کے اسقف کاہن اور دیگر خادم مقرر کیے جاتے ہیں۔ اور وہ پاک فرائض کی ادائیگی کے لیے اختیار اور فضل حاصل کرتے ہیں۔

پاک خدمت کا ساکرامینٹ صرف اسقف یا پاپائے اعظم ہی دے سکتے ہیں۔ اس ساکرامینٹ کی وجہ سے کاہن کو حسب ذیل اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) پاک ماس کی قربانی گذارنے کا اختیار (۲) ساکرامینٹوں کو دینے کا اختیار (۳) تقدیس کرنے اور برکت دینے کا اختیار (۴) کلام الٰہی کی اشاعت و تبلیغ کرنے اور عیسائیوں کی نجات سے متعلق تمام باتوں میں رہنمائی کرنے کا اختیار۔[2]

(۷) نکاح MARTIMONY.

نکاح وہ ساکرامینٹ ہے جس کے ذریعہ مسیحی مرد و عورت بطور خاوند بیوی زندگی بھر کے لیے شرعی طور پر جوڑے جاتے ہیں ——— کتاب مقدس میں نکاح کے ساکرامینٹ کا کوئی پختہ ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن دیوانی عدالت کی منظور کردہ طلاق سے نکاح نہیں ٹوٹتا کیونکہ بقول ان کے کوئی انسانی قدرت نکاح کے عقد کو نہیں توڑ سکتی۔ نکاح صرف موت سے ٹوٹ سکتا ہے۔ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے اس کے خلاف زنا کرتا ہے۔ اور اگر بیوی اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرلے تو وہ زنا کرتی ہے (انجیل مرقس ۱۰ : ۱۱-۱۲)

ایک کیتھولک کے لیے سول میرج کوئی عقد نہیں۔ ان کے نزدیک یہ عقد ناجائز ہے اور اس کی زندگی گناہ کی زندگی ہے۔ اگر کوئی کیتھولک کسی غیر کیتھولک سے شادی کرے تو وہ کالعدم اور ناجائز ہے اس لیے کہ وہ شادی ہی نہیں۔

کلیسا کی برکتیں

ان ساکرامینٹ کے علاوہ چند اور رسمیں ہیں جن کو کلیسا کی برکتیں کہا جاتا ہے اور یہ رسمیں

[1] مسیحی تعلیم کے جوابات صفحہ ۳۶۷ [2] ایضاً ——— صفحہ ۳۶۷

ساکرامینٹوں کے مشابہ ہیں ان برکتوں کو کلیسا نے مقرر کیا ہے۔ جب کہ ساکرامینٹوں کو خود مسیح نے مقرر کیا ہے۔ چند رسمیں حسب ذیل ہیں:

پاک خدمت کے ادنیٰ درجات، ماس کی رسمیں، صلیب کا نشان، صلیب کے مقام، عورتوں کا گرجے میں برکت پانا، پاک پانی، کھجوریں، راکھ، بتیاں وغیرہ[1]

تقابلِ مسیحیت و اسلام

انسان اپنے لیے ضابطۂ حیات نہیں بنا سکتا۔ وہ ہمہ دانی کے دعویٰ کے باوجود خود اپنی ذات اور اپنے مستقبل سے سراسر ناواقف رہتا ہے۔ اس کی سوچ محدود ہے وہ خواہشات و ہوائے نفس سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس انسان کی رہنمائی کے لیے ہر دور میں پیغمبر بھیجتا رہا — تا آنکہ یہ سلسلہ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ جن کی تعلیمات خفیف ترین تبدیلی و تغیر کے بغیر قرآنی شکل میں قیامت تک کے لیے محفوظ ہو گئی ہیں — حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے پیغمبروں کی تعلیمات میں کمی و بیشی کی جاتی رہی جیسا کہ پچھلے اوراق میں واضح کیا گیا تاہم کچھ ایسی بھی چیزیں ہوتی ہیں جو انسانی دستبرد سے دانستہ یا نادانستہ بچ جاتی ہیں۔ ہم ذیل میں دیکھیں گے کہ وہ کون سے معتقدات ہیں جو عیسائی پیشواؤں کی تحریف سے محفوظ رہے ہیں اور پوری دنیا میں صرف مسلمان قوم ہی اپنی آخری الہامی کتاب کی روشنی میں اُن کی تائید یا تردید کرتی ہے۔

وہ معتقدات جن کی قرآن مجید تائید کرتا ہے

۱۔ حضرت مسیح بغیر باپ کے واسطے کے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے۔

۲۔ وہ کنواری حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۳۔ حضرت مریم پاکیزہ اور عفیفہ تھیں۔

۴۔ اللہ نے حضرت مسیح کو معجزوں کی طاقت عطا فرمائی تھی۔

۵۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قیامت کے قریب آمد ہوگی۔ اور قیامت کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں۔ البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانیاں بتائی ہیں۔ جن میں سے اکثر ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔

۶۔ مسلمان بھی قیامت پر بلا کسی شک و شبہ کے ایمان رکھتے ہیں۔

---

[1] مسیحی تعلیم کے جوابات تیسواں باب صفحہ ۲۷۵

۷۔ قرآن مجید بھی ابد الآباد کی زندگی کی یاد دلاتا ہے۔

۸۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی بشارت بھی حضرت جبریل نے دی تھی۔

وہ معتقدات جن کی قرآن مجید تردید کرتا ہے

اسلام	مسیحیت
۱۔ اسلام خالص توحید کا علم بردار ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں بے مثل ہے۔	عیسائی تثلیث باپ، بیٹا اور روح القدس پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ بعض عیسائی حضرت مریم علیہا السلام کو بھی ملا دیتے ہیں۔ اس طرح یہ تربیع بن جاتی ہے۔
۲۔ حضرت عیسیٰ صرف برگزیدہ انسان اور اللہ کے پیغمبر تھے۔	یسوع مسیح خدا سے صادر ہوا۔
۳۔ حضرت آدم اور حوا کی لغزش معاف کر دی گئی۔ ہر بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے۔	حضرت آدم اور حوا کا گناہ معاف نہیں ہوا۔ اس لیے ہر بچہ پیدائشی گناہ گار ہے۔
۴۔ انسان اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے اور وہ احسن تقویم میں پیدا کیا گیا ہے۔	تمام بنی نوع انسان گناہ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔
۵۔ حضرت مسیح انسانوں کو ہر پیغمبر کی طرح نیکی کی ہدایت کے لیے آئے تھے	حضرت مسیح بنی نوع آدم کی نجات کے لیے کفارہ بن کر آئے تھے۔
۶۔ نیک اعمال پر نجات کا دارومدار ہے	حضرت مسیح پر صرف ایمان لانے سے ہی نجات ہو جاتی ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ صرف سچے دل سے توبہ کرنے سے وہ سوائے شرک کے ہر گناہ معاف کرتا ہے اس کی رحمت اس کے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس نے رحم کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔	اللہ غیض و غضب والا ہے۔ اس نے گناہ معاف کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو صلیب پر چڑھایا۔

ساکرامینٹوں کے مشابہ ہیں ان برکتوں کو کلیسا نے مقرر کیا ہے۔ جب کہ ساکرامینٹوں کو خود مسیح نے مقرر کیا ہے۔ چند رسمیں حسب ذیل ہیں:

پاک خدمت کے ادنیٰ درجات، ماس کی رسمیں، صلیب کا نشان، صلیب کے مقام، عورتوں کا گرجے میں برکت پانا، پاک پانی چھڑکنا، راکھ بتیاں وغیرہ[1]

تقابلِ مسیحیت و اسلام

انسان اپنے لیے ضابطۂ حیات نہیں بنا سکتا۔ وہ ہمہ دانی کے دعویٰ کے باوجود خود اپنی ذات اور اپنے مستقبل سے سراسر ناواقف رہتا ہے۔ اس کی سوچ محدود ہے وہ خواہشات و ہوائے نفس سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس انسان کی رہنمائی کے لیے ہر دور میں پیغمبر بھیجتا رہا ـــــ تا آنکہ یہ سلسلہ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ جن کی تعلیمات خفیف ترین تبدیلی و تغیر کے بغیر قرآنی شکل میں قیامت تک کے لیے محفوظ ہو گئی ہیں ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے پیغمبروں کی تعلیمات میں کمی و بیشی کی جاتی رہی جیسا کہ پچھلے اوراق میں واضح کیا گیا۔ تاہم کچھ ایسی بھی چیزیں ہوتی ہیں جو انسانی دستبرد سے دانستہ یا نادانستہ بچ جاتی ہیں۔ ہم ذیل میں دیکھیں گے کہ وہ کون سے معتقدات ہیں جو عیسائی پیشواؤں کی تحریف سے محفوظ رہے ہیں اور پوری دنیا میں صرف مسلمان قوم ہی اپنی آخری الہامی کتاب کی روشنی میں ان کی تائید یا تردید کرتی ہے۔

وہ معتقدات جن کی قرآن مجید تائید کرتا ہے

۱۔ حضرت مسیح بغیر باپ کے واسطے کے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے۔

۲۔ وہ کنواری حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۳۔ حضرت مریم پاکیزہ اور عفیفہ تھیں۔

۴۔ اللہ نے حضرت مسیح کو معجزوں کی طاقت عطا فرمائی تھی۔

۵۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قیامت کے قریب آمد ہوگی۔ اور قیامت کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں۔ البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانیاں بتائی ہیں۔ جن میں سے اکثر ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔

۶۔ مسلمان بھی قیامت پر بلا کسی شک و شبہ کے ایمان رکھتے ہیں۔

[1] مسیحی تعلیم کے مبادیات تیسواں باب صفحہ ۲۷۵

۷۔ قرآن مجید بھی ابد الآباد کی زندگی کی یاد دلاتا ہے۔

۸۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی بشارت بھی حضرت جبریل نے دی تھی۔

وہ معتقدات جن کی قرآن مجید تردید کرتا ہے

اسلام	مسیحیت
۱۔ اسلام خالص توحید کا علمبردار ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں بے مثل ہے۔	عیسائی تثلیث باپ، بیٹا اور روح القدس پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ بعض عیسائی حضرت مریم علیہا السلام کو بھی ملا دیتے ہیں۔ اس طرح یہ تربیع بن جاتی ہے۔
۲۔ حضرت عیسیٰ صرف برگزیدہ انسان اور اللہ کے پیغمبر تھے۔	یسوع مسیح خدا سے صادر ہوا۔
۳۔ حضرت آدم اور حوا کی لغزش معاف کر دی گئی۔ ہر بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے۔	حضرت آدم اور حوا کا گناہ معاف نہیں ہوا۔ اس لیے ہر بچہ پیدائشی گناہ گار ہے۔
۴۔ انسان اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے اور وہ احسن تقویم میں پیدا کیا گیا ہے۔	تمام بنی نوع انسان گناہ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔
۵۔ حضرت مسیح انسانوں کو ہر پیغمبر کی طرح نیکی کی ہدایت کے لیے آئے تھے	حضرت مسیح بنی نوع آدم کی نجات کے لیے کفارہ بن کر آتے تھے۔
۶۔ نیک اعمال پر نجات کا دارومدار ہے	حضرت مسیح پر صرف ایمان لانے سے ہی نجات ہو جاتی ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ صرف سچے دل سے توبہ کرنے سے وہ سوائے شرک کے ہر گناہ معاف کرتا ہے اس کی رحمت اس کے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس نے رحم کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔	اللہ غیض و غضب والا ہے۔ اس نے گناہ معاف کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو صلیب پر چڑھایا۔

اسلام	مسیحیت
۸۔ ہر شخص خدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے کسی درمیانی واسطہ کی ضرورت نہیں۔ وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔	بغیر درمیانی واسطہ یعنی پادری وغیرہ کے خدا تک رسائی نہیں ہو سکتی۔
۹۔ شریعت ذریعہ ہدایت ہے اور حلال و حرام کی تمیز سکھاتی ہے۔	شریعت لعنت ہے۔
۱۰۔ اسلام میں رہبانیت کا کوئی تصور تک نہیں۔ متاہل، عائلی زندگی گذار کر نیک راستہ پر چلنے والا زیادہ شرف و عظمت کا حامل ہے	راہبانہ زندگی بزرگی کی حامل ہوتی ہے۔ متاہل زندگی بزرگی حاصل کرنے میں رکاوٹ ہے۔
۱۱۔ قرآن مجید ا پیغمبروں کو اولوا العزم اور پر عظمت و پروقار قرار دیتا ہے ان کے متعلق گندگی کا تصور تک نہیں کر سکتا	بائبل عظیم الشان پیغمبروں پر بھی گندے اتہامات لگاتی ہے۔
۱۲۔ قرآن کا پیغام عالمگیر و آفاقی ہے	یسوع مسیح کا پیغام قومی تھا۔
۱۳۔ حضرت مسیح اپنی والدہ کے فرماں بردار اور متواضع تھے	مسیح اپنی والدہ کو جھڑکنے والا تھا۔ (یوحنا ۲ : ۴)
۱۴۔ مسیح اللہ کے پیغمبر تھے۔ انسان تھے اس لیے کھاتے پیتے تھے۔	مسیح خدا ہونے کے باوجود کھاتے پیتے تھے۔
۱۵۔ مسیح کی مدد روح القدس (حضرت جبرئیل) سے کی گئی۔ اس لیے آپ کبھی عاجز نہیں رہے۔	بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح معجزات دکھلانے سے قاصر اور مخالفین کو جواب دینے سے عاجز تھے۔
۱۶۔ حضرت مسیح دنیا و آخرت میں وجیہ اور پُر وقار ہیں۔	مسیح مجبور و عاجز تھا کوئی طمانچے مارتا کوئی لعنت بھیجتا۔ (متی ۲۶ : ۶۷، ۶۸)
۱۷۔ حضرت مسیح شرک مٹانے والے اور توحید سکھانے والے ہیں	مسیح تثلیث سکھانے والا ہے۔

اسلام	مسیحیت
۱۸۔ سابقہ انبیاء کی تصدیق کرتا ہے انہیں برگزیدہ بتاتا ہے۔	سابقہ نبیوں اور رسولوں کو چور اور ڈاکو کہنے والا ہے۔
۱۹۔ حضرت مسیح دوسرے تمام نبیوں کی طرح معصوم تھے۔	مسیح خود غیر صالح اور سراپا گناہ تھا۔ مرقس ۱۰: ۱۷، کرنتھیوں ۵: ۲۱
۲۰۔ گناہ گاروں اور بدکاروں کے حق میں دعا کرنے والے تھے	فقیہوں اور دانشمندوں کو گالیاں دینے والا۔ حتی کہ انجیر کے درخت کو بددعا دینے والا تھا۔
۲۱۔ حضرت مسیح کے لیے پیدائش، زندگی اور حشر پر سلامتی ہی سلامتی ہے۔	مسیح گناہ کے سبب مرا۔ رومیوں ۶ : ۱۰
۲۲۔ مسیح لعنتی موت نہیں مرے۔ انبیاء کرام ملعون نہیں ہوتے بلکہ باعث رحمت ہوتے ہیں۔	یسوع مسیح لعنتی موت مرا۔
۲۳۔ حضرت مسیح کو نہ ہی قتل کیا گیا اور نہ ہی صلیب دی گئی بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا	مسیح ابن خدا کو صلیب پر چڑھا کر انہیں قتل کر ڈالا گیا۔
۲۴۔ حواریوں کو آپ کا ساتھ دینے والے، فرمانبردار اور اطاعت گذار کہا گیا۔	حواریوں کو دھوکہ باز، جھوٹے اور ساتھ چھوڑ کر بھاگ جانے والے بتایا گیا۔

یہ دونوں مذاہب کا مجملاً جائزہ ہے۔ اس پر سرسری نظر ڈالنے ہی سے پتہ چلتا ہے کہ عیسائیوں نے خود اپنے ہاتھوں سے حضرت یسوع مسیح کو اس مقام تک پہنچا دیا۔ جہاں عام طور پر معمولی انسان کے بھی پست ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے برعکس اسلام نے حضرت مسیح کو عظمت و وقار کا مینار قرار دیا۔ انہیں عیسائیوں کی مذموم پستی سے نکال کر وہ بلند مقام عطا کیا جو حقیقتاً ایک برگزیدہ شخص کا ہوتا ہے ——— اس طرح مسلمان ہی صحیح معنی میں حضرت مسیح کے ماننے والے ہیں نہ کہ وہ جو خود کو عیسائی کہلاتے ہیں۔ مسیحی خواص و عوام ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ اسلام نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا وقار کس قدر بحال کیا ہے۔

باب سوم

مسیحی مشن اور اُن کا جائزہ

(۱)
مسیحی مبلغین کا طریقہ کار

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تعلیمات کی رو سے مسیحیت حقیقی معنوں میں کوئی تبلیغی مذہب نہ تھا۔ اس کا تعلق صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش سے تھا۔ لیکن عیسائی مشنریوں نے اسے عملاً ایک تبلیغی مذہب میں تبدیل کر دیا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد ان کے حواری اور رسول بالخصوص پال اپنے معتقدات و افکار کو دوسری قوموں کو پہنچانے میں مصروف ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ حواری توما ہندوستان بھی آئے تھے اور ٹیکسلا کے قریب نہ بنے[1]۔ پطرس اور پال ایشیائے کوچک انطاکیہ ہوتے ہوئے روم (موجودہ اٹلی) تک پہنچے۔ یورپ میں عیسائی مشنریوں نے بڑی جانفشانی سے مسیحیت کا پرچار کیا۔ ان کے لیے بشارتی "صلیب بردار" کی اصلاح۔ رائج ہو گئی۔ یہ بشارتی صلیب بردار اس زمانہ میں ہر قسم کی تکلیفیں اور صعوبتیں جھیل کر ایسے ایسے علاقوں میں پہنچے جو انتہائی دشوار گذار تھے۔ ان کی مساعی سے آج بت پرست یورپ کا بیشتر حصہ عیسائی نظر آتا ہے۔ انگلستان، فرانس، سویڈن، ڈنمارک اسکاٹ لینڈ وغیرہ یہ سب بت پرست اور وحشی قوموں کی سرزمین تھی۔

پیٹرک رسول Patrick Apostle. نے ۴۳۲ء میں آئرلینڈ میں عیسائیت پھیلائی۔

کولمبا Columbia ۵۶۳ء میں اسکاٹ لینڈ گیا۔ وہاں سے وہ ایک جزیرہ آونا پہنچا۔ جہاں قیام کے دوران اس نے اسکاٹ لینڈ وغیرہ کے وحشی و بربری قبیلوں کو مسیحی کیا۔

سینٹ اگسٹن St. Augustine. نے ۵۹۷ء میں انگلستان اور کینٹ جا کر عیسائیت

---

[1] قرون وسطیٰ کی ایشیائی اور ہندوستانی کلیسا ص ۱۸۔ پادری برکت اللہ

کی اشاعت کی۔ شاہ ایتھل برٹ Ethelbert. کو بپتسمہ دیا۔ یہ پہلا انگریز بادشاہ تھا جو مسیحی ہوا۔

پولی نیس نے نارتھمبریا کے لوگوں کو عیسائی بنایا

ولفریڈ بونیفس Winfrid Boniface. نے جرمنی اور ہالینڈ میں عیسائیت کا پرچار کیا۔

انسکار Anskar. ڈنمارک اور سویڈن میں عیسائیت کا زبردست مبلغ رہا[1]۔

زمانہ جوں جوں سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کرتا گیا، مشنریوں نے بھی اپنا انداز بدلا۔ ابتدا میں تو وہ معمولی فقیر منش ہوتے تھے اور صرف انسانیت کی خدمت کے جذبہ کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ ان کا طور طریق اور خدمت کا جذبہ تبدیل ہوا اور مشنری جماعتیں وہ تمام ذرائع استعمال کرنے لگیں جو عام زندگی میں درکار ہوتے ہیں۔ چنانچہ آج مشنری جماعتوں کے پاس ہوائی جہاز، بحری جہاز، ریڈیو اور ٹیلی وژن اسٹیشنز، غرضیکہ رسل و رسائل اور مواصلات کے اعلیٰ ترین حتیٰ کہ جاسوسی ادارے تک موجود ہیں۔ زرعی فارمس بڑی بڑی عمارتیں، مختلف اسٹورز، نشر و اشاعت کی دیو ہیکل مشینیں تو عام بات ہیں۔

مشنریوں کو بظاہر تو ایک ہی لگن اور ایک ہی دُھن ہوتی ہے کہ کلیسائی مسیحیت عام ہو جائے اور وہ پوری دنیا میں پھیل جائے۔ اس کے لیے وہ ہر قسم کے طریقے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ مشنری ٹریننگ حاصل کرتا ہے، غیر ملکی زبانیں سیکھتا ہے اور ان میں اتنا عبور حاصل کرتا ہے کہ خود اہل زبان معلوم ہوتا ہے پھر وہ خاص مقصد کے لیے اپنے ملک سے ہزاروں میل دور اجنبی اور نامانوس ماحول میں جاتا ہے۔ وہاں رہتا بستا ہے۔ حتیٰ کہ اس ماحول میں ایسا گھل مل جاتا ہے کہ اس کا جزو معلوم ہونے لگتا ہے۔ وہی رہن سہن، ویسی ہی پوشاک، اسی طرح کی معاشرت اور طور طریق اس طرح اپناتا ہے کہ مقامی لوگوں کو مغائرت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اپنی عیش و آرام سے بھری زندگی کو تج دیتا ہے۔ گو اس کا معاوضہ بیش بہا تنخواہ شاندار رہائش اور اعلیٰ پنشن کی صورت میں اپنے بینک اکاؤنٹ سے وصول کرتا ہے۔ پھر نت نئے انداز سے جن میں نفسیاتی گر بھی ہوتے ہیں تبلیغ عیسائیت بھی کرتا ہے۔ بالآخر اس کے مثبت نتائج بھی نکلنے لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مذہب کے ساتھ ساتھ سیاسی سوجھ بوجھ بھی حاصل کرتا ہے جس سے وہ اپنے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچاتا ہے اس طرح اس کی قوم کی سیاسی برتری اور اثر و نفوذ کی راہیں بھی ہموار ہو جاتی ہیں۔

---

[1] تواریخ روحتہ الکبریٰ۔ اقتباسات صفحہ ۲۲۳-۲۲۴ پادری خورشید عالم

اس عمومی جائزہ کے علاوہ برصغیر پاک و ہند کے خصوصی کوائف بھی قابلِ توجہ ہیں۔

ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں جب حد سے زیادہ بڑھیں اور رائے عامہ نے ان سرگرمیوں کے خلاف مؤثر احتجاج کیا تو ایک تحقیقاتی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اس نے ۷۷ عیسائی مراکز کا معائنہ کیا۔ اور گیارہ ہزار تین سو ساٹھ افراد سے رابطہ قائم کیا۔ اس تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ میں ہے کہ مشنریز یہاں کے باشندوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کے لیے مبینہ طور پر حسب ذیل طریقے استعمال کرتے ہیں۔

اپنے مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو مفت تعلیم کے ساتھ عیسائی لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں اور دوسری سہولتیں دیتے ہیں۔ ادھار دیتے ہیں۔ ہسپتالوں میں مسیحی لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ اور وہاں پر داخل شدہ مریضوں کے سامنے عیسائی عبادت کرتے ہیں۔ گھریلو معاملات میں دخل اندازی اور مقدمہ بازی میں مدد کرتے ہیں۔ چھوٹے بچوں اور عورتوں کا اغواء وغیرہ ہے۔ مزدوروں کی بھرتی عیسائی عقیدہ کے پروپیگنڈے کے لیے کرتے ہیں[1]۔

ممکن ہے کہ ابتدائی دور میں مشنریوں کا مقصد صرف سیدھے سادے انداز سے تبلیغِ مذہب رہا ہو۔ لیکن موجودہ دور میں مشنریز وہ تمام ذرائع اختیار کرتے ہیں۔ جن کا تذکرہ اس انکوائری رپورٹ میں ہوا ہے۔ اس کے علاوہ وہ بھی ذرائع جو حالات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ آج کل مشنری کوئی اکیلا فرد نہیں ہوتا بلکہ ایک پوری سوسائٹی، اس کا ملک اور اس کی حکومت پشت پناہ ہوتی ہے۔ وسعت و اقتدار کے لحاظ سے وہ چھوٹی موٹی ریاست معلوم ہوتی ہے۔

مشنز اور ان کی اقسام

عام طور پر اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک دو قسم کے بورڈس مشن چلانے کا انتظام کرتے ہیں۔

۱۔ فرقہ داری مشن بورڈس Denominational Mission Boards.

۲۔ اعتقادی مشن بورڈس (فیتھ مشن بورڈس) Faith Mission Boards.

فرقہ وارانہ مشن بورڈ اپنی مخصوص انجمنوں کی نمائندگی کرتے ہیں مثلاً بورڈ آف فارن مشن آف دی پریسبائیٹرین چرچ یو۔ ایس۔ اے (یا) امریکن بپٹسٹ فارن مشن سوسائٹی آف دی امریکن بپٹسٹ کنونشن وغیرہ

اسی طرح اعتقادی مشن بورڈ بھی چند انجمنوں کی نمائندگی انجام دیتے ہیں مثلاً سوڈان

---

[1] تحقیقاتی رپورٹ عیسائی مشنری سرگرمیوں کے بارے میں، حکومت مدھیہ پردیش بھارت ۱۹۵۶ء ص ا

انٹیریر مشن اور دی افریقن ان لینڈ مشن وغیرہ

ان دو بڑی قسموں کے بورڈ کے علاوہ اور بھی سوسائٹیز اور ایجنسیاں ہیں مثلاً

۳۔ سپورٹنگ، فنڈ ریزنگ اینڈ ٹرانسمٹنگ ایجنسیاں Supporting & Fund Raising & Transmitting Agencies.

انہیں اگرچہ بورڈ یا سوسائٹیز وغیرہ نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ یہ مشنریوں کے بھیجنے کا انتظام نہیں کرتیں۔ مگر یہ مشنریوں کے لیے مددگار ضرور ہوتی ہیں اور ان کے لیے روپیہ اکٹھا کرتی ہیں۔ اس زمرہ میں دی رشین مشنری سروس The Russian Missionary Service. اور دی ڈھونور فیلوشپ The Dohnavur Fellowship. (یا) ڈی۔ ایم سٹیرن مشنری فنڈ انک D. M. Stearn Missionary Fund Inc. وغیرہ شامل ہیں۔

۴۔ نان سینڈنگ گروپس Non-Sending Groups. یہ گروپ خصوصی مہارت کے حامل ہوتے ہیں اور اپنی ماہرانہ خدمات انجام دیتے ہیں۔ ان میں امریکن بائیبل سوسائٹی، امریکن لیپرسی مشنز انک، ایگری کلچرل مشنز انک، انٹروَرسٹی کرسچین فیلوشپ، گاسپل ریکارڈنگ انک، لے مین Laymen's. مشنری موومنٹ وغیرہ شامل ہیں۔

اگرچہ یہ ایجنسیاں مشنری بورڈ یا سوسائٹیز نہیں ہیں۔ پھر بھی اپنے دائرہ کار کے اعتبار سے مشنری ہیں کیونکہ یہ مشنری مہموں سے وابستہ ہیں۔ مثلاً گاسپل ریکارڈنگ انک متعدد زبانوں میں انجیلیں ریکارڈ کرتی ہے۔ اور پھر یہ پلیٹرس Platters. مشنریوں کی درخواست پر پوری دنیا میں بھیجتی ہے۔ حالانکہ یہ مشنری ایجنسی نہیں لیکن مشنز کی دستِ و بازو ہے۔ اسی طرح دوسری ایجنسیاں مشنری بورڈس اور سوسائٹیز کی شریک کار ہیں۔

۵۔ نیشنل کونسل آف چرچز کا فارن مشنز ڈویژن مالی اعتبار سے سب سے بڑا اور مضبوط ادارہ ہے۔ یہ بہت سی سوسائٹیوں اور گروپوں کی پوری پوری مالی مدد کرتا ہے۔ ۱۹۵۲ء میں اس کی آمدنی ۷ کروڑ ڈالر یعنی پاکستانی سکہ میں تقریباً ساٹھ کروڑ روپے تھی۔

۶۔ خود مختار مشنریز Independent Missionaries. ان کے علاوہ ہیں جو کسی خاص مشن یا ایجنسی سے متعلق نہیں۔ بلکہ مکمل و خود مختار ہیں۔ ان کی مالی امداد یا تو ان کے احباب اور متعلقین کرتے ہیں یا مقامی گرجا یا کسی گرجا گھر۔

ان میں بعض حقیقی طور پر خود مختار مشنریز ہیں۔ جن کو امداد دینے والا بظاہر کوئی نظر نہیں

آمادہ خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

۷۔ غیر پیشہ ور مشنریز Non Professional Missionaries. وہ ماہرین ہیں

جو اپنے میدان میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر، انجینئر، ایڈمنسٹریٹر، ٹیکنیکل ایکسپرٹ، ماہرین زراعت وغیرہ۔ یہ لوگ ضمناً مشنری کام کرتے ہیں۔ نیز یہ ایسی جگہ مشنری کام انجام دیتے ہیں جہاں پیشہ ور مشنری اپنا کام نہ کر سکتا ہو۔ ایسے ماہرین کے بارے میں ہارل بین نے کہا ہے کہ امریکی خیالات و تصورات کو دوسرے ملکوں میں پہنچانے کا یہ بہترین ذریعہ ہیں۔[1]

صرف امریکہ میں دو سو سے زائد ایسی ایجنسیاں ہیں جو مشنریوں کو باہر بھیجتی ہیں۔ اس کے علاوہ دو درجن سے زائد بڑے بورڈ ہیں۔ جو بڑے بڑے فرقوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ متعدد بورڈ مشن چلانے کا سو سو سالہ تجربہ رکھتے ہیں۔ ان کے بھیجے ہوئے مشنریز پوری دنیا کے تقریباً ہر حصہ میں پہنچتے ہیں۔

مشنریوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ بہت سے طلبہ جو ابھی کالج میں پڑھتے ہیں۔ وہ بھی مشنری کی حیثیت سے کام کرنے کی درخواستیں دیتے ہیں۔ بورڈ ان پر ایک سے تین سال غور کرنے کے بعد آخری فیصلہ دیتے ہیں۔ جس جس علاقہ میں مشنریوں کو بھیجنا ہوتا ہے پہلے ان علاقوں کی زبانوں اور مقامی بولیوں کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔

پروٹسٹنٹ فرقہ میں مرد مشنری کی بیوی کا بھی بحیثیت مشنری علیحدہ تقرر کیا جاتا ہے۔ متعدد تنہا عورتیں بھی نرس وغیرہ کے طور پر مشنری خدمات انجام دیتی ہیں۔ عام طور پر مشنریوں کو مفت رہائشی سہولتیں ملتی ہیں۔ ان کے طبی اخراجات کا کل یا زیادہ تر حصہ بھی انہیں دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ چھٹیوں کا الاؤنس، ۱۵ سے ۲۰ فیصد تک زائد الاؤنس، بچہ کا الاؤنس اس کی عمر کے لحاظ سے ملتا ہے۔ مشنریز اپنی میعاد کار مکمل کرنے کے بعد پنشن کی مراعات پاتے ہیں۔ ان کی مختصر میعاد (شارٹ ٹرم) ۲ یا ۳ سال کی ہوتی ہے۔ پوری میعاد (فل ٹرم) پانچ یا چھ سال ہوتی ہے اور بہت سے مبلغین اپنی تمام زندگی اس میں لگا دیتے ہیں۔

---

[1] ہارل بین۔ دی آرٹ آف اوورسیزمین شپ صفحہ ۱۲

ایچ ایبنڈسل لکھتا ہے کہ مبلغین اس وقت تک فیلڈ میں نہیں بھیجے جاتے جب تک یہ یقین حاصل نہیں کر لیا جاتا کہ مقامی افراد یا چرچ مشنری کی مدد کریں گے اس کے علاوہ مشنری اس وقت تک فیلڈ پر نہیں جاتا۔ جب تک اس کے ہاتھ میں اس کا ٹکٹ، ساز و سامان اور ماہانہ وظیفہ یا مشاہرہ نہ ہو۔[1]

چند مشنز کا آمد و خرچ

(الف) امریکہ کا پریسبائٹیرین چرچ ہمیشہ سے ایک مشنری فرقہ ہے۔ یہ غیر ملکوں میں جس لگن اور محنت سے مشنری کام انجام دیتا ہے۔ وہ دوسرے بڑے فرقوں کے لیے ایک نمونہ ہے۔ چند بورڈ اور ایجنسیوں کی آمدنی حسب ذیل ہے:

۱۔ فارن مشنری کا بجٹ ۱۹۲۹ء میں چار کروڑ چالیس لاکھ تھا جب کہ ۱۹۵۲ء میں چھ کروڑ پچاس لاکھ ڈالرز ہو گیا۔

۲۔ سوڈان انٹیریر مشن کی آمدنی ۱۹۲۵ء میں چونسٹھ لاکھ تھی ۱۹۵۲ء میں بائیس کروڑ ڈالر ہو گئی۔ اس کے مبلغین ۱۹۲۵ء میں سو سے کم تھے جب کہ ۱۹۵۲ء میں ایک ہزار ہو گئے۔

۳۔ دی افریقہ ان لینڈ مشن ۱۹۲۵ء میں ایک کروڑ پندرہ لاکھ۔ ۱۹۵۲ء میں آٹھ کروڑ ڈالرز

۴۔ دی ویکلف بائیبل ٹرانسلیٹرز چھ کروڑ ڈالرز

۵۔ دی چائنا ان لینڈ مشن ۱۹۲۵ء میں ایک کروڑ بیس لاکھ ۱۹۵۲ء میں آٹھ کروڑ پچاس لاکھ

۶۔ ایونجیلیکل الائینس مشن ۱۹۲۵ء میں ایک کروڑ ستر لاکھ ۱۹۵۲ء میں پندرہ کروڑ[2]

(ب) جس طرح آمدنی میں زیادتی ہوئی۔ اسی طرح مشنریز کے اخراجات میں بھی اضافہ ہوا۔ اضافہ کی وجوہات میں زیادہ تعداد میں مشنریوں کو بھیجنا بھی شامل ہے۔

۱۔ نیشنل کونسل آف چرچ کے فارن مشنز ڈویژن نے ۸۵ بورڈس کی نمائندگی کرنے والے ۱۰،۴۷۵ مشنریوں پر ۱۹۵۵ء میں ۴۳،۲۹۴،۰۰۰ ڈالر خرچ کیے۔ فی مشنری اوسط خرچ ۷،۱۵ ڈالرز یعنی ۷،۰۱۵۰ پاکستانی روپیہ۔

۲۔ ایونجیلیکل فارن مشنز ایسوسی ایشن نے ۲۶ ممبروں کی ۴۳۸۲ مشنریوں پر ۱۱،۹۷۰،۰۰۰ کروڑ ڈالرز خرچ کیے۔

---

[1] ہیرالڈ لنڈسل۔ مشنری پرنسپلز اینڈ پریکٹس صفحہ ۱۱۳

[2] ایضاً ———— صفحہ ۳۳۲-۳۳۷

اوسطاً فی مشنری خرچ تقریباً ۲۷۰۴ ڈالرز یعنی ۲۷۰۴۰ روپے پاکستانی۔

۴۔ کیتھولک مبلغین جو صرف امریکہ سے بھیجے گئے ان کی تعداد ۵۱۲۶ تھی۔ اور انہوں نے ۵۰۰۰۰۰۰۰ کروڑ ڈالرز خرچ کیے۔[1]

اوسطاً فی مشنری خرچ تقریباً ۹۷۵۶ ڈالرز یعنی ۹۷۵۶۰ روپے پاکستانی

اس مختصر جائزہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک مشنری پر ہزاروں روپے خرچ کیے جاتے ہیں اور رومن کیتھولک کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ایک لاکھ روپیہ فی مشنری فی سال خرچ کرتے ہیں اخراجات کے یہ اعداد ۱۹۵۵ء کے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان مشنریوں کے اخراجات عیسائی حکومتیں پوری کرتی ہیں یا عیسائی عوام؟ عام طور پر عیسائی حکومتیں ان کی امداد کرتی ہیں لیکن عیسائی عوام کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ۱۹۵۳ء میں ساودھرن بپٹسٹ کونیشن Southern Baptist. نے امدادی طور پر غیر مشنریوں کے لیے ۳۵ لاکھ ڈالرز کا پروگرام بنایا تو ہر چرچ ممبر کے حصہ میں فی ہفتہ ایک پنی Penny چندہ آیا۔

عیسائیوں کے علاوہ یہودی بھی مالی امداد دیتے ہیں ۱۹۵۵ء میں ان کی مالی امداد کی مقدار تقریباً چھیاسی کروڑ روپیہ پاکستانی تھی۔[2] غور کیجیے جس قوم نے مسیح کو سولی پر چڑھایا آج وہی قوم مسیحیت کی تبلیغ میں مسیحیوں کی ممد و معاون ہے

۱؎ ہارل ین۔ دی آرٹ آف اوورسیز مین شپ صفحہ ۵۴

۲؎ ایضاً ——— صفحہ ۵۵

ایک مشنری ادارہ

یہوواہ ڈٹنیس

Jehovah Witness.

(۲)

کسی بھی مشن بورڈ یا مشنری سوسائٹی کے اندرونی یا بیرونی کوائف کے متعلق صحیح طور پر جاننا اتنا آسان نہیں ہوتا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بہت سی باتوں کا خود ان کے عام کارکنوں کو بھی علم نہیں ہوتا۔ بڑے مشنوں کی حیثیت ایک چھوٹی ریاست کی سی ہوتی ہے۔ ان کی جائیدادیں دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلی ہوتی ہیں۔ مشنریز اپنی انتظامیہ پر اپنی مجموعی آمدنی کا پندرہ سے بیس فی صد حصہ خرچ کرتے ہیں۔

ان صفحات پر ایک مشن کا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے جو ایک عیسائی ادارے کی ذمہ دار شخصیت کے قول کے موجب دیگر سوسائٹیوں اور مشن کے مقابلہ میں نہایت ہی چھوٹی مشن ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب ایک نہایت چھوٹی سوسائٹی کی وسعت کا یہ حال ہے کہ اس کے کئی ذیلی ادارے ہیں، طباعت و اشاعت کے ادارے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اسٹڈی سرکل اور اسکول ہیں۔ ہاسٹلز اور بورڈنگ ہاؤس ہیں۔ زرعی فارم ہیں جہاں سے اناج اور پھل حاصل کیا جاتا ہے۔ ڈیری فارم ہیں، جدید آلات سے لیس اسٹورز ہیں، ریڈیو اسٹیشنوں سے تبلیغی کام ہوتا ہے۔ یہ مشن ایک سال میں کم از کم گیارہ کروڑ روپیہ صرف مبلغوں پر صرف کرتا ہے تو بڑی بڑی ایجنسیوں اور بورڈس کی وسعت کی کیا کیفیت ہوگی۔

یہوواہ ڈٹنیس۔ ایر بک ۱۹۶۹ء کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔[1]

یہوواہ ڈٹنیس کے مقاصد

اشاعت مسیحیت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنے والے لوگوں نے اس سوسائٹی کی بنیاد

۱؎ یہوواہ ڈٹنیس ایر بک ۱۹۶۹ء صفحہ ۴۹

ڈالی ہل نشور کے مطابق اس کے مقاصد حسب ذیل ہیں:

۱- عیسائیوں کی جماعت کے لیے جو یہوواہ وٹنیس کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ دنیا بھر کی تمام قوموں میں انجیل کی تبلیغ کی جائے

۲- بائیبل کو مختلف زبانوں میں شائع کیا جائے۔ اور بائیبل کی سچائی کی راہ دکھائی جائے اور یسوع مسیح کے تحت یہوواہ کی بادشاہت کی صداقتوں کی وضاحت کرنے کے لیے لٹریچر شائع کیا جائے۔

۳- بائیبل کی تبلیغ و اشاعت اور سٹیڈی سرکل قائم کرنے کے لیے ایجنٹ، ملازم، استاد، مبشر، مشنری اور کلیسائی عہدیدار مقرر کیے جائیں۔

۴- عیسائی مشنری بچوں، مردوں اور عورتوں کو ذہنی اور اخلاقی لحاظ سے بلند کریں۔

۵- فیس کے بغیر پرائیویٹ بائیبل اسکول اور کلاسیں قائم کریں تاکہ بائیبل کی تعلیمات سیکھی جا سکیں اور تربیت پاکر خود کو تیار کر سکیں۔

۶- عورتوں اور مردوں کو بطور کارکن، کارپرداز اور بطور مشنری، مبشر، مبلغ، استاد اور لیکچرار تیار کیا جائے۔

۷- طالب علموں، استادوں اور کارکنوں کے لیے مفت رہائشی جگہ مہیا کی جائے اور مفت خورد و نوش کا انتظام کیا جائے۔

۸- اس طرح اساتذہ اور انسٹرکٹر تیار کر کے اور تربیت دے کر دنیا کے مختلف حصوں میں بائیبل کی تبلیغ کے لیے بائیبل لٹریچر کے ساتھ بھیجا جائے۔

۹- اس کے علاوہ مقامی اور عالمگیر اجتماعات منعقد کیے جائیں۔

۱۰- ریڈیو اور براڈکاسٹنگ اسٹیشنوں کو انجیل کی تبلیغ کے لیے استعمال کیا جائے۔

یہوواہ وٹنیس کے ذیلی ادارے

۱- دی واچ ٹاور اور ٹریکٹ سوسائٹی پینسلوانیا

۲- نیویارک میں دی واچ ٹاور، بائیبل اور ٹریکٹس سوسائٹی (امریکہ)

۳- ایک اور ایسوسی ایشن۔ انٹرنیشنل بائیبل اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن آف انگلینڈ"

† International Bible Student's Association of England.

ہے

۴- کینیڈا میں بھی ایک ایسوسی ایشن ہے۔

اسی طرح دنیا کے مختلف حصوں میں کئی بائیبل سوسائٹیز ہیں وہ اسی طرح کا منشور رکھتی ہیں

یہ بائیبل سوسائٹیز ایک دوسرے سے خدا کی بادشاہت کی خبروں کی تبلیغ و اشاعت کے لیے تعاون کرتی ہیں۔ یہوواہ وٹنیس پوری دنیا میں خدا کی بادشاہت کا پرچار کرتے ہیں۔

پریس اور مطبوعات

متعدد کارپوریشنوں نے واچ ٹاور بائیبل سوسائٹی اور ٹریکٹ سوسائٹی نیویارک کی طرح بڑے بڑے پریس طباعت کے لیے قائم کیے ہیں۔ جہاں وہ لٹریچر شائع کرتی ہیں جو بائیبل کی معلومات و اشاعت پر مشتمل ہوتا ہے۔

جرمنی کا واچ ٹاور بھی طباعت کا ایک بڑا پریس رکھتا ہے۔

اسی طرح سویڈن، فن لینڈ، سوئٹزرلینڈ، جنوبی افریقہ، آسٹریلیا اور دوسرے مقامات پر بھی ایسے طباعت گھر ہیں۔ یہ کتابیں، پمفلٹ اور رسالے چھاپتے ہیں جو یہوواہ وٹنیس اپنی تبلیغ عیسائیت میں استعمال کرتے ہیں۔

یہوواہ وٹنیس کی مطبوعات میں سب سے نمایاں اور ممتاز دی واچ ٹاور میگزین Watch Tower Magazine. ہے۔ اس کی اشاعت ۷۲ زبانوں میں چون لاکھ ہے اس کے انگریزی ایڈیشن کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اویک Awake میگزین بھی ہے ۲۶ زبانوں میں اس کی اشاعت کی تعداد اب اکیاون لاکھ پچاس ہزار ہو چکی ہے۔

ضخیم کتابیں اور رسالے ۷۰ سے زیادہ زبانوں میں شائع کیے جاتے ہیں۔ یہوواہ وٹنیس زیادہ سے زیادہ لوگوں میں خدا کا پیغام پہنچاتی ہے۔

تھیوکریٹک منسٹری اسکول

یہ سوسائٹی یہوواہ وٹنیس کی ہر جمعیت Congregation. میں اسکول قائم کرتی ہے تاکہ ہر شخص عورت ہو یا مرد، جوان ہو یا بوڑھا اپنی علمی صلاحیت بڑھا لے۔

دنیا میں بیس ہزار سے زائد تھیوکریٹک منسٹری اسکول کام کر رہے ہیں۔ ان میں داخل شدہ ہر شخص تقریباً دو تحریراً ہر اجتماع میں اظہار خیال کر سکتا ہے اور ہر جگہ انجیل کی اشاعت کر سکتا ہے۔ اس سے گھر گھر تبلیغ کے کام میں مدد ملتی ہے۔

ان طالب علموں نے لاکھوں ایسے حلقے بنائے ہیں۔

کنگ ڈم منسٹری اسکول

ان پادریوں اور کارکنوں کو جو پہلے ٹریننگ حاصل کر چکے ہوں اور جو بحیثیت نگران کام کرتے ہوں مزید تربیت و ہدایات دینا اس اسکول کا کام ہے۔ واچ ٹاور کی تمام شاخیں وقتاً فوقتاً اس قسم کے اسکول چلاتی ہیں۔

واچ ٹاور بائبل اسکول آف گلیڈ

یہ خاص قسم کا اسکول ہے یہ کسی فیس وغیرہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ طالب علم کو رہائش اور تعلیم بالکل مفت دیتا ہے لیکن ایک شرط پر کہ وہ خداوند یہوواہ کے لیے اپنی زندگی وقف کرے اور پانی سے بپتسمہ حاصل کرے۔ اس کے علاوہ یہ کہ عیسائیت کے کام کا دو سال سے زیادہ تجربہ رکھتا ہو اور دنیا کے کسی بھی خطہ میں مشنری خدمات انجام دینے کو تیار ہو۔

گلیڈ اسکول کے فارغ شدہ طلبہ کئی ملکوں میں تبلیغ عیسائیت کا کام کر رہے ہیں۔ باہر سے جو لوگ اس سکول کے داخلہ کے لیے نیویارک جاتے ہیں۔ اگر ان کو انگریزی زبان میں دقت محسوس ہوتی ہو تو پہلے ان کو انگریزی زبان سکھانے میں مدد دی جاتی ہے۔

دی بروکلین بیتھل ہوم The Broklyn Bethal Home.

بیتھل فیملی ایک بڑا سا کنبہ ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے ۱۲۰ ممبر اس میں شامل ہیں جن میں بوڑھے، جوان، مرد اور عورتیں ہیں۔ ان سب نے اپنی زندگیاں یہوواہ خدا وند کے لیے وقف کر رکھی ہیں ان کا مقصد تمام دنیا میں اپنے اُن بھائیوں اور بہنوں کی مدد کرنا ہے جو تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔

بروکلین بیتھل ہوم کی دو بڑی بڑی بارہ منزلہ بلڈنگیں ہیں یہ آمنے سامنے ہیں۔ بیتھل فیملی اس تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ واچ ٹاور سوسائٹی کے لیے ضروری ہو گیا کہ اور زمین حاصل کرے۔

یہوواہ وٹنیس کے زرعی فارم

اس عظیم ادارے کے تین زرعی فارم ہیں:

(۱) کنگ ڈم فارم جو پانچ سو سے زیادہ ایکڑ زمین پر مشتمل ہے۔ سوسائٹی اس فارم کو جانوروں کی افزائشِ نسل اور اُن کے چارہ کے استعمال میں لاتی ہے۔

(۲) واچ ٹاور فارم جو تقریباً پندرہ سو ایکڑ پر قائم ہے۔ اس میں بیتھل فیملی کے لیے اجناس اور ترکاری وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ مکھن گھی کے لیے ڈیری فارم جدا ہیں۔ ان کے اسٹور کرنے کے

جدید آلات ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بڑی مل اناج کے لیے ہے اور ایک مذبح خانہ بھی بنا رہی ہے۔

(۳) واڈ نیٹین فارم۔ یہاں صرف میوہ جات کاشت کیے جاتے ہیں۔ مثلاً سیب، اناس، انگور وغیرہ۔

یہوواہ وٹنیس کی ۱۹۶۸ء میں کارکردگی:

یہوواہ وٹنیس کی تاریخ میں عالمگیر طور پر بشارت کا اتنا کام اس سے قبل نہیں ہوا تھا جتنا ۱۹۶۸ء میں ہوا۔ عام اور خصوصی پائینرس (Pioneers) اور مشنریوں وغیرہ نے ۲۰۰ خطوں اور جزیروں میں پہنچ کر کام کیا۔ یہ تمام کام ۹۴ ذیلی دفاتر کی نگرانی و ہدایت میں ہوا جن کو بروکلین (نیویارک) کے ہیڈ کوارٹر سے ہدایات ملتی تھیں۔ اس سال ۸۲۸۴۲ افراد کو پانی سے بپتسمہ دیا گیا۔ جنھوں نے اپنی زندگیاں یہوواہ کے لیے وقف کر دیں۔ بیس کروڑ چھیاسی لاکھ چھیاسٹھ ہزار سات سو باسٹھ گھنٹے، گھر گھر جا کر تبلیغ میں خرچ کیے۔ پوری دنیا میں ۹۷۷۵۰۳ بائبل اسٹڈیز سرکلز قائم کئے گئے۔ گھر گھر جا کر تبلیغ کے لیے ۸۷۰۲۵۹۴ بائبلیں تقسیم کیں۔ ۱۲۹۷۱۵۸۵ کتابچے ۱۵۷۵۱۱۸۹۲ دی واچ ٹاور میگزین اور "اویک" میگزین تقسیم کیے۔ ان رسالوں کے لیے ۱۹۷۴۹۲۳ نئے خریدار بنائے۔ اشاعتی کام کرنے والوں کی تعداد ۱۱۵۵۸۲۶ ہے جو ہر مہینہ پابندی سے تبلیغی کام کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو پورا وقت اس کام کے لیے لگاتے ہیں۔

اس نے پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ۱۱۷۴۳ مشنریوں اور خصوصی پائینرس Pioneers پر جو رقم خرچ کی وہ ۲۴۹۰۲۷۵۱ ڈالر ہے۔ یہ اس رقم کے علاوہ ہے جو اس نے ۳۰۲ تربیت یافتہ منسٹروں کو دی جو مبشرین اور مبلغین کی روحانی ہمت افزائی کے لیے پوری دنیا میں گئے۔ اس کی مقدار ۱۷۵۵۷۶۰ ڈالر ہے۔ اس کے علاوہ عام لوگوں کو روحانی مدد دینے اور ان کی ہمت افزائی کرنے کے لیے ۵۶۰۳۲۲ ڈالر خرچ کیے۔ یہ اس رقم کے علاوہ ہے جو خود مبشرین اور مبلغین نے مقامی طور پر اپنے طور سے خرچ کی ——— گویا جملہ رقم ایک کروڑ تیرہ لاکھ چالیس ہزار چھ سو چوالیس ڈالر خرچ ہوئی۔ سال بھر میں خرچ ہونے والی رقم پاکستانی سکہ میں تقریباً گیارہ کروڑ چونتیس لاکھ چھ ہزار چار سو چالیس روپے ہوئی۔ جو ایک چھوٹی مشنری جماعت نے تبلیغ عیسائیت پر خرچ کی۔ اس نقد رقم کے علاوہ لاکھوں بائبل اور دوسرے کتابچے اور میگزین تمام دنیا میں تقسیم کیے۔

بروکلین پریس کی طباعتی خدمات

اس طباعت خانہ کی اشاعتی رپورٹ حسب ذیل ہے:

نام	۱۹۶۶ء	۱۹۶۷ء	۱۹۶۸ء
بائیبل	۳۳۹۳۵۱	۱۰۸۶۸۷۵	۱۰۰۴۵۹۸
کتابیں	۷۲۶۳۵۰۷	۷۱۶۵۹۸۵	۱۱۱۲۶۳۹۸
کتابچے	۱۰۰۸۰۱۰۶	۱۲۷۱۰۶۳۳	۱۷۱۴۰۲۸۹
دی واچ ٹاور میگزین	۷۴۲۰۷۱۷۰	۷۹۷۵۳۶۱۰	۸۸۰۷۴۲۰۰
اویک میگزین	۷۷۳۸۹۴۱۰	۷۳۹۲۸۱۰۰	۸۱۰۷۵۱۵۰
میزان	۱۵۹۲۷۹۵۴۴	۱۷۵۶۴۵۲۰۳	۱۹۸۴۵۰۶۳۵

ان کے علاوہ اشتہارات، کیلنڈر، ٹریکٹ اور متفرق تبلیغی کام بھی کیا گیا۔ اس پلانٹ کے ۶۴ پرنٹنگ پریس بہت جلد مکمل ہونے والے تھے۔ آخری سال زیرِ تبصرہ میں ۱۲۵۰۱ ٹن کاغذ طبع ہوا۔ اس پر ۳۳۹۱۵ پونڈ روشنائی صرف ہوئی۔ اور یہ سب اسی پلانٹ میں تیار ہوئے۔ گذشتہ سال جو کتب اور رسائل بھیجے گئے ان پر ڈاک اور جہاز کے اخراجات ۱۴۳۲۵۴ ڈالر ہوئے۔

اس رپورٹ میں انہوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ آیندہ سال اس سے بھی زیادہ کام بڑھے گا۔

نوٹ: اس سوسائٹی پر حکومت ملاوی نے مکمل پابندی لگا دی۔ اور واچ ٹاور سوسائٹی کی تمام املاک معاوضہ دے کر حق سرکار ضبط کر لیں۔ اس کے علاوہ عرب جمہوریہ مصر میں بھی اس نے اپنا کام بند کر دیا۔

یہ جملہ کوائف یہووا وٹنس ایئر بک ۱۹۶۹ء سے ماخوذ ہیں

مشنریز کا طریق کار

(۳)

غیر عیسائیوں میں "عیسائیت کا نفوذ" بظاہر ہر عیسائی مشنری کا بنیادی مقصد ہوتا ہے۔ تبلیغ عیسائیت کے لیے وہ مختلف ذرائع استعمال کرتا ہے۔ سائنسی اکتشافات کو تبلیغ انجیل کے لیے استعمال کرتا ہے۔ چند صدی قبل جب کہ سائنسی ترقی نہیں ہوئی تھی، عیسائی مشنریز جادو کی قندیل (میجک لینٹرن) کو بھی تبلیغ عیسائیت کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اس کے بعد ریڈیو، ٹیلی ویژن، ہوائی جہاز، بحری جہاز، کمپیوٹرس، زرعی و صنعتی مراکز وغیرہ تبلیغ مسیحیت کے لیے استعمال ہو رہے ہیں۔ ان کے علاوہ تعلیم اور علاج معالجہ کو عیسائی مشنریز نے تبلیغ عیسائیت میں بہت زیادہ مفید پایا ہے۔ چنانچہ ہر سطح اور ہر درجہ کی تعلیم، طبی خدمات، گونگے بہرے اور اندھوں کے مدرسے، یتیم خانے، لٹریچر کی تقسیم، گھر بیٹھے مسیحیت کی معلومات حاصل کرنے والوں کے لیے خط و کتابت کورس (کارسپانڈنس کورس)، تبلیغ عیسائیت کے موثر ذرائع ہیں۔ گویا انسانیت کی خدمت ایک ابتدائی زینہ ہے۔ انتہائی مقصود مکمل طور پر عیسائی بنانا ہے۔

مشنریز کا طریق تبلیغ اصولاً کیا ہونا چاہیئے؟ انہیں کس انداز سے اپنے افکار و خیالات کا اظہار کرنا چاہیئے؟ کس طریقہ سے عیسائیت کا پرچار کرنا چاہیئے؟ اور کس نہج پر انجیل کی بشارت دینی چاہیئے؟ اس بارے میں دو گروہ ہیں۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ان دونوں گروہوں میں مسئلہ تبلیغ پر کوئی اختلاف نہیں بلکہ اختلاف صرف طریقے کے تعین، تقدم و تاخر اور کمی بیشی میں ہے۔ مثلاً حصولِ مقصد کے لیے کب اور کون سا قدم اٹھانا چاہیئے؟ اس کی درجہ بندی کس طرح کرنی چاہیئے۔

مشنریوں کو ہدایات

۱۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ غیر عیسائی مذہبوں کو قطعی جھوٹا سمجھا جائے۔ جب اور جہاں ممکن ہو انہیں تباہ کر دیا جائے ——— دوسرا گروہ کہتا ہے کہ غیر عیسائی مذاہب بھی اپنے آپ میں سچائی رکھتے ہیں۔ لہذا پرانے عقائد سے نئے عقائد میں ڈھلنے کے لیے ممکنہ مہلت

پیدا کی جائے تاکہ وہ مذہب تبدیل کر سکیں۔

۲۔ عیسائی عقائد اور مغربی ثقافت دونوں یکساں ہیں۔ ہر نو مذہب (کنورٹ) کو جہاں تک ممکن ہو، مغرب زدہ بنایا جائے ———— دوسرے گروہ کا خیال ہے۔ ثقافت اور مذہب کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ پرانے رسم و رواج کو جب تک وہ عیسائی عقائد سے متصادم نہ ہوں درہم برہم نہ کرنا چاہیئے۔

۳۔ تعلیم کسی امتیاز کے بغیر ہر اس فرد کو پہنچانی چاہیئے جو حاصل کرنا چاہتا ہو ———— دوسرا گروہ کہتا ہے۔ تعلیم صرف عیسائیوں کے لیے محدود ہونی چاہیئے۔ ان کے نزدیک تعلیم کا مقصد عیسائیت کی تبلیغ نہیں بلکہ ایک عیسائی سرکردہ طبقہ کی تشکیل ہے۔

۴۔ جب اور جہاں سیاسی حالات اجازت دیں، غیر عیسائیوں پر سیاسی دباؤ ڈالا جائے کہ وہ عیسائی ہو جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد بپتسمہ لیں ———— دوسرے کہتے ہیں۔ مسیح کی پیروی کا فیصلہ ہر فرد کے ضمیر پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس کی آزادی کو کسی طرح ختم نہ کرنا چاہیئے بپتسمہ عام کرنے کی ضرورت نہیں۔ سچے مسیحی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ ہر بچے کا رخ بپتسمہ کی طرف پھیر دینا چاہیئے جو اس کو پانا چاہتے ہیں ———— بپتسمہ سے بہت زیادہ اہم مسیح پر ایمان ہے۔ یہ ممکن ہے کہ بہت سے سچے ایمان رکھنے والے غیر بپتسمہ یافتہ عیسائیوں کی حیثیت سے اپنے ماحول میں رہتے ہوں گے۔

۶۔ جب غریب اور مجبور لوگوں سے واسطہ پڑے تو تبلیغ عیسائیت کا کام سماجی حالات کو بہتر بنانے کے بعد ہونا چاہیئے ———— دوسرے یہ خیال رکھتے ہیں کہ براہ راست تبلیغ سب سے پہلے ہونی چاہیئے۔ کیوں کہ یہی وہ قوت ہے جس کے ذریعے سماجی حالات بہتر بنائے جا سکتے ہیں۔

۷۔ مکمل ایمان جیسا کہ پرانے کلیساؤں نے سمجھا تھا، ان لوگوں تک پہنچایا جائے، جنہوں نے ابھی تک حاصل نہیں کیا ———— دوسرے کہتے ہیں ایمان کے بنیادی اجزا کو پہنچانا ہی کافی ہے۔ مذہب میں نئے داخل ہونے والوں کو اپنے طور پر ایمان اور عقیدے کے مطالب دریافت کرنے کی آزادی ہونی چاہیئے۔

۸۔ ابتدا ہی سے متحرک کلیساؤں کا قیام ہونا چاہیئے ———— دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کلیسا کا قیام ایک ثانوی مسئلہ ہے۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ ایمان رکھنے والوں کو یکجا کیا جائے تاکہ وہ اپنی وابستگی و شرکت کا اظہار اپنے طریقے سے کریں۔

۹۔ عیسائی تبلیغ کا اصل مقصد تبدیلی مذہب اور مسیح کے حق میں فیصلہ ہے ———— دوسرے کہتے ہیں۔ ابتدا ہی سے تبدیلیٔ مذہب کا خیال پیش نظر نہ رکھنا چاہیئے، بلکہ بنیادی مقصد باہمی مفاہمت کی فضا اور ایسی وابستگی پیدا کرنا ہے، جس سے مختلف عقائد کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ کام کر سکیں۔ اور آپس میں مختلف مذہبی روایات کو فروغ دے سکیں۔

۱۰۔ غیر عیسائی ثقافت کے درمیان متحرک عیسائی مراکز بنائے جائیں ———— دوسرے گروہ کا نکتۂ نظر یہ ہے کہ عیسائی خیالات کی ایسی ترویج و اشاعت کی جائے کہ آخرکار غیر مسیحی ثقافت خود اندرونی طور پر عیسائیت کے رنگ میں رنگ جائے۔

۱۱۔ عیسائیوں کو کلی طور پر قلعہ بند Gardoned Enclosed. ہونا چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو دنیا کے برے اثرات سے خود کو علیحدہ رکھنا چاہیئے ———— دوسرے گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ عیسائیوں کو مکمل طور پر اس دنیا میں رہنا چاہیئے۔ اور اپنی موجودگی سے ہر سطح پر اثر انداز ہونا چاہیئے۔

۱۲۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ عیسائیوں کو سیاست سے لاتعلق رہنا چاہیئے۔ لیکن دوسرا گروہ بڑی شدت سے مُصر ہے کہ ہمیں اپنے زمانہ کے سیاسی و سماجی انقلابات میں قائدانہ کردار ادا کرنا چاہیئے اور اس کے لیے تیار رہنا چاہیئے[1]

ان بین الاقوامی رہنما اصولوں کے علاوہ ہر ملک و قوم کے لیے اور ہر قوم و نسل کے لیے خصوصی ہدایات ہوتی ہیں جو برس ہا برس کے گہرے مشاہدہ، تجربہ اور تجزیہ کے بعد تیار کی جاتی ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے خصوصی حالات کا چودہ سال تک مسلسل مطالعہ و تجزیہ کرنے کے بعد فریڈرک لوبار گرینٹ نے رہنما اصول تیار کیے ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔ ان میں مسلمانوں کے متعلق خاص طور پر ہدایات ہیں

پاکستان میں مشنریوں کو خصوصی ہدایات

۱۔ ہمیں ہر سال عیسائیوں کی تعداد کے اضافہ کے ساتھ ان کی روحانی زندگی کو بھی فروغ دینا چاہیئے۔

Neill : Concise Dictionary of the World Christian Missions pp, 381, 382.

۲۔ کسی غیر عیسائی کو جو گنہ گار ہے یسوع مسیح کے فضل میں داخل کرنا ہی عین مقصد ہے۔

۳۔ عیسائیت سے متاثر ہونے والے لوگوں کو پہلے تلاش کرو۔ پہلے سوسائٹی یا معاشرہ کے ان گروپ یا اجزاء میں تبلیغ کا پروگرام بناؤ جو اس کا استقبال کرنے کو تیار ہوں ——— ان گروپ کا پتہ کیسے چلے گا؟ اس کے لیے حسب ذیل ہدایات ہیں:

(ا) مظاہر پرست Antimist. اپنے عقیدہ کو بدلنے کے لیے دوسرے بڑے مذاہب والوں کے مقابلہ میں زیادہ تیار رہتے ہیں۔

(ب) وہ لوگ جو حال ہی میں کسی بڑے مذہب کے پیرو بن گئے لیکن ابھی پوری طرح ضم نہیں ہوئے اکثر مسیحیت قبول کرتے ہیں۔

(ج) سماجی حیثیت سے پس ماندہ لوگ جو جابرانہ طاقت کے زیر تسلط رہتے ہیں اور معاشی، سیاسی، مذہبی اور نسلی حیثیت سے کمزور ہیں۔ عام طور پر عیسائیت کے لیے تیار رہتے ہیں

(د) وہ لوگ جو ابھی نقل مکانی کر چکے ہوں۔ پناہ گزین، جنگ، سیلاب، قحط اور زلزلہ سے متاثر افراد ——— یا وہ لوگ جو زرخیز زمینوں سے بنجر زمینوں کو آباد کرنے پہنچے ہوں ——— دیہاتی افراد جو شہروں میں ملازمت کی تلاش میں جاتے ہیں۔ کالج اور سکول کے طلبہ جو گھر سے دور پردیس میں پڑھتے ہیں ——— ان کے پاس عیسائی مبلغوں کو فوراً پہنچنا چاہیے ——— قبل اس کے کہ وہ نئے ماحول سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کر کے مطمئن ہو جائیں۔

(ہ) شہر جو نئے تعمیر ہو رہے ہوں یا وسیع ہو رہے ہوں۔ عیسائیت کی زمین کے لیے بہت زرخیز ہوتے ہیں۔

(و) اسی طرح نئی نئی کالونیاں اور بستیاں بھی۔

۴۔ تنہا اور اکیلے قبائل خاص طور پر پہاڑیوں پر رہنے والے ——— عیسائیت کے لیے بہترین ثابت ہو چکے ہیں۔ زمینوں کی کمی انہیں اکثر معاشی بدحالی میں مبتلا کرتی ہے ——— وہ ضروریات زندگی کا حل چاہتے ہیں۔ ان کی اس فطری خواہش کو "لارڈ" کو قبول کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔

۵۔ غریب عام طور پر خدا کی طرف جلدی جھکتا ہے۔ عیسائی مبلغین کو ان پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

۶۔ مذہبی فرد لادینی فرد کی نسبت جلد عیسائیت قبول کر لیتا ہے۔ اس زمرہ میں شہر کے مضافات میں رہنے والے "بے پڑھے لکھے" دینی لوگ شامل ہیں۔

۷۔ اثر پذیر لوگوں کو ترجیح دو۔

۸۔ خاندانوں کو مسیحی بنانے کا مقصد پیش نظر رکھو۔

۹۔ کسی تاخیر کے بغیر فوراً بپتسمہ دے دو۔

۱۰۔ اس کے ساتھ ہی عیسائی تعلیمات دینے کا فوری انتظام کرو۔

۱۱۔ تعلیمات پر مکمل پابندی سے عمل کرنے کے لیے کام کے ساتھ ساتھ دعا کرو۔

۱۲۔ دیسی لوگوں کو زیادہ سے زیادہ شاگرد بناؤ۔

۱۳۔ مختلف قبائل کے لوگوں کو ایک ہی عیسائی فرقہ میں نہ کھینچو۔ بلکہ ہر ایک کو الگ الگ فرقہ کا عیسائی بننے دو۔ اس سے قبائلی رقابت اور جنگ کے جھگڑے پیدا نہ ہوں گے۔ اور کلیسا کی توجہ و توانائی ان تمام جھگڑوں کو نمٹانے میں صرف نہ ہو گی۔

۱۴۔ پاکستان میں اس وقت کم از کم تیس مختلف قسم کی پست اقوام (شیڈولڈ کاسٹ) ہیں۔ یہ سب کے سب عیسائی بن سکتے ہیں ——— مختلف عیسائی فرقوں کے لیے یہ سنہرا موقع ہے۔ کہ ان میں عیسائیت کے فروغ کا کام کسی دوسری کلیسائی دخل اندازی کے بغیر انجام دیں۔ بیج بویا جا چکا ہے اور فصل کٹائی کے لیے تیار ہے۔

۱۵۔ پنجابی زبان میں عبادتی گیتوں کے رواج نے اچھے نتائج پیدا کیے۔ اس لیے مشنریوں کو ان علاقوں میں رہنے والوں کی زبان پر عبور حاصل کرنے سے مقامی لوگوں کے عیسائی بننے میں بڑی مدد ملے گی۔

۱۶۔ اگر پاکستان میں کام کرنے والے تمام مشن یہ عزم کر لیں کہ وہ پست اقوام میں تبلیغی کام کو ترجیحی بنیاد پر کریں گے (جو تمام آبادی کے ایک فی صد سے بھی کم ہیں) اور یہ عظیم و مقدس مقصد سامنے رکھیں کہ . . . ۱۹۸۰ء تک یہ عظیم کام ختم کر لیں گے تو ان کو ہر سال کم از کم پچاس ہزار افراد کو عیسائی بنانا پڑے گا ——— اس میں شرح پیدائش کو بھی سامنے رکھنا پڑے گا۔

مسلمانوں میں تبلیغ کے اصول

فریڈرک اور مارگریٹ نے لکھا ہے۔ "یونائیٹڈ پریس بائیٹرین مشنریوں نے سابقہ سالوں میں عیسائی اداروں یا براہ راست کلیسا کے ذریعہ کام کے دوران محسوس کیا کہ مسلمانوں کی خصوصی کیفیت" کی وجہ سے تبلیغ عیسائیت ضروری ہے۔ ہر سال یہ کلیسا مختلف کوششیں کرتا ہے تاکہ مسلمان عیسائی بن جائیں۔ چنانچہ کوششیں بارآور ہوتی ہیں اور کچھ مسلمان عیسائی بن گئے ہیں[۱]۔

---

[۱] اشاک، فریڈرک و مارگریٹ، پرسپکٹو منشن ان دی پنجاب صفحہ ۱۹۹۔ ولیم کیرے لائبریری (امریکہ) ۱۹۷۵ء

۱۔ مسلمانوں میں موثر طور پر انجیلی تعلیمات کو پیش کرنے کے لیے نفسیاتی ادراک کی ضرورت ہے۔

۲۔ اختلافات سے گریز کیا جائے۔

۳۔ ہم یہ سمجھنے میں کوتاہی کرتے ہیں کہ مسلم معاشرہ ایک وحدت ہے —— یہ کئی اجزا میں بٹا ہوا ہے۔ ان میں کئی فرقے ہیں۔ کئی قبائلی گروپ اور طبقاتی گروہ ہیں۔ جن کے مختلف ثقافتی اور لسانی پس منظر ہیں —— ہم ان کو ایک ہی سمجھ کر عیسائیت کا بیج بوتے ہیں۔ جو رائگاں جاتا ہے —— ہم پہلے زمین کا کوئی ٹسٹ نہیں کرتے۔ اور یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ اس مسلم معاشرہ کا کونسا جزو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ "اثر پذیر" ہے۔ جو انجیل کو سننے اور قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔

۴۔ مسلمان خاکروب خاص کر پہاڑی قبائل اور مسلمان طلبہ نسبتاً زیادہ اثر پذیر ہوتے ہیں —— جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ کونسی زمین زرخیز ہے تو ہمیں وہیں پر تخم ریزی کرنی چاہیئے۔

۵۔ اکیلے مسلمان فرد پر تبلیغ عیسائیت کی محنت کے ساتھ ساتھ اس کے خاندانی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اُس کے خاندان کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے —— اکیلا مسلمان ہچکچاتا ہے۔ کہ کہیں خاندان سے نہ نکالا جائے۔

۶۔ زبانی تبلیغ کے ساتھ ساتھ لٹریچر کی تقسیم سے اچھے نتائج ظاہر ہوئے۔ نوجوان تعلیم یافتہ مضافات میں رہنے والا شخص جو ابھی اپنی حیثیت معاشرہ میں نہ بنا سکا ہو وہ ہمارے لیے بہترین خام مال ہے۔

۷۔ ہمیں ایسے فطری اور خود ساختہ (نیچرل) لیڈروں کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے جو اپنے طبقہ یا قبیلہ میں اثر رکھتے ہوں اگر وہ عیسائی ہوتا ہے تو اپنے گروہ یا قبیلہ کے افراد کو عیسائی ہونے کے لیے اثر ڈال سکتا ہے۔ یہ فطری لیڈر عام طور پر زیادہ عمر کے ہوتے ہیں جن میں سے اکثر ان پڑھ ہوتے ہیں مگر وہ خاندان میں اثر رکھتے ہیں۔ ان کو عیسائی بنانے کے لیے مختلف طریقے استعمال کرنے چاہئیں۔

۸۔ ہم غلط سمجھتے ہیں کہ عیسائی اور اسلامی دینی اختلافات ہی مسلمانوں کو عیسائی ہونے میں رکاوٹ ہوتے ہیں تجربہ سے یہ مسلسل غلط ثابت ہوا —— بلکہ کئی دین دار مسلمان عیسائی ہوئے۔

۹۔ کسی اکیلے مسلمان فرد کا عیسائی ہونے کے بعد مکمل طور پر دوسری ثقافت 'انداز فکر' طریقہ عبادت، مذہبی علم اور سوسائٹی میں حیثیت کے تعلق سے ہم آہنگ کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے خاندان کے دیگر افراد پر بھی محنت کی جائے۔ اس کے دوستوں اور پڑوسیوں کو بھی عیسائی بنایا جائے۔

۱۰۔ نو عیسائی مسلمان اگر اتوار کی بجائے جمعہ کے دن عبادت کرتا ہے تو اسے کرنے دیں۔

۱۱۔ اگر عبادت سے پہلے وضو کرتا ہے تو اعتراض نہ کیا جائے۔

۱۲۔ اگر جوتے اتار کر عبادت کرتا ہے تو نہ ٹوکا جائے۔

۱۳۔ اس میں شک نہیں کہ بائبل کا ترجمہ دو' نو عیسائی مسلمانوں نے کیا مگر وہ ہندوؤں اور عیسائیوں کے پس منظر میں کیا —— مسلمانوں کے پاس اللہ اور پیغمبروں کے مختلف نام ہیں وہ کسی بھی پیغمبر کا نام "علیہ السلام" کے بغیر نہیں لیتے ——

ایک خصوصی ترجمہ بائبل کی فوری ضرورت ہے۔ جس میں اسلامی اصطلاحات ہوں اسی طرح ٹریکٹس، کتابچے اور بائبل کورس کو بھی فوری ترتیب دیا جائے۔

۱۴۔ مسلمانوں کے مذہبی عرسوں یا میلہ مویشیاں میں عیسائی مبلغین کی جماعتیں لٹریچر کے ساتھ بھیجی جائیں اور عیسائی عقیدہ کو بغیر نزاع کے پیش کیا جائے —— اس سے اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ بہت سے لوگ توجہ سے بات سنتے ہیں اور لٹریچر بھی خریدتے ہیں۔

۱۵۔ کئی سالوں سے مغربی پاکستان کرسچین کونسل کمانڈو کمپین کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ یہ مہم دو سے چھ ہفتہ تک کسی ایک علاقے میں جاری رہتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ ایک علاقے کے رہنے والے مسلمان ہمہ تن عیسائی تبلیغ کی طرف متوجہ رہیں۔ کئی مشنریز اور کئی فرقے متحدہ طور پر یہ کام انجام دیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے خود مختلف عیسائی فرقوں پر بھی تعمیری اثرات ہوئے ہیں —— ان کی توجہ خود اپنے اختلافات، مشکلات اور ضروریات سے ہٹ گئی۔ اس کے علاوہ مختلف کلیساؤں کو ایک دوسرے سے اشتراکِ عمل کا موقع ملا —— گو علانیہ طور پر مسیحی بننے کا کوئی ظاہری پھل نظر نہ آیا —— تاہم زمین میں بیج بویا جا رہا ہے —— یقین ہے کہ آخر کار تیار فصل کاٹی جائے گی۔

یہ وہ رہنما اصول ہیں جو ہر مشنری کی تبلیغ کی بنیاد ہے۔ اور حسب موقع اپنا دائرہ کار ان رہنما

خطوط پر منتقل کرتا ہے۔ ان میں پیشہ ور اور غیر پیشہ ور مشنریوں کی کوئی تخصیص نہیں۔ مشنریوں کا یہ طریق کار دور حاضر کا ہے جن پر وہ عمل پیرا ہو کر اثر و نفوذ پیدا کرتے ہیں۔ اگر یہاں سابقہ زمانے میں مشنریوں کے قدم جمانے کے طریقوں کو بھی دیکھ لیا جائے تو خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ٹوین بی نے سترھویں صدی کے دو خطوط اپنی کتاب "این اپروچ ٹو ریلیجین" میں شائع کئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

مشنریوں کا قدیم طریق کار

مشہور عیسائی مورخ ٹوین بی لکھتا ہے کہ عیسائیوں کی ایک ناقابل ذکر محدود تعداد جو ہر چیز سے محروم ہے۔ بت پرستوں کے علاقوں میں پہنچتی ہے (مخفی مباد کہ عیسائی اپنے سوا سب کو بت پرست سمجھتے ہیں۔ مدیر) یہ غیر ملکی نو وارد انسانیت کے نام پر مقامی باشندوں سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ان کو ضروریات زندگی مہیا کریں۔ چنانچہ انہیں ضروریات مہیا کی جاتی ہیں بلکہ رہائش کے لیے جگہ بھی دی جاتی ہے۔ اب وہ سب مل کر ایک قوم کی طرح زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح عیسائی مذہب اس ملک میں جڑ پکڑتا ہے اور پھیلنا شروع ہوتا ہوتا ہے لیکن وہ فوری طور پر زیادہ قوی نہیں ہو جاتا۔

جب تک حالات کی یہ نوعیت رہتی ہے۔ ان میں دوستی "امن اور عقیدہ و انصاف میں مساوات باقی رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ مجسٹریٹ (حاکم عدالت) عیسائی ہو جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی جماعت (عیسائی) سب سے زیادہ طاقتور ہو گئی۔ پھر کیا ہے ——— محبت کے تمام رشتے "آناً فاناً" ٹوٹ جاتے ہیں۔ ان کے تمام تمدنی حقوق کی خلاف ورزی ہونے لگتی ہے۔ بت پرستی کا قلع قمع شروع ہو جاتا ہے اور جب تک یہ بے گناہ بت پرست (جو صداقت اور قانون قدرت پر سختی سے عامل ہوتے ہیں اور معاشرہ کے قوانین و آداب کی کسی خلاف ورزی کے مرتکب نہیں ہوتے) اپنے قدیم مذہب کو ترک نہ کر دیں اور ایک نئے اور اجنبی مذہب کو قبول نہ کر لیں ان کو اپنی املاک، اراضیات اور اپنے آباء و اجداد کی جائیداد سے بے دخل کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ مذہب کی آڑ میں اور روح کی نجات کے پردے میں دراصل حرص و غارت گری کا یہ ایک لبادہ ہوتا ہے۔[1]

---

[1] مذاہب عالم صفحہ ۴۰۴۔ احمد عبداللہ المسدوسی۔ بحوالہ ٹوین بی۔ این اپروچ ٹو ریلیجین صفحہ ۱۲۳

مشنریز اور سامراج

(۴)

تاریخ میں ہمیشہ سامراج اور کلیسا ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں ——— دراصل یہ اسی نظریہ کی بنیاد پر ہے جس کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا تمام انسانوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ اس لیے کسی قوم یا فرد واحد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کو (یعنی سامراجیوں کو) قدرتی ذخیروں تک پہنچنے سے باز رکھے۔ بخیال خویش یہ سامراج کی اخلاقی اساس ہے ——— اس نظریہ کا دوسرا پہلو انجیل کا یہ حکم ہے کہ "جاؤ اور اقوام عالم کو تعلیم دو"۔ اس لیے عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے سیاسی اور فوجی طاقت کی مدد ضروری ہوئی پوری تاریخ کے مطالعہ سے یہی بات سامنے آئے گی کہ سامراج اور عیسائیت دونوں ایک دوسرے کے ممد و معاون رہے۔

نیل واضح طور پر لکھتا ہے ——— "مشنری اور نو آبادیاتی طاقتوں میں اکثر بہت قریبی رشتہ اتحاد رہا ہے۔ کیونکہ اقتصادیات اور فوجی طاقتیں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت سے منسلک تھیں۔ تبدیلی مذہب (کنورشن) کا مفہوم اکثر نہ صرف یہ رہا ہے کہ نیا مذہب رائج کیا جائے۔ بلکہ یہ بھی کہ نئے اور غیر ملکی طریقہ زندگی کو نافذ کیا جائے۔"[1]

یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے زمانے سے اس اتحاد کی واضح شہادتیں ملتی ہیں۔ اس دور سے یورپی استعمار وسعت پذیر ہوا۔ سولھویں صدی پرتگالیوں کے اور سترھویں صدی ہسپانیوں کے غلبہ کی تھیں۔ اس کے بعد کی صدیاں فرانسیسی، برطانوی، امریکی، روسی اور دیگر یورپی اقوام کے سامراج کے تسلط اور پھیلاؤ کی تھیں۔ یہ صورت حال بیسویں صدی کے ربع اول تک قائم رہی۔ اس کے بعد سے سامراجی طاقتوں کی سیاسی بالا دستی کا زوال شروع ہو گیا لیکن ان کا سائنسی، فنی اور اقتصادی اثر نہ صرف قائم و برقرار رہا بلکہ اور بڑھنے لگا۔ سامراجی مزاج کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل تاریخی حقائق پر سرسری نظر ڈالنا

---

[1] Neill : The Concise Dictionary of the World Christian Missions-p. 42.

مناسب ہوگا۔

اس دور میں سامراج کے زیر سایہ عیسائی مشنریوں نے اپنا کام اس حد تک انجام دیا کہ پرانے رسم و رواج کو اپنی جگہ سے اکھاڑ پھینکا۔ کم و بیش ہر جگہ نیا بلکہ زیادہ صحیح اپنا طریقۂ زندگی نافذ کر دیا۔

عیسائی سامراج پر پوپ کی فیاضی

پوپ الیگزینڈر ششم ہسپانوی تھا۔ وہ بحیثیت پوپ مشرق و مغرب بلکہ تمام دنیا کا فرمان روا سمجھا جاتا تھا۔ اسپین کے فرماں روا فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے ۱۴۹۳ء میں اس سے درخواست کی کہ جو ملک کولمبس نے گذشتہ سال دریافت کیے ہیں۔ وہ ان کو دے دیئے جائیں۔ پوپ نے دنیا کا نقشہ منگوایا اور اپنی سیاسی اغراض کو مد نظر رکھ کر ایک قطب سے دوسرے قطب تک لکیر کھینچی اور ہسپانیہ کو وہ تمام ملک عطا کر دیے جو مغرب کی جانب واقع تھے خواہ وہ ملک دریافت ہو چکے تھے یا ہنوز دریافت ہونے والے تھے۔ اس کے علاوہ پوپ نے پرتگال کو خوش کرنے کی خاطر اس کو وہ تمام ممالک عنایت کر دیئے جو اس لکیر کے مشرق کی جانب واقع تھے۔[1]

مزید برآں پوپ مذکور نے ۱۵۰۲ء میں ایک فرمان کے ذریعہ شاہ پرتگال کو حبشہ، ایران اور ہندوستان کی تجارت کا مختار بنا دیا۔ نیز دیگر مفتوحہ و مفتوح ممالک کے جہازوں کی آمد و رفت کا مالک قرار دے دیا۔

Lord of the Conquest Navigation & Commerce of India, Ethiopia, Arabia & Persia

۱۵۱۴ء میں پوپ لیو دہم Leo x نے شاہان پرتگال کو تمام مفتوحہ ممالک کی کلیساؤں پر تقرری کا اختیار عطا کر دیا اور ان کو مجاز بنا دیا کہ وہ شمال مغربی افریقہ سے لے کر تمام ممالک میں جن کو انھوں نے فتح کیا ہے یا آئندہ فتح کریں گے، بطور خود بشپ اور روحانی مقرر کریں ——— جب پوپ الیگزینڈر ششم نے امریکہ کا بر اعظم ہسپانیہ کو عطا کیا تو اس کو تاکید، لکھا کہ وہ نئے ملکوں کی آبادی کو انجیل کا پیغام دے ——— پوپ کے اس فرمان کی رو سے پرتگیزی بحر عرب اور بحر ہند وغیرہ کے مالک بن بیٹھے ——— اس طرح پرتگیزوں کا ہندوستان آنا یورپ کی دیگر اقوام (مثلاً ہالینڈ فرانس وغیرہ) کی آمد اور ان کے حملوں کا پیش خیمہ بن گیا ——— گویا واسکوڈی گاما اور اس کے

[1] Wells, H. G., The Out-line of Historty, Chapters 35, 3 Revised Edition.

ساتھی بھی پھر ان یورپین طاقتوں کے ہراول تھے۔[1]

ایک طرف پرتگالی اور دوسری جانب اسپینی اپنے چھوٹے چھوٹے ملکوں سے نکل کر دوسری سرزمینوں کا رخ کرنے لگے۔ اسپینی امریکہ کی طرف بڑھے۔ ان کے بعد ہالینڈ اور ڈنمارک وغیرہ نے قسمت آزمائی کی پھر فرانس اور برطانیہ میدان میں آگئے۔ امریکہ نے جب ان عیسائی ملکوں کی کامیابی دیکھی تو اس نے بھی کمر کس لی اور دیکھتے ہی دیکھتے نوآبادیاں قائم ہونے لگیں جس جگہ ان کے قدم جمے وہاں عیسائی مشنریز بھی پوری قوت سے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

روسی سامراج

روسی سامراج کی تاریخ بھی سولھویں صدی کے وسط سے شروع ہوتی ہے۔ جب روس نے استراخان اور قازان کے ترکی علاقوں پر قبضہ کیا۔ یورپ کی دوسری قوموں کے برعکس اس کے محرکات خالص سیاسی اور مذہبی نوعیت کے تھے۔ جیسا کہ آپ نے کلیساؤں کی درجہ بندی کے عنوان کے تحت پڑھا ہے کہ روسی روحانی حیثیت سے خود کو عیسائیت کے رہنما اور تیسرے روم یعنی ماسکو میں مشرقی کلیسا کے قیام ہی سے بازنطینی حکومت کے وارث اور جانشین سمجھتے تھے۔ روس کے ایک بادشاہ نے آخری بازنطینی شہنشاہ کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ اس لیے جب مسلمانوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ کا سقوط ہوا تو ماسکو کے حکمرانوں میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا کہ وہ بازنطینی شہنشاہیت کے وارث ہیں اور ماسکو تیسرا روم یعنی عیسائیوں کا مذہبی مرکز ہے بجز بعد کہ ۱۴۵۳ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ کو جو عیسائیوں کا دوسرا اہم مرکز تھا فتح کیا تھا۔ اور اس تاریخ سے اب تک وہ ترکوں ہی کے قبضہ میں ہے، جس کا موجودہ نام استنبول ہے۔

بازنطینی شہنشاہیت کی وراثت اور عیسائیت کے مرکزی اقتدار کے اس تخیل کا انطباقی اثر یہ تھا کہ روس ترکوں کی اسلامی حکومت یورپ اور ایشیا سے ختم کر کے قسطنطنیہ اور درہ دانیال پر قبضہ کرے۔ اور اس علاقہ کو اپنا اہم عقیدہ بنالے۔ اسی لیے وہ متواتر چار صدیوں تک یورپ اور ایشیا میں مسلسل اپنی سرحدوں میں توسیع کرتا رہا اور مسلم علاقوں کو ہڑپ کرتا رہا ——— اور انیسویں صدی کے اختتام تک وسطی ایشیا کے پورے اسلامی علاقہ کو غصب کر لیا۔ روس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے حریف ترک مسلمانوں کو اس طرح زک پہنچائی کہ جزیرہ نمائے بلقان کے ترکی علاقے پر حملہ کر کے غیر عیسائی آبادی کو اکسا کر ترکی کے یورپی علاقہ کے بہت بڑے حصہ کو الگ کرا دیا۔ چنانچہ ۱۸۳۰ء میں سربیا ترکی خلافت سے جدا ہوا۔ ۱۸۷۸ء میں

[1] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۵۵-۵۶۔ پادری برکت اللہ

بلغاریہ کو خود مختار بنوا دیا ۱۸۹۸ء میں رومانیہ کو آزاد کروایا۔ اسی طرح ۱۸۳۰ء میں یونان کو بھی الگ کروا دیا گیا۔[1] ۱۹۰۷ء میں شمالی ایران و آذربائیجان پر قبضہ کیا۔ ۱۹۲۰ء میں سلطنت بخارا پر قبضہ کیا۔ اسی سال مشرقی ترکستان (سن کیانگ) پر اپنا دائرۂ اثر بڑھایا۔

روسیوں نے بین الاقوامی معاہدوں میں بھی "انجیل" کو پیش نظر رکھنے کی کوششیں کیں۔ چنانچہ زار روس الیگزینڈر اول نے نپولین بونا پارٹ کے زوال کے بعد یہ تجویز پیش کی کہ یورپ کی تمام ریاستیں یہ اعلان کریں کہ وہ مقدس انجیل کے مقدس اصولوں پر عمل کریں گی تاکہ دنیا میں امن و آشتی برقرار رہے۔ زار روس کی فرمائش پر ایک دستاویز بھی تیار کی گئی۔ اس کارروائی کو مقدس اتحاد The Holy Alliance کہتے ہیں۔[2]

روس موجودہ اشتراکی انقلاب سے قبل عیسائیت کے پرچار میں اس حد تک کوشاں تھا کہ جنگ کا خطرہ مول لینا بھی اسے گوارا تھا۔ زار روس نکولس اول نے ۱۸۵۲ء میں ترکی کے سلطان سے یہ بات منوانا چاہی کہ روس کو ترکی کی تمام عیسائی رعایا کا محافظ Protector تسلیم کرے۔[3] اس کا یہ مطلب تھا کہ سلطان کی رعایا اپنے معاملات میں سلطان کی بجائے زار روس کی طرف دیکھے۔ سلطان نے بجا طور پر اس غلط دعویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد جنگ کریمیا (۱۸۵۴ء تا ۱۸۵۶ء) ہوئی۔ زبردستی کی یہ ایک ہی مثال نہیں۔ عیسائی ریاستوں نے متعدد ایسی زیادتیاں کیں۔

روس اپنی بازنطینی شہنشاہیت کے دوبارہ حصول میں رفتہ رفتہ اس طرح آگے بڑھ رہا تھا کہ وہاں انقلاب رونما ہوا۔ یہ انقلاب ابتداء میں مذہب دشمنی میں بہت پیش پیش تھا۔ البتہ کچھ عرصہ بعد سیاسی، معاشرتی اور سماجی مقاصد کے حصول کے لیے روسیوں نے کلیسا کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ روس جو بظاہر بڑا مذہب بیزار نظر آتا ہے آخر کیوں چرچ کونسل کا ممبر بنا؟ اس سے یہ اندازہ لگانا کچھ دشوار نہیں کہ ایک طرف عیسائی سامراج سے مشنریوں کا اتحاد ہے۔ تو دوسری جانب روسی سامراج بھی مشنریوں سے الگ نہیں۔ مشنریوں کا مختلف سامراجوں سے یہ

---

[1] S. Reed Brett. Europe Since Renaissance Part-II pp. 507-51

[2] یورپ سنس رینائی سنس حصہ دوم صفحہ ۲۲۶۔ ایس ریڈ بریٹ

[3] تاریخ یورپ ۱۸۱۵ء تا ۱۸۹۲ء۔ صفحہ ۱۶۳۔ شمس الدین محمد

اتحاد ظاہر کرتا ہے کہ ان کے پیش نظر ایک ہی بات ہے کہ پوری دنیا پر ان کا غلبہ و تسلط کسی نہ کسی طور پر قائم رہے۔

اس اتحاد کی تازہ مثال مراکش کی جنگ آزادی کی ہے۔ مجاہدین مراکش فرانسیسی استعمار کے خلاف نبرد آزما تھے۔ روس نے مجاہدین کی حمایت کے بجائے ڈیگال کی تائید کی۔ اس واقعہ پر استاد علال فاسی نے روشنی ڈالی ہے۔ جو مغرب کی جنگ آزادی کے قائدین میں سے تھے۔

مسیحی اور روسی باہمی ربط

استاد علال فاسی نے لکھا ہے کہ "جب مغرب (مراکش) کی جنگ آزادی پورے زور سے جاری تھی۔ مجاہدین نے پاپائے روم سے اظہار ہمدردی کی مسلسل اپیلیں کیں۔ مگر پوپ اعظم نے جواب تک نہ دیا۔ دوسری طرف روس اور بائیں بازو کی جماعتوں نے مجاہدین آزادی کا ساتھ دینے کے بجائے ڈیگال کی حکومت کی حمایت کی۔ روس کا منصوبہ یہ تھا کہ ایک فرانسیسی اتحاد قائم ہو۔ اور اس میں فرانس کے زیر تسلط شمالی افریقہ کے مسلم ممالک کی حیثیت وہی ہو جو "اتحاد سوفیاتی" میں وسط ایشیا کے مسلم ممالک کی ہے۔

استعمار کا یہ نسخہ دو اجزا سے مرکب ہے:

(الف) ہر قسم کے اختلافات کو ختم کر کے مقامی تعصبات کو ہوا دو۔ مصنوعی طریقہ سے نیشنلزم کو جنم دو۔ محض کاغذ کے پرزے پر قومی آزادی و خود مختاری کا تحفہ دے کر طفل تسلی کر دو۔

(ب) جب ہر قومیت انفرادی طور اتنی کمزور ہو جائے کہ کسی جدوجہد کے قابل نہ رہے تو ان سب کو ایک نظریاتی، فوجی، آمرانہ و جابرانہ مرکزی نظام کے تحت آہنی اتحاد کی گرفت میں ایسا جکڑ دو کہ کوئی آزادی اور خود مختاری کے استعمال کا خیال تک نہ کر سکے۔ بالخصوص دینی و مذہب کی آزادی جرم قرار پائے۔ اور غداری کے مترادف ہو جائے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی خدشہ ہو تو ایک آہنی دیوار کھڑی کر کے ساری دنیا سے ان کا تعلق منقطع کر دو۔

---

[1] الجزائر میں ۲۰ تا ۳۰ جولائی ۱۹۷۳ء علماء کا ایک اجتماع ہوا تھا اس اجتماع کا نام الملتقى السابع للتعرف على الفكر الاسلامي (اجتماع ہفتم برائے نشان دہی فکر اسلامی) تھا۔ اس میں تمام عالم اسلامی کے علماء موجود تھے کسی غیر مسلم مستشرق کو نہیں بلایا گیا تھا۔ پاکستان سے کراچی یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے سابق چیرمین ڈاکٹر سید محمد یوسف مدعو تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس اجتماع کے خاص خاص نکات قسط وار روزنامہ جنگ میں بعنوان "اسلامی فکر کی نشان دہی کی کوشش" تحریر فرمائے ہیں۔

"اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو شمالی افریقہ میں فرانس کی حکومت اور عیسائی مشنریوں نے جو کچھ کیا تھا وہ روس کے مقاصد اور اس کے طریقۂ کار کے عین مطابق تھا"

"متعدد عرب اور بربر قومیتیں دروزہ کے مرحلہ سے گذر رہی تھیں۔ فرانس کی حکومت اگر نیپام بم گرا کر اپنے جبر و استبداد کو بچا رہی تھی تو یہ وہ گناہ ہے جو روس میں بھی کیا گیا ہے۔ مقصود مسلم ممالک کی آزادی نہیں بلکہ مطلوب یہ ہے کہ فرانس کی حکومت روس کی شاگردی اختیار کرے۔ اور مسلم ممالک کے ساتھ وہی سلوک کرے جو روس نے وسط ایشیا کے مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے[21]۔

ڈاکٹر سید محمد یوسف لکھتے ہیں کہ "جب مسلسل یہ حقائق سامنے آ رہے تھے تو میں بیٹھا پاکستان کے احوال پر غور کر رہا تھا۔ یہ جو چار پانچ قومیتیں آہستہ آہستہ پل رہی ہیں (خدانخواستہ) جس روز انہیں بال و پر نصیب ہو گئے تو انہیں متحد رکھنے کے لیے روسی امپیریلزم ناگزیر ہو جائے گا۔ کیونکہ روسی مارکہ قومیتوں کے کسی جمہوری نظام میں منسلک رہنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ قومیتوں کے تصور کے ساتھ ایک آمرانہ و جابرانہ مرکزی نظام لازم و ملزوم ہے[22]۔

عیسائیت اور سامراج کے اتحاد نے گذشتہ چار پانچ صدیوں سے کیا کیا مظالم ڈھائے۔ اس نے روح کی نجات اور گناہوں کی معافی کی آڑ میں کس کس طرح انسانیت سوز کردار ادا کیا۔ یہ داستان کسی مسلمان یا غیر عیسائی کے بجائے ایسے عیسائی کی تحریر میں دیکھیے جو خود مسلمان سے عیسائی ہوا ہے اور کئی کتابوں کا مصنف ہے۔ پادری برکت اللہ کی کتاب "مغلیہ سلطنت اور مسیحیت" کے ابتدائی صفحات سے جستہ جستہ چند واقعات درج ذیل ہیں:

برصغیر پاک و ہند میں پرتگالی عیسائیوں کی چیرہ دستیاں

"البوقرق دیگر پرتگیزوں کی طرح مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ اس کے دور اندیش دماغ کو یہ بات سوجھی کہ لزبن سے ہر سال فوجی سپاہیوں کو منگوانے کے بجائے وہ ہندوستان کی عورتوں کو مسیحی بنا کر ان کے نکاح پرتگیزوں سے کر دے تا کہ ان کی اولاد کو فوج میں بھرتی کرے پس اس نے گوا کے قتل عام کے بعد اپنے سپاہیوں کو کہا جو ہندوستانی عورت تم کو پسند آئے اس سے نکاح کرو۔ چنانچہ تقریباً دو سو نکاح بڑی شان و شوکت سے البوقرق کی موجودگی میں ہو گئے۔ وہ ان کے گھروں میں جاتا ان کی بیویوں کو

[21،22] روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۲۹، ۱۲ اگست ۱۹۷۳ء

بیٹی بیٹی کہتا، اتوار کے دن ان کو خود گرجا کے اندر لے جاتا اور ان کو عزت و توقیر سے بٹھاتا ____ اس قسم کے نکاح ہر سال بڑھتے گئے۔

سولھویں صدی کے شروع میں الیگزینڈر ششم جیسا عشرت کوش شخص رومی کلیسا کا پوپ تھا ایسا کوئی شرعی عیب نہ تھا جو اس میں نہ پایا جاتا ہو۔ اس نے اپنے نامعلوم الولد بیٹے کو آرچ بشپ اور کارڈینل کے مقدس عہدوں پر فائز کیا ہوا تھا ____ اس نے شاہان پرتگال و ہسپانیہ کو نئے مفتوحات کا مالک قرار دے کر حکم دیا کہ وہاں کے وحشیوں میں انجیل کی خدمت کے ذریعہ مسیحیت کی اشاعت کریں۔"

مؤرخ پوپ لیو سیزدہم کے اس فقرہ پر حیران رہ جاتا ہے کہ "ہر طرف پرتگیزی جھنڈا صلیب مسیح کے سایہ تلے ہے پرتگال کی فتوحات مسیحیت کی فتوحات ہیں۔"

"شاہ پرتگال عمانوئل کا جانشین جان سوم بھی ایک متعصب مسیحی تھا۔ اس نے مبلغین کے گروہ مسیحیت کی جبری اشاعت کی خاطر روانہ کیے اور یوں انجیل کی تبلیغ کو پرتگیزی حکومت کا ایک شعبہ بنا دیا ____ جہاں کہیں پرتگیزی حکومت قائم ہوتی وہاں مسیحیت کی جبریہ اشاعت ہونے لگی۔ اسی طرح جہاں کہیں مسیحی مبلغین پہنچے پرتگیزی افواج ان کے پیچھے پہنچ گئیں۔"

۱۵۴۶ء میں جان سوم نے حکم جاری کیا۔ "کوئی برھما کا پرستار اپنے مذہب کی رسوم کو علانیہ ادا کرنے نہ پائے۔ اور تمام بت توڑ دیئے جائیں۔ کیونکہ بتوں کا وجود زندہ خدائے واحد کی اہانت ہے۔ جو ہندو بت بنانے کی جرأت کرے اسے عبرتناک سزائیں دی جائیں۔ جو شخص کسی برہمن پروہت کو پناہ دے یا اس کو چھپائے رکھے اس کو بھی سزائے سخت دی جائے۔ سرکاری ملازمتیں دیتے وقت نئے مسیحی لوگوں کا خاص خیال رکھا جائے۔ تا کہ ہندوستان کے باشندے برضا و رغبت مسیحیت کی طرف مائل ہو جائیں ____ اس وقت حکومت کے تین نصب العین ہیں۔

۱۔ ملکی فتوحات۔

۲۔ قومی تجارت۔

۳۔ عوام کے مذہب کی تبدیلی۔

گوا اور اس کے مضافات کے باشندوں کو ۱۵۵۴ء کے بعد یسوعی انجمن نے مسیحی بنانے کی منظم کوششیں کیں۔ انہوں نے وائسرائے سے یہ حکم جاری کرایا کہ جو دیسی مسیحی ہو جائیں ہر طرح ان کی رعایت ملحوظ رکھی جائے۔ چنانچہ جب کوئی ہندوستانی مسیحی ہو جاتا تو اس کو حکومت اور کلیسا کے اعلیٰ افسران کے روبرو نہایت شان و شوکت سے بپتسمہ دیا جاتا۔ ہر طرح سے یہ کوششیں کی جانے لگ

کر ہندوستانیوں پر یہ امر عیاں ہو جائے کہ ترقی کا واحد ذریعہ فرنگی مذہب کو قبول کرنا اور فرنگی تہذیب کو اختیار کرنا ہے۔ دینی سوال و جواب کی کتاب میں ایک سوال تھا "کیا تو مسیحی ہونا چاہتا ہے؟" اس کی جگہ یہ سوال پوچھا جاتا تھا "کیا تو فرنگیوں کی برادری میں شامل ہونا چاہتا ہے؟" ایک دوسرے سوال "کیا تو مسیحی زندگی بسر کرے گا" کے بجائے یہ سوال پوچھا جاتا تھا۔ "کیا تو فرنگیوں کی طرح زندگی بسر کریگا؟ ——

"ان کوششوں کے نتیجہ میں گوا اور اس کے مضافات کے باشندے جوق در جوق مسیحی ہوتے گئے صرف ۱۵۷۰ء یعنی ایک سال میں تیرہ ہزار نو سو ستر اشخاص کلیسا میں داخل ہو گئے۔ ۱۵۶۳ء میں شاہ پرتگال سیبس ٹیو Sel astic نے حکم صادر کیا کہ گوا کے علاقہ سے تمام ہندی بت پرست ملک سے نکال دیئے جائیں۔ ۱۵۷۹ء میں خادمان دین کی ایک میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا کہ مقبوضات میں غیر مسیحیوں کو مذہبی آزادی کا حق نہ دیا جائے۔ کیونکہ حکومت اور کلیسا دونوں کا مطمح نظر ایک ہی ہے کہ ہندوستان میں مسیحیت کی اشاعت ہو۔"

"ساحل ہند کے دیگر مقبوضات میں بھی انجمن یسوعی کے مبلغین نے جبر و تشدد اور انعام و اکرام کا لالچ دے کر مسیحیت کی اشاعت کی۔ غرضیکہ ہر طرف کلیسا کی توسیع کے لیے ایسے ہی طریقے استعمال کیے گئے۔ سولھویں صدی عیسوی کے اواخر میں پرتگیزی مقبوضات میں ہندوستانی مسیحیوں کی تعداد پونے تین لاکھ تھی —— سالسٹ کے بڑے گرجا کی روزانہ آمدنی سترھویں صدی کے آخر میں نصف سیر (۴۰ تولہ) سونے کے برابر ہوتی تھی۔ انجمن یسوعی کے لوگ اپنے آپ کو ٹراونکور، ٹیوٹی کورن کی تجارت اور دریائی پیداوار کا مالک سمجھتے تھے —— اس کے باوجود پرتگیزی سلطنت کی پالیسی یہ تھی کہ گوا کے کسی باشندہ کو اعلیٰ کلیسائی عہدوں پر مامور نہ کیا جاتے۔ اس نسلی امتیاز کی وجہ سے مقبوضات کے ہندوستانی پادری بیزار تھے۔

۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق گوا میں ۳۷ فی صدی مسیحی بستے ہیں۔[1]

برطانوی سامراج

پرتگالی استعمار نے مسیح کی صلیب کے سایہ میں مسیحیت کی جبریہ تبلیغ کا آغاز کیا تھا۔ برطانوی سامراج نے انجیل کے سایہ میں اسے نقطۂ عروج پر پہنچا دیا۔ برصغیر پاک و ہند پر باضابطہ برطانوی تسلط سے قبل یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی نے مذہبی اور سیاسی شعبدہ بازی کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ مختلف حیلوں سے کمپنی کروڑوں روپیہ کما چکی تھی۔ ڈھاکہ کی ململ کے پارچہ بافوں کے انگوٹھے اسی دور میں کاٹے

[1] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۶۷ تا ۶۷۔ پادری برکت اللہ

گئے۔ کمپنی نے خطوط لکھ کر انگلستان سے مشنریز بلوائے۔ تاکہ ہندوستان کی "بت پرست اور توہم پرست قوموں میں عیسائیت کی تبلیغ کی جائے"[1] خود کلایو اپنے ساتھ ایک پادری کو لایا تھا جس کا نام کیرنندر تھا۔ اسی طرح کیری خاص طور انگلستان سے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے آیا تھا۔ وہ خود لکھتا ہے کہ "میں مِیل کے علاقہ میں گھوم پھر کر انجیل کی اشاعت کرتا ہوں۔ اس علاقہ میں تقریباً دو سو دیہات ہیں ——"[2] مختصر یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی برطانوی سامراج کا ہراول دستہ تھی۔

انجیل کے سایہ میں مسیحی انصاف

پرتگالی مسیحیوں نے صلیب کے سایہ میں جو تشدد کیا اس کی رہی سہی کسر برطانوی سامراج نے پوری کر دی۔ پرتگالیوں نے اسے صلیب کا سایہ قرار دیا تھا۔ انگریزوں نے اسے انجیل کا مقدس سایہ قرار دیا۔ نکلسن ایک خط میں ایڈورڈ کو سزا دہی کے طریقوں کو ہلکا سمجھتے ہوئے لکھتا ہے۔ "دوسری طرف انجیل مقدس میں بھی یہ حکم ہے کہ مجرموں کو اعمال کی مناسبت سے سزا دی جائے گی۔ بنابریں کوئی وجہ نہیں کہ نرم سزا پر اکتفا کیا جائے۔"[3]

"انجیل کا حکم اور مسیحی انصاف کا تقاضا" ان دونوں نے مل کر ہندوستانیوں پر وہ وہ ظلم ڈھائے کہ انسانیت ابھی تک تاریخ کے اوراق میں اپنا منہ پیٹ رہی ہے یہاں ان تمام دل دوز اور کرب ناک واقعات کا احاطہ مقصود نہیں۔ بلکہ برطانوی عیسائیوں کی بربریت کا ایک عکس پیش کرنا مقصود ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ صلیب "انجیل" اور مسیحی انصاف کسے کہتے ہیں۔"

ایڈورڈ ٹامسن لکھتا ہے۔ "یہ فیصلہ کیا گیا کہ مسیحی انصاف کا اقتضا یہ ہے کہ چالیس انسانوں کو پھانسی کے تختہ پر لٹکایا جائے۔ چنانچہ ۱۰ جون ۱۸۵۷ء کے دن چالیس بدقسمت انسانوں کو ہر ممکن اذیت پہنچا کر نہایت ہولناک طریق سے منظر عام پر توپوں سے باندھ کر اڑا دیا گیا —— اس واقعہ کی جزئیات نہایت ہی دردانگیز اور ہولناک ہیں اور اس وقت بھی اس زمانہ کی شکل میں میرے پاس محفوظ ہیں۔"[4]

مسلمانوں کے قتل عام کے سلسلے میں ایک پادری کی بیوہ رقم طراز ہے کہ "لڑائی کے اختتام پر بہت سے قیدیوں کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اور یہ معلوم ہوتے پر کہ مسلمان اس موت کی کوئی خاص پروا

[1] ولیم کیری صفحہ ۶۱، ۶۲۔ ایس۔ ایم سنگھ [2] ایضاً صفحہ ۹۸

[3] انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ صفحہ ۶۲۔ شیخ حسام الدین

[4] ایضاً ایضاً صفحہ ۵۷ ایضاً

نہیں کرتے۔ ان میں سے چار آدمیوں کو فوجی عدالت کے حکم سے توپوں سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ چنانچہ ایک روز ایک توپ کے بڑے دھماکے کی آواز سے ہم چونک پڑے جس کے ساتھ ہی ایک ناقابل بیان دھیمی سی مگر وحشت ناک چیخ بھی سنائی دی۔ دریافت کرنے پر ایک افسر نے ہمیں بتایا کہ یہ نہایت کرب انگیز نظارہ تھا۔ یعنی توپ میں اتفاق سے بارود زیادہ بھرا ہوا تھا جس کے چلائے جانے سے بدقسمت ملزم کا گوشت ریزہ ریزہ ہو کر فضائے آسمانی میں اڑا تماشائیوں پر خون کے چھینٹے اور گوشت کے لوتھڑے گرے اور اس کا سر ایک راہ گیر پر اس زور سے گرا کہ اس کو بھی چوٹ آگئی۔"[1]

یہ وہ سزا تھی جس سے ملزم کا ایک لمحہ میں ہی صفایا ہو جاتا تھا۔ لیکن عیسائی انگریزوں نے تو ایسی سزائیں دیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے

سفاکی کے کربناک مناظر

نکلسن اپنی شقاوت قلبی کا اظہار اس طرح کرتا ہے۔ "دہلی میں انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کے خلاف ہمیں ایک ایسا قانون پاس کرنا چاہیے جس کی رو سے ہم ان کو زندہ جلا سکیں یا زندہ کی کھال اتار سکیں یا گرم سلاخوں سے اذیت دے کر ان کو موت کے گھاٹ اتار سکیں۔ ایسے ظالموں کو محض پھانسی کی سزا سے ہلاک کرنے کا خیال ہی مجھے دیوانہ کیے دیتا ہے۔ میری یہ دلی خواہش ہے کہ کاش میں دنیا کے کسی ایسے گمنام گوشہ میں چلا جاؤں۔ جہاں مجھے یہ حق حاصل ہو کہ میں حسب ضرورت سنگین انتقام لے کر دل کی بھڑاس نکال سکوں۔"[2]

نکلسن کی یہ آرزو پوری ہوئی۔ موری تھامسن نے بعض قیدیوں کی داستانیں سر ہنری کاٹن کو ان الفاظ میں سنائیں۔

"شام کے وقت ایک سکھ اردلی میرے خیمہ میں آیا۔ اور سلام کر کے پوچھنے لگا۔ غالباً آپ یہ دیکھنا پسند کریں گے کہ ہم نے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ کہیں قیدیوں کے ساتھ زیادتی نہ کی گئی ہو میں فوراً لپک کر ان کے خیمہ کی طرف گیا۔ جہاں پر میں نے ان بدبخت مسلمانوں کو عالم نزاع میں بے حال دیکھا۔ مشکیں باندھ کر ان کو برہنہ زمین پر لٹایا ہوا تھا۔ اور سر سے پاؤں تک ان کے پورے جسم کو گرم تانبے سے داغا ہوا تھا۔ اس روح فرسا حالت کو دیکھ کر میں نے اپنے پستول

---

[1] انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ صفحہ ۶۸، ۶۹ شیخ حسام الدین

[2] ایضاً ۶۵، ۶۶ شیخ حسام الدین

سے ان کا خاتمہ کر دینا ہی ان کے حق میں مناسب سمجھا۔[1]

ایک دوسرے عینی شاہد کی زبانی سنیے کہ سکھوں اور انگریزوں نے ایک زندہ مسلمان قیدی کے چہرہ کو بار بار سنگینوں سے زخمی کر کے ہلکی آگ میں کس طرح جلایا۔

"بدنصیب قیدی کے جلتے ہوئے گوشت سے مکروہ بدبو نکل کر آس پاس کی فضا کو مسموم کر رہی تھی۔ انیسویں صدی میں جب کہ تہذیب اور شائستگی پر ناز کیا جاتا تھا۔ ایک ایسا دردناک نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ ایک انسان نہایت وحشیانہ طریق سے آگ میں جلایا جا رہا ہے اور سکھ اور عیسائی یورپین نہایت اطمینان سے چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر ارد گرد کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ گویا یہ ایک تفریح کا سامان ہے۔"[2]

ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر مسٹر ٹیلین نے دنیا کو سب سے پہلے ان مظالم سے روشناس کرایا۔ اس نے اپنے ایک اداریہ میں لکھا:

"زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سینا۔ یا پھانسی سے پہلے ان کے جسم پر سور کی چربی ملنا یا زندہ آگ میں جلانا یا ہندوستانیوں کو مجبور کرنا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بدفعلی کریں۔ دنیا کی کوئی تہذیب بھی ایسی مکروہ اور متعفنانہ حرکات کی اجازت نہیں دیتی۔ ہماری گردنیں شرم و ندامت سے جھک جاتی ہیں اور یقیناً ایسی حرکات عیسائیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہیں جن کا کفارہ لازمی طور پر ہمیں ایک دن ادا کرنا پڑے گا۔ ہمیں اس قسم کی دردناک جسمانی اور دماغی سزاؤں کے دینے کا کوئی حق نہیں۔ اور نہ ہی ہم یورپین ایسی سزائیں دینے کی جرات کر سکتے ہیں۔"[3]

مسیحی انصاف اس طرح بھی جاری تھا۔ کہ دارالخلافہ دہلی کے چاندنی چوک میں روزانہ سینکڑوں بے گناہوں کو قطار میں کھڑا کر کے باری باری پھانسی دی جاتی تھی۔ تین ماہ تک آٹھ گاڑیاں روزانہ لاشوں سے بھر کر روانہ کی جاتی تھیں ——— کئی لاشیں پھانسی پر لٹکتی رہتیں۔ اور بے گناہوں کے کرب و اذیت سے خوش ہونے کے لیے انگریز مرد اور عورتیں فوارے کے گرد کرسیاں بچھا کر بیٹھ جاتے۔ عیسائی مرد اور عورتیں مسکرا مسکرا کر۔ اور سگریٹ کے کش لگا لگا کر پھانسی کا منظر دیکھتے اور عورتیں اپنا منہ چھپا لیتی تھیں۔

ایک طرف مسیحی انصاف اس طرح پورا ہو رہا تھا۔ دوسری جانب انجیل کے حکم کی یوں پابندی

---

[1] ایضاً صفحہ ۶۵-۶۶ [2] ایضاً صفحہ ۶۷ [3] ایضاً صفحہ ۶۹

کی جا رہی تھی کہ ہندوستانیوں کے مذہب پر کھلم کھلا حملے ہو رہے تھے۔ انگلینڈ سے پادری آئے۔ جگہ جگہ مشنری اسکولز قائم ہوئے ـــــ یہ پادری عام اجتماعات اور میلوں میں جا کر انجیل کی بشارت سناتے۔ دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور متبرک مقامات کا حقارت سے ذکر کرتے۔ ان کے مذہبی رسم و رواج کا مذاق اڑاتے۔ اور اپنے ان تمام مظالم کو یسوع مسیح کی امداد و برکت سے منسوب کرتے۔

کوپر لکھتا ہے کہ عیسائیت کے فروغ کے لیے خداوند یسوع مسیح کی روشنی اور ظاہراً امداد و برکت کے مقابلہ میں انسانی شجاعت و دانائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اسی صفحہ پر آگے چل کر صلیب کے نشان کو گزند پہنچنے کے سلسلے میں کہتا ہے کہ عیسائیت نے تمام دنیا پر غلبہ حاصل کر لیا ہے[1]۔ اس طرح مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کے بعد عیسائیوں نے ان کو معاشی طور پر تباہ کرنے کی سازشیں کیں۔ ان کی جائیدادیں ضبط کیں۔ ان کے اثاثے لوٹے۔ انہیں ملازمتوں سے دور رکھا۔ اگر مجبوراً ملازمت دی بھی تو نہایت نچلے درجے کی۔

ہنٹر ایک متعصب سول سروس کا افسر تھا وہ مسلمانوں پر عیسائی حکومت کے ظلم و ستم کا عینی شاہد تھا وہ کہتا ہے کہ ۱۸۷۱ء میں بنگال میں سرکاری ملازمتوں کا تناسب حسب ذیل ہے:[2]

دو ہزار ایک سو گیارہ ۲۱۱۱ میں

یوروپین	۱۳۳۸
ہندو	۶۸۱
مسلم	۹۲

ہائی کورٹ کے وکلا میں ۱۸۵۳ء سے ۱۸۶۸ء کے دوران کل ہندو وکیل ۲۳۹ تھے، جب کہ مسلمان وکیل صرف ایک تھا[3]۔

تفصیلات کے لیے انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ، الہلال ستمبر ۱۹۲۷ء دہلی کی بیان کی اسباب بغاوت ہند وغیرہ ملاحظہ فرمائیے۔

ممکن ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ یہ اس وقت کے واقعات ہیں۔ جب سامراج اپنا تسلط قائم کر رہا تھا۔ اس صدی میں ایسا ممکن نہیں ہے کیوں کہ دنیا اب زیادہ روشن خیال ہو گئی ہے اور سامراج سمٹ رہا ہے۔ لیکن یہ محض خوش فہمی ہے اس لیے کہ استعمار اور مشنریز اب بھی وہی ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔

۱؎ انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ صفحہ ۹۵ حسام الدین ۲؎ ہمارے ہندوستانی مسلمان۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر ترجمہ ڈاکٹر صادق حسین صفحہ ۲۳۶ ۳؎ ایضاً صفحہ ۲۵۰

البتہ سائنٹفک انداز میں۔ ریاضی میں کیا کچھ نہیں ہوا؟ اسرائیل کس طرح وجود میں آیا؟ روڈیشیا اب تک کیوں کر قائم ہے؟ فلپائن، انڈونیشیا اور افریقہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ یسوع مسیح کی بے گناہی کے گن گانے والی قوم ان ممالک میں کیا کیا گناہ نہیں کر رہی ہے؟

فلپائن میں عیسائیوں کی زیادتیاں

مارچ ۱۹۷۳ء کے آخری ہفتہ میں بن غازی میں ۲۸ ملکوں کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس منعقد ہوئی اس کانفرنس میں مسلمانوں کے ان پیش آمدہ مسائل پر غور ہوا جو مغربی اور مشرقی سامراجیوں کے پیدا کردہ تھے۔ ان کی سازشوں سے جنم لینے والے پیچیدہ اور پریشان کن مسائل۔ اس کانفرنس میں فلپائن کے مصیبت زدہ اور ستم کش مسلمانوں کا مسئلہ بھی پیش ہوا۔ اس کانفرنس میں لیبیا کے وزیر خارجہ جناب منصور نے بتایا کہ مارکوس (فلپائن کا موجودہ حکمراں) اور اس کا مسلح وحشی جتھہ ایک منظم منصوبہ نافذ کرنے کے لیے فلپائن کے چالیس لاکھ مسلمانوں کی نسل کشی میں مصروف ہے۔

اسلامی سیکرٹریٹ کے سکریٹری جنرل تنکو عبدالرحمٰن نے اپنی تقریر میں بتایا کہ فلپائنی مسلمانوں کو ان کے گھروں اور زمینوں سے جبراً نکال دیا گیا ہے۔ اور کیتھولک عیسائیوں نے ان پر قبضہ کر لیا ہے۔ بے شمار مسلمان مارے جا چکے ہیں۔

فلپائنی حکومت کے نمائندے نے کانفرنس میں اس کی تردید کی ناکام کوشش کی تو ایک فلپائنی خاتون نورہ لقمان نے کھڑے ہو کر بآواز بلند اعلان کیا۔ "تم جھوٹے ہو جھوٹے" اسی وقت لیبیا کا ایک نمائندہ ایک فلپائنی بچہ اٹھائے ہال میں داخل ہوا۔ بچہ کی عمر سات سال تھی۔ اس کا ایک ہاتھ اور ایک کان غائب تھا۔ بتایا گیا کہ اس کے والدین کو فلپائنی فوج نے مار ڈالا ہے۔ اور اس کا ایک ہاتھ اور ایک کان کاٹ ڈالا ہے۔ فلپائن میں اس وقت چالیس لاکھ مسلمان ہیں۔ اور انہیں طرح طرح سے تنگ کیا جا رہا ہے۔ اور اس روشن زمانہ میں بھی ان پر عذاب کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔

انڈونیشیا کے اخبار "قبلہ" نے یکم اپریل ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں یہ خبر شائع کی۔ "فلپائن کی حکمران پارٹی اور ایوان زیریں کی مصالحتی کمیٹی کے ایک ممبر تو ڈولا تا تھوی داد نے منڈاناؤ کے دورے کے بعد ان مظالم کی داستان سنائی جو عیسائی نو آبادکار مسلمانوں پر کر رہے ہیں وہ ان کے کان کاٹ کر بوتلوں میں رکھ لیتے ہیں۔ تاکہ انہیں "مقدس پانی" میں ڈبونے کے بعد بطور تعویذ استعمال کریں اور ایسے نڈر اور غیر فانی بن جائیں کہ مسلمانوں کے ساتھ لڑتے وقت ان پر کوئی ہتھیار اثر نہ کرے۔"

دسمبر ۱۹۶۹ء سے ۱۱ فروری ۱۹۷۲ء تک عیسائیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو جان و مال کا جو نقصان اٹھانا

چلا۔ ان کا سرسری جائزہ ملاحظہ ہو گو یہ اعداد و شمار مکمل نہیں ہیں۔

مسلمان مقتولین	۱۸۴۵
مسلمان زخمی	۴۲۰
مسلمانوں کے مکانات جو جلا دیے گئے	۲۵۶۱
مسجدیں جنہیں آگ لگائی گئی	۱۱
دیہات اور شہر جہاں سے مسلمانوں کو نکالا گیا	۱۱
زمین جس سے بے دخل کیا گیا[1]	۵ لاکھ ہیکٹر

انڈونیشیا کے لیے مسیحی منصوبہ

انڈونیشیا کو ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء میں سامراج سے نام نہاد آزادی ملی ہے۔ اسے عیسائی مشنری اداروں نے دس سے بیس سال کے عرصہ میں عیسائی بنانے کا ایک زبردست اور جامع منصوبہ تیار کیا ہے۔

ویٹیکن (پاپائے روم) نے ایک کارڈینل اور اکیس پادری عیسائیت کے اس حملہ کی نگرانی کے لیے تعینات کیے ہیں۔ کیتھولک کلیسا نے حال ہی میں اپنے حملہ کا آغاز ان علاقوں میں کیا ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس حملہ میں مغربی ممالک کے فراہم کیے ہوئے مادی اور مالی وسائل سے کام لیا جا رہا ہے۔

پروٹسٹنٹ فرقہ نے الگ اپنا ایک ۲۰ سالہ جامع منصوبہ بنایا ہے جسے ایک کتاب کی شکل میں شائع بھی کر دیا ہے۔ کتاب کا عنوان ہے "ہمارا آج کا فرض انڈونیشیا میں"۔ اس منصوبہ کی تیاری میں علمی تجربات مسلمانوں کے متعلق دینی و اجتماعی معلومات نیز سائنسی ایجادات سے کام لیا گیا ہے۔ اس منصوبہ کے مطابق جگہ جگہ کلیساؤں، سکولوں اور ہسپتالوں کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔ جرأت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ عیسائیت کا پرچار کرنے والے مسلمانوں کے گھروں میں جا کر مردوں کی عدم موجودگی میں عورتوں کو ہر طرح کا لالچ دیتے ہیں۔ اور اپنے دام میں گرفتار کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔

"______ وہاں تبشیری ادارے (عیسائی مشنری ادارے) کسی بھی بڑی سے بڑی مہم کے لیے تیار ہیں۔ وہ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اندرونی معاملات میں دخل دیتے ہیں۔ آریانا میں جب حق خود ارادی کے لیے رائے شماری ہو رہی تھی۔ تو ان ہی کلیسا والوں نے انڈونیشی حکومت کے خلاف بغاوت کی سازش کی جو پکڑی گئی۔

---

[1] لیل و نہار ضمیمہ اردو ڈائجسٹ لاہور ماہ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۴ تا ۴۵

"یہ بھی یاد ہو گا کہ صدر سوئیکارنو کے عہد میں جب کمیونسٹوں کا زور تھا تو انڈونیشیا اقتصادی طور پر دیوالیہ ہو گیا تھا۔ یہ ایک معجزہ سے کم نہیں کہ انڈونیشیا نے اپنے آپ کو کمیونسٹوں کے چنگل سے چھڑا لیا۔ وہ امریکہ جس نے ویت نام میں کمیونزم کو پسپا کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ اس نے اور اس کے ساتھ دوسری مغربی طاقتوں نے اقتصادی مار سے انڈونیشیا کو ناک چنے چبوائے اور اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ تب کہیں جا کر قرضوں کی ادائیگی میں مہلت اور اقتصادی امداد دی۔ اہم بات یہ ہے کہ اس اقتصادی امداد میں تبشیری اداروں (عیسائی مشنریوں) کو باقاعدہ شریک کیا گیا۔ بہت سے پروگرام ایسے ہیں۔ جن کی نگرانی براہ راست مبشرین (مشنریوں) کو سونپی گئی۔ مثلاً بون (مغربی جرمنی) نے جو اٹھارہ ملین (ایک کروڑ اسی لاکھ مارک) کی رقم دی۔ وہ مشنریوں کے تصرف میں ہے۔"[1]

انڈونیشیا کے وہ علاقے جہاں کے باشندے کسی دین و مذہب سے بھی آشنا نہیں (مثلاً کالی مانتان کے وہ ایک قبائل) ایسے مقامات پر کلیسا کے لوگ "اغوا" یعنی مادی فوائد کے ساتھ پوری طرح چھائے ہوئے ہیں۔ کالی مانتان کے علاقہ میں نقل و حمل نہروں کے ذریعہ ہے جس میں خاصی دشواری ہوتی ہے اور بہت وقت لگتا ہے۔ کلیسا کے کارندے چھوٹے ہوائی جہازوں کے مالک ہیں۔ وہ ہر قسم کی مشینیں اور آلات رکھتے ہیں۔ جولائی ۱۹۷۳ء میں جکارتا کے اخباروں نے یہ خبر شائع کی تھی کہ کیتھولک مشن نے انڈونیشی حکومت کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے جس کی رو سے مشن کو یہ حق ہو گا کہ غذائی اشیاء اور ادویہ ڈیوٹی سے مستثنیٰ درآمد کرے۔ اور کالی مانتان کے علاقہ میں پہنچائے۔ پنج سالہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے میں بھی کلیسا نے اپنے تعاون کی پیشکش کی ہے۔"[1]

۱۹۵۶ء میں انڈونیشیا کی پارلیمنٹ میں عیسائی ممبر ۲۰ تھے۔ عیسائیوں نے وہاں کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا جو عظیم منصوبہ شروع کیا ہوا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی جزیرہ میں عیسائیت قبول کرنے والوں کی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی ہے جب کہ یہ ملک تقریباً ۳ ہزار چھوٹے بڑے جزیروں پر مشتمل ہے۔

گلور کہتا ہے کہ صرف جاوا میں کوئی ایک لاکھ مسلمان عیسائی بن چکے ہیں۔ دنیا میں کسی جگہ بھی مشنریوں کا ایسا شاندار ریکارڈ قائم نہیں ہوا۔[2]

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۔

[2] گلور۔ دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز صفحہ ۱۲۷

دنیا کے مشرقی گوشہ کے ممالک انڈونیشیا اور فلپائن کے نہایت ہی مختصر خاکہ کے بعد اب مغربی حصوں کے مسلم ممالک پر عیسائی مشنریوں کی یلغار پر بھی ایک سرسری نظر ڈالی جائے جس سے واضح ہوگا کہ مسلم دنیا کا تقریباً ہر حصہ ان کے عزائم کی جولان گاہ بنا ہوا ہے۔

افریقہ کا جائزہ

محمد یوسف عباسی[1] افریقہ میں مسلمانوں پر عیسائی مشنریوں کی یورش کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"افریقہ کے مسلمانوں کو عالمی عیسائیت کی منظم قوت سے مقابلہ درپیش ہے۔ افریقی کلیسا کا اندازہ برصغیر پاک و ہند کے عیسائی اداروں سے کرنا درست نہ ہوگا۔ وہ ادارے اپنی جگہ پر مؤثر ہونے کے باوجود افریقی کلیسا کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ افریقی ممالک میں کلیسائی تنظیم گویا ریاست اندر ریاست ہے۔ امریکی، برطانوی، ولندیزی، فرانسیسی عیسائیت کے کل پرزے ہر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کلیسائے روم کی شاخیں ہر شہر میں موجود ہیں۔ ہر عیسائی ادارے نے اپنی تنظیم ملکی بنیادوں پر قائم کی ہوئی ہے۔ مشنری اداروں کے پاس اپنے طیارے اور ریڈیو اسٹیشن ہیں جن کے ذریعہ دور افتادہ لوگوں کو ہدایات دی جاتی ہیں۔ ان کے پاس لامحدود مالی وسائل ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے عیسائی ادارے اور متمول افراد ان کی پشت پر ہیں۔ مشنریوں نے ہر ملک میں گرجوں، اسکول اور اسپتالوں کا وسیع جال بچھا رکھا ہے۔ ہر سال کروڑوں پونڈ عیسائیت کی تبلیغ پر صرف کیے جاتے ہیں۔ مشنریوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ مکان، کار اور دیگر سہولتیں مفت مہیا کی جاتی ہیں ریٹائر ہونے والے مشنریوں کو بھاری پنشن اور ضروری مراعات ملتی ہیں —— اس طرح تبلیغ عیسائیت ایک پرکشش پیشہ بن گیا ہے۔ چنانچہ اکثر ذہین نوجوان اکثر اسی پیشہ کو اپناتے ہیں۔"

مشنریوں کا مقامی حکومتوں میں بڑا عمل دخل ہے چونکہ ہر جگہ عیسائی اعلیٰ مناصب پر قابض ہیں۔ اس لیے مشنریوں کو اپنے عزائم کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ مسلمان عہدیدار بالعموم مرعوبانہ ذہنیت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ وہ عیسائی اداروں میں زیر تعلیم رہنے کے نتیجہ میں اسلام کے متعلق منفی موقف کے حامل ہوتے ہیں۔ مشنری اپنے اثر و رسوخ سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ شمالی نائیجیریا کے اسکولوں میں بائبل کی تدریس کے لیے استاد مشنری مفت مہیا کرتے ہیں —— مشنری ملکی معیشت کے کئی شعبوں پر حاوی ہیں۔ ان کا دائرہ عمل

---

[1] جناب محمد یوسف عباسی پاکستان ملٹری اکیڈمی میں تاریخ کے پروفیسر ہیں۔ حکومت نائیجیریا نے چند سال کے لیے آپ کی خدمات مستعار لی تھیں۔ موصوف نے وہاں رہ کر عیسائی منصوبوں کا جائزہ لیا۔ اور اسے ایک خط کے ذریعہ ظاہر کیا۔ جس طرح افریقی مسلمان جس خطرے سے دوچار ہیں گویا وہ اس کے عینی شاہد ہیں ان کے خط کا اقتباس ہے۔

بڑا وسیع ہے۔ اسٹیشنری، کتابوں اور کھیلوں کے سامان کی خرید و فروخت پر ان کی اجارہ داری قائم ہے۔ انہوں نے ہر بڑے شہر میں دکانیں کھول رکھی ہیں۔ وہ سرکاری اور نجی اداروں کو کتابیں کاپیاں اور کھیل کا سامان وغیرہ فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح ہر سال لاکھوں کا کاروبار ہوتا ہے۔ اور سینکڑوں عیسائی نوجوانوں کو روزگار ملتا ہے۔

نائیجیریا میں جاس کی سطح مرتفع کا علاقہ ۹۹ فی صد عیسائی ہو چکا ہے۔ بینوے، کابا اور ادوما کے صوبوں میں ان کی کامیابی کی رفتار حیرت انگیز ہے۔ کانجا اور سکوٹو کے علاقے جو مسلمانوں کے تاریخی مراکز تھے اور جہاں سے دان فودی عثمان کی تحریک جہاد اٹھی تھی۔ وہاں بھی عیسائی اسکولوں اور اسپتالوں کی بدولت سینکڑوں مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔ کونٹو میں تو باقاعدہ بشپ کا صدر مقام ہے۔

مسلمانوں کو حقیقی صورت حال سے بے خبر رکھنے کے لیے عیسائی بڑے شاطرانہ نفسیاتی حربے استعمال کر رہے ہیں۔ وہ دنیا پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انہیں ناکامی ہو رہی ہے اور اسلام تیزی سے بڑھ رہا ہے وہ اس صورت حال پر گریہ کے آنسو بہاتے ہیں۔ مگر مشنریوں کی خفیہ رپورٹیں اس کے برعکس ہیں۔ مقامی حالات کا جائزہ لینے سے اصل تصویر صاف عیاں ہو جاتی ہے۔

عیسائی ہر قریہ اور ہر شہر میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ درجنوں گاؤں ایسے ہیں جو پچھلی نسل میں مسلمان تھے لیکن اب ۱۰۰ فی صد عیسائی ہیں۔ یہ تو عام بات ہے کہ باپ امام مسجد ہے تو بیٹا عیسائی —— مسلمان لڑکیاں عیسائی لڑکوں سے علانیہ شادی کرتی ہیں اور اپنی تصویر اخباروں میں چھپواتی ہیں۔ ایک بھائی مسلمان ہے تو تین عیسائی ہیں۔

اسلامی اسکول نہیں ہیں اس لیے بچے مشنری اسکولوں میں داخل ہوتے ہیں اور ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں عیسائی ہو کر نکلتے ہیں اور یہ سلسلہ منظم طور پر نہایت خاموشی سے جاری ہے۔ نہ تو والدین کوئی اضطراب محسوس کرتے ہیں اور نہ مسلمان سوسائٹی کوئی قدغن لگاتی ہے۔ لڑکیاں فیشن پرستی کا شکار ہو کر عیسائیت قبول کر رہی ہیں۔ گرجوں میں جدید موسیقی اور جدید فیشن سکھائے جاتے ہیں۔ اس لیے گرجے عبادت گاہ سے زیادہ فیشن کے مرکز ہیں۔ جہاں نوجوان جوڑے رومانی فضا میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور عیسائی ہو جاتے ہیں۔

چند ایک جدید ثانوی طرز کے مسلمان اسکول ہیں جہاں اسلامیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ان اسکولوں کے بیشتر استاد اور پرنسپل عیسائی ہیں۔ انتہا یہ کہ مغربی نائیجیریا میں لڑکیوں کے اسلامیہ ہائی اسکول کا پرنسپل ماضی قریب تک ایک ہندو تھا۔ ایک شہر میں مسلمان لڑکیوں کا اسکول بند کرا کے عیسائیوں نے اسی عمارت میں اپنا گرلز کالج قائم کر لیا۔

مغربی افریقہ کے اکثر ملکوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ لیکن مسلمان اکثریت سیاسی طور پر بے اثر

"کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" ـــــــ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (سورہ زلزال آیات ۷-۸) "پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔"

یعنی ہر نیکوکار اور ہر بدکار کو اس کے اپنے اپنے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ برائی کوئی کرے اور بوجھ کوئی اٹھائے۔ پہلی آیت میں صراحت سے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے کہ "ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا تھا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا وہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں" (سورۃ زمر آیت ۷۰) ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا اور کرتوتوں کا ذمہ دار ہوگا۔ وہی جوابدہ ہوگا اسی سے پوچھا جائے گا اور اسی کے اعمال کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ کوئی دوسرا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

دنیا میں ہمارا اور آپ کا دن رات کا مشاہدہ ہے کہ باپ کے جرم کے بدلہ میں بیٹے کو کسی بھی عدالت نے سزا نہیں دی۔ کسی مجرم بیٹے کے عوض اس کے باپ کو قید خانے میں نہیں بھیجا۔ جو جرم کرتا ہے وہی سزا کا مستوجب ہوتا ہے اس کا بیٹا یا باپ نہیں ـــــــ پھر یہ بات کس طرح قرینِ عقل ہو سکتی ہے کہ تمام انسانوں کا بوجھ صرف ایک فردِ واحد اٹھائے گا۔

ہر سچے آسمانی مذہب کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہوتی ہے (بشرطیکہ وہ انسانی تحریفات اور غلو سے پاک رہے) کہ وہ انسانوں میں عدل و انصاف کو پروان چڑھاتی ہے۔ قلب و روح کو سکون و طمانیت بخشتی ہے۔ خواہشاتِ نفسانی کے سفلی جذبات کا خاتمہ کرتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ عدل و انصاف کے معمولی تقاضوں سے انحراف کرکے کسی ایک شخص پر پوری اگلی اور پچھلی قوم کے گناہوں کا بوجھ لاد دے۔ اور قلب و روح کے سکون کے بجائے باضمیر افراد کی روح پر گناہوں کے زخم پیدا کرکے انہیں بے حال چھوڑ دے۔

ـــــــ جاؤ ہر قسم کی آزادی ہے صرف مسیح پر ایمان لانا ضروری ہے

صلیب یعنی مسیحی نشان

مسیحی تعلیم ہے کہ صلیب مسیحیوں کا نشان ہے۔ اس نشان سے عیسائی مسیح کے شاگرد ہونے کا اقرار کرتے ہیں کہ مسیح نے صلیب پر جان دے کر مسیحیوں کو بچایا۔

عیسائی اکابرین صبح و شام کوئی کام شروع کرنے سے پہلے، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد یہ نشان بنایا کرتے تھے[1]۔ اور اب بھی صلیب کا نشان گرجوں میں، گھروں میں، حتیٰ کہ بعض مسیحی مرد و عورت اپنے

[1] مسیحی تعلیم کے جوابات صفحہ ۲

گلوں میں لٹکاتے ہیں۔ اس کی اصلیت و حقیقت سے قطع نظر یہ عجیب منطق ہے کہ کسی ریوالور یا خنجر، بندوق سے محض اس لیے محبت کی جائے کہ ان چیزوں سے کوئی محبوب شخصیت ہلاک کی گئی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے عقاید و تعلیمات اور رسوم کی طرح صلیب بھی بت پرستوں اور مشرکوں کے میل جول سے عیسائیت میں داخل ہوئی۔ ایک عیسائی مقالہ نگار اعتراف کرتا ہے کہ یسوع مسیح کی پیدائش سے قبل صلیب کا استعمال جاری تھا[1]۔

بہرحال یہ عیسائیوں کے لیے عظمت کا نشان ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ایسا مقدس نشان جس کی وجہ سے عیسائی مسیح کے شاگرد ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ جو گرجوں میں اور گھروں میں لٹکایا جاتا ہے اور گلوں میں ڈالا جاتا ہے۔ یہی عظمت والا خاص نشان پوپ کی جوتیوں پر بھی ہوتا ہے[2]۔

احکامِ عشرہ (دس احکام)

۱- میں خداوند تیرا خدا ہوں جو تجھ کو زمینِ مصر سے غلامی کے گھر سے نکال لایا۔ تیرے لیے میرے حضور کوئی دوسرا خدا نہ ہو۔ تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی چیز، یا کوئی چیز اور صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانیوں میں ہیں نہ بنانا۔ تو ان کو سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی کوئی خدمت کرنا۔

۲- تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ نہ لے۔

۳- تو سبت کے دن کو پاک رکھنے کے لیے یاد کر۔

۴- تو اپنے ماں باپ کی عزت کر۔

۵- تو خون نہ کر۔

۶- تو زنا نہ کر۔

۷- تو چوری نہ کر۔

۸- تو اپنے ہمسایہ پر جھوٹی گواہی نہ دے

۹- تو اپنے ہمسایہ کی بیوی کا لالچ نہ کر۔

۱۰- تو اپنے ہمسایہ کے مال کا لالچ نہ کر۔

[1] The Truth that leads to eternal life, p. 141.

[2] مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۱۸۵ پادری برکت اللہ

اور مفلوج ہے۔ اقتدار پر عیسائی اقلیت قابض ہے۔ کئی جگہ صدر عیسائی ہیں۔ فوج اور سول محکموں کی زمام کار عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ مشہور امریکی مشنری بلی گراہم نے نائیجیریا میں مسلمان اکثریت کی بساط الٹ دینے کا اعلان کیا تھا لیکن کسی مقامی مسلمان نے اس کی تردید کی جرأت نہیں کی۔ امریکہ اور برطانیہ مشنریوں کی باقاعدہ پشت پناہی کر رہے ہیں۔ جب بھی ان اداروں کی خطرناک سرگرمیوں کی طرف کسی نے توجہ کی۔ مغربی دنیا خصوصاً امریکہ اور برطانیہ حرکت میں آ گئے ——— شیخ طوری نے مشنری سرگرمیوں کے سدباب کے لیے اقدامات کیے تو سارے مغربی اخبارات نے واویلا شروع کر دیا۔

جنوبی سوڈان میں آزاد عیسائی ریاست قائم کرنے کے لیے مشنری ادارے مقامی باغیوں کی رہنمائی اور ان کو اسلحہ فراہم کر رہے تھے۔ سوڈان کی حکومت نے مشنری عناصر کو ملک بدر کیا تو امریکی اور برطانوی پریس نے رواداری اور انصاف کے نام پر ہنگامہ بپا کر کے اصل حالات پر پردہ ڈالنے کی کوششیں کی۔

اس وقت افریقی مسلمانوں پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ ذہنی لحاظ سے وہ مغلوب ہیں۔ اور سیاسی لحاظ سے ان کا وجود خطرے میں ہے۔ یہ ہے وہ حقیقی تصویر جو میں یہاں بچشم خود دیکھ رہا ہوں۔ میں جب اس صورت حال پر غور کرتا ہوں تو میرے احساسات پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور بے اختیار پکار اٹھتا ہوں "یا اللہ! کیا افریقہ دوسرا اسپین بن جائے گا"۔[1]

عباسی صاحب کا خدشہ حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ رومن کیتھولک عیسائیوں کی یلغار ان کے مذموم ارادوں کو نہ صرف ظاہر کر رہی ہے۔ بلکہ خود عیسائی بھی ببانگ دہل اس کا اعلان کر رہے ہیں کہ اس صدی کے آخر تک پورے براعظم افریقہ کو رومن کیتھولک براعظم بنا دیا جائے گا۔

نیل لکھتا ہے ——— چین سے تمام مشنریوں کے اخراج کے بعد عظیم رومی کیتھولک قوتیں اس مقصد کے ساتھ افریقہ میں جمع کر دی گئی ہیں کہ اس کو اس صدی کے اختتام تک رومن کیتھولک براعظم میں تبدیل کر دیا جائے۔[2]

اس وقت افریقہ میں وسائل والے حاضر دماغ اور خوش تدبیر عیسائی مشنریز جس انداز میں افریقیوں کو عیسائی بنانے کی انتہائی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ حسب ذیل اعداد و شمار کی روشنی میں اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

---

[1] اردو ڈائجسٹ لاہور۔ فروری ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۱۳-۱۲۰

[2] نیل کنسائز ڈکشنری آف دی کرسچین ورلڈ مشن۔ صفحہ ۵۱۸

الف۔ افریقہ میں عیسائی مشنریز کی تعداد ۱۸۴۳۸ سے زیادہ ہے۔

ب۔ ان کے مددگار اور معاونین کی تعداد ...... ۵۵ لاکھ ہے۔

ج۔ کالج، یونیورسٹیوں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کے علاوہ کلیساؤں کے زیر کنٹرول عیسائی مشنری اداروں کی تعداد ۱۶۶۷۱ ہے۔

د۔ عیسائی مشنریوں کی زیر ہدایت چلنے والے تعلیمی اداروں کی تعداد پانچ صد کے قریب ہے۔

ہ۔ سیمینریز اور دینیاتی کالجوں کی تعداد جو پریسٹ پادریوں اور مبلغوں کو تعلیم و تربیت دیتے ہیں۔ ۳۸۹ ہے۔

و۔ عیسائیوں کے قائم کردہ ایسے نرسری اسکولوں کی تعداد ۱۱۱۳ ہے۔ جن کا مقصد ان کو اپنے ماں باپ کی آغوش اور نظریہ سے ہٹانا ہوتا ہے اور اپنی تعلیمات پر ان کو ڈھالنا ہوتا ہے۔

ز۔ عیسائی مشنری اساتذہ Christrian Teachers Cum Missionary جو منافی اسلام مقاصد کے لیے ملازم رکھے گئے ہیں۔ ان کی تعداد ۵۱۹۰۶۰۰ لاکھ ہے۔

ح۔ ایسے مشنری اسپتال جو عیسائی اداروں کی مالی مدد اور چندہ سے چلتے ہیں۔ جو مریضوں کو دوائیں تو بلاقیمت نہیں دیتے۔ البتہ صلیب، بائبل اور دوسرا عیسائی لٹریچر دیتے ہیں۔ ایسے ہسپتالوں کی تعداد ۱۵۲۴ ہے۔

ط۔ پوپ نے پانچ ارب ڈالر کا ایک اسپیشل فنڈ مسلم ممالک میں عیسائیت کے پروپیگنڈے کے لیے مخصوص کیا ہے۔

ی۔ امریکہ اور کینیڈا مشن کا چندہ افریقہ میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے تیس لاکھ ڈالر ہے اس مقصد کے لیے برطانیہ اور آئرلینڈ کا چندہ اکیس لاکھ ڈالر ہے۔ اسی طرح پروٹسٹنٹ اداروں کی طرف سے اس مقصد کے لیے دس لاکھ ڈالر مختص کیے گئے ہیں۔

ک۔ یہ وہ ادارے اور انجمنیں ہیں جو سرکاری نہیں ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ برطانیہ، فرانس، اٹلی وغیرہ سرکاری طور پر کتنی رقمیں خرچ کر رہے ہوں گے۔[1]

اس مختصر جائزہ سے یہ اندازہ لگانا کچھ دشوار نہیں کہ سامراج کے عزائم کیا ہیں؟ پوری غیر عیسائی دنیا کے لیے ان کے منصوبے کیا ہیں؟ اور ان کے عزائم کی تکمیل کے لیے فنی ماہرین مثلاً ڈاکٹر،

---

[1] عیسائی مشنریاں اور ان کی سرگرمیاں۔ اسلامی مشن لاہور صفحہ ۱۴،۱۵۱

انجینیئر، اساتذہ وغیرہ کس انداز سے مشنریز کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ یہ ماہرین فن اپنی سائنسی اور ٹیکنالوجی مہارت کی قیمت اس طرح بھی وصول کرتے ہیں کہ غیر عیسائی بالخصوص مسلمان ملکوں میں قدرتی ذخیروں کے سروے جائزے اور دریافت کے لئے ایسی شرائط رکھتے ہیں جن میں اپنا ذاتی مفاد اپنے مذہب اور اپنے ملک کے مفادات کا تحفظ ہو۔ مثلاً کویت جیسی پٹرول کے ذخیرہ والی مسلمان ریاست کے بارے میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ کویت میں پہلی بار ایک بڑا گرجا گھر تعمیر ہو رہا ہے جس کا مینار ہر مساجد کے مینار سے اونچا ہے[1] ان ماہر مشنریز نے عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ایک بحری جہاز خاص طور سے تیار کیا۔ اس جہاز کو جزیرہ عرب کے گرد سطح سمندر سے کاروائی کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ خدا نے شاہ فیصل مرحوم کو یہ توفیق دی کہ انہوں نے بروقت اس کا سد باب کیا۔[2]

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی ۹ ستمبر ۱۹۷۳

[2] ایضاً

تبلیغ عیسائیت کے انداز

(۵)

تبلیغ عیسائیت کو مندرجہ ذیل طریقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ اعلانیہ تبلیغ:

اس طریقہ میں مناظرہ و مباحثہ کے علاوہ زبردستی عیسائی بنانا بھی شامل ہے۔ جس کی متعدد مثالیں ہم سابقہ صفحات میں پیش کر چکے ہیں۔

۲۔ تبلیغ بذریعہ تعلیم:

اس ذیل میں استشراق، نظام تعلیم میں سرگرمیاں، ریسرچ اور اسکالرشپ کے نام پر بے دریغ خرچ، کالج اور بائیبل خط و کتابت سکولوں کا قیام اور کتب و رسائل وغیرہ کی بے دریغ اشاعت اور تقسیم شامل ہیں۔

۳۔ تبلیغ افکار میں:

اس ضمن میں آزادئ فکر اور نئے فلسفوں کے ذریعہ اعتقادی تزلزل اور ذہنی و فکری ارتداد پیدا کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے عیسائیوں کے فاؤنڈیشنیں اور ثقافتی ادارے سرگرم عمل ہیں۔

۴۔ تبلیغ بذریعہ سائنس:

اس شعبہ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی مہارت کے عوض پس ماندہ قوموں کو اپنے عقائد کے تابع کرنا نیز ریڈیو، ٹی وی اور فلم وغیرہ کے ذریعہ عیسائیت کی اشاعت کرنا شامل ہے۔

۵۔ تبلیغ بذریعہ خدمت:

اس زمرہ میں شفاخانوں، یتیم خانوں اور دارالامان کا قیام، سیلاب اور آسمانی آفات کے وقت امداد، گھر گھر جا کر دستکاری سکھلانا، حفظانِ صحت کے اصول وغیرہ بتانا شامل ہیں۔

۶۔ تبلیغ بذریعہ اعزاز:

جو مقامی لوگ عیسائی بن جائیں۔ ان کو بڑے بڑے اعزازات سے نواز کر معاشرہ میں اعلیٰ مقام دیا جاتا ہے تاکہ دوسرے لوگوں کو ترغیب اور تشویق ہو۔

اسی غرض سے عمل میں آیا ہے۔ خواہ کچھ بھی کہا جائے۔ آج تک استشراق پر تبشیر کی چھاپ ہے۔"

مبشرین کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ مسلم نوجوان اپنے اسلامی علوم، عربی ادب، قرآن، حدیث اور فقہ میں اپنے علماء کے بجائے مغرب کے مستشرقین کی شاگردی اختیار کریں۔ اور عیسائی ماہرین کسی نہ کسی طرح مستند مسلم علماء کی جگہ لیں۔ اس مقصد میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہو چکے ہیں۔ اور تقریباً ایک صدی سے مسلمان علماء کی توہین اور دینی علوم میں بھی مشرک مستشرقین کی تکریم کا سلسلہ جاری ہے اور ہنوز ختم ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

اسی اجتماع میں جامعہ ازہر کے ڈاکٹر غزالی نے اظہار رائے کے دوران کہا "مستشرقین نہ تو عربی پڑھاتے ہیں اور نہ قرآن و حدیث کا درس دیتے ہیں اور نہ ہی کسی لحاظ سے وہ اس کے اہل ہیں۔ وہ تو صرف ایک انداز فکر دیتے ہیں۔ نوجوان مسلم طالب علم کی آنکھوں پر رنگین چشمہ لگا دیتے ہیں جس سے وہ اپنے دین اور اپنے تمدنی ورثہ پر شک کرنے لگتا ہے۔ اس کا نام ان کے ہاں نقد و جرح ہے۔ ظاہر ہے کہ جس نقد کی ابتداء اپنے مستند علماء کی توہین سے ہو اس کی انتہا کیا ہو گی۔[1]

(ب) ریسرچ

سائنس کے انکشافات اور آمد و رفت کے نئے نئے وسائل کی بدولت دنیا سمٹ گئی ہے۔ ہر ملک ایک دوسرے سے قریب تر ہو گیا ہے۔ استعماری ممالک میں نہ صرف تمام براعظموں کے متعلق جدا جدا متعدد اسٹڈی سرکلز ہیں بلکہ ہر ملک کے ہر حصے کے بارے میں بھی تحقیق و تفتیش کے بڑے بڑے شعبے قائم ہیں۔ ان پر بھاری رقمیں صرف کی جاتی ہیں اور اپنے ملک کے ماہرین کو اس خطہ کے متعلق مکمل چھان بین کے لیے مامور کیا جاتا ہے۔ یہ ماہرین وہاں کے جغرافیائی حالات، سیاسی کوائف، قوم اور قومیتوں کے جائزے، ان کی نفسیات، ان کی معاشرت، ان کے عادات و خصائل، ان کی گفتار و کردار، زبان اور بولیوں کے بارے میں باریک سے باریک بات کو بھی ریکارڈ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی سطح پر بھی تعلیم ہوتی ہے۔ افریقہ اور ایشیا کی چھوٹی چھوٹی بولیوں کو سیکھنے سکھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

دوسروں قوموں کی لغات اور لہجوں، زبان اور بولیوں کے علم سے محض عیسائیت کی پرچار کا کام نہیں لیا جاتا بلکہ اسے مسلمانوں میں انتشار و افتراق کا ذریعہ بھی بنایا جاتا ہے۔ مثلاً مختلف عرب ممالک میں مقامی اثرات کے تحت عوامی مقامی زبان قرآن و حدیث کی کلاسیکی عربی سے قدرے مختلف ہے

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۷۳ء

پر عیسائی ان عوامی بولیوں کی صرف و نحو مرتب کرتے ہیں۔ ڈکشنریاں تیار کرتے ہیں۔ اور غیر ادبی عامی بول چال کے الفاظ جمع کر کے اسے ادب کا نام دیتے ہیں۔ الغرض وہ بولیاں جو جہل کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ اور جنہیں محض عوام بولتے ہیں انہیں مستقل زبان کا درجہ دینے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ ناصح بن کر عربوں کو درس دیتے ہیں کہ جو زبان تم گھر پر بولتے ہو وہ تمہاری مادری زبان ہے۔ اسی کو اپنی قومی زبان بناؤ۔ اور قرآن کی معیاری زبان کا بوجھ جو تم اٹھائے پھرتے ہو اس سے چھٹکارا حاصل کرو۔ ان کے دلائل کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ چودہ صدیوں میں زبان کا بدل جانا بالکل فطری امر ہے۔ تم قرآن کی خاطر اس فطری تغیر کو روکنا چاہتے ہو اور اس سے انکار کرتے ہو۔ علم کے میدان میں تمہارے پیچھے رہ جانے کا یہی سبب ہے۔

فرانس کی حکومت اور مبشرین (عیسائی پادریوں) نے مل کر سب سے زیادہ زور عرب اور بربر کے اختلافات کو ہوا دینے میں لگایا۔ بربریوں سے کہا کہ عربی عربوں کی غلامی کی علامت ہے۔ عربوں نے تمہاری زبان کو کچل دیا ہے۔ ورنہ اس میں کیا نہیں ہے۔ یہاں تک آگے بڑھے کہ انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ بربر اس عالی نسل سے ہیں۔ جس نسل سے فرانس کے باشندے ہیں۔ اس لیے ان کا فرانس کے ساتھ متحد ہونا ایک فطری امر ہے۔ علم اجناس البشر (انتھراپولوجی) کی مدد سے ثابت کیا کہ بربری اور عرب کے دماغ کی ساخت بالکل جداگانہ ہے۔[1]

عیسائی حکومتوں کے تحت ایسے اداروں اور مرکزوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جہاں تقابلی مطالعہ ہوتا ہے۔ کسی حد تک یہ بات قابل فہم ہو سکتی ہے کہ ممکن ہو اس کی سیاسی وجوہ ہوں۔ لیکن عیسائی مشن اور سیمنریوں کے ذریعہ اس قسم کے اداروں کا وجود میں آنا بجز اس حقیقت کے اور کچھ نہیں کہ علمی حیثیت سے بھی مخالفت مسیحیت کے ساتھ ٹکنک اور علمی توڑ کی تلاش و جستجو جاری رکھی جائے۔

دوسرے مذاہب کے مطالعہ کے مراکز

نیل لکھتا ہے کہ بہت سی یونیورسٹیاں اور سیمنریز مذہبوں یا ان کے خاص عقیدوں کے تقابلی مطالعہ کے لیے شعبہ جات اور نصاب قائم کیے ہوئے ہیں اور یہ کلیسا کے مقصد و غایت کا ایک حصہ ہے۔ پھر بھی بہت سے مخصوص طرز کے عیسائی ادارے قائم ہیں تاکہ ایشیا اور افریقہ کے بڑے مذہبوں کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ ادارے لیکچرز، سیمینار اور کانفرنسوں کا انتظام کراتے ہیں، رسائل اور کتابیں شائع

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۷۳ء

کرتے ہیں ——— ان کا بنیادی کام یہ ہے کہ کلیسا کو جن تک انجیل پہنچانا ہو۔ ان کے ذہنوں اور دلوں میں جو کچھ ہے اس کو ظاہر کرانے کی کوششیں کرے (تاکہ اس کا اسی انداز سے توڑ کیا جائے) اس کو پہرے کا مینار یا دیدبان (واچ ٹاور) بھی کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔[1] ایسے مراکز کی مختصر فہرست یہ ہے۔ (۱) الجزائر۔ (۲) کولمبو (۳) ہانگ کانگ (۴) کیوٹو (۵) منیلا (۶) بیروت (۷) آبادان

(بھارت کے شہر) (۸) لکھنو (۹) بٹالہ (۱۰) بنگلور (۱۱) راجپور

(پاکستان کے شہر) (۱۲) راولپنڈی

تعلیم

مغربی حکومتوں نے جو نظام تعلیم اپنے مفتوحہ مسلمان علاقوں میں رائج کیا تھا۔ اس کا مقصد وحید بنیادی طور پر صرف یہ تھا کہ مسلم قوم اپنے تہذیبی ورثہ سے بیزار و متنفر ہو جائے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو خاموشی کا ساتھ یہ طویل المدت نسل کشی کے مترادف تھا۔ مغربی عیسائی ماہرین نے پوری نسل کو جسمانی طور پر ہلاک کرنے کے بجائے انہیں ذہنی طور پر اپنے طور طریق، تہذیب و اخلاق، گفتار و رفتار اور لباس و پوشاک میں رنگ لینے کا دور اندیشانہ فیصلہ کیا۔

مشہور انگریز لارڈ میکالے نے جو ۱۸۳۵ء میں ہندوستان کے اندر تعلیمی کمیٹی کے صدر تھے۔ اپنی رپورٹ میں یہ تجویز پیش کی "——— ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہمارے اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان ترجمان ہو۔ یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر ذوق، فکر، زبان اور ذہن کے اعتبار سے انگریز ہو۔"[2]

چنانچہ برصغیر میں کالج اور یونیورسٹیوں کے علاوہ اعلیٰ امتحانات کے نصابوں میں یہی روح کارفرما رہی۔ جس کا نتیجہ رفتہ رفتہ یہ نکلا کہ مسلمان اپنے قومی تشخص سے بے نیاز ہوتا گیا۔ آخر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مسلمان مذہب اور سیاست کو الگ سمجھنے لگا۔ اور اسلام کو ترقی کی راہ میں حائل جاننے لگا یہی ان کا مقصد تھا۔

مسٹر سبر عیسائی سول سروس کا متعصب اہم رکن تھا۔ اس کا اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہمارا طریقہ تعلیم ——— مسلمانوں کی روایات کے بالکل خلاف اور ان کی ضروریات کے بالکل

۱۔ نیل۔ کنسائیز ڈکشنری آف دی ورلڈ کرسچین مشنز۔ صفحہ ۹۴، ۹۵

۲۔ میجر باسو۔ تاریخ التعلیم۔ صفحہ ۹۷

منافی ہے۔ بلکہ ان کے مذہب کی تحقیر کرتا ہے۔"[1]

مشہور نومسلم مفکر محمد اسد (جن کا نام لیوپولڈ ویز تھا) کہتے ہیں: "مغربی تعلیم کا انجام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ مسلمان نوجوانوں کی نگاہ میں اسلام اجنبی بن جائے۔"[2]

علامہ اسد تاریخ کی تعلیم کے بارے میں لکھتے ہیں: "اس طرح کی تاریخ کی تعلیم نوجوانوں کے دماغوں میں اس کے علاوہ کوئی اور اثر نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ احساس کمتری میں مبتلا ہوں اور اپنی پوری ثقافت و تہذیب کو اور اپنے مخصوص تاریخی عہد کو حقارت سے دیکھنے لگیں۔"[3]

اس نظام تعلیم کا نتیجہ ان کے حسب دلخواہ نکل آیا۔ اور مسلمانوں کی نئی نسل الا ماشاء اللہ اپنے پورے تہذیب و تمدن سے نہ صرف بیزار بلکہ متنفر بننے لگی۔ اس کی اکثریت کو اسلامی نظام حیات فرسودہ نظر آنے لگا۔ کہ اس نظام کو اپنانے سے ترقی ناممکن ہے۔

اس تعلیم کے اثرات اتنے گہرے مرتب ہوئے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی نگاہوں میں اسلامی افکار و اقدار بے قیمت سے ہو گئے اور مغرب کے افکار و اقدار کی عظمت و برتری دماغوں میں بستی چلی گئی۔ ایک طرف ایک تعلیم یافتہ مسلمان کا تعلق اسلام سے کمزور ہوتا گیا۔ دوسری جانب صدیوں قبلِ اسلام کی پرانی تہذیبوں، زبانوں اور ثقافتوں کو ماضی کے ملبے سے کرید کرید کر نکالا جانے لگا۔ جس سے متاثر ہو کر مسلمانوں کا ایک طبقہ اپنی عظیم وحدت سے ہٹ کر فرعونی تہذیب، آشوری تہذیب، موہنجوڈارو تہذیب اور گندھارا تہذیب کے چکر میں پھنس گیا۔

مشنریوں کی "لادینی" جدوجہد کا ثمرہ مسلمانوں میں دانشوروں اور ترقی پسندوں کا طبقہ ہے۔ اور اس طبقہ کو پیدا کرنے کے لیے انہوں نے بڑے خلوص سے کام کیا ہے۔ یہ طبقہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے چلا آتا ہے۔ مشنری ان دانشوروں کے ذہنوں میں اسلام اور شعائر اسلام کے خلاف فکری، قانونی، اجتماعی اور اقتصادی اعتراضات نقش کر دیتے ہیں۔ اور چونکہ یہ ترقی پسند اور دانش ور درسگاہوں ہی سے یہ اثرات لیے ہوئے آتے ہیں۔ اس لیے وہ بہت جلد اور بڑی آسانی سے مستشرقین کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے شبہات کو اپنی تصانیف، اپنے مضامین، اپنے لیکچرز،

---

۱ ہمارے ہندوستانی مسلمان صفحہ ۲۵۶

۲ Muhammad Asad : Islam at tho Cross-road, p. 84

۳ Ibid., p. 95.

اور مجالس وغیرہ کے ذریعہ نئی نسل کو منتقل کرتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد دانشوروں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو جاتی ہے جو شبہات و اعتراضات کے علاوہ اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔

ان کی مساعی سے ایک تعلیم یافتہ مسلمان کا رابطہ اسلام سے کمزور پڑ جاتا ہے اور وہ اسلام کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اسلام موجودہ زندگی کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتا۔ اور اس زمانہ کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز ہے ——— ترقی یافتہ زمانہ کا نام لے کر خدا کے ابدی دین اور قانون پر عمل کرنے کو رجعت پسندی، روایت پرستی اور دقیانوسیت قرار دیتا ہے ——— پھر اسی مکتبۂ فکر کے لوگ عیسائی سامراج کی کوششوں سے کلیدی آسامیوں پر پہنچ جاتے ہیں تاکہ آنے والی نسلوں کو اپنے سرکاری مناصب و اختیار کے ذریعہ اسی راہ پر ڈال سکیں ——— تمام ممالک اسلامیہ یونس سے لے کر انڈونیشیا تک نظر ڈالیے۔ کم و بیش یہی صورت حال ہر جگہ نظر آئے گی۔

تعلیم نسواں

مردوں کی تعلیمی پالیسی کے ساتھ ساتھ عیسائیوں نے نہ صرف تعلیم نسواں بلکہ آزادیٔ نسواں کے طویل اور وسیع لائحۂ عمل مرتب کیے۔ تعلیم نسواں کو مزید فروغ دینے کے فیصلے مشنری کانفرنس لکھنؤ ۱۹۱۱ء میں کیے گئے جس کے چند عنوانات یہ تھے:

۱۔ مشنریز اور تعلیم نسواں کی وسیع پیمانہ پر اشاعت

۲۔ مسلمان خواتین کا نفسیاتی اور اجتماعی ارتقاء

۳۔ خواتین کی سرگرمیاں۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آخر مسلمان خواتین کی تعلیم، آزادی، ان کی نفسیاتی اور اجتماعی ارتقاء سے عیسائیوں کو اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ اور وہ بھی مشنری اور تبلیغی کانفرنسوں میں۔

مصر کے نامور مفکر محمد قطب کہتے ہیں: "صلیبی سامراج نے اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لیے جس قدر تحریکات چلائی ہیں، آزادیٔ نسواں کی تحریک ان میں بدترین تحریک ہے ——— یہ ایک ہی تحریک ہے جو مسلمانوں میں اخلاقی اباحت، فکری بے راہ روی اور مذہبی تنزل کی ضامن ہے ——— اور اس کی تاثیر تمام مسائل کی مجموعی تاثیر سے زیادہ ہے ——— سامراج جب آزادیٔ نسواں کی کوشش کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ معاشرہ میں ترقی و ارتقا ہو بلکہ اس کا مقصد خود معاشرہ اور سماج میں فساد برپا کرنا ہوتا ہے۔

عیسائی مشنریز جب تعلیم نسواں کا پرکشش نعرہ بلند کرتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عورت

کو فساد کی گذرگاہوں کا پورا علم ہو جائے۔ اور وہ اپنے فساد کو تربیتی، نفسیاتی، اجتماعی اور فکری اصولوں پر مضبوطی سے قائم و استوار کر لے ——— سامراج نے جو کچھ چاہا وہ پایۂ تکمیل کو بھی پہنچ گیا۔"[1]

"اسلامی دنیا کی فتح" نامی کتاب میں اسلامی دنیا میں مشنری تحریک اور اس کے وسائل و مقاصد کا مکمل جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں مشنریوں کی اس طرح ہمت افزائی کی گئی ہے۔ "مسلمانوں میں اپنے مشنری کام کو کمزور محسوس کر کے ناامید نہ ہوں، کیونکہ مسلمانوں میں آزادیٔ نسواں اور مغربی علوم کا رجحان بڑا شدید ہو گیا ہے۔"

چنانچہ مشرق کی عورت نے مغرب کی آزادیٔ نسواں کی تحریک کی بدولت دل کشی و فتنہ سامانی کے تمام ڈھونگ سیکھ لیے ——— اور مسلمان عورت تو دو ہاتھ آگے نکل گئی ——— وہ گھر اور بازار، چال ڈھال، لباس و پوشاک، نشست و برخاست اور زیب و زینت میں پرکشش اور دلکش بننے کی دھن میں تمام حدود پھلانگ گئی ——— دل کشی اس کی زندگی کا مقصود بن گیا ——— وہ کہنے لگی کہ اگر میری نیت ٹھیک ہے تو پھر میں جو لباس چاہے پہنوں، جس نوجوان سے چاہے دوستی رکھوں اور جس قسم کے تعلقات رکھوں ——— میں پھر بھی مسلمان ہوں ——— اس سے میرے اسلام میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ وہ کامیابی ہے جس پر عیسائی جتنا فخر کریں وہ کم ہے۔ اسی طرح وہ مسلمانوں کے گھریلو اداروں کو بھی منہدم کرنے میں بے حد کامیاب ہو گئے۔

خود علامہ اقبال بھی جو مغربی افکار و تہذیب کے سمندر سے تیر کر نکلے تھے۔ آزادیٔ نسواں کو مسلمانوں کے لئے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ آزادیٔ نسواں کی تحریک کے وہ چشم دید شاہد تھے۔ ایک شعر میں انہوں نے اس زہر کو زمرد کا گلوبند قرار دے کر خود عورتوں کو دعوت دی ہے کہ ان دونوں میں امتیاز کریں؎

کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں نمایاں
آزادیٔ نسواں کہ زمرد کا گلوبند؟

نوجوان اور غیر پختہ لڑکیوں کو آزادیٔ نسواں کے پرکشش نعرے نے جس تیزی سے اپنی جانب کھینچا اس کے مظاہر پاکستان میں کم و بیش ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ وہ بے راہ روی اور آزادیٔ نسواں میں باریک و لطیف سا فرق محسوس نہ کر سکی۔

ایک حیرت انگیز واقعہ کراچی کے اخبارات میں شائع ہو چکا ہے کہ تعلق دینا حال ہی میں آزادیٔ نسواں پر تقریر کرتے ہوئے ایک مسلمان لڑکی جوش میں اس حد تک آگے بڑھ گئی تھی کہ اس نے مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں بھی چار چار

---

[1] هل نحن مسلمون۔ محمد قطب، ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی، کیا ہم مسلمان ہیں، تلخیص ص ۱۲۰-۱۲۲

مردوں سے شادی کی اجازت ہونی چاہیئے" ــــــــ

تجدّد اور دانشور

عیسائی مستشرقین نے اس نظام تعلیم کے علاوہ ایک اور حربہ استعمال کیا۔ انھوں نے اسلام کی جدید تعبیر اور اس کی اصلاح (ریفارم) کی تحریکات چلانا شروع کر دیں۔ مغربی تعلیم [1] کے اثرات سے متاثر ذہن اس تجدد و اصلاح مذہب کے علم بردار بنتے چلے گئے۔ ان کی ہمت افزائی اور تائید عیسائی حضرات کرنے لگے حسب ذیل اقتباس سے اس کی حقیقت ظاہر ہوگی۔

"ــــــــ اصلاحی تحریکیں دینی تعلیمات کی موجودہ تجربوں کی روشنی میں ازسرنو تشریح کرنے کی مخلصانہ کوششیں کرتی ہیں یا ان کے ذریعہ نئے تجربوں کو دینی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے وہ مسیحیت کے ایک مبلغ کے لیے اولین اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ ہر نئی تحریک جس کو چند خبطی شروع کر دیں اس کا استحقاق رکھتی ہے کہ اس کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے ــــــــ بہت ممکن ہے کہ ان میں سے ایک اصلاحی تحریک مسلمانوں کے لیے حضرت عیسٰی کو سمجھنے کے سلسلے میں بالآخر بڑی اہم ثابت ہو۔ حتیٰ کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں اسلامی ممالک میں مسیحی مبلغ کا اصل کارنامہ مسلمان افراد کی اصلاح و احیاء سے زیادہ خود اسلام کی تجدید و احیا ہو۔ بہرحال یہ ایک کام کا میدان ہے۔ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور جس سے غفلت نہیں برتی جا سکتی۔ یہ میدان کھلا ہوا ہے۔ [1]"

اسکالرشپ اور مالی امداد

مسلمان ملکوں کی نام نہاد سیاسی آزادی کے بعد ایک منظم طریقہ سے ان ممالک کے ہونہار اور قابل افراد کو عیسائی حکومتیں اپنے ملکوں میں بلوانے کے مختلف ذرائع استعمال کر رہی ہیں۔ ان میں اسکالرشپ (وظیفہ)، مالی امداد، رہائشی سہولتیں اور آمد و رفت میں مراعات سرفہرست ہیں۔ یہ اسکالرشپ نہ صرف حکومتوں کی طرف سے ہوتی ہیں، بلکہ کاروباری اداروں، فاؤنڈیشنوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی جانب سے بھی باقاعدہ پیش ہوتی ہیں ــــــــ یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کا سفارت خانہ کچھ تفصیلات کے ساتھ مقررہ تعداد کے اسکالرشپس کا اعلان کر دیتا ہے۔ اور معینہ وقت تک درخواستیں مطبوعہ فارم پر طلب کرتا ہے۔ یہ فارم بڑا تفصیلی ہوتا ہے۔ بچپن سے لے کر درخواست دینے کے وقت تک کے تمام

---

[1] Dorman Harry Rayiord : Towards Understanding Islam, p. 125.

حالات کا اندازہ اس کے اندراجات سے ہو جاتا ہے۔

ترقی پذیر ممالک کے درخواست دہندوں کو اس ادارہ یا فاونڈیشن کے بارے میں کماحقہ معلومات نہیں ہوتیں۔ ان اداروں اور فاونڈیشنوں میں بعض خالص عیسائی مشنوں کے زیر اثر ادارے ہوتے ہیں۔ بہرحال علم کا متلاشی وہاں جاتا ہے اور جتنے دن وہاں ٹھہرتا ہے۔ ذہنی طور پر وہاں کے اثرات قبول کرتا ہے۔ جب واپس آتا ہے وہ اور تو سب کچھ بن جاتا ہے مگر اتنا بھی مسلمان نہیں رہتا جتنا جاتے وقت تھا۔ اب اس کے نزدیک اسلام سے مراد وہ اصلاح شدہ Reformed مذہب ہوتا ہے جو مغربی تمدن اور مغربی افکار سے ہم آہنگ ہو۔ بس یہی عیسائی اداروں کی کامیابی ہے۔ اس ذریعے سے وہ لوگ نسبتاً زیادہ متاثر ہوتے ہیں جو کم عمری ہی میں ایسے اداروں سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ عمر میں پختگی کے ساتھ ساتھ تاثر کا تناسب بتدریج کم ہوتا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۳۵ یا اس سے زیادہ عمر والوں کو عموماً وظائف کا سلسلہ بند کر دیا جاتا ہے۔

دوسرے بڑے شہروں کی طرح کراچی میں ایک ریسا بڑا مرکز ہے۔ جہاں سے شہر کے مختلف پرائمری و سیکنڈری اسکولوں کے طلبہ و طالبات کے لیے بلا امتیاز قوم و ملت اور زبان و نسل مالی امداد دی جاتی ہے۔ اس کے حسب ذیل طریقے ہیں

۱۔ کسی بھی اسکول کو محض دیکھنے کے لیے کبھی کوئی غیر ملکی شخص آتا ہے تو وہاں کے کسی بھی طالب علم سے کچھ سوالات کرتا ہے۔ کچھ معاشی پس منظر معلوم کرتا ہے۔ بھائی بہنوں کی تعداد سے واقفیت حاصل کرتا ہے ــــــــ اور پھر کہہ دیتا ہے اس بچے کے تعلیمی خرچ کا کچھ حصہ میں برداشت کروں گا۔ چنانچہ وہ یورپ یا امریکہ اپنے وطن جا کر اس کو ماہانہ مالی امداد بھیجتا ہے۔ جو عام طور پر تین مہینے کی اکٹھا ہوتی ہے ــــــــ ایک جرمن شخص ایک ساتویں کے بچہ کو غالباً ہر تین ماہ بعد ایک سو پچانوے روپے پاکستانی بھیجتا تھا۔

۲۔ ایسا خاندان جن میں بچے زیادہ ہوں اور پڑھ بھی رہے ہوں تو اس کا سربراہ اس مرکز سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ وہاں بچوں کی تعلیم حاصل کرنے کا اور اپنی تنخواہ کا ثبوت دیتا ہے اس کارروائی میں دو تین مہینے لگ جاتے ہیں۔ بعد ازاں اس کو اطلاع ملتی ہے کہ امریکہ کے فلاں شہر کے فلاں شخص نے تمہارے بچہ کی تعلیمی اعانت کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ وہ ہر تین مہینہ ڈیڑھ سو یا دو سو روپیہ دیا کرے گا ــــــــ چنانچہ حسب ہدایت سربراہ بچہ کی طرف سے اس ان دیکھے محسن کو شکریہ کا خط لکھتا ہے۔ اگر کرسمس یا کوئی عیسائی تہوار قریب ہو تو اس کی مبارکباد بھی دیتا ہے۔

۲ - اس مرکز میں چند سال پہلے تک گیہوں فی کس پانچ سیر خشک دودھ کا پاوڈر اور کبھی کبھی نئے کپڑے بھی تقسیم ہوتے تھے ——— مگر جب وہاں کے ذمہ داروں نے دیکھا کہ کھاتے پیتے گھرانے کی عورتیں بھی اس فیاضی سے کثیر تعداد میں متمتع ہو رہی ہیں تو یہ سلسلہ کم کر دیا ——— لیکن مالی امداد کا طریقہ اب بھی جاری ہے۔ جس سے نہ صرف غریب بلکہ نچلے درمیانی طبقہ کے اکثر مستحق طلبہ بہرہ مند ہوتے ہیں ——— میرے علم میں مسلمانوں کی بہت ہی کم تنظیموں کی جانب سے ایسی فراخدلانہ پیش کش ہوتی ہے۔

کتب و رسائل

ہر سال ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ایسے کتب، پمفلٹ، رسالے وغیرہ بڑے اچھے کاغذ پر۔ خوبصورت اور دلکش انداز میں شائع ہوتے ہیں جن کا بنیادی مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ قاری اپنی ملی اقدار سے دستبردار ہو جائے۔

دنیا میں جتنے بھی مشنز ہیں۔ ان کے صدر دفاتر سے لے کر ذیلی دفاتر تک بلکہ ان کی مزید شاخیں بھی اپنی اپنی استعداد کے موافق روزنامے، سہ روزہ، ہفتہ وار اور ماہانہ رسائل، اسی طرح سہ ماہی، ششماہی اور سالنامے بڑے اہتمام سے شائع کرتی ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر اور زیادہ مستعدی سے یہ کام انجام دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے باقاعدہ کرسچین لٹریچر فنڈ Christian Literature Fund. کے نام سے ایک ایسا ادارہ قائم ہو چکا ہے جس کا صدر دفتر سوئٹزرلینڈ میں ہے۔

۱۹۵۸ء اور ۱۹۶۲ء کے درمیان لٹریچر اور لٹریسی ماہرین کی کانفرنسیں جاپان، زمبیا اور جرمنی میں منعقد ہوئیں۔ اس طرح عیسائی کلیسا نے تمام دنیا میں عیسائی لٹریچر کے ذریعہ عیسائیت کو روشناس کرانے کا عزم کیا۔ اس فنڈ کا مقصد یہ ہے کہ ہر حصۂ زمین پر عیسائی لٹریچر پہنچا دیا جائے۔ ابتدا میں اس کا فنڈ تین لاکھ ڈالر تھا جس کو تمام کلیساؤں نے مل کر ادا کرنا تھا۔

مختلف عیسائی فرقوں اور مشنریوں کے لٹریچر سے صرف نظر بھی کیا جائے تو صرف بائبل (عہد نامہ جدید اور دوسرے اجزائے بائبل، خاص کر اناجیل) کی تقسیم ۱۹۶۸ء میں حسب ذیل تعداد میں ہوئی:

بائبل	۴۸۰۱۶۵۳	لاکھ
عہد نامہ جدید	۹۲۲۷۸۵۴	لاکھ

ل نیل: کنسائزڈ ڈکشنری آف دی ورلڈ کرسچین مشنز صفحہ ۶۴، ۶۵

دوسرے اجزا خاص طور پر اناجیل	۳۲۲۷۸۵۲۴۴	کروڑ

یہ صرف تقسیم کی تعداد ہے اور جو مختلف ممالک میں فروخت کی گئیں ان کی تعداد اس میں شامل نہیں ہے۔[1]

بائبل خط و کتابت کورسز

خط و کتابت کے ذریعہ بائبل کی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ غیر عیسائی دنیا تک پہنچانا اس کا بنیادی مقصد ہے۔ طلبہ و طالبات کو ڈاک کے ذریعہ عیسائی لٹریچر بھیجا جاتا ہے۔ عیسائیت کی تبلیغ کے دیگر ذرائع سے یہ زیادہ سستا ذریعہ ہے۔ کسی مرکزی شہر میں ایک دفتر قائم کر دیا جاتا ہے اور اخبار وغیرہ کے ذریعے ایسا خوبصورت اور بے ضرر اشتہار دیا جاتا ہے جس کو پڑھ کر شوق زیادہ سے زیادہ تیز ہو۔ اور یہ سلسلہ چل پڑے۔[2]

اس طرح ناپختہ اور نوعمر ذہنوں میں غیر شعوری طور پر عیسائی عقائد کا شب خون مارا جاتا ہے۔ عام بچے اور نوعمر یا وہ جو تعلیمی اور معلوماتی دلچسپی رکھتے ہیں مگر ان کے مالی حالات اور وسائل اس شوق کو پورا نہیں کر سکتے۔ جب کسی اخبار میں اس قسم کا اشتہار دیکھتے ہیں کہ "توریت و زبور اور صحائف انبیاء کی شہادت کے اسباق مفت طلب کریں" تو ان کا شوق تیز ہو جاتا ہے اور وہ خط لکھ دیتے ہیں۔

مسلمان بچوں کے ذہن بچپن ہی سے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر نازل شدہ آخری کتاب قرآن کی طرح سابق پیغمبروں اور ان کی کتابوں سے آشنا ہوتے ہیں مثلاً حضرت داؤدؑ اور ان کی زبور، حضرت موسیٰؑ اور ان کی تورات، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوحؑ اور ان کے صحائف وغیرہ کا ذکر انہوں نے سنا ہوتا ہے۔ وہ اسی خیال کے تحت ان مفت اسباق کو منگواتے ہیں۔ اس قسم کے اشتہاروں کا اخبار میں آنا ضروری بھی نہیں بعض مقامات پر کم عمر لڑکوں کے اجتماعات میں اور خاص طور پر اسکول کے طلبہ میں ایسے اشتہار تقسیم کیے جاتے ہیں۔

اشتہار کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

---

1. Neill: The Concised Dictionary of the Christian World Missions-p. 57.

2. Ibid., p. 15.

مُفت

توریت انبیاء کے صحائف اور زبور کی شہادت

کا مطالعہ بذریعہ خط و کتابت کیجیے یہ کورس چھبیس اسباق پر مشتمل ہے کورس کے اختتام پر ایک خوبصورت سند دی جاتی ہے۔ آج ہی یہ کوپن پُر کر کے کھلے لفافہ میں ڈال دیں۔ اور دس پیسے کا ٹکٹ لگا کر حوالہ ڈاک کریں۔

نام مسٹر، مس، مسز ____________ پتہ ____________

ڈاک خانہ ________ ضلع ________ عمر ________ تعلیم ________

(خط و کتابت سکول کا پتہ پوسٹ بکس کے حوالے سے ہوتا ہے)

جب طالب علم خط لکھ دیتا ہے تو جواباً اسے اچھے سفید کاغذ پر چھپے ہوئے اسباق مل جاتے ہیں یہ اسباق سوالوں کی شکل میں ہوتے ہیں جواب ایک جملہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اشارات بھی دیئے جاتے ہیں، جن کی مدد سے جواب اسی جگہ میں دینا ہوتا ہے جو اسی مقصد کے لیے خالی رکھی جاتی ہے۔

سوالات کے نمونے ملاحظہ ہوں:

شیطان نے کیا مقصد لے کر عورت سے کلام کیا (صحیح جواب کے نیچے لکیر کھینچیں)

(ا) خدا کے کلام پر شک کرنا (ب) خدا کی بات کو منظور کرنا (ج) عورت کو خوش کرنا

ایسے نہایت آسان سوال ہوتے ہیں۔ اور پہلے کورس میں عموماً ایسا مذہبی ماحول اختیار کیا جاتا ہے جس سے مسلمان طالب علم چونک نہ پڑے۔ اسے ابتدا میں احساس ہی نہ ہو کر اُسے کسی اجنبی مذہب کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ جب ایسے آسان سوالوں کے جوابات طالب علم بھیج دیتا ہے تو حسب وعدہ اسے ایک خوبصورت سند دی جاتی ہے جو مختلف خوشنما رنگوں میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کا مضمون ملاحظہ ہو:

"تصدیق کی جاتی ہے کہ مسمی ____________ کو اسکول ہذا کا "توریت انبیا اور زبور کی شہادت بائبل کارسپانڈنس کورس" کامیابی سے پاس کرنے پر ____________ بائبل کارسپانڈنس اسکول کی طرف سے یہ سند آج بروز ____________ مورخہ ____________ کو پیش کی جاتی ہے۔

پرنسپل ____________ حاصل کردہ نمبر ____________

یہاں نمبروں کے اندراج میں نہایت فراخ دلی سے کام لیا جاتا ہے اور طالب علم کو خوش کرنے کے لیے بہت زیادہ نمبر دیئے جاتے ہیں مثلاً ۳۰۰ میں ۲۸۰ اور ۲۹۰ تک اور ۳۰۰ میں ۲۹۸ تک۔ جب ان ۲۵ اسباق کا کورس ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا کورس بھیجا جاتا ہے جس کا نام ہے۔ "یسوع مسیح کے حالات زندگی"۔ اس کے ساتھ ایک خط بھی بھیجا جاتا ہے جس کا نمونہ حسب ذیل ہے:

عزیز طالب علم!

تسلیمات، ہم نہایت شادمان ہیں کہ آپ نے بائبل کا ابتدائی کورس مکمل کر لیا ہے۔ اب آپ کو نیا کورس بنام "یسوع مسیح کے حالات زندگی" بھیجا جا رہا ہے۔ جو پندرہ اسباق پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد ایک مختصر کورس "راہ نجات" جس کے صرف پانچ اسباق ہیں روانہ کیا جائے گا۔ ان تینوں کورسوں کو مکمل کرنے کے بعد آپ کو ایک انجیل مقدس بطور انعام ارسال کریں گے۔"

گویا اب "انجیل" کی کاپی کا لالچ دیا گیا ہے۔ جس کو مسلمان لڑکے حضرت عیسیٰؑ پر نازل شدہ محرف کتاب سمجھتے ہیں۔ پہلے کی طرح دوسرے کورس کو ختم کرنے پر سند ملتی ہے۔ اس کے بعد تیسرا کورس "راہ نجات" کے نام سے بھیجا جاتا ہے جس کی تعداد اسباق پانچ ہے۔ چوتھے کورس میں "رسولوں کے اعمال" ہوتے ہیں جس کے اٹھارہ اسباق ہیں۔ پانچواں کورس "روز مرہ کی زندگی" اور چھٹا کورس "مسیحی بنیادیں" کے عنوان سے ہے۔

ان اسباق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مسلمان طلبہ و طالبات بالخصوص اپنے مسلمہ عقائد سے برگشتہ ہو جائیں یا کم از کم ان کے ذہن میں تشکیک و ارتیاب ابھرنے لگے چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو اس میں ذبیح اللہ بتایا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب بتایا گیا۔

حافظ نذر احمد پرنسپل تعلیم القرآن خط و کتابت سکول لاہور نے اپنے ذرائع سے بائبل کارسپانڈنس کورسز کے متعلق جو تفصیلات حاصل کی ہیں۔ ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ اصل تعداد اس سے زیادہ ہو سکتی ہے۔

انگریزی زبان میں بائبل کورسز کی تعداد (۵۰) ہے۔ ان کے اسباق (۶۰۷) ہیں۔ یہ اسباق (۵۷۰۷) صفحات پر مشتمل ہیں۔

ف۵ اردو ڈائجسٹ لاہور۔ فروری ۱۹۷۰ء صفحہ ۵۳

اردو زبان میں ۲۴ کورس ہیں جو ۲۲۳ اسباق پر مشتمل ہیں جن کے ۱۰۴۱ صفحات ہیں۔

انگریزی زبان کے کورس عام طور پر امریکہ سے چھپ کر آ رہے ہیں۔ اردو زبان کا ایک کورس برطانیہ سے پاکستان آتا ہے۔ پندرہ خط و کتابت اسکول پاکستان میں عیسائیت کی نشر و اشاعت میں مصروف ہیں۔ ان اسکولوں کی تفصیلات باب پنجم میں دی جا رہی ہیں۔

۳۔ تبلیغ افکار میں

عیسائی مشنریز نے جب یہ دیکھا کہ بہترین مساعی اور جدوجہد کے باوجود ان کے فوری نتائج برآمد نہیں ہو رہے ہیں یعنی پوری دنیا انجیل جلیل کے پیغام پر تیز رفتاری کے ساتھ ہمہ تن گوش نہیں ہو رہی ہے۔ تو انہوں نے ایک اور محاذ کھولا یہ آزادیٔ فکر اور آزادیٔ خیال کا محاذ ہے۔ اس محاذ میں اسلام پر براہ راست اور بلاواسطہ حملہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ علم و عقل کے نام سے اسلام کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ مسیحی مشنری جب اسلام کی تردید کرتا ہے۔ یا اسے کمتر ثابت کرنا چاہتا ہے تو اسلام کا نام نہیں لیتا۔ بلکہ ایسا انداز اختیار کرتا ہے۔ گویا اسلام کے نام کی کوئی چیز اس کے حریف کی حیثیت سے اس کے سامنے نہیں ہے اور نہ وہ اسے مٹانے کے لیے میدان میں آیا ہے۔ بلکہ وہ "علمی تحقیق اور عقلی استدلال" کا زریں جال استعمال کرتا ہے۔

استاد علال فاسی کہتے ہیں کہ "جب مغرب میں فرانسیسی استعمار روبہ زوال تھا تو مبشرین نے اپنے طریقہ کار میں تبدیلی کی اور آزادی فکر اور بحث مباحثہ کے مراکز قائم کیے۔ ان میں سے ایک مرکز جس کو بڑی اہمیت اور شہرت حاصل ہوئی۔ رباط تیوبلیین کہلاتا تھا۔ پیرس، ایمسٹرڈیم اور برلن (جرمنی) میں انجمنیں قائم تھیں جو مذہبی فریضہ کے طور پر اس رابطہ کو مالی وسائل فراہم کرتی تھیں"

رفتہ رفتہ مسلمان، عیسائی، یہودی، کیمونسٹ اور ملحد سب اس مرکز میں جمع ہونے لگے کوئی موضوع ایسا نہ تھا جو ان کے دائرہ بحث سے خارج ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب انسانیت کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ سب کے سب حقیقت کی جستجو میں ہیں۔ اس تلاش اور جستجو کی خاطر انہوں نے دین، اخلاق اور قومی روایات کے تمام بندھن توڑ دیتے ہیں۔ درحقیقت اس مرکز کے قیام کا اصل مقصد یہ تھا۔ کہ مسلمان تعلیم یافتہ نوجوان اپنے دین اخلاق اور قومی روایات کے باہر حقیقت کی تلاش میں لگ جائے۔ بلکہ اپنے دین اور قومی روایات کو حقیقت کی جستجو میں سنگ راہ سمجھنے لگے۔

ذرا خیال تو کیجیے کہ حقیقت کے شیدائی اور آزادی فکر کے علم بردار مغربی مجاہدین جنگ آزادی کا تماشہ دیکھتے ہیں اور ان کی حمایت میں ایک کلمہ بول کر نہیں دیتے۔ یہ بات بار بار یاد

۲۹۶

رکھنے اور عزت حاصل کرنے کی ہے کہ ایک طرف استعمار اور عیسائی مشنری ہیں دوسری طرف کمیونسٹ اور بائیں بازو کی ساری جماعتیں ہیں۔ ان میں سے کسی نے مغرب اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی جنگِ آزادی کا قولاً و فعلاً کسی طرح ساتھ نہیں دیا ——— ایسا کیوں ہوا؟ ——— ویت نام کی جنگ اور الجزائر و مغرب کے جہادِ آزادی میں کون سا فرق ہے؟ امریکہ کے اڈے مغرب میں بھی تھے۔ اور وہ بھی استعمار کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ الجزائر اور مغرب کے مجاہد مسلمان ہیں اور اسلام دشمنی ایسا عمل ہے جو استعمار، تبشیر، کمیونزم، فرانس، امریکہ، برطانیہ اور روس سب کا مشترک مقصد ہے۔؎

مشرقی پاکستان کے ساتھ کیا ہوا۔ نومبر ۱۹۷۳ء کے اخبارات میں امریکہ کے وزیر خارجہ کا بیان چھپا تھا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی امریکہ کی پالیسی تھی۔ روس نے کھل کر جو کردار ادا کیا۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ روس عربوں کا بڑا ہمدرد بنتا ہے۔ لیکن روس جس اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ میں اپنے یہاں کے یہودی باشندے اسرائیل بھیج رہا تھا جن کی تعداد ستر ہزار ہے۔ ان میں سائنس دان، ڈاکٹر اور ہر پیشہ سے تعلق رکھنے والے افراد تھے۔ (صدیقی)

آگے چل کر استاد علال فاسی نے بیان کیا کہ رباط کا ایک تو ملیلس بند ہو گیا تو کیا اور بہت سے ادارے مختلف روپ دھار کر اب بھی کام کر رہے ہیں

ڈاکٹر سید محمد یوسف فرماتے ہیں مجھے یاد آیا کہ ہمارے یہاں پاکستان میں بھی اس قسم کا ادارہ کانگریس فار کلچرل فریڈم قائم تھا۔ یونیورسٹیوں کے سربراہ اور اساتذہ اس سے وابستہ تھے۔ اس کے مالی وسائل کی بابت شک کرنے کی وجوہ موجود تھے۔ لیکن ان کے بارہ میں کوئی بولے تو سننے والا ہی کوئی نہیں اور بولنے والے کا منہ بند کرنے کے ہزار طریقے۔ بالآخر امریکہ سے تصدیق ہوئی کہ وہ سی آئی اے کا ذیلی ادارہ تھا۔ تب اس کا کاروبار بند ہوا۔ جو لوگ اس ادارے میں ملوث تھے۔ وہ آج مکرم و محترم ہیں۔ اور بدستور دوسروں کو اسلام اور حب وطن کا درس دیتے ہیں۔ ورلڈ یونیورسٹی سروس (ڈبلیو یو ایس) کی بابت جب شک و شبہ کا اظہار کیا گیا تو اسلام اور نظریۂ پاکستان کے محافظوں نے اسے بری کر دیا اور بیرون ملک اس کی مجلسوں میں شرکت کو اپنے لیے جائز کر لیا۔؎

اسی مجلس میں یہ بھی اظہار کیا گیا تھا کہ اسکول، ہسپتال اور ثقافتی و معاشرتی بہبود کے

؎ روزنامہ جنگ کراچی، ۲۰ ستمبر ۱۹۷۳ء

ادارے جو مشنریوں نے اسلامی ممالک میں قائم کر رکھے ہیں اسلام دشمنی کا سب سے مؤثر حربہ ہیں۔ اس خطرہ کا احساس غیر مسلم ممالک کو بھی ہے جیسے برما اور سیلون جنہوں نے مشنری اسکولوں کو قومی تحویل میں لے لیا۔ اور "فورڈ فاؤنڈیشن" "ایشیا فاؤنڈیشن" جیسے اداروں کو بھی ملک بدر کر دیا۔؎

مسیحی مشنری کے طریقہ تبلیغ میں تو یہ ہوتا تھا اور آج بھی ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی عیسائی بنایا جاتا ہے گرجے میں بپتسمہ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور مسلم معاشرہ اس کی اس تبدیلی سے واقف ہو جاتا ہے۔ لیکن اس فکری تبلیغ کے نتیجہ میں ذہنی ارتداد ہونے کے باوجود ایک نام نہاد مسلمان برابر مسلم معاشرہ کا جزو رہتا ہے۔ شادی بیاہ، رشتہ داری، میل ملاقات برابر رہتی ہے۔ وہ مذہب سے بیزار ہو کر بھی، خدا اور رسول کا دشمن بن کر، اپنے اساسی عقائد سے برگشتہ ہو کر بھی، اسی دائرہ میں رہتا ہے۔

اسلام کے بنیادی اور اساسی عقائد پر حملہ کرنا اور اسے رجعت پسند اور غیر ترقی یافتہ بنانا تو دور کی بات ہے۔ استاد عثمان الکعاک کہتے ہیں کہ عیسائی گشتی شفاخانے، بڑے بڑے اسپتال، اونچے اونچے مدرسے، یتیم خانے، دارالامان، طوفان اور سیلاب کے مارے ہوئے لوگوں میں امدادی کام، گھر گھر جا کر خواتین کو دستکاری سکھلانا اور حفظانِ صحت کے طریقے بتلانا یہ سب ظاہر میں رحمت ہیں اور باطن میں عذاب۔ جس روز ایک مسلمان یہ کہتا ہے۔ دیکھو عیسائی رحم دل ہوتے ہیں۔ کیسے نیکی اور خیرات کے کام کرتے ہیں اسی روز سے اسلام کی برگشتگی کا بیج اس کے دل میں بڑھ جاتا ہے۔؎

۴۔ تبلیغ بذریعہ سائنس

یہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ جدید سائنسی انکشافات سے جب دنیا کا ہر فرد کم و بیش فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ پھر عیسائی مشنریز کیوں پیچھے رہتیں۔ جس طرح وہ اشاعت عیسائیت کے لیے خاص خاص منصوبے تیار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس سلسلہ میں سائنسی آلات کو بھی استعمال کر رہے ہیں۔ مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر۔ ہوائی جہاز، عام استعمال میں ہیں بحری جہاز کا تذکرہ بھی ان صفحات پر ہو چکا ہے۔ ہر سال ہزاروں فلمیں عیسائیت پر تیار ہوتی ہیں۔ اتوار اور خاص خاص مواقع پر گرجوں میں ان کی نمائش ہوتی ہے۔ متعدد مشنریز سائنٹسٹ اور ٹیکنالوجسٹ ہیں۔ وہ موقع و محل کے لحاظ سے اپنی فنی مہارت کو اشاعت عیسائیت کے لیے

؎ روزنامہ جنگ کراچی، ۲۰ ستمبر ۱۹۷۳ء

؎ روزنامہ جنگ کراچی ۲۲ اگست ۱۹۷۳ء

استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ مشنری پیشہ ور تقدیس یافتہ مشنریز سے زیادہ بہتر طور پر کام انجام دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ اپنے پیشہ کے تعلق سے ہر جگہ آزادانہ جا سکتے ہیں۔

(الف) مشنریوں کے ہوائی جہاز

مشنریوں کی سہولت کے لیے عیسائی ممالک نے ایک باقاعدہ ایجنسی قائم کی ہے۔ اس کا نام مشنری ایوی ایشن فیلوشپ Missionary Aviation Fellowship. ہے۔ یہ ایجنسی انجیلی مشنریوں کو فضائی سفر اور رسل و رسائل میں مدد دینے کے لیے وجود میں آئی ہے۔ یہ تین خود مختار مربوط انجمنوں پر مشتمل ہے۔ جس میں امریکہ، آسٹریلیا اور برطانیہ شامل ہیں۔ ان کے ۷۹ ہوائی جہاز ۸۰ سے زیادہ سوسائٹیوں کے لیے ۱۹ ممالک میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ ہوائی جہاز مشنریوں کے لیے ان کے علاوہ اساتذہ اور اسکول کے بچوں کے لیے نیز انتظامیہ کی آمد و رفت کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعہ لٹریچر کی تقسیم اور رسد کی ترسیل کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

اس کے عملہ کے لیے انڈر گریجویٹ اور بائبل کا تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے ——— امریکہ کی یہ ایجنسی ایم۔ اے۔ ایف ۱۹۴۴ء میں قائم ہوئی تھی۔ ۱۹۷۰ء میں ۴۴ ہوائی جہاز میکسیکو، ہنڈوروس، وینزویلا، رہوڈیشیا، انڈونیشیا، فلپائن میں چلا رہی تھی۔

برطانیہ کی ایم اے ایف ۱۹۴۵ء میں قائم ہوئی۔ پہلی دفعہ جنوبی سوڈان میں کام کیا لیکن دوسری مشنریوں کے ساتھ ۱۹۶۴ء میں وہاں سے نکال دی گئی آج کل یہ ۱۰ ہوائی جہاز چلاتی ہے جو ایتھوپیا، کینیا، یوگنڈا، چاڈ وغیرہ میں خدمات انجام دیتے ہیں۔

آسٹریلیا کی ایم اے ایف ۱۹۴۸ء میں قائم ہوئی یہ تیرہ ہوائی جہاز نیو گنی، سالومن جزائر وغیرہ میں چلاتی ہے۔

امریکہ کی ایم اے ایف۔ انٹر دی نامی نیشنل فارن مشن ایسوسی ایشن کی ممبر ہے[1] اور انٹر دی نامی نیشنل فارن مشن ایسوسی ایشن ۱۳ مارچ ۱۹۱۷ء کو قائم ہوئی جس کا مقصد روحانی تعاون و شراکت ہے۔ یہ ایسوسی ایشن پوری دنیا کی مشنری سوسائٹیوں اور ان کی سرگرمیوں کے بارے میں "معلوماتی مرکز" کی حیثیت کا کام بھی کرتی ہے۔[2]

---

[1] نیل۔ کنسائز ڈکشنری آف دی کرسچین ورلڈ مشن صفحہ ۲۱۱

(ب) مشنریوں کے بحری جہاز

ہوائی جہاز کے علاوہ بحری جہاز بھی تبشیری مقاصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان جہازوں میں عیسائیت پر مبنی کثیر تعداد میں لٹریچر ہوتا ہے۔ یہ بندرگاہ سے دور کھلے سمندر میں ٹھہرتے ہیں۔ جہاں لانچوں کے ذریعہ لوگ پہنچتے ہیں۔ عام طور پر لانچیں صبح اور شام چلتی ہیں۔ کراچی میں اسی طرح کا ایک تبشیری جہاز "ایم وی لاگوس" دسمبر ۱۹۷۸ء میں آیا تھا جو کرسمس کے بعد بھی ایک دو ہفتہ تک لوگوں میں عیسائیت کی تبلیغ کرتا رہا۔ اس کی آمد کے اشتہارات اور پوسٹر جگہ جگہ لگائے گئے ——— اخباروں میں خبریں شائع کی گئیں۔

اس جہاز میں بیس ملکوں کے ایک سو چھتیس عیسائی افراد رضاکارانہ طور پر خدمات انجام دے رہے تھے اور چودہ مہینوں سے وہ اپنے گھروں سے جدا تھے۔ یہ عرصہ انہوں نے یسوع مسیح کی بشارت دینے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

(ج) مشنریوں کے ریڈیو ٹیلی ویژن اسٹیشن

مشنریوں کے ریڈیو اسٹیشن پچاس سے زائد ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ورلڈ ریڈیو مشنری فیلوشپ انک World Raido Missionary Fellowship Inc. ہے۔ یہ ایس سی جے بی ریڈیو اسٹیشن سے "آواز انڈس" The Voice of Aandas کے نام کیوٹو Quito سے دس زبانوں میں نشریات کرتا ہے۔ "شارٹ ویوز" کے ذریعہ دنیا کے دوسرے حصوں میں پروگرام نشر کرتا ہے۔ ۱۹۶۱ء میں ایس سی جے بی ٹیلی ویژن نے مشنری ٹیلی کاسٹر کی حیثیت سے اولیت حاصل کی۔[1] مزید تفصیلات کے لیے گلوور کی کتاب "دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز" ملاحظہ فرمایئے۔

تبلیغ عیسائیت، عیسائی تعلیم اور عیسائی لوگوں کی خدمات کے لیے ریڈیو کا استعمال مسیحی حضرات کافی عرصے سے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں کر رہے ہیں لیکن ۱۹۵۰ء کے بعد سے اس کا استعمال بڑی تیزی سے بڑھا۔ ان کے ریڈیو اسٹیشنوں نے دو شکلیں اختیار کیں۔ ایک تو تجارتی یا سرکاری ریڈیو اسٹیشنوں سے پروگراموں کا اجرا اور دوسرے خود عیسائی اسٹیشنز (کرسچین اسٹیشنز) کا استعمال۔ پچاس سے زائد ریڈیو اسٹیشنز مثلاً ایس سی جے بی (آواز انڈس) ایکوڈار میں، ایف ای بی سی، ادکی ناوا میں، اور ٹی ڈبلیو آر براڈکاسٹ میں مصروف عمل ہیں۔[2]

---

[1] نیل۔ کنسائز ڈکشنری آف دی کرسچین ورلڈ مشن صفحہ ۲۶۱ [2] ایضاً صفحہ ۷۱

(د) ورلڈ ایسوسی ایشن فار کرسچین کمیونی کیشن

World Association for Christian Communication

یہ انجمن ۱۹۶۸ء میں قائم ہوئی۔ اس کی دس سے زیادہ ذیلی شاخیں ہیں۔ کرسچین براڈ کاسٹر کی ٹریننگ کے لیے کرسچین سینٹرس بھی قائم ہیں جن میں سے نیروبی، کن شاسہ (رومن کیتھولک)، ہانگ کانگ اور جبل پور (بھارت) کے مشہور ہیں۔ اس کے لیے فنی مہارت امریکہ اور یورپ کے کالجوں میں حاصل کی جاتی ہے۔ ان ممالک میں اس قسم کے متعدد کالج ہیں۔

ٹیلی ویژن ٹریننگ بھی برطانیہ کے سنٹروں میں حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ قومی اور تجارتی اسٹیشنوں میں بھی ٹریننگ دی جاتی ہے۔[۱]

(ھ) زرعی مشن Agricultural Mission.

ترقی پذیر ممالک میں اب بھی عیسائی ممالک کا اثر و نفوذ اسی طرح ہے جس طرح ان کی سیاسی بالادستی کے زمانہ میں تھا لیکن بانداز دیگر۔ وہ اس طرح کہ عیسائی مشنریز ترقی پذیر ممالک میں ماہرین کی شکل میں جاکر وہاں کے قدرتی ذخائر کا جائزہ لیتی ہیں۔ ان کے ذخائر دریافت کرنے کے بعد ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے اپنی شرائط پر ان ممالک کی حکومتوں کو مجبور کرتی ہیں۔ اسی سلسلہ کی یہ آرگنائزیشن ۱۹۳۰ء سے کام کر رہی ہے۔ یہ مشن بورڈز اور ان کے دیہی و زرعی ماہرین اور ماورائے بحر (اوورسیز) پروگراموں میں مدد دیتا ہے۔ قومی کلیساؤں، کرسچین کونسلوں اور اس کی متعلقہ ایجنسیوں سے ان کے مضبوط ترین تعلقات قائم ہو رہے ہیں۔ یہ مشن کلیساؤں اور اس کے متعلقہ ایجنسیوں کو مشورہ اور ٹریننگ دیتی ہے۔ مختصر کورس کا انتظام نہ صرف امریکہ بلکہ اوورسیز میں بھی کرتی ہے۔

یہ مشن پروٹسٹنٹ فرقہ کے پروگراموں اور مختلف عقائد کے لوگوں میں رابطہ پیدا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ سروے کا کام انجام دے کر معلوماتی اعداد و شمار تیار کرتی ہے۔[۲]

---

[۱] ایضاً صفحہ ۷
[۲] ایضاً صفحہ ۱۱

۵۔ تبلیغ بذریعہ خدمت

اس زمرہ میں وہ تمام صورتیں آجاتی ہیں جو عیسائی مشنریز "انسانیت کی خدمت" کے نام پر انجام دیتے ہیں۔ مثلاً اسکول، کالج، شفاخانے، اسپتال، یتیم خانے، دارالامان، نرسنگ ہوم وغیرہ کا قیام، سیلاب اور ناگہانی بلاؤں میں امداد، نیز گھر گھر جاکر دستکاری کی تعلیم، حفظانِ صحت کے اصولوں کی رہنمائی وغیرہ۔

تعلیم کے ذریعہ انسانی ذہنوں کو عیسائیت کے لیے آمادہ کرنا ابتدا ہی سے عیسائی مشنریوں کا بنیادی اصول رہا ہے۔ یہی وہ ادارے ہیں جہاں شروع سے ناپختہ ذہنوں میں عیسائیت پیوست کی جاتی ہے۔ چند سال پہلے تک اکثر مسلمان ممالک میں عیسائی حکومتوں کو سیاسی غلبہ حاصل تھا۔ وہ ایک حکمراں قوم کی حیثیت رکھتے تھے عیسائی مشنری اداروں کو ان حکمرانوں کی حمایت بھی حاصل ہوتی تھی۔ پھر حکمراں قوم کے طور طریق، عادات و اطوار نشست و برخاست، تہذیب و ثقافت بہر حال محکوم لوگوں میں غیر شعوری طور پر نفوذ کر جاتے ہیں۔ ایک مشہور عربی کہاوت ہے۔ "الناس علیٰ دین ملوکھم" "لوگ اپنے حاکموں کے طریقوں پر چلتے ہیں۔"

دوسری طرف مشنری اداروں کا ظاہری بہترین نظم و نسق، صفائی، اچھی پوشاک، پسندیدہ طور طریق لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اسی وجہ سے بچے اپنے مقامی اسکولوں کے بجائے مشنری اداروں میں حصولِ تعلیم کے لیے شوق سے جاتے ہیں۔ اسے نظر انداز کر کے کہ ان اداروں میں انجیل کی اشاعت ہوتی ہے۔

نیل اس کا برملا اعتراف کرتا ہے۔ "عیسائی اسکولوں نے پوری دنیا میں بائبل کو انگلش یا مقامی زبان میں سکھایا۔"[۱] ہیرالڈ لینڈ سل کہتا ہے۔ "عیسائی تعلیم انسانوں تک انجیل کے ساتھ پہنچنے کا ذریعہ ہے۔"[۲]

۶۔ تبلیغ بذریعہ اعزاز

وہ مقامی باشندے جو عیسائیت قبول کر لیتے تھے دورِ غلامی میں ان کو عیسائی حکومتیں معاشرہ میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام دینے کی کوششیں کرتی تھیں۔ آپ نے پچھلے صفحات پر پڑھا ہوگا کہ شاہ پرتگال جان سوم نے خاص ہدایات دی تھیں کہ سرکاری ملازمتوں کی تقرری میں نو وارد مسیحیوں کا خصوصی خیال رکھا جائے تاکہ ہندوستان کے باشندے برضا و رغبت مسیحیت کی طرف مائل ہو جائیں۔

---

[۱] ایضاً صفحہ ۵
[۲] ہیرالڈ لینڈ سل، مشنری پرنسپلز اینڈ پریکٹس صفحہ ۲۰۲

یسوعی انجمن نے وائسرائے سے حکم نافذ کرایا تھا کہ جو دیسی مسیحی ہوں ان کی ہر طرح رعایت ملحوظ رکھی جائے۔ نو مسیحوں کا اس طرح اعلان کیا جاتا تھا کہ غیر مسیحوں کی نفسیات پر اس کا غیر معمولی اثر پڑتا تھا اور ان میں شان و شوکت کی ترغیب و تحریص پیدا ہوتی تھی۔

اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ نو مسیحی لوگوں کو نہ صرف مقامی اعزازات سے نوازا گیا بلکہ انہیں برطانیہ اور کینیڈا وغیرہ کی سیر بھی کرائی گئی۔ یہ اس زمانہ میں بہت بڑی بات تھی جب دنیا سمٹ کر اتنی قریب نہیں آئی تھی اور پھر ایسے واقعات کی بڑے زور و شور سے تشہیر کی جاتی تھی۔ مقامی لوگ نفسیاتی طور پر سوچتے تھے کہ وہ اس اعزاز سے محض اس لیے محروم ہیں کہ وہ مسیحی نہیں ہوئے۔

پنجاب کے علاقہ میں عیسائیت کو فروغ دینے والوں میں ایک شخص آرچ ڈیکن احسان اللہ بھی تھا۔ اس نے مسیحیت قبول کرنے کے بعد اس کی اشاعت کے لیے بہت جد و جہد کی۔ اسے برطانیہ اور امریکہ کے دورے کرائے گئے۔ پہلی دفعہ وہ جب برطانیہ گیا تو وہاں اس کی تقاریر کا بھی انتظام کیا گیا۔ پھر وہاں سے امریکہ لے جایا گیا۔ دوبارہ مع بیوی بچوں کے برطانیہ بھی بھیجا گیا۔ وہاں اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا اور تین مہینے تک اسے وہاں رکھا گیا۔ البرٹ ہال میں اس سے عبادت کرائی گئی اور جلسوں کا اہتمام کیا گیا۔ یہاں سے وہ پٹس برگ ریاست پنسلوانیا امریکہ گیا۔ اور اس شہر کے مختلف کلیساؤں میں اس سے وعظ کرائے گئے۔ یہاں سے اسے کینیڈا بھجوایا گیا۔ یہاں بھی اس نے چند ہفتے گذارے واپسی پر پھر وہ لندن آیا۔ یہاں سے فرانس گیا وہاں سے اٹلی اور پھر ہندوستان ۱۹۰۰ء میں واپس آیا۔ اسی دوران اس کی بیوی فاتر العقل ہو چکی تھی۔ اس کا لندن اور امریکہ میں بھی علاج نہ ہو سکا تھا۔ بعد میں اس کے پاگل پن نے شدت اختیار کر لی۔ دیوانگی کے دورے بڑھتے گئے۔ دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ بالآخر اسی بیماری نے اس کا کام تمام کیا۔ پادری احسان اللہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے بیٹے قربان کے گھر ملتان میں گذارے جسم میں رعشہ پیدا ہو چکا تھا یہیں ۱۹۲۹ء میں اس نے انتقال کیا[1]۔

۷۔ تبلیغ بذریعہ خواتین

عیسائیت کی تبلیغ کے لیے عورتوں کی بھی خدمات لی جاتی ہیں۔ عورتیں اس کام کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتی ہیں۔ مشنری کام میں عورتوں کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ چنانچہ انگلش لیگر عورتوں نے سترھویں صدی میں انجیل کو شمالی امریکہ، ویسٹ انڈیز، یونان، ترکی وغیرہ میں پہنچایا۔ یہ عورتیں جن ممالک میں کام

---

[1] آرچ ڈیکن احسان اللہ۔ آخری باب اقتباسات صفحہ ۲۹۰، ۲۹۵، پادری برکت اللہ

کرتی ہیں ان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ مقامی بہن چارگی پیدا کریں۔ آج کل عورتیں ہر سمت میں مسیحیت کی خدمت کے لیے سفر کرتی ہیں۔ پروٹسٹنٹ مبلغین کی بیویاں تعلیم، طب اور تبلیغ میں اپنے مردوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں[1]۔

عیسائیت کی تبلیغ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نوجوانوں کو عیسائی لڑکیوں سے شادی کا لالچ دیا جائے۔ ان سے کہا جائے کہ اگر کوئی شخص عیسائیت اختیار کرلے تو اس سے عیسائی لڑکی شادی کرلے گی[2]۔ بلکہ بعض اوقات عیسائی لڑکیاں خود اپنی زبان سے کہتی ہیں۔ باب نمبر ۴ میں تفصیلات درج ہیں۔

یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں بھی یہی طریقہ استعمال کیا گیا تھا۔ غیر عیسائی شاہ ایتھل برٹ کنٹ Ethelbert کی شادی بیرین کی عیسائی فرینکائی شہزادی برتھا سے ہوئی اور وہ اپنے ساتھ اپنا سرکاری خادم دین لیوتھ ہارڈ سسرال لے گئی تھی[3]۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ غیر عیسائی بت پرست بادشاہ کو عیسائی بنایا جائے تاکہ عیسائیت کو فروغ حاصل ہو۔

اس سے زیادہ وضاحت پروفیسر ڈاکٹر جے ڈبلیو فیوک نے کی ہے یورپ کی لڑکیوں کو ایسی تعلیم دی جائے جو آئندہ چل کر ایشیا کے بڑے لوگوں کے ساتھ اس مقصد کے لیے منسوب کی جائیں[4]۔ عیسائی لڑکیوں کو ایک خاص منصوبہ کے لیے تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنا تاکہ وہ مشرقیوں کے نکاح میں جائیں اور پھر ان مشرقیوں کو اپنے عقائد کی طرف موڑیں اگر وہ مکمل طور پر عیسائی نہ بھی ہوں ان کی اولاد تو عیسائی ہو سکتی ہے یا کم از کم وہ عیسائیت کے معاملہ میں مداہنت اختیار کر سکتے ہیں۔ عیسائی حسینائیں اپنی زبان سے آپ اپنی پیشکشیں بھی کرتی ہیں مثلاً عالمی حسینہ مس نینسی ڈی اسکانا نے شاہ ایران کی شخصیت کو نہایت جاذبِ نظر قرار دیا اور خیال ظاہر کیا کہ شاہ واقعی بڑے احترام کے مستحق ہیں میں ان کی نہایت عزت کرتی ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے تہران کے دوران قیام مجھے شادی کا پیغام نہیں دیا اگر ایسا ہوتا تو میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش نصیب ترین خاتون خیال کرتی[5]۔

---

[1] نیل، کنسائز ڈکشنری آف دی ورلڈ کرسچین مشن صفحہ ۶۵۲

[2] عیسائی مشنری کی سرگرمیوں کے بارے میں حکومت مدھیہ پردیش (بھارت) کی تحقیقاتی رپورٹ ص ۲ (۱۹۵۶ء)

[3] تواریخ کلیسائے روما، انگریزی صفحہ ۲۰، پادری خورشید عالم۔

[4] بنات، صلیب صفحہ ۲۲، قوانین بحوالہ جے ڈبلیو فیوک۔ دی عربک اسٹڈیز ان یورپ

[5] اخبار جنگ کراچی ۱۰ دسمبر ۱۹۶۹ء

باب چہارم

پاکستان میں نفوذِ مسیحیت اور اس کے اسباب

مسیحی آبادی

(۱)

برصغیر پاک و ہند عیسائیوں کے لیے نیا نہیں ہے۔ یہاں وہ صدیوں پہلے آئے تھے۔ پاکستان جب ۱۹۴۷ء میں دُنیا کے نقشہ پر نمودار ہوا تو یہاں کی سرزمین پر وہ آباد تھے۔ بالخصوص پنجاب میں کثرت سے پھیلے ہوئے تھے۔ عیسائی افسرانِ اعلیٰ اپنی غیر جانب داری کے اعلان کے باوجود مسیحی تبلیغی سرگرمیوں میں پیش پیش تھے۔

برعظیم میں عیسائیوں کی آمد

پتہ چلتا ہے سب سے پہلے جان دی مونٹے کارون ایک لاطینی مشنری انڈیا آیا تھا۔ دوسرا لاطینی عیسائی مشنری ایک فرانسیسی ڈومینکین فرائر جارڈس دوسرے فرائرز کے ساتھ تقریباً ۱۳۲۲ء میں انڈیا آیا تھا۔ ان کے بعد بھی مشنریز برابر آتے رہے۔ ۱۴۹۸ء میں واسکوڈے گاما پہنچا۔

۱۵۴۱ء میں فرانسیس زیویئر یسوعی سوسائٹی کا سب سے فعال اور ذہین شخص آیا گویا یہ رومن مشن کا پہلا دن تھا۔

یسوعی سوسائٹی کے بعد ۱۵۴۸ء میں ڈومینکین اور آگسٹائین ۱۵۷۲ء میں آئے۔ ۱۷۰۰ء تک انڈیا میں کیتھولکوں کی تعداد چھ لاکھ ہو گئی تھی۔

پروٹسٹنٹوں کا کام ۱۷۰۶ء میں شروع ہوا۔ ڈنمارک کے بادشاہ نے ۱۷۰۶ء میں جرمن لوتھرن کو انڈیا بھیجا۔ ڈینش مشنری سوسائٹی نے جرمن لوتھروں کی ہمراہی میں پروٹسٹنٹ مشنریوں کے لیے راستہ کھولا۔

ان کے بعد انجلیکن مشن کا نمبر تھا۔ ۱۷۹۳ء میں ولیم کیری نے بنگال میں قدم جمائے۔ ۱۸۳۰ء میں

اسکاٹش مشنری آئی۔[۱]

پنجاب اور صوبہ سرحد

برطانوی استعمار جیسے جیسے پنجاب اور صوبہ سرحد کی طرف بڑھتا گیا ویسے ویسے حکومت کے مشورہ اور سرپرستی میں عیسائی مشنریز بھی اپنا قدم آگے بڑھاتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک مشنری جے سی لوری ۱۵ نومبر ۱۸۳۴ء کو لدھیانہ پہنچ گیا۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے تعاون سے لدھیانہ میں مشن قائم ہو گیا۔ پریس لگایا گیا۔ اور پنجاب کو نشانہ بنا کر کام شروع کر دیا گیا۔ تین سال بعد ۱۸۳۷ء میں یہاں گرجا گھر بن گیا۔

۱۸۴۶ء میں پنجاب پر انگریزوں کا تسلط مکمل ہو گیا۔ تو لدھیانہ مشن کے پادری اور مبلغین جالندھر پہنچ گئے۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی شکست کے بعد مہاراجہ کو فتح گڑھ لے جایا گیا۔ جہاں اس نے عیسائیت قبول کر لی۔ اور اپنی باقی زندگی انگلستان میں گزاری۔ دلیپ سنگھ کی بیٹی شہزادی بمبا دلیپ نے لاہور میڈیکل کالج کے عیسائی پرنسپل سے شادی کر لی۔ اس طرح یہ خاندان عیسائیت کا حلقہ بگوش ہو گیا۔

چرچ مشن سوسائٹی نے فرنچ کو ڈیرہ جات میں عیسائیت کی تبلیغ کا کام سپرد کیا۔ اس نے ڈیرہ اسمٰعیل خان میں تبلیغ عیسائیت کی شمال مغربی اضلاع اور پنجاب کے لیے کالج کی تجویز پیش کی۔ وہ مری بھی گیا۔ ۱۸۷۰ء میں ملتان پہنچا اور اسی سال لاہور میں سینٹ جانز ڈیوینیٹی کالج کی بنیاد ڈالی۔ ۱۸۵۴ء میں پادری فینڈر اور پادری رابرٹ کلارک پشاور پہنچے۔ اسی طرح پادری فرمین، رابرٹ کلارک، پادری گورڈن، پادری ٹامس ہنٹر وغیرہ نے ان علاقوں میں عیسائیت کے پرچار کا کام انجام دیا۔[۲]

امریکن پریسبائیٹرین مشن نے لاہور میں اپنا پہلا مرکز ۱۸۴۹ء میں قائم کیا۔ اس کے بعد سیالکوٹ میں ۱۸۵۵ء میں، گوجرانوالا میں ۱۸۶۳ء میں، ظفروال میں ۱۸۸۰ء میں، پسرور میں ۱۸۸۴ء میں، اور قصور میں ۱۹۱۳ء میں مشن کے مراکز قائم کیے گئے۔

چرچ مشن سوسائٹی نے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ انیسویں صدی کے وسط میں اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ اس نے پشاور میں ۱۸۵۴ء سے، ملتان میں ۱۸۵۶ء سے، نارووال میں ۱۸۵۹ء سے، بنوں میں ۱۸۶۵ء سے، لاہور میں ۱۸۶۷ء سے اور کوئٹہ میں ۱۸۸۶ء سے کام شروع کیا۔[۳]

۱۔ گور۔ دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز۔ باب انڈیا

۲۔ صلیب کے علمبردار تلخیص مقالہ جات فرنچ، فینڈر۔ پادری برکت اللہ

۳۔ گور۔ دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز صفحہ ۹۰۔۹۱

امریکن میتھوڈسٹ انیسویں صدی کے آخر میں پاکستانی حصوں میں داخل ہوئے۔ انہوں نے لاہور میں ۱۸۸۱ء میں اپنا پہلا مرکز قائم کیا۔ یہ آج کل ۴ حصوں میں کام کر رہے ہیں۔ ہر حصہ کا انچارج ایک سپرنٹنڈنٹ ہوتا ہے۔ ان کے خاص مراکز کراچی، کوئٹہ، لاہور، رائے ونڈ اور اسٹنز آباد میں ہیں۔ یہاں مشنری رہتے ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں ان کے ممبروں کی تعداد ۳۵ ہزار تھی۔

سالویشن آرمی (یعنی مکتی فوج) پاکستان میں ۱۸۸۳ء سے کام کر رہی ہے۔ اس نے اپنا مرکز لاہور میں اسی سال قائم کیا تھا۔ اسی طرح ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پریسبائٹرین چرچ نے بھی اپنا کام شروع کیا۔ دی ومینز یونین مشنری سوسائٹی آف امریکہ نے ملتان میں کافی عرصہ سے اسپتال کھول رکھا ہے۔ ان کے علاوہ کئی امریکی مشنوں نے دوسری جنگ کے بعد سے پاکستان کو اپنا تبلیغی نشانہ بنایا ہوا ہے۔ دی ایونجلیکل الائنس مشن نے ایبٹ آباد میں اپنا ہیڈکوارٹر قائم کیا۔ دی کنزرویٹو بپٹسٹ ۱۹۵۴ء میں پاکستان آئے۔ اور دیہات میں لٹریچر اور طب کے ذریعہ تبلیغ عیسائیت میں مصروف ہو گئے۔

دی سیلون اینڈ انڈیا جنرل مشن پاکستان میں "پاکستان کرسچین فیلوشپ" کی حیثیت سے مشہور ہے۔ اس نے مغربی پاکستان میں تین مراکز قائم کیے ہیں۔ اسی طرح انٹرنیشنل مشنز انک نے بھی اپنا کام شروع کیا ہوا ہے۔ سنہ ۱۹۵۹ء میں اس کے ۲۷ مشنری تھے۔ کرسچین کونسل بھی خدمتِ انسانیت کے نام پر پاکستان میں قدم گاڑے ہوئے ہیں۔[۵]

سندھ اور بلوچستان

کیتھولک کہتے ہیں کہ حواری توما جنوبی ہند جاتے ہوئے سندھ کی سرزمین سے گذرے تھے۔ سترھویں صدی کے شروع میں آگسٹینین مشنریز نے سندھ میں عیسائیت کے لیے کام کیا۔ ان کے بعد کارمیلائٹس راہبوں نے تبلیغ کا کام کیا۔ ان کا مرکز ٹھٹھہ تھا۔ ۱۸۴۲ء میں برطانوی حکومت نے اس علاقہ کو فتح کیا تو ۱۸۵۲ء میں کیپوچین فادر نے اس کا چارج لیا۔ پھر ۱۸۵۶ء میں یہ یسوعی سوسائٹی کے چارج میں آیا۔ پہلے جرمن یسوعی پھر اٹلی کے یسوعی پھر امریکی یسوعی اور آخر میں سپین کی یسوعی سوسائٹیوں نے ۱۹۳۵ء تک کام کیا۔[۶]

۲۲ جون ۱۹۳۵ء کو ڈچ فرانسیسکن نے اسپینی یسوعی سوسائٹی سے چارج لیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ کیوں کہ اسپینی سوسائٹی اپنا قبضہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ یہ چارج دلانے کے لیے کارڈینل بر فنگٹ کے

ـ۵ ایضاً صفحہ ۹۱-۹۳ تلخیص

ـ۶ پاکستان کیتھولک ڈائریکٹری ۱۹۷۰ء صفحہ ۳۷

حکم سے فادر پال اسٹین کو یہاں آنا پڑا تھا۔[۷] سالویشن آرمی، نیوزی لینڈ چرچ مشنری سوسائٹی، انگلینڈ زنانہ مشنری سوسائٹی، میتھوڈسٹ اور دیگر مشنریوں نے اس علاقہ پر اپنی تبلیغی کام کا آغاز کیا۔

پادریوں کے پہلو بہ پہلو عیسائی حکمرانوں نے بھی تبلیغ عیسائیت میں بھرپور حصہ لیا۔ پنجاب میں ہنری لارنس، رابرٹ منٹگمری، ڈونلڈ میکلوڈ اور جان نکلسن جیسے افسرانِ بالا کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔

پاکستان میں مسیحی آبادی

پاکستان کی کل آبادی اور اس کے مقابل مسیحی آبادی کے اعداد و شمار از روئے رپورٹ مردم شماری پاکستان حسب ذیل ہیں:

۱۹۵۱ء میں مغربی پاکستان کی مجموعی آبادی ۳،۱۰،۴۰،۷۸۹ تھی۔

۱۹۶۱ء میں 〃 〃 〃 ۴،۲۹،۴۴،۴۳۹ ہوئی۔

یعنی مجموعی آبادی میں ۲۷ فی صد اضافہ ہوا

۱۹۷۲ء میں پاکستان کی مجموعی آبادی ۶،۵۳،۰۹،۳۴۰ ہو گئی۔

یعنی مجموعی آبادی میں اضافہ ۵۲ فی صد ہوا۔

اس کے مقابل

۱۹۵۱ء میں مغربی پاکستان کی عیسائی آبادی ۴،۳۲،۷۰۶ تھی

۱۹۶۱ء 〃 〃 〃 ۵،۸۳،۸۸۴ تھی۔

گویا دس سالوں میں اضافہ ۳۵ فی صد ہو گیا جو مجموعی اضافہ سے ۸ فی صد زیادہ ہے۔

۱۹۷۲ء میں پاکستان کی عیسائی آبادی ۹،۰۷،۸۶۱ ہو گئی۔

گویا مسیحی آبادی میں اضافہ ۵۶ فیصد ہو گیا۔[۸]

مشنریوں کی غلط بیانی

عیسائیوں نے حسب عادت آبادی کے اعداد و شمار میں غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ ان کے چند متضاد اعلان ملاحظہ ہوں:

۱- ۱۹۴۷ء میں مشرقی و مغربی پاکستان میں کیتھولک آبادی اسّی ہزار تھی۔

ـ۷ ان دی لینڈ آف دی سندھی اینڈ بلوچی صفحہ ۲۵

ـ۸ پاکستان کی مردم شماری رپورٹ ۱۹۶۱ء صفحہ ۵۲، ۵۳، ۵۸، ۵۹

۲- ۱۹۵۸ء میں کیتھولک آبادی ۲،۸۸،۲۶۳ (رپورٹ اسپیکرٹ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

۳- ۱۹۵۸ء میں کیتھولک آبادی ۲،۹۸،۳۲۲ تھی (کیتھولک المانک ۱۹۵۸ء)

گویا دونوں میں ۱۴،۹۱۹ کا فرق ہے۔

۴- ۱۹۵۱ء میں تمام فرقوں کے عیسائیوں کی تعداد مغربی پاکستان میں ۴،۳۲،۷۰۶ بموجب رپورٹ مردم شماری حکومت پاکستان۔

۵- ۱۹۶۱ء میں تمام فرقوں کے عیسائیوں کی تعداد مغربی پاکستان میں ۵،۸۳،۸۸۴ بموجب رپورٹ مردم شماری حکومت پاکستان۔

۶- ۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۳ء کے مجلہ شاداب لاہور نے اپنی سرخی قائم کی۔۔۔۔۔۔ ۲۰ (بیس لاکھ) پاکستانی مسیحوں کا آزاد ترجمان۔[1]

۷- اسی شمارہ میں ایک مسیحی رہنما پروفیسر سلامت اختر کے بیان میں درج ہے ــــــ "پاکستان کے تیس لاکھ مسیحی" (گویا ایک ہی رسالہ میں دس لاکھ کی تعداد بڑھ گئی)[2]

۸- پاکستان نیشنل کرسچین لیگ کے جنرل سیکرٹری پطرس گل کا بیان شائع ہوا۔ مسیحی آبادی ۶۰ لاکھ ہے (روزنامہ جنگ کراچی ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء) گویا صرف دس مہینے میں ۴۰ لاکھ کا فرق پڑ گیا۔

کیا یہ اعداد و شمار حقائق پر مبنی ہیں؟ کیا اکتوبر ۱۹۷۳ء سے اگست ۱۹۷۴ء یعنی صرف دس مہینوں میں آبادی میں چالیس لاکھ نفوس کا اضافہ ہو سکتا ہے؟

یہ غلط بیانی کیوں؟

عیسائی حضرات دانستہ غلط بیانی سے کیوں کام لیتے ہیں؟ حقائق کو چھپانے کی کوشش کیوں کرتے اس کی وجوہات کیا ہیں؟ جھوٹ کی دو چار مثالیں اور پیش کی جاتی ہیں۔

۱- "کیتھولک سوشل سروسز" کی سالانہ رپورٹ ۷۴-۱۹۷۳ء میں اس کے ملحقہ اداروں کے کل نام ۱۴ دیئے گئے ہیں[3] جب کہ ۷۰ء سے لے کر ۷۴ء تک کی سالانہ رپورٹوں میں مسلسل ان کی تعداد ۲۰ چلی آ رہی تھی۔ گو ایک الحاقی ادارے کی جگہ دوسرے کا نام ہے لیکن کل تعداد بیس ہی ہے۔

---

[1] شاداب پندرہ روزہ لاہور ۱۶ر اکتوبر ۷۳ء صفحہ ۳
[2] " " " ۴۵
[3] سالانہ رپورٹ کیتھولک سوشل سروسز ۷۴-۷۳ء صفحہ ۱

اس کے علاوہ دوسری کیتھولک ڈائرکٹری بابت سال ۱۹۷۲ء میں بھی واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ کیتھولک سوشل سروسز سے ۲۰ ادارے ملحق ہیں[1]۔ ایک ہی فرقے کی دو رپورٹیں ان کی تضاد بیانی کو واشگاف طور پر ظاہر کر رہی ہیں۔ کیا یہ غلطی نادانستہ ہو سکتی ہے؟

۲- کیتھولک آرچ بشپ کے کہنے پر "سوسائٹی آف دی ڈاٹرس آف دی ہارٹ آف میری سوسائٹی" نے ۱۹۵۵ء میں کوڑھیوں کے لیے کام شروع کیا تھا۔ کیتھولک ڈائریکٹری ۱۹۷۴ء میں پورے پاکستان کے لی پرسی کنٹرول سنٹر صرف تین درج ہیں[2] لیکن اسی ادارہ کی شائع شدہ رپورٹ میں ۷۴ء تک پورے پاکستان میں کم و بیش ۴۰ ہسپتال و مراکز ہیں[3]۔ کیا اس قدر فرق معمولی بات ہے۔

۳- اداروں کو گھٹا بڑھا کر بتانے کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ میری ایڈیلیڈ سنٹر[4] کو حکومت پاکستان کے علاوہ بیرون پاکستان سے عیسائی ملکوں کے فاؤنڈیشنوں سے بھی مالی امداد دی امداد ملتی ہے۔ اس نے اپنی رپورٹ میں امداد کے سات ذرائع کا ذکر کیا ہے[4]۔ لیکن سی۔ ایس۔ ایس کی سالانہ رپورٹ ۷۱-۱۹۷۰ء کے مطالعہ سے آٹھ نام ملتے ہیں۔ آٹھواں نام ایماس فاؤنڈیشن سوئٹزرلینڈ Emmaus کا ہے۔ رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ لی پرسی کام کے لیے اس فاؤنڈیشن نے بھی امداد دی[5]۔

---

[1] پاکستان کیتھولک ڈائریکٹری ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۹
[2] ایضاً صفحہ ۱۸، ۱۹
[3] پاکستان میں جذامیوں کے کام کے اٹھارہ سال ۱۹۵۵-۱۹۷۳ء تلخیص
[4] " " " " "
[5] سالانہ رپورٹ سی۔ ایس۔ ایس ۷۱-۱۹۷۰ء صفحہ ۳۱

پاکستان — عیسائیت کیلئے کھلا میدان

(۲)

۱۹۴۷ء میں جونہی پاکستان دنیا کے نقشہ پر ایک اسلامی مملکت کی حیثیت سے ابھرا مشنری بڑی تیزی سے حرکت میں آ گئے۔ قیام پاکستان سے مہینوں پہلے برصغیر میں کشت و خون کا بازار گرم ہو چکا تھا۔ آبادی تیزی سے نقل مکانی کر رہی تھی۔ دونوں ملکوں پر ایک بحرانی دور چھایا ہوا تھا۔ مشنریوں نے جو ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے ہیں۔ ان حالات سے فائدہ اٹھایا اور دونوں طرف کی آبادی کی "خوب خدمت" کی کینتھ اسکاٹ لیتوریت کے قول کے مطابق دونوں ملکوں کے رہنے والوں میں سے بہت سے لوگوں نے ان خدمات کی توثیق کی۔[۱]

مسلم ورلڈ لکھتا ہے "پاکستان میں اجڑے لوگوں کے لیے تمام ممکنہ ذرائع سے ہنگامی طور پر امدادی کام کیا جا رہا ہے۔ لاہور میں مغربی پاکستان کے لیے کرسچین ریلیف کمیٹی قائم ہو چکی ہے۔ اس ملک سے امدادی سامان جہاز پر چڑھایا جا چکا ہے۔ اس میں نوٹن استعمال شدہ کپڑے، تیس ٹن دودھ شامل ہے۔ بہت جلد ادویات لے کر ہوائی جہاز بھی جا رہا ہے۔ دوسرا جہاز بھی بھیجا جائے گا جس میں چار ہزار کمبل اور گرم کپڑے ہوں گے مشن بورڈ چرچ ورلڈ سروس کے ذریعہ ماہر افراد حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ دو ڈاکٹر دو نرسیں اور ایک منتظم اس ملک سے بذریعہ ہوائی جہاز بھیجے جا چکے ہیں۔ حکومت پاکستان امدادی مہم کے درمیان چرچ ورلڈ سروس سے تعاون کی ہر کوشش کر رہی ہے اور دوسری ایجنسیوں کی بھی ——— ہمارے نمائندے پاکستان سے اطلاع دے رہے ہیں کہ سرکاری حکام کی طرف سے انہیں دل کھول کر تعاون اور سہولتیں حاصل ہو رہی ہیں۔[۲]

اس بحرانی اور افراتفری کے دور میں عیسائی مشنریوں نے جو "خدمات" انجام دیں۔ وہ ہنگامی دو

[۱] Latourett Kenneth Scott :
The Christian Mission in our day p. 113.

[۲] The Mission World. Editor : Edwin, January, 1948.

کے بعد بھی بلا روک ٹوک جاری رہیں۔ پاکستانی حکام اور عوام نے ان کے ساتھ بڑی آزاد خیالی اور رواداری کا ثبوت دیا۔

ڈاکٹر گلین ریڈ سوڈان میں یونائیٹڈ پریسبائٹرین مشنری تھا جب وہ پاکستان آیا تو یہاں عیسائی مشنریوں کی آزادانہ اور بلا روک ٹوک تبلیغ دیکھ کر کہہ اٹھا۔ اس نے کبھی ایسی مسلم مملکت نہیں دیکھی جہاں عیسائی تبلیغ عیسائیت میں اتنے آزاد ہوں جتنے پاکستان میں ہیں۔[۱]

لیم بیتھ (انگلستان) میں اینجلیکن چرچ کے تمام بشپوں کی کانفرنس ۱۹۵۸ء میں ہوئی۔ اس میں لاہور کا بشپ بھی شریک ہوا۔ اس نے کانفرنس کو بتایا "مغربی پاکستان انجیل کی تعلیمات کے لیے اتنا کھلا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ وہ بیس برس تک اس علاقہ میں رہا ہے اس لیے وہاں کے حالات بہتر جانتا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اوکاڑہ اور ٹوبہ کے علاقہ کے دوسرے شہروں میں بھی انجیل کی تعلیمات کے زیادہ امکانات ہیں۔ اس نے مشنریوں کے اضافہ کی بھی درخواست کی ———"[۲]

اسی طرح لاہور ڈایوسس کی خادمہ دین Deaconess. جون ڈیکرسن John Dickerson نے کہا ——— ترقی کی اور بھی علامات ہیں۔[۳]

مشہور مسلم دشمن امریکی مشنری گلور کو اس صدی کا عظیم مشنری کہا جاتا ہے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ "کسی بھی دوسرے مسلم ملک میں عیسائی مشنری اتنی آزادی سے عیسائیت کا کام نہیں کر سکتا جتنا پاکستان میں آزاد ہے۔ کھلے بندوں تبلیغ عیسائیت ایک عام بات ہے اور مجمع جمع کر لینا کچھ دشوار نہیں ہے۔ بہت سے مشن ہسپتالوں کے وارڈوں کے اندر تبلیغ عیسائیت باقاعدہ پروگرام کے تحت کرتے ہیں۔ بیرونی مریضوں کے درمیان بھی باقاعدہ ان کی تبلیغی سرگرمیاں جاری ہیں۔

۱۹۵۷ء کے موسم سرما میں سات بڑے شہروں میں ہر مسلمان کے گھر انجیل متی پہنچانے کی مہم چلائی گئی تاکہ اس طرح ان مسلم گھروں کا کوئی نہ کوئی فرد تو اسے پڑھے گا۔ مشن اسکول اور کالج اہل الرائے طبقہ کے درمیان عیسائی اثرات قائم کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔"

"——— پاکستان کے دونوں حصوں میں کرسچین کونسل قائم ہے مغربی پاکستان کرسچین کونسل بشارت انجیل کا کام بہت موثر اور جامع پروگرام کے تحت کر رہی ہے جو لٹریچر اور کلیسا قائم کرنے کے متعلق ہے۔

[۱] Un-printed report of the Secretary of Pakistan Misson dated 30.3.1955

[۲] S. P. G. Review of the year's work 1958-59, p. 34.

[۳] Ibid., p. 33

وہ بشارت انجیل کے کام میں مسلسل آگے بڑھنے میں خصوصی طور پر کفالت کرتی ہے۔ مسلمانوں میں انجیل اور اس کی تعلیمات کو پھیلانے کی کوششوں کو تیز تر کرتی ہے۔[1]

چند اہم مشن رپورٹیں

پاکستانی قوم کی رواداری دیکھ کر پاکستان میں موجود مشنریوں کو عیسائیت پھیلانے کا بہترین موقعہ ہاتھ آیا۔ انہوں نے اپنی کثرت کو قلت پر محمول کیا۔ اور اپنے اپنے ہیڈ کوارٹرز کو مزید مشنری بھیجنے کے مطالبہ پیش کیے۔ ان کی رپورٹوں میں ملکی حالات کا تجزیہ ہوتا ہے۔ مہاجرین کے مسائل کا ذکر ہوتا ہے۔ اقتصادیات وسیاسیات پر وہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں چرچ کی پوزیشن بتاتے ہیں۔ مقامی عیسائیوں کے معاملات اور حالات زیر بحث لاتے ہیں۔ ان کی مدد کی طرف غیر ملکی عیسائیوں کو توجہ دلاتے ہیں۔ دیسی عیسائیوں کی حالت زار کا نقشہ پُر زور انداز میں کھینچتے ہیں۔ مزید برآں پاکستانی حکام وعوام کی ذہنیت کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس قسم کی چند رپورٹوں کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

۱۔ پاکستان مشن کے سیکرٹری نے ایک رپورٹ میں مطالبہ کیا تھا کہ تقسیم ملک، مشنریوں کے استعفے اور ریٹائرمنٹ کی وجہ سے مشنریوں کی تعداد میں کمی ہو گئی ہے۔ اس سے باقی ماندہ مشنریوں پر غیر معمولی کام کا بوجھ پڑ گیا۔ فورمین کرسچین کالج کا اسٹاف خصوصیت سے اس کا نشانہ ہے۔ عملی طور پر یہ ناممکن ہے کہ نیشنل کرسچین سے ان کی جگہ پُر کی جائے۔ مسلمانوں سے جگہ پُر کی جا سکتی ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک کرسچین کالج کو چلانے کے لیے کتنے فی صد عیسائی اسٹاف چاہیئے۔ اس وقت اس کالج کو چلانے کے لیے ۲۱ مشنریز کی ضرورت ہے۔ کلیسا اور مشنری ادارے ہماری طرف دیکھتے ہیں کہ ہم اپنی قیادت کو جاری رکھیں ——— پاکستان میں مسلمانوں کے درمیان فائدہ اٹھانے کے خصوصی موقعہ کے لیے ہمیں ضرورت ہے کہ فوری طور پر پاکستان مشن کے لیے کمک بھیجی جائے۔[2]

۲۔ ایک اور رپورٹ میں بتایا گیا۔ "عیسائی حلقوں میں یہ احساس ہے کہ عیسائیوں کے خلاف خاص طور پر ملازمتوں کے سلسلہ میں امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ عام طور پر اعلیٰ حکام کے بارہ میں یہ کہا گیا، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ سرکاری حکام کی طرف سے عیسائی کام اور عبادت میں کوئی

---

[1] گلوریز پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز صفحہ ۸۹/۹۳

[2] رپورٹ سکرٹری آف پاکستان مشن مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۵۵ء

مداخلت نہیں کی جاتی۔ عیسائی زیادہ تر جنوب مشرقی پنجاب میں موجود ہیں۔ ان کی تعداد ۳ سے ۴ لاکھ ہوگی جو زیادہ تر دیہات میں ہیں ——— چرچ پر عقیدہ مشکلات کے باوجود مضبوط ہی ہوتا جا رہا ہے۔ تاہم بحیثیت اقلیت وہ غیر یقینی مستقبل دیکھتے ہیں، کم علمی اور دہ حالت کے سبب اپنے عقیدہ کی تعمیر کے لیے وہ محدود ذرائع رکھتے ہیں۔ ان رکاوٹوں کے باوجود ان کا حوصلہ، عقیدہ اور مسیحی سرگرمیاں بہت زیادہ قابل تعریف ہیں ———"

——— مغربی پنجاب (مغربی پاکستان نہیں لکھا گیا۔ صدیقی) کے پروٹسٹنٹ کلیساؤں میں باہمی تعاون کا بہت بلند جذبہ ابھرا ہے۔ اس کی علامت اس طرح ظاہر ہوئی کہ گوجرانوالہ کی سیمنری میں تقریباً تمام فرقوں نے حصہ لیا۔ یہ سیمنری ابتدا میں یونائیٹڈ پریسبائٹرین نے قائم کی تھی۔ اس کے علاوہ چار پروٹسٹنٹ فرقوں نے واضح طور پر ۱۹۷۰ء میں اتحاد کا مظاہرہ کیا۔ میتھوڈسٹ چرچ، اینجیلیکن چرچ، لوتھرن چرچ، اور اسکاٹ لینڈ چرچ ایک تنظیم میں مدغم ہو گئے۔[3]

۳۔ مشی گن امریکہ میں مشنریوں کی ایک کانفرنس جولائی ۱۹۵۵ء میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں شرکت کے لیے پاکستان کے بھی مشنریز گئے تھے۔ وہاں انہوں نے مفصل رپورٹ پیش کی۔ اس رپورٹ سے واضح ہوا کہ کن فرقوں کی کتنی مشنریز، پاکستان میں کن شعبوں میں کس حیثیت سے کام کرتے ہیں، بظاہر ایک عام پاکستانی کو وہ پروفیسر اور ڈاکٹر نظر آتے ہیں، لیکن در اصل ان کا بنیادی مقصد کیا تھا؟ انہوں نے اپنے تکمیل مقصد کے لیے کس طرح کام کیا؟ اس کی تفصیل اس رپورٹ سے ملاحظہ فرمایئے:

(الف) یونائیٹڈ پریسبائٹرین چرچ ——— شمالی امریکہ کا چرچ ہے۔ راولپنڈی میں گورڈن کالج، سیالکوٹ اور ٹیکسلا اور گوجرانوالہ میں مختلف ٹریننگ ادارے اور میموریل ہاسپٹل چلاتا ہے۔ یونائیٹڈ کرسچین ہسپتال لاہور کی بھی مالی اعانت کرتا ہے۔
اس گروپ کی نمائندگی ڈاکٹر ریبی نے کی جو گورڈن کالج راولپنڈی میں شعبہ کیمیا کا پروفیسر تھا۔

(ب) میتھوڈسٹ مشن ——— فورمین کرسچین کالج کی معاونت کرتا ہے اور ٹریننگ اسکول راولپنڈی چلاتا ہے۔ ملتان کے نواح میں وسیع طور پر دیہات میں کام کر رہا ہے۔ لوسی ھیری سن اسکول برائے طالبات لاہور کے علاوہ مشن یونائیٹڈ کرسچین ہاسپٹل لاہور کو مدد دیتا ہے۔

---

[3] رپورٹ آف پاکستان، روزنامہ ڈان ۲ نومبر ۱۹۷۰ء

اس کانفرنس میں اس مشن کے ان افراد نے شرکت کی تھی: مس لیو سلے کولے (ایگزیکٹو سیکرٹری برائے پاکستان و بھارت) ڈاکٹر بیورسٹر (میڈیکل سیکرٹری آف دی بورڈ) پروفیسر اور مسز تھومپسن اور ڈاکٹر و مسز جان مارٹن (شعبہ طبیعیات فورمین کرسچین کالج) اور مسٹر لی شیئرر (بین دیگر فورمین کالج میں بطور انڈر ٹیچر برائے دنڈ اسکول)

(ج) بورڈ پریسبائیٹرین چرچ امریکہ برائے غیر ملکی مشنز ——— رنگ محل مشن ہائی اسکول لاہور، فورمین ہائی اسکول (برائے طالبات) اور فورمین کرسچین کالج چلاتا ہے۔ کنیرڈ کالج (برائے خواتین) اور کنیرڈ ٹریننگ سنٹر (برائے اساتذہ) کو مالی امداد دیتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بورڈ دوسرے مختلف اداروں کی امداد میں بھی ہاتھ بٹاتا ہے۔ مزید برآں قصور، لیانی، شرق پور وغیرہ علاقے کے کاموں میں اعانت کرتا ہے۔

اس کانفرنس میں اس بورڈ کے نمائندے یہ افراد تھے۔ ڈاکٹر جے۔ ایل ڈوڈس (بورڈ سیکرٹری برائے پاکستان و بھارت) ڈاکٹر آرتھر کارسن (سابقہ صدر سلی مین Silliman انسٹی ٹیوٹ فلپائن یونیورسٹی) اور جالیہ بورڈ سیکرٹریز میں سے ایک جو نیویارک میں ہیں۔ ریونڈ اور مسز ڈبلیو اے ڈورنر (سیکرٹری آف پاکستان مشن) اور پروفیسر پی کارٹر اسپیئر

ان کے علاوہ مسز کن تیبز (سیکرٹری برائے جنوبی ایشیا ورلڈ کونسل آف چرچز) ڈاکٹر کلفرٹ (جو آئندہ سال پاکستان جا رہے ہیں تاکہ دیہات میں چرچوں کے قیام کے سلسلہ میں خصوصی خدمات انجام دیں) ڈاکٹر اور مسز الف بلاک مین (لاہور کے یونائیٹڈ کرسچین ہاسپٹل) دو اجلاسوں میں شریک ہوئے۔

ڈاکٹر اور مسز جان ورڈم (سپرنٹنڈنٹ آف دی میموریل ہاسپٹل سیالکوٹ سابقہ یونائیٹڈ کرسچین ہاسپٹل لاہور) انہوں نے قیام پاکستان کے وقت کرسچین کمیٹی برائے امداد کے سلسلہ میں خدمات انجام دی تھیں اور کشمیر میں ۱۹۴۸ء کے دوران بین الاقوامی ریڈ کراس کی مدد بھی کی تھیں۔

اس کانفرنس کی نوعیت پاکستان میں مشن کے بارہ میں عمومی مباحثہ کی تھی، خصوصیت سے تعلیمی میدان میں۔ پاکستان میں عیسائیوں کی اقتصادیات کے بارے میں اس کانفرنس میں بڑی تشویش کا اظہار کیا گیا۔ ان لوگوں کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لیے مختلف اسکیموں پر غور کیا گیا کیونکہ یہاں عیسائی تاجر ہونے ضروری ہیں۔ یہ ملک سرمایہ کاری چاہتا ہے۔ اس طرح سے سب کو (بشمول عیسائی)

ملازمتوں کے مواقع ملیں گے۔ اگر عیسائی تاجر یہاں تجارت کریں گے تو ان کو شرح فیصد کا بھی نفع ہوگا۔

ڈاکٹر جیرس دوینگ (پروفیسر آف ایجوکیشن نارل یونیورسٹی) پاکستان کے بہت اچھے دوست کی حیثیت سے آیا۔ اس کا تعلیم کے بارے میں تجربہ چھوٹی عیسائی برادری کے لیے مغربی پاکستان میں ضروری ہے۔ اگرچہ وہ پاکستان میں تین مہینے سے بھی کم رہا لیکن اس نے ۸ دیہاتی اسکول قائم کر دیئے۔ مزید ۱۳ بہت جلد شروع ہونے والے ہیں۔ مشن بورڈ نے کم فنڈ مہیا کیے۔ لوگوں نے اپنے طور پر زیادہ چندہ جمع کیا۔ ڈاکٹر ینگ نے ایسے مختلف طریقے بتائے جن سے فورمین کرسچین کالج اپنی افادیت بڑھا سکتا ہے۔[1]

۴۔ انجیلیکن چرچ لاہور کی خادمہ دین نے اپنے ہیڈکوارٹر کو پاکستان میں عیسائیت کے فروغ کے بارے میں یہ رپورٹ دی:

"بڑے گرجے میں نہایت کامیاب سرمنز (عبادتی اجتماع) ہوتے ہیں۔ خاص طور پر کرسمس کے وقت (مسیحیت کی ترقی کی اور دوسری بہت سی علامات ہیں) لیکن مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ کم ہیں۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ اڑ کر گھر پہنچوں اور آپ کو رپورٹ دوں کہ کس قسم کی زندگی یہاں (پاکستان میں) پسند کی جاتی ہے ——— اور بغیر کسی رکاوٹ کے اس مسلمان ملک میں اور کتنے بڑے مواقع ہم کو پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر آپ واقعی طور پر سمجھیں تو یقیناً آپ ہماری مقدور بھر مدد کی کوششیں کریں گے ———"[2]

پاکستان کے لیے مزید مشن

پاکستان کو عیسائیت کے لیے زرخیز زمین کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ اس طرح تمام عیسائی دنیا کو عموماً اور مشنریوں کو خصوصاً دعوت دی گئی کہ وہ دھڑا دھڑ یہاں پہنچیں اور عیسائیت کی تبلیغ کریں۔

دوسری طرف پاکستان نے اپنے قیام کے ساتھ ہی مغربی ممالک سے تعلقات بڑھانے شروع کر دیئے تھے۔ یہ نوزائیدہ ملک تھا۔ اسے ہر شعبہ میں اقتصادی، مادی، فنی اور مختلف النوع امداد کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک جانب مشنریز اور دوسری جانب "ماہرین" ضرورتاً اس ملک میں آنے لگے۔ پھر امریکہ سے پاکستان کے خصوصی تعلقات نے اس یلغار میں بڑی مدد کی ———

---

[1] غیر مطبوعہ میمورنڈم ٹو دی سیکنڈ سیکرٹری، پیش کنندہ پی کیمشر اسپیئرس۔ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۵۵ء۔ یہ رپورٹ مشی گن۔ امریکہ کانفرنس منعقدہ ۲۲ تا ۲۵ جولائی ۱۹۵۵ء میں پیش کی گئی تھی۔

[2] ایس۔ پی۔ جی ریویو ۱۹۵۹ء صفحہ ۳۳/۳۴

ہارلین کہتا ہے کہ مشنری کی اصطلاح خدمات کی وسیع ترتیب پر محیط ہے۔ صرف چوتھائی تعداد باقاعدہ منسٹرس Ordained Minsters کی ہوتی ہے۔ جو براہ راست تبلیغی کام میں مصروف رہتے ہیں باقی دوسرے اساتذہ، ڈاکٹر، زرعی ماہرین، ریڈیو، ٹی وی اسپیشلسٹ، سوشل ورکر، بزنس منیجر، ماہرین تعمیرات یا سائنسدانوں کے لباس میں ہوتے ہیں۔[1]

یہ امریکی ماہرین پاکستان میں جہاں جہاں گئے۔ انہوں نے وہاں امریکی ثقافت کو موثر طور پر پھیلایا اور امریکی ثقافت ظاہر ہے کہ عیسائی ثقافت ہے اس کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لیے خود امریکی ٹی وی ریڈیو امریکی جمہوریت سے مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ مشنریوں کی مجاہد جماعتوں کو دنیا کی تمام قوموں میں بھیجا جائے۔ اور لاکھوں ضرورت مندوں کو خدا کی بادشاہت میں داخل کیا جائے۔ کلیسا کی تاریخ میں سب سے عظیم مشن کی مقدس جنگ کی طرح۔[2]

عیسائی دنیا کے ایسے مطالبوں کو عیسائی ارباب حل وعقد فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ چنانچہ دو صد سے زائد امریکی ایجنسیوں نے حال ہی میں مشنریوں کو بھیجا۔ امریکہ میں دو درجن سے زائد باقاعدہ بورڈ ہیں۔ جو بڑے عیسائی فرقوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے گروپ ہیں۔ ان کو مشنریز بھیجنے کا ایک صدی سے زیادہ کا تجربہ ہے۔ ان کے نمائندے تقریباً تمام کرۂ ارض پر جاتے ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں صرف امریکہ کی باقاعدہ مشنریوں کی تعداد ۲۱ ہزار تھی جو دنیا کے مختلف حصوں میں تبلیغی فرائض انجام دے رہے تھے۔[3] پندرہ لاکھ امریکی ایسے تھے جو امریکہ سے باہر کی دنیا میں اپنی ماہرانہ خدمات "میں مصروف تھے۔[4]

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ امریکی عیسائیوں کے علاوہ امریکی یہودی بھی روپیہ بکھیرتے ہیں ۱۹۵۵ء میں ان کی مالی اعانت غیر ملکی امداد میں آٹھ کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر تھی۔[5] (یعنی چھیاسی کروڑ پاکستانی روپیہ) یہ تو صرف ایک ملک کی بات ہے۔ برطانیہ، جرمنی، سویڈن، ناروے، ڈنمارک، فرانس وغیرہ سے بھی ماہرین آتے رہتے ہیں۔ ان حالات میں اگر ایک عیسائی رسالہ یہ خبر شائع کرتا ہے تو یہ حیرت کی کونسی بات ہے کہ پاکستان میں کلیسا کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ۱۹۵۷ء میں آٹھ ہزار مسلمانوں کو بپتسمہ دے کر عیسائی بنایا گیا ہے۔[6] یہ تعداد صرف ایک رومن کیتھولک فرقہ کی ایک سال کی مساعی کا نتیجہ ہے جب کہ پاکستان

---

[1] ہارلین۔ دی آرٹ آف دی اوورسیز مین شپ صفحہ ۵۲

[2] تحقیقاتی رپورٹ۔ عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کے بارے میں بھارت۔ پیراگراف ۲۱

[3] ہارلین۔ دی آرٹ آف اوورسیز مین شپ صفحہ ۱۷ [4] ایضاً صفحہ ۲

[5] ایضاً صفحہ ۵۵ [6] دی پراسپیکٹر اکتوبر ۱۹۵۸ء

میں بیسیوں فرقے، سینکڑوں مشن اور ہزاروں مشنریز تبلیغ عیسائیت میں مصروف ہیں۔

ایک مشہور عیسائی اہل قلم نیل لکھتا ہے کہ بشارت عیسائیت کا کام خاص طور پر لاہور کے شمالی اضلاع گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے درمیانی حصوں میں ہوا۔ جہاں عیسائی آبادی کا تناسب باقی آبادی سے اب بھی ملک کے دوسرے حصوں سے بڑھ کر ہے —— پنجابی عیسائی ملک کے دیگر حصوں میں جہاں ابھی تک تبلیغ عیسائیت پھل پیدا نہیں ہوا جاتے ہیں۔ تعلیم کی وجہ سے ان کی اولادیں درمیانہ طبقہ میں آگئی ہیں۔ اس طرح وہ سوسائٹی کے مختلف طبقوں میں عیسائیت کی گواہی دے رہے ہیں۔

مشترکہ کام کا ایک وسیع لائحہ عمل زیر سرپرستی کرسچین کونسل تیار ہوا۔ یہ کونسل ۱۹۴۹ء میں مغربی پاکستان قائم ہوئی تھی۔ پاکستان میں غیر ملکی مشنریوں کے بارے میں بڑے شکوک و شبہات ہیں۔ جن کی تعداد ہندوپاک کی تقسیم کے وقت سے بڑھ گئی۔ نان ڈی نامی نیشنل سوسائٹیوں نے اپنے کام کو بھارت میں ممنوع دیکھتے ہوئے پاکستان میں اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ مذہبی برادری اور دوستانہ مراسم کے معاہدات کے تحت علاقے تقسیم کر لیے جہاں موثر طور پر بشارت انجیل کا کام نہیں ہوا تھا —— مالی مشکلات کے باوجود پانچ پروٹسٹنٹ اور آٹھ رومن کیتھولک کالج اب بھی ملک کی تعلیمی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں ——

تقسیم ملک کی وجہ سے ملک کے شمالی حصے کے چرچ کے کام میں کچھ خلل نہیں پڑا۔ پاکستان میں بھارت کی طرح غیر ملکی مشنریوں کے داخلہ اور قیام پر کوئی پابندی نہیں۔[1] اس طرح پاکستان انہیں ایسا میدان ملا۔ جہاں دور دراز ممالک سے بھی مثلاً امریکہ، آسٹریلیا، کوریا، ڈنمارک، سویڈن وغیرہ سے چھوٹے بڑے فرقوں کے مشن طالع آزماؤں کی حیثیت سے اتر آئے ہیں۔

مسیحی ممالک میں تبلیغ مسیحیت پر پابندیاں

ہمارا واضح سوال یہ ہے۔ کیا وہ اتنی ہی آزادی سے خود اپنے عیسائی ممالک میں تبلیغ کرتے ہیں؟ کیا کیتھولکوں کو پروٹسٹنٹوں کے ملکوں میں اپنے عقائد کی تشہیر کی اجازت ہے اور کیا پروٹسٹنٹ کیتھولک ممالک میں اپنے مسلک وعقاید کی تبلیغ میں اس طرح آزاد ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ اس خطۂ پاک میں کس ضابطہ اور کس قانون کے تحت اس انداز میں اپنے مذہب وعقیدہ کی تشہیر کا حق استعمال کر رہے ہیں۔ مذہب اور عقیدہ تو ایک آزاد چیز ہوتی ہے جو کسی جبر و خوف یا کسی لالچ اور ترغیب سے ٹھونسا نہیں جاتا

---

[1] نیل۔ دی کنسائز ڈکشنری آف دی ورلڈ کرسچین مشنز۔ صفحہ ۴۶۶، ۴۶۷

اس مرحلہ پر زیادہ بہتر ہوگا اگر اس نقطۂ نظر سے چند عیسائی ممالک کا سرسری جائزہ لیں۔

سویڈن

سویڈن میں ۱۸۰۹ء کے دستور کی دفعہ نمبر ۲ کے تحت بادشاہ ہمیشہ اس خالص انجیلی عقیدہ کا پابند رہے گا جو آگسبرگ کنفیشن میں وضع اور منظور کیا گیا۔ اور اپ سالا سنڈ ۱۵۹۳ء میں قرار پایا۔ بادشاہ کے وزراء کو بھی حسب صراحت دفعہ ۴ خالص انجیلی عقیدہ کا حامل ہونا چاہیے۔ بادشاہ اور وزراء کے علاوہ دوسرے عہدوں کے لیے دیگر عقائد کے عیسائیوں اور یہودیوں کا تقرر کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جو شخص خالص انجیلی عقیدہ نہ رکھتا ہو۔ نہ جج بن سکتا تھا اور نہ دوسرا عہدہ حاصل کر سکتا تھا۔

وہ لوگ اور وہ فرقے جو اسٹیٹ چرچ کے ممبر نہیں ہیں ان کو اجازت نہیں کہ وہ اپنے بچوں کے لیے مدرسے قائم کریں۔ اس کے علاوہ تمام انتظامی، عدالتی، معلمی اور طبی آسامیاں صرف لوتھرن ہم عقیدوں سے پُر کی جاتی تھیں۔ کسی کو لوتھرن عقیدہ سے بدلنے کی کوششیں بھی فوجداری جرم تھا نیز اسٹیٹ کے مذہب کی روگردانی پر عمر بھر کی جلاوطنی کی سزا تھی۔[1]

کولمبیا

کولمبیا میں کیتھولکوں نے غیر کیتھولکوں کی انجیلی سرگرمیوں کو ممنوع قرار دے دیا یعنی کسی دوسرے فرقہ کو اجازت نہیں کہ وہ عوام کو اپنے مذہب کا معتقد بنائے یا اپنے مذہب کی اپنی عبادت گاہوں سے باہر تبلیغ و تشہیر کریں۔[2]

گلور کہتا ہے، "نظری طور پر یہاں مذہبی آزادی ہے لیکن گذشتہ عشرہ میں پروٹسٹنٹوں پر رومن کیتھولکوں نے بڑے مظالم ڈھائے۔ ۱۹۴۸ - ۱۹۵۷ء تک ان کے ۴۶ گرجے اور چیپلیں مکمل طور پر آتش زنی سے یا ڈائنامیٹ سے تباہ کر دیئے گئے۔ متعدد گرجے بند کر دیئے گئے۔ کچھ سرکاری احکام کے تحت اور مالیاتی تشدد کے ذریعہ ۸۹ پروٹسٹنٹ مرد، عورتیں اور بچے اپنے عقیدہ کی وجہ سے مار ڈالے گئے ——— اس کے علاوہ پورے کولمبیا کا دو تہائی علاقہ صرف رومن کیتھولک مشنریز کی عملداری کے لیے کھلا قرار دیا گیا۔ پورے ملک میں پروٹسٹنٹ ریڈیو تک نہیں ہے۔"[3]

---

[1] تحقیقاتی رپورٹ عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کے بارے میں۔ بھارت جزو نمبر ۲ باب اوّل پیراگراف ۴۲-۴۷

[2] نیشنل کرسچین کونسل ریویو مئی ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۴۶

[3] گلور۔ دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز صفحہ ۳۹۲

ناروے

ناروے کا دستور ۱۸۱۴ء کا ہے جس میں وقتاً فوقتاً ترمیمات ہوتی رہتی ہیں۔ دستور کی دفعہ ۲ میں ہے کہ لوتھرن ایونجیلیکل مذہب ہی رعایا کا مذہب ہوگا۔ جو باشندے اس مذہب کو مانتے ہیں وہی اپنے بچوں کو اس کی تعلیم کے لیے اسکولوں میں داخل کر سکیں گے۔ یسوعی فرقہ کے بچوں کو داخلہ نہیں ملے گا ——— ناروے کی تعلیمی پالیسی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ لڑکے عیسائی تعلیم حاصل کریں۔ اس لیے مذہبی تعلیم تمام ابتدائی، ثانوی اور نارمل اسکولوں میں ضروری ہے بجز ان والدین کے جنہوں نے اسٹیٹ چرچ چھوڑ دینے کا اعلان کیا ہو غیر کنفرسٹ (انجیلیکن چرچ کے پیروکار) اسکولوں کو کوئی حکومتی امداد نہیں ملتی۔[1]

ارجنٹائن، پیراگوئے

رومن کیتھولک فرقہ کا ان ملکوں پر تسلط ہے۔ اس کی برتری یوں ثابت ہے کہ ارجنٹائن اور پیراگوئے کے دستور میں واشگاف طور پر تحریر کیا گیا ہے کہ صدر اور نائب صدر کے عہدوں کے لیے امیدوار کو رومن کیتھولک مذہب کا حامل ہونا چاہیے۔[2]

کیتھولکوں کا جنوبی امریکہ کے جن ممالک پر غلبہ و تسلط ہے۔ وہ پروٹسٹنٹ مشنریوں کو اپنے ملک میں داخلہ کی اجازت نہیں دیتے۔ انہیں ویزا تک نہیں ملتا۔[3]

اسرائیل

اور تو اور خود عیسائیوں کے اپنی پیدا کردہ مملکت اسرائیل میں بھی اُن پر بڑی شدید پابندیاں عائد ہیں بلکہ ایک اسرائیلی انجمن تو مشنریوں کو ملک بدر تک کر دیتی ہے۔ گلور کہتا ہے۔ "اسرائیلی دستور گو مذہبی آزادی عطا کرتا ہے۔ لیکن عملاً یہاں مذہبی آزادی مفقود ہے۔ اسرائیل میں قدیم کلیسائیں، رومن کیتھولک اور یونانی آرتھوڈکس تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اور اس قابل ہیں کہ اپنے ممبروں کی شادیاں کریں لیکن دوسرے کلیساؤں کو شادی کی رسومات یا کنیسہ (سائنیگاگ) میں کرنی پڑتی ہیں۔ یا ملک سے باہر۔ انجیلیکن برادری کو کوئی بھی اسرائیل میں تسلیم نہیں کرتا ——— اسرائیل میں ایک لیگ بھی ہے۔ جس کا مقصد مشنری کاموں میں ہر ممکنہ

---

[1] تحقیقاتی رپورٹ عیسائی مشنری سرگرمیوں کے بارے میں۔ بھارت جزو نمبر ۳ باب اوّل پیراگراف ۴۸

[2] انٹرنیشنل ریویو آف مشنز۔ اپریل ۱۹۶۰ء مقالہ "دی نیگل ......"

[3] ہیرالڈ لینڈسل، مشنری پرنسپلز اینڈ پریکٹس صفحہ ۱۲۷

طریقہ سے رکاوٹ اور خلل ڈالنا ہے اور تمام مشنریوں کو ملک سے باہر نکالنا ہے۔

پاکستان میں عیسائیوں کو آزادی

خود عیسائی ممالک میں مختلف عقائد والے عیسائیوں پر پابندیوں اور اسرائیل میں سخت بندشوں کی اس جھلک کے بعد جب ہم پاکستان میں عیسائیوں کی حالت دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں عیسائی ہر شعبہ زندگی میں ہر طرح سے آزاد ہیں۔ ان پر کسی قسم کی کوئی تحدید اور بندش نہیں۔ سرکاری اور نجی ملازمتوں میں عیسائیوں کا پورا پورا عمل دخل ہے۔ وہ وزارت کے عہدے تک فائز ہو سکتے ہیں۔ تجارت میں مکمل طور پر آزاد ہیں۔ تعلیمی اداروں کا ایک وسیع جال انہوں نے ملک کے طول و عرض میں بلا روک ٹوک پھیلا رکھا ہے۔ ان کے شفاخانے، زچہ خانے اور دوسرے ادارے چھوٹے قصبات سے لے کر شہروں تک میں قائم ہیں۔

اپنے عقائد کا پرچار وہ کھلے بندوں عام بازاروں اور گلیوں میں کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے دروازوں پر دستک دے کر ان کو مسیحیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ مذہبی جلسے و جلوس نکالتے ہیں۔ بڑی کثرت سے اپنے لٹریچر کی اشاعت کرتے ہیں۔ میلوں اور نمائشوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ الغرض عیسائیوں پر مسلمان کی طرف سے یا حکومت کی جانب سے کوئی پابندی نہیں۔ اس کا اعتراف خود اکثر عیسائی حضرات اور ان کے مشنری کرتے ہیں۔ ایک پاکستانی عیسائی انتھونی ڈی سوزا پاکستانی عیسائیوں کی آزادی کے بارے میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے۔ اس نے ہر شعبہ زندگی کے تعلق سے عیسائیوں کی آزادی کا ذکر ان واضح الفاظ میں کیا ہے ...

مذہبی آزادی

خاص طور سے کیتھولک عیسائیوں کے لئے ایک مسرت بخش چیز یہ ہے کہ مذہبی جلوسوں اور عبادتوں میں شبیہوں (امیجس) کے استعمال میں رواداری کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ شبیہ کا استعمال اسلامی نظریات سے بالکل متضاد ہے۔ اور یہ کیتھولکوں میں عبادت کا ایک جزو لاینفک ہے۔ پاکستان مذہبی آزادی کا قابل ذکر مظاہرہ کرتا ہے۔ اور ان بتوں کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں لگاتا[1]

تجارت میں عیسائیوں کا مقام

انتھونی ڈی سوزا پاکستان میں تعلیم اور طب کے میدان میں عیسائیوں کی سرگرمیوں اور آزادی کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے۔ کہ عیسائی تاجر کا ملک کی تجارت میں اہم کردار ہے

[1] مائینریٹیز ان پاکستان۔ مقالہ کرسچین ان پاکستان صفحہ ۳۳

وہ پورے ملک میں تجارتی زندگی کے ہر شعبہ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے آج کل ہر اچھے تجارتی ادارہ میں عیسائی مرد و عورتوں کو انتظامیہ کے عہدوں پر دیکھا جاتا ہے۔ یہ عیسائی بہترین صلاحیت اور انتھک لگن سے کام کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ ایک اچھی چیز ہے۔ ہر شہر اور قصبہ میں تجارتی اسکول ہیں جو تجربہ کار عیسائی چلاتے ہیں۔

انجینئرنگ میں عیسائی

یہی عیسائی لکھتا ہے اب بھی ماضی کی طرح بہت زیادہ اعتماد کے ساتھ پاکستانی ریلوے نے عیسائیوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ بہت سے نوجوان عیسائی انجینئرنگ کے مختلف میدانوں میں کام کر رہے ہیں۔

کسٹم و انکم ٹیکس

عیسائی مرد اور عورت عاملہ کی حیثیت سے کسٹم اور انکم ٹیکس کے محکموں میں کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح میونسپل دفاتر میں بھی۔

عدالتی شعبہ میں

انتھونی ڈی سوزا لکھتا ہے کہ جوڈیشل میدان میں بھی عیسائیوں نے اہم مقام حاصل کیا ہے آج پاکستان میں ہم بہترین مثال اعلیٰ عدالتی شخصیتوں کی دیتے ہیں۔ مثلاً مسٹر جسٹس کارنسٹائن اور مسٹر جسٹس ڈوبرا۔ اسی طرح عیسائی وکلا اور ایڈووکیٹ بھی ہر عدالت اور ہر شہر میں پائے جاتے ہیں۔

عام زندگی میں

عیسائیوں کا معیار زندگی متوقعاً بڑھا ہوا ہے بہت سے خاندان بہترین گھروں میں رہتے ہیں اپنی کاریں دوڑاتے ہیں۔ ان کے اپنے کلب ہیں۔ یہ سوشل لوگ ہیں جو ایک دوسرے سے ملنا جلنا پسند کرتے ہیں۔ موسیقی اور رقص کے مزوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کے گھر گلشن کے ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں۔ کچھ نہیں تو کم از کم ان کے صاف ستھرے صحن میں کوئی چھوٹا موٹا درخت ضرور ہوتا ہے۔ عیسائی بہترین لباس استعمال کرتے ہیں۔ اتوار کی عبادت کے لیے انہیں مختلف گروہوں میں جاتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔

عیسائی بہترین کھلاڑی بھی ہے۔ لڑکے لڑکیاں ہر قسم کے کھیلوں میں حصہ لیتی ہیں۔ ہر جگہ ان کے بہترین کلب مشترکہ گروہوں کا ایک حصہ ہیں۔

[1] مائینارٹیز ان پاکستان۔ مقالہ کرسچین ان پاکستان صفحہ ۴۱-۴۲

یہ ایک عیسائی کی اپنی تحریر کا خلاصہ ہے۔ اندازہ کیجیے پاکستان کے لوگ کتنی فراخ دلی اور وسعت قلبی کے ساتھ اس اقلیتی فرقہ کا خیال رکھتے ہیں۔

آزادی کا صلہ

خود عیسائی ممالک میں عیسائیوں پر مختلف پابندیاں ہیں لیکن پاکستان جیسی نظریاتی مملکت میں انہیں اس حد تک آزادی ہے کہ کوئی عیسائی اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مسلمانوں کی اس رواداری اور فراخدلی کا جواب عیسائیوں کی طرف سے بھی فراخدلانہ ملنا چاہیئے تھا۔ مگر مسلمانوں کے اس حسن سلوک اور رواداری کے جواب میں اگر عیسائی ان کے معتقدات پر حملے کرے۔ ان کی برگزیدہ شخصیتوں کا مذاق اڑائے اور ان پر رکیک اور گھناؤنے الزام لگائے۔ ان کے مسلّم عقاید کی تضحیک کرے۔ ان کے خلاف کتابیں اور لٹریچر شائع کرے۔ اور یہ لٹریچر نہایت کم داموں پر لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچائے۔ ان کی کم علمی اور مجبوریوں سے نفع حاصل کرے۔ ان کی غربت سے فائدہ اٹھائے تو کیا ان تمام حرکات کے مرتکب کو انسانیت کا خادم سمجھا جائے گا؟

بیرونی مشنوں کیخلاف مقامی عیسائیوں کا احتجاج

پاکستان میں یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ اور مسلمان بڑی رواداری سے اسے برداشت کرتے رہے۔ انہوں نے ان کی سرگرمیوں پر کچھ گرفت نہ کی۔ لیکن جب مقامی عیسائیوں کو غیر ملکی عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں اپنے مفاد سے ٹکراتی نظر آئیں۔ تو وہ فوراً اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے میدان میں نکل آئے۔ اور پرزور احتجاج شروع کر دیئے۔ امریکہ، برطانیہ اور پوپ پال سے اپیلیں کیں کہ ان مشنریوں کو پاکستان سے فوراً واپس بلایا جائے۔ اس موضوع کی خبریں ملک کے تمام اخباروں میں شائع ہوئیں۔ ڈان کراچی کی اشاعت ۱۴ جولائی ۱۹۷۰ء کی یہ خبر ملاحظہ ہو۔

"لاہور ۱۳ جولائی جیمس صوبے خان پریذیڈنٹ آف پاکستان کرسچین لیگ نے دنیا کے غیر ملکی مشنریوں کے لیڈروں پوپ پال، آرچ بشپ آف کنٹربری (انگلینڈ) اور چرچ ورلڈ سروس نیویارک سے اپیل کی ہے کہ پاکستان کے غیر ملکی مشنریوں کو فوراً واپس بلا لیا جائے جو اپنی قابل اعتراض حرکات سے پاکستانی عیسائیوں کے مفادات کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔"[1]

---

[1] ڈان۔ کراچی ۱۴ جولائی ۱۹۷۰ء

ایسا ہی ایک اور مطالبہ ڈان کراچی کی اشاعت ۲۰ جولائی ۱۹۷۰ء میں چھپا جس میں محب وطن پاکستانی عیسائیوں اور دیگر عوام کو غیر ملکی مشنریوں کی پاکستان دشمن سرگرمیوں سے متنبہ کیا گیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کی پرانی پالیسی چیک کی جانی چاہیئے۔ جیمس صوبے خان نے پاکستانی عیسائیوں کو نصیحت کی کہ ملک کو ان غیر ملکی مشنریوں سے پاک کریں جو رات دن پاکستان میں عیسائیت کو خراب و ابتر کرنے میں اپنی خود غرضانہ خواہش رکھتے ہیں۔[1]

ان مسلسل تنبیہوں کے بعد بھی جب یہ مشنریاں اپنی مذموم حرکات سے باز نہ آئے تو جیمس صوبے خان پریذیڈنٹ آف پاکستان کرسچین لیگ نے خود حکومت پاکستان سے اپیل کی۔ یہ اپیل بھی ملک کے تمام جرائد میں شائع ہوئی۔ ڈان کراچی اشاعت ۷ فروری ۱۹۷۱ء کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"جیمس صوبے خان نے حکومت سے کہا کہ غیر ملکی مشنریوں کو فوراً ملک سے نکال دیا جائے اور ان کے ایجنٹوں کے پاسپورٹ ضبط کر لیے جائیں۔ کرسچین یوتھ فورس کے جلسہ صدارت کرتے ہوئے گذشتہ رات انہوں نے کہا کہ اگر وہ جائداد کی فروخت سے باز نہ آئے تو ان کا گھیراؤ کیا جائے گا۔"[2]

---

[1] ڈان کراچی ۲۰ جولائی ۱۹۷۰ء

[2] ایضاً ۷ فروری ۱۹۷۱ء

مسیحی تعلیمی و رفاہی

اداروں کے مقاصد

(۳)

سوال یہ ہے کہ پاکستان جیسی نظریاتی مملکت میں عیسائیت کو اتنا فروغ کیسے کر حاصل ہوا؟ اس کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں؟ کیا یہ تمام تر فروغ صرف عیسائی مشنریوں کی اپنی کوششیں اور غیر ملکی حکومتوں کی سرپرستی کی وجہ سے ہوا؟ یا پاکستانی مسلمانوں نے بھی دانستہ یا نادانستہ اس کی ترقی و فروغ میں حصہ لیا؟ یہ سوال جتنا اہم ہے اتنا ہی سنجیدہ بھی ہے۔ ضرورت ہے کہ ایک متوازن اور غیر جانب دارانہ اندازِ فکر کے ساتھ حقائق اور واقعات کی روشنی میں اس سوال کا جواب ڈھونڈا جائے تاکہ ہم صحیح نتیجہ تک پہنچ سکیں۔

اس موضوع پر آگے بڑھنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ پہلے یہ تعین کر لیا جائے کہ عیسائی اداروں کے قیام کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

۱۔ کیا عیسائی ادارے صرف انسانیت کی خدمت کے لیے کام کرتے ہیں؟

(یا) عیسائی اداروں کا بنیادی مقصد تبلیغ عیسائیت ہوتا ہے؟ اور انسانیت کی خدمت کا دعویٰ اس مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہوتا ہے؟

۲۔ تبدیلی مذہب (کنورشن) کا مطلب عیسائی مذہب کو باقاعدہ قبول کرنا ہوتا ہے؟

(یا) مغربی تہذیب و ثقافت کو اپنانا۔

ان تمام سوالوں کے جواب کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ یہ زیادہ بہتر ہے کہ خود عیسائیوں کی اپنی کتابوں اور تحریروں سے ان کا جواب حاصل کیا جائے جس سے واضح ہوگا کہ ان تمام اداروں کے قیام کا اصلی اور بنیادی مقصد کیا ہے۔

نیل لکھتا ہے کہ غیر عیسائیوں میں انجیل کی تبلیغ ہر عیسائی مشن کا بنیادی مقصد ہے اور حصولِ مقصد کے لیے یہ ذرائع استعمال ہوتے ہیں ——— تعلیم ہر سطح کی، طبی کام، گونگے، بہروں اور اندھوں کے مدارس، یتیم خانے، لٹریچر، تقسیم کتب و رسائل، کارسپانڈنس کورس، کم ترقی یافتہ زمانہ میں

جادو کی لالٹین، سینما، ریڈیو، زرعی و صنعتی مراکز[1]

نیل بالکل صاف صاف لکھتا ہے کہ ہر عیسائی مشن کا بنیادی مقصد صرف تبلیغ انجیل ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے وہ جو ذرائع استعمال کرتے ہیں وہ بظاہر سب ہی انسانیت کی خدمت کے نام سے ہوتے ہیں۔

ہیرالڈ لینڈسل اور زیادہ واضح لفظوں میں بیان کرتا ہے۔ لوگوں تک انجیل کی تعلیمات پہنچانے کا دوسرا ذریعہ تعلیم ہے۔ اور تعلیمی مشنز تبلیغ عیسائیت سے مرکب اور مربوط ہیں[2]۔ نیز یہ کہ تعلیم کا مقصد اور اس کا ماحصل تبلیغ انجیل ہونا چاہیئے۔ اگر تعلیم عیسائیت کی تبلیغ نہیں کر سکتی۔ تو تعلیم کا مشنری پروگرام میں کوئی مقام نہیں۔ اس کو موقوف و برخاست کر دینا چاہیئے۔ سماجی اور رفاہی کاموں کے بارے میں اس کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔ مشنز ایک سوشل سروس انٹرپرائز نہیں ہیں۔ البتہ چرچ رفاہی کاموں سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسی خدمات انجام دینے اور ادارے چلانے کے لیے جو بڑی مہم (میجر انٹرپرائز) سے غیر متعلق ہو نہ وقت، نہ پیسہ اور نہ ہی افرادی قوت دستیاب ہو سکتی ہے۔ بڑی مہم یہ ہے کہ ہر مخلوق کو انجیل کی تبلیغ کی جائے اور مردوں اور عورتوں کا مذہب تبدیل کیا جائے[3]۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی خدمات اور ادارے جو ہر مخلوق کو انجیل پہنچا کر تبدیلی مذہب نہ کر سکے۔ ان کے لیے وقت پیسہ اور افرادی قوت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہی عیسائی لکھتا ہے کہ ہمیشہ اور ہر وقت اسکولوں کی فضا اور رنگ و روپ مسیحی ہونا چاہیئے[4]۔

اس وضاحت اور تشریح کے بعد ضرورت باقی نہیں رہتی کہ عیسائی اداروں کے متعلق حسنِ ظن رکھا جائے۔ کسی غیر ضروری عقیدت اور ذہنی مرعوبیت سے یہ سمجھا جائے کہ یہ صرف انسانی خدمت کے جذبہ کے تحت ہی قائم کیے جاتے ہیں۔

سابق لیوپولڈ و بہ حال علامہ محمد اسد نے گہرے مطالعہ کے بعد یہ رائے قائم کی ہے۔ مغربی تعلیم کا انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام مسلمان نوجوانوں کی نگاہ میں اجنبی بن جائے۔ یعنی ان

---

[1] نیل۔ دی کنسائز ڈکشنری آف دی ورلڈ کرسچین مشنز۔ صفحہ ۴۸۱

[2] ہیرالڈ لینڈسل۔ مشنری۔ پرنسپلز اینڈ پریکٹس صفحہ ۲۰۵

[3] ایضاً صفحہ ۲۱۵ [4] ایضاً صفحہ ۲۱۷

[5] اسد ایم۔ دی کراس روڈ صفحہ ۸۴

اداروں کی تعلیم کا مقصد نہ صرف عیسائیت کی تبلیغ ہے کہ مسلمان کو مسلمان نہ رہنے دیا جائے بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مذہب کو مشکوک نظروں سے دیکھے۔

ہنٹر بڑی تفصیل کے ساتھ لکھتا ہے کہ ہمارا طریقہ تعلیم ——— مسلمانوں کے مذہب کی تحقیر کرتا ہے[1]۔

نیل کہتا ہے کہ عیسائی اسکولوں نے پوری دنیا میں بائبل کو انگلش یا مقامی زبانوں میں سکھایا[2]۔

فرانسیس سومر وایل " انگریزی اسکولوں میں عیسائی تعلیم " کے تحت لکھتا ہے ——— مذہبی عبادت اور تعلیمات انگلش تعلیم کا جزو لاینفک ہے[3]۔

گلور کہتا ہے کہ تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں تبلیغ انجیل کا بہترین ذریعہ تعلیم ہے[4]۔

اگر یہ ادارے صرف انسانیت کی خدمت کے لیے ہوتے۔ بیماریوں کو دور کرنا اور جہالت ختم کرنا ان کا مقصد ہوتا یا سماجی تعلقات کو فروغ دینا ان کا مطمع نظر ہوتا تو یہ شرط کبھی عائد نہ کی جاتی کہ انجیل نہ سننے والوں کو دعاؤں سے محروم کر دیا جائے۔ ملاحظہ فرمایئے۔" اگر افراد یا قوم ظاہر کرتی ہے کہ وہ دوا تو چاہتی ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ انجیل کی تبلیغ نہ کی جائے تو چرچ کو جواب دینا چاہیئے کہ اگر انجیل کی تبلیغ نہیں تو دوا بھی نہیں[5]"

مغربی تہذیبی یلغار

اب آیئے اس سوال کا جواب بھی عیسائیوں سے حاصل کیا جائے کہ تبدیلیٔ مذہب کا کیا مطلب ہے؟ نیل بیان کرتا ہے۔" عیسائی عقیدہ اور مغربی ثقافت دونوں یکساں ہیں اور نو مذہب (کنورٹ) کو جہاں تک ممکن ہو مغرب زدہ زیور بھی اپنانا ہے[6]۔"

مطلب بالکل ظاہر ہے کہ عیسائی عقیدہ اور مغربی ثقافت میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں ایک

---

[1] ہندوستانی مسلمان صفحہ ۲۵۶۔ ڈاکٹر ہنٹر

[2] دی کنسائز ڈکشنری آف دی ورلڈ کرسچین مشنز صفحہ ۷۰۵۔ نیل۔

[3] کرائسٹ دی کنگ صفحہ ۱۱۳۔ فرانسیس سومروائل

[4] دی پروگریس آف دی ورلڈ وائیڈ مشنز۔ صفحہ ۹۰۔ گلور

[5] مشنری پرنسپلز اینڈ پریکٹس صفحہ ۲۲۸۔ ہیرالڈ لینڈسل

[6] دی کنسائز ڈکشنری آف دی کرسچین ورلڈ مشنز صفحہ ۳۸۱۔ نیل

ہی ہیں۔ جو قوم جتنی زیادہ مغربی ثقافت و تہذیب کو اپنائے گی اور جتنی زیادہ اس رنگ میں ڈوب جائیگی اتنی ہی وہ نو مذہب (کنورٹ) متصور ہوگی۔ کیوں کہ عیسائی عقیدہ اور مغربی ثقافت ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ رہا یہ سوال کہ مغربی ثقافت کیا ہے؟ اور کیا یہ ثقافت مکمل طور پر عیسائی عقاید کی مظہر ہے؟ خود عیسائی اعتراف کرتے ہیں کہ مغربی ثقافت ایک ملغوبہ ہے جو مختلف روایتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ ہیرالڈ لینڈسل کہتا ہے۔

" مغربی ثقافت ایک حاصل ہے جو اپنی جڑیں عبرانی، رومی، یونانی، عیسائی روایات میں رکھتا ہے۔ اس کلچر کے کچھ اجزا نمایاں طور پر عیسائی ہیں کچھ اجزا ذیلی عیسائی اور کچھ اجزا خالص بت پرستانہ ہیں۔" گویا مغربی ثقافت جس قوم میں بھی اثر و نفوذ کر جائے اس قوم میں نہ صرف عبرانی، رومی، یونانی بلکہ خالص بت پرستی کے اثرات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

مغربی تہذیب کا سرچشمہ

پچھلے صفحات پر " نئے دین کا نیا انداز " میں لکھا جا چکا ہے کہ رومی، یونانی تہذیب کے جانشین تھے اور رومیوں کا اپنے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک تھا کہ اُن کے مجسموں پر غصہ میں آکر سنگ باری تک کیا کرتے تھے ——— عیسائیت اسی ماحول میں پروان چڑھی۔ اور جب وہ اپنی اس شکل میں سمندر پار یورپ میں داخل ہوئی۔ وہاں بھی اسے یونان کی بت پرستانہ مادی تہذیب کی وارث رومن قوم سے واسطہ پڑا۔ رفتہ رفتہ چرچ نے اپنے مادی مفادات کے لیے یورپ کے امراء و سلاطین کے مدمقابل اپنی قوت و طاقت کو بڑھانا شروع کیا۔ اور پھر اتنا طاقتور ہو گیا کہ بادشاہوں تک کو دائرہ مذہب سے خارج کرنے لگا۔ حکومت و کلیسا کی باہمی جنگ و جدال شروع ہو گئی۔ اس آویزش اور ظلم و استبداد کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ نہ صرف کلیسا کے کارکنوں کے بلکہ مذہب سے متنفر ہو گئے ——— اسی زمانہ میں یورپ کے کونے کونے سے ایسے ادیب اور مصنف، مصلح و معلم اٹھ کھڑے ہوئے جنھوں نے مادیت کا نہایت سرگرمی سے پرچار کیا۔ اور تمام ملک میں عقلیت اور مادہ پرستی کے بیج بوئے ——— اخلاق کی مادی تشریح، فلسفہ افادیت کی تشہیر اور لذتیت کی ترویج اسی زمانہ سے شروع ہوئی

اسی پس منظر میں انیسویں اور بیسویں صدیاں آئیں تو یورپ مکمل طور پر مادیت کے سامنے سرنگوں ہو چکا تھا۔ اس کے دل اور روح پر صرف مادہ پرستی کی حکومت قائم ہو گئی۔ مادہ پرستی کی یہ روح یورپ کے تمام اخلاقی اور مذہبی اجتماعات میں جاری و ساری ہو گئی۔ اور مغربی تہذیب مکمل طور پر مادی بنیادوں پر تعمیر ہو گئی۔ وہ ہر مسئلہ کو پیٹ اور جیب کے نقطہ نظر سے دیکھنے لگی۔

یہ تہذیب جدید مغربی انسان کی سرکردگی میں جس میں جگہ پہنچی وہاں بھی یہی انداز فکر قائم ہوتا چلا گیا۔ اور مغربی انسان کبھی حکومت اور کبھی مذہب کے ذریعہ اسی تہذیب کو قائم کرنے کی ہمہ تن کوششیں کرنے لگا ——— عیسائی مشنریز کا بھی یہی لائحہ عمل ہے۔

اس تمام بحث کا ماحصل یہ ہے کہ عیسائی ادارے صرف عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ہوتے ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد انجیل کی اشاعت ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ لوگوں کو ان کے ملی رسم و رواج، مذہبی عقاید و خیالات اور ثقافت و روایات سے برگشتہ کرتے ہیں۔ اور ایسی ثقافت و تہذیب میں رنگنے کی خاموش جدوجہد کرتے ہیں جو عجیب و غریب اجزاء سے مرکب ہے۔ ان اداروں کا بنیادی مقصد دوسروں کی تخریب ثقافت (سب ورشن آف کلچر) تخریب اخلاق (سب ورشن آف موریلٹی) اور آخر میں مکمل ارتداد (کنورشن) ہوتا ہے۔

مشنریوں کے بنیادی ادارے

مسیحیت کے پرچار کے لیے عام طور پر ان اداروں سے کام لیا جاتا ہے:

(۱) مالی یا معاشیاتی (۲) تعلیمی (۳) تبلیغی یا بشارتی (۴) طبی (۵) خدمتی و عمومی

(الف) مالی یا معاشیاتی کے ذیلی ادارے:

(۱) زرعی اراضی فارم وغیرہ (۲) کواپریٹو سوسائیٹیز (۳) طباعت خانے اور پریس (۴) تقسیم لٹریچر کے مراکز (۵) متفرق صنعتیں

(ب) تعلیم کے تحت ذیلی ادارے:

(۱) کالجز (۲) ہائی اسکولز (۳) مڈل اسکولز (۴) پرائمری اسکولز (۵) ٹیچرس ٹریننگ ادارے (۶) انڈسٹریل اسکولز (۷) ہوم سائنس اسکولز (۸) ورک ہومز

(ج) بشارتی یا تبلیغی زمرہ کے ادارے: (۱) مذہبی کالج یا سیمنریز (۲) چوپانی یا بشارتی کارکن ٹریننگ ادارے (۳) بائبل خط و کتابت کورس (۴) عیسائی ہاسٹلز (۵) گرجا گھر، پیرش، مشن مرکز

(د) طب یا میڈیکل کے تحت ذیلی ادارے: (۱) ہسپتال (۲) زچہ خانے (۳) ڈسپنسریاں (۴) کوڑھیوں کے ادارے (۵) ٹی بی سینے ٹوریم

(ہ) خدمتی و عمومی شعبوں کے ذیلی ادارے: ——— (۱) اندھوں، گونگوں، بہروں کے مرکز (۲) ویمن ہوم (۳) نومسیحوں کے گھر (۴) یتیم خانے (۵) سماجی بہبود کے ادارے (۶) مشنریوں کے آرام گھر (۷) بوڑھوں کے آرام گھر (۸) بچوں کے گھر (۹) معذوروں کے گھر۔

فروغِ عیسائیت کے اسباب

(۴)

۱۔ عیسائیوں کی اپنی کاوشیں

عیسائی ادارے پاکستان کے قیام سے قبل بھی (گو ان کی تعداد قلیل تھی) ان علاقوں میں جہاں اب پاکستان قائم ہے۔ انسانیت کی خدمت میں مصروف تھے۔ تعلیم کے ذریعہ جہالت اور کم علمی دور کر رہے تھے۔ پس ماندہ قوم کا معیار بلند کر رہے تھے۔ اسپتالوں کے ذریعہ مریضوں کی جسمانی و روحانی بیماریوں کا علاج کر رہے تھے۔ نا انصافی ہوگی اگر ان کی تعلیمی اور طبی خدمات کو نہ سراہا جائے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان خدمات کا معاوضہ وہ عیسائی آبادی میں اضافہ سے حاصل کر رہے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد عیسائی مشنریز پورے ساز و سامان کے ساتھ مہاجروں اور شرناتھیوں کے ہمدردی کے جذبہ کے نام پر حرکت میں آگئے۔ کرسچین ریلیف کمیٹی قائم کر دی گئی۔

علاوہ ازیں مقامی عیسائیوں کے روزگار کے تعلق سے بھی بین الاقوامی عیسائی ادارے پاکستان میں صنعتیں اور کارخانے قائم کرنے لگے۔ ڈاکٹر برش ایچ شینڈر نے پولٹری فارم کے علاوہ اور صنعتوں کے قیام کی تجویز پیش کی۔[۱] ڈاکٹر کریس دی ینگ نے اسکولوں کا سلسلہ شروع کیا۔ مغربی پاکستان کی کرسچین کونسل نے تبلیغ عیسائیت کے لیے خصوصی محنت کی۔ لٹریچر تیار کیا۔ اور گاؤں گاؤں گرجے قائم کیے۔ اس صورت حال نے خوابیدہ عیسائیوں کو بشارت کے کام کے لیے بیدار کیا اور مسلمانوں میں تبلیغ عیسائیت کی مہم کو تیز تر کیا۔[۲]

---

[۱] غیر مطبوعہ رپورٹ ڈاکٹر برش ایچ شینڈر، جو اس نے اسٹیٹ کالج واشنگٹن کی جانب سے پاکستان میں بھیجی گئی ٹیم کے سربراہ کی حیثیت سے لکھی تھی۔

[۲] دی پروگریس آف ورلڈ وائڈ مشنز صفحہ ۹۳

مشنریوں کی محنت

عیسائی مشنریاں جو غیر ممالک سے یہاں آتے ہیں۔ پہلے انہیں مقامی ماحول، اخلاق و اطوار، زبان اور کلچر کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے وہ یورپ و امریکہ کی پُر تکلف اور آسائش کی زندگی چھوڑ کر یہاں دور دراز کے ایسے علاقوں تک جاتے ہیں جہاں کوئی سہولت نہیں ہوتی اور ایک خاص لگن کے ساتھ کام کرتے ہیں انہیں اپنے ہیڈ کوارٹر کو بھی رپورٹ دینی ہوتی ہے۔ اور ان سے روپیہ پیسہ اور افراد کی شکل میں مزید امداد حاصل کرنا ہوتی ہے۔ بعض دفعہ انہیں ایک چھوٹے سے مکان میں دیجو کیچڑ آلود بھی ہوتا ہے، ٹھہرنا پڑتا ہے اگر ان دیہات میں بسیں نہ جاتی ہوں تو انہیں دن بھر میں ۲۲، ۲۳ میل تک پیدل چلنا پڑتا ہے۔[1]

میں نے خود ایک مشنری کو دیکھا وہ اسکاٹ لینڈ کا رہنے والا اور ریٹائرڈ میجر تھا۔ پاؤں میں مشکل سے روپیہ بارہ آنے والی چپل پہنے اور پیٹھ پر سامان کا بیگ لادے پیدل ایک ایسے گاؤں کی طرف جا رہا تھا جو قصبہ سے ۱۲ میل دور تھا۔ وہاں وہ پسماندہ لوگوں میں کام کرتا تھا۔

ایک جرمن مشنری عورت آزاد کشمیر میں کوڑھیوں کا سروے کرنے گئی تو وہاں کے دشوار گزار اور پُر پیچ راستوں میں دو دفعہ گری۔ اُسے چوٹیں بھی آئیں۔ مگر وہ اٹھ کر پھر چلنے لگی۔ اور اس کے چہرے پر ناگواری کے کوئی اثرات ظاہر نہ ہوئے۔

تنخواہوں میں رضاکارانہ کمی

کراچی میں منگھو پیر کے کوڑھیوں کے ہسپتال میں کام کرنے والے دو غیر ملکی مشنریوں نے کہا کہ ہمیں صرف دو وقت کی روٹی درکار ہے اس سے زیادہ کچھ اور نہیں چاہیئے۔ بس اسی پر کام کرنے کو تیار ہیں۔

ایک مشنری امریکہ میں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ تھا۔ اور اس کی بیوی سیکرٹری تھی۔ یہ دونوں کراچی میں ایک مشن کی فعال شخصیتیں ہیں۔ یہاں بقول ان کے انہیں تمام ضرورتوں کے علاوہ، صرف ٭ روپے ملتے ہیں۔ مشنری خاتون خود گھر میں جھاڑو دیتی ہے۔ کپڑے دھوتی ہے۔ کھانا پکاتی ہے۔ اس کے باوجود ۵۰ گھنٹے انہیں لازمی طور پر عیسائیت کی تبلیغ کا کام کرنا ہوتا ہے۔ اپنی مقررہ تنخواہیں بھی اکثر مشنری وصول نہیں کرتے۔ گو تنخواہوں کے رجسٹر پر وہ وصول یابی کے دستخط کرتے ہیں۔ لیکن وہ پوری تنخواہ یا اس کا بڑا جزو عطیہ کے طور پر پھر اسی اسپتال، سکول یا کالج کو واپس کر دیتے ہیں۔[2] رہائش کھانا اور سواری

---

[1] ایس۔پی۔جی ریویو ۱۹۵۹ء صفحہ ۱۹

[2] سالانہ رپورٹ سی۔ایس۔ایس ۔۶۰-۱۹۶۷ء صفحہ ۳۸

انہیں انتظامیہ سے مفت مل جاتی ہے۔ اسی پر وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور مہارت کو بروئے کار لا کر عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں بعض مبلغین اپنی ضروریات لوگوں پر ظاہر تک نہیں کرتے۔ صرف "لارڈ" سے مانگتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا لارڈ دیکھ رہا ہے ہم اسی سے مدد لیں گے۔[3]

عوام میں تبلیغ

۱۔ بعض مشنری مرد و عورت مسلمانوں کے محلّوں میں، گلی بازاروں میں، گھروں اور دفتروں میں جاتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں میں کتابوں کے بنڈل اٹھائے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو جمع کرتے ہیں۔ اور انہیں عیسائیت کا سبق دیتے ہیں۔ موقع محل کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ نفسیاتی حربے استعمال کرتے ہیں۔ اکثر اوقات اس لٹریچر کو قیمتاً فروخت کرتے ہیں۔ کراچی میں یہوواہ وٹنس، سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ اور سالویشن آرمی کے متعلق عام طور پر یہی مشاہدہ ہے۔

۲۔ سالویشن آرمی دکھتی فوج والے بھی گلی کوچوں اور محلوں، بازاروں میں گشت کرتے ہیں۔ ڈھول تاشہ بجا کر مجمع اکٹھا کرتے ہیں۔ مشنری عورتیں اور مرد سُر تال کے ساتھ تبلیغی گیت گاتے ہیں۔ اور مجمع کو بائبل کا درس اور مسیحیت کا پیغام پہنچاتے ہیں۔[4]

۳۔ مشنری عورتیں عام طور پر جس وقت مرد اپنے گھروں پر نہیں ہوتے، غریب آبادیوں میں جا کر دیہاتی عورتوں کے درمیان بیٹھ جاتی ہیں، ان کے مسائل معلوم کرتی ہیں، ان کو تحفے تحائف بھی دیتی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے گھریلو کام میں بھی ہاتھ بٹاتی ہیں، گندے اور میلے کچیلے بچوں کو اٹھا کر پیار کرتی ہیں، انہیں نہلاتی دھلاتی اور صاف کرتی ہیں۔ اسی دوران ان کی ماؤں کو تھوڑی بہت تربیت بھی دیتی ہیں۔ رفتہ رفتہ ان کے ذہنوں میں اپنے مذہب کا اثر پیدا کرتی ہیں۔ دیہاتی عورتیں ان گوری چٹی میموں سے ذہنی طور پر مرعوب ہو جاتی ہیں۔ ان کی باتوں کو غور سے سنتی ہیں

۴۔ بعض دفعہ دیہاتی عورتوں میں ڈھولک بجانے والی مشنری عورتوں کو بھیجا جاتا ہے۔ گاؤں والوں کو جمع کرنے کا اس سے زیادہ مؤثر ہتھیار اور کیا ہو سکتا ہے۔ وہ گاؤں والوں کو جمع کرتیں۔ اور اس طرح مسیحیت کا پیغام پہنچاتی ہیں۔ اس طرح وہ پانچ چھ روز تک ایک ایک گاؤں میں لوگوں کے ساتھ صبح و شام بسر کرتی ہیں۔

---

[3] مشنری پرنسپلز اینڈ پریکٹس صفحہ ۱۰۷

[4] مسیحیت مغربی پاکستان میں۔ رابطہ دعوت و تبلیغ صفحہ ۱۳

۵ - ایسا بھی ہوتا کہ وہ اپنے ساتھ صابن، خشک دودھ کے ڈبے اور پرانے کپڑے بھی رکھتے ہیں - اور غریب لوگوں کی بستیوں میں جاتے ہیں۔ گندے بچوں کو اٹھا کر گود میں لے کر پیار کرتے ہیں۔ ان کو صاف ستھرا کر کے یہ سامان ان میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

۶ - کراچی میں مرغی خانہ کے قریب ایک چرچ بن رہا تھا۔ پادری اکثر کار میں وہاں سے گذرتا تو نکڑ کی پرچون والے کی دکان کے مالک کو خود سلام کرتا اور کچھ دیر تک وہاں گاڑی روک کر بڑی خندہ پیشانی اور میٹھی زبان سے اس سے بات کرتا۔ دو چار روپیہ کی ٹافیاں اور بسکٹ خریدتا۔ گاڑی کے اطراف جمع ہو جانے والے بچوں میں بڑے پیار سے انہیں تقسیم کرتا۔ قریب بلاتا، پچکارتا اور پھر سلام دعا کے بعد رخصت ہو جاتا۔

۷ - فلمیں نہ صرف سنٹروں میں بلکہ گرجا گھروں میں بھی دکھائی جاتی ہیں۔ فلم دکھانے کے لیے لوگوں کو گرجوں میں بلایا جاتا ہے۔ ایک تو خود فلم عیسائیت کی تبلیغ پر مبنی ہوتی ہے پھر فلم کے اختتام پر مشنری ان لوگوں کے سامنے بائبل کا درس دیتے ہیں۔ فلم کا تاثر اور مشنری کا زور بیان لوگوں کے ذہنوں پر عجیب اثرات پیدا کرتے ہیں۔

۸ - دیہات اور کبھی شہروں میں گرجا گھروں سے لاؤڈ سپیکروں پر عیسائی پادریوں سے تقریریں کرائی جاتی ہیں۔ جن کا موضوع مذہب ہوتا ہے۔ ان تقاریر میں مسلمانوں کے متعلقہ موضوعات پر اعتراضات و مباحثے ہوا کرتے ہیں تاکہ مسلمان بھی سنیں۔

۱۹۶۰ء میں ڈاکٹر اکبر حق (نو عیسائی سابقہ مسلمان) جس کو بھارت کا "بیلی گراہم" کہا جاتا ہے اسی مقصد کے لیے بھارت سے بلوایا گیا تھا۔ بڑے بڑے شہروں میں مختلف فرقوں کی جانب سے اجتماعات کا اہتمام کیا گیا تاکہ اس کی تقاریر نہ صرف عیسائی بلکہ مسلمان بھی سنیں اور متاثر ہوں۔

۱۹۶۱ء میں اس کے بیٹے کو پاکستان بلایا گیا۔ اس کے متعلق مشہور کر دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے اعتراضات کا جواب دینے میں ماہر ہے۔ اس کو پورے پنجاب کا دورہ کرایا گیا۔ جہاں اس نے مسلمانوں پر اعتراض کیے ——— مسلمانوں نے جوابات بھی دیے ——— یہ بھی عوام میں تبلیغ کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

۹ - عوام بالخصوص دیہاتی مسلمانوں کو عیسائیت سے روشناس کرانے کا یہ بھی طریقہ کئی سالوں سے جاری ہے۔ جس کو کمانڈو کمپین یعنی گوریلا مہم کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی سرپرستی و کفالت مغربی پاکستان کرسچین کونسل کرتی ہے اور اس کو کئی فرقے اور کئی مشنریاں مشترکہ طور پر انجام

دیتے ہیں۔ ایک علاقہ یا ایک مرکز میں عیسائی مشنریاں ایک ہفتہ تک قیام کرتے ہیں۔ لٹریچر کی تقسیم کے ساتھ ساتھ زبانی تبلیغ کرتے ہیں۔ عوام کے مزاج کے مطابق پسندیدہ کھیلوں کا انعقاد کرتے ہیں ———

اس طریقہ سے وہ دوہرے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک وقت میں ایک طبقہ، ایک جگہ یا ایک رقبہ میں رہنے والے مسلمان بمرتبہ عیسائی تبلیغ کے لیے متوجہ رہیں اور وہ نفسیاتی طور پر ان کے ہمنوا بنتے جائیں۔ دوسرے یہ کہ عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں اشتراک عمل بڑھے اور ان کی توجہ اپنی مشکلوں اور ضرورتوں سے ہٹ کر مسلمانوں کے بارے میں عیسائی بنانے کی فکر پیدا ہو جائے۔ چنانچہ یہ گوریلا مہم اپنے اثرات پیدا کرنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔

عیسائیوں کا حلف نامہ

اسی لیے پاکستان میں رہنے والے عیسائی ایک حلف نامہ پر دستخط کرتے ہیں اس حلف نامہ کی عبارت یہ ہوتی ہے کہ "میں عہد کرتا ہوں کہ سال کے دوران ہفتہ میں کم از کم ایک بار خداوند یسوع مسیح کو غیر مسیحوں میں روشناس کروں گا" اس طرح ہر چرچ [1] کرتا ہے کہ وہ عیسائیت کی تبلیغ کرے گا۔

لٹریچر کی تقسیم

۱ - لٹریچر کی تقسیم میں عیسائی ادارے خاص تگ و دو کرتے ہیں۔ کاغذ دیدہ زیب اور قیمتی ہوتا ہے ان میں تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ اسپتالوں میں لٹریچر مفت تقسیم کرتے ہیں۔ بائبل کے نسخے اسکولوں کے بچوں کو دیتے ہیں۔ جو طلبہ ان کی لائبریریوں اور سنٹروں میں جاتے ہیں۔ ان کے پتوں پر انہیں از خود لٹریچر بھیجتے رہتے ہیں اور وہ حیران رہ جاتے ہیں کہ ہم نے تو کبھی ان کو نہیں منگوایا تھا۔ غور کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ ان کونسلوں اور سنٹروں سے جن کے وہ ممبر ہوتے ہیں پتے حاصل کیے گئے ہیں۔ کراچی میں ناظم آباد، عزیز آباد، دستگیر سوسائٹی وغیرہ کے لوگ حیران رہ جاتے جب صبح اٹھ کر وہ اپنے دروازوں میں عیسائیت پر مبنی لٹریچر دیکھتے۔

بعض پان فروشوں نے بتایا کہ کوئی اجنبی عیسائی ان کے پاس آتا ہے اور لٹریچر کے بنڈل ان کو تھما کر چلا جاتا ہے۔ وہ دکان والے کافی دن انتظار کرنے کے بعد ان میں پان باندھ کر گاہکوں کو دیتے ہیں۔

---

[1] دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشن، صفحہ ۹۲، گلور

۲۔ مقامی اخبارات میں پرکشش سرخیوں کے ساتھ اشتہارات نکلتے ہیں کہ گھر بیٹھے بٹھاتے علم حاصل کیجیے۔ یا فلاں چیز کی آپ تفصیلی معلومات چاہتے ہوں تو خط سے مطلع کیجیے۔ لوگ تجسس کے جذبہ کے تحت خط لکھتے ہیں اور جواب میں مسیحیت کی تبلیغ کا لٹریچر آجاتا ہے۔ مثلاً کتاب "ظلم پر فتح" کئی لوگوں کو آئی ہے جس میں اشتراکی ممالک میں مشنریوں کی جدوجہد کے واقعات ہیں اور دوسرے ہی صفحہ سے عیسائیت کی تبلیغ ہے۔ اسی طرح انجیل "زندہ کلام" کے نام سے مختلف شہروں کے ہر ٹیلیفون والے کو ٹیلیفون ڈائرکٹری میں درج شدہ اس کے پتہ پر بھیجی گئی۔

۳۔ ایک دس بارہ سالہ غیر ملکی عیسائی بچہ کی جرأت اور تبلیغ مسیحیت سے لگن کا یہ واقعہ عبرت انگیز ہے۔

لاہور کے ایک پارک میں مولانا . . . . . . اپنے ساتھیوں سے گفتگو میں مصروف تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ایک لڑکا کچھ پمفلٹ ان کو دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ انہوں نے اس لڑکے سے وہ لٹریچر لیا، جو عیسائیت پر مبنی تھا۔ انہوں نے اس بچہ سے انگریزی میں پوچھا (یہ مولانا صاحب ایک کالج کے پرنسپل ہیں) لڑکے نے کہا میں کینیڈا کا ہوں۔ میری والدہ کسی اسکول میں ٹیچر ہے۔ اور میرا والد کسی دفتر میں ملازم۔ میں نے فادر کی اپیل پر ہر ہفتے دو گھنٹے چرچ کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔ فادر نے ان دو گھنٹوں میں لٹریچر کی تقسیم کا کام مجھے تفویض کیا ہے۔ میں لٹریچر کا بنڈل اٹھا کر اپنے خانساماں کی سائیکل پر شہر کے مختلف علاقوں میں جاتا ہوں۔ میں شہر کے راستوں اور زبان سے ناواقف ہوں۔ اس لیے وہی مجھے لاتا ہے۔ میں لٹریچر تقسیم کرتا ہوں۔ جب دو گھنٹے ختم ہو جاتے ہیں تو آ کر مجھے واپس لے جاتا ہے۔ اس طرح ہر ہفتہ میں دو گھنٹے چرچ کا کام کرتا ہوں۔

۴۔ بازاروں، گلیوں، اور سکول کالجوں میں بائیبل کی تقسیم تو ایک عام بات ہے۔ عیسائی مشنریز بائیبل پاکستان کے اعلیٰ حکام کو بھی پیش کرتے ہیں اور ان سے وعدہ لیتے ہیں کہ اسے وہ ضرور پڑھیں گے اور اپنی لائبریری میں رکھیں گے۔

ایس پی جی کی رپورٹ ہے کہ حال ہی میں برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی پاکستان کے سیکرٹری نے پاکستان آرمی کے مسلمان کمانڈر انچیف کو بائیبل کی ایک کاپی پیش کی۔ تو کمانڈر انچیف نے اس کو سراہا اور نہ صرف یقین دلایا کہ یہ پڑھی جائے گی بلکہ یہ بھی کہا کہ جتنی رجمنٹل لائبریریاں ہیں ان سب کے لیے بائیبل کے نسخوں کا آرڈر دیا جائے گا۔[1]

---

[1] ایس پی جی رپورٹ ۵۹-۱۹۵۸ء صفحہ ۲۷

ایک اور عیسائی مشنری نے انکشاف کیا ہے کہ ۱۹۵۸ء کے موسم سرما میں سات بڑے شہروں میں ہر مسلمان کے گھر میں انجیل متی رکھنے کا عمل کیا گیا تاکہ ان مسلم گھرانوں کا کوئی تو آدمی اسے پڑھے گا۔[1]

۵۔ عیسائی مشنریوں نے نقدی اور اجناس بھی تقسیم کیں۔ خشک دودھ، گھی کے ڈبے، پرانے کوٹ اور گرم ٹھنڈی چادروں کے علاوہ گیہوں، عینکیں، آرتھوپیڈک شوز، بیساکھیاں بھی تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ خاص طور پر عیسائی تہواروں پر یہ اشیاء دی جاتی ہیں۔ اسکولوں میں کاپیاں، کتابیں پنسلیں بھی تقسیم ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ نقد رقم وغیرہ بھی مکان کی تعمیر اور کاروبار شروع کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔

بے کاروں اور بے روزگاروں کے لیے ملازمتیں دلانے کے وعدے بھی کیے جاتے ہیں۔ بلکہ دوسرے اداروں کے نکلے ہوئے لوگوں پر تو عیسائی لوگ زیادہ توجہ دیتے ہیں اور کوششیں کرتے ہیں کہ ان کے اپنے اداروں میں یا ان کے ذریعہ کہیں ملازمت مل جائے۔ اس سے انہیں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ یوں محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں خود ہمارے بھائیوں نے نوکری سے الگ کر دیا۔ ہمارے بیوی بچوں کا خیال تک نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے ہمیں اپنے گلے سے لگایا۔ اور ہماری ہر طرح مدد کی۔

نئے عیسائی ہونے والے کو ہر بچہ کا وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ تعلیم یافتہ لوگوں کو اعلیٰ تعلیم بیرون ملک کی سیر، اسکالرشپ وغیرہ پیش کیے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض حالات میں پاسپورٹ، ہوائی جہاز کا ٹکٹ وغیرہ تک مہیا کرتے ہیں۔

۶۔ مکان وغیرہ کی تعمیر کے لیے نقد رقم کس طرح دی جاتی ہے۔ ایک غریب کو نفسیاتی طور پر کس طرح جھنجھوڑا جاتا ہے۔ اس کا اندازہ سید ابوالقاسم صاحب کی تحریر کے ان چند اقتباسات سے کیجیے:

بارش کی وجہ سے جھونپڑیوں والی آبادی میں تباہی اور بربادی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ ایک خستہ جھونپڑی سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے ایک مرد و عورت کی آواز سنی۔ مرد غیر ملکی تھا اور عورت پاکستانی تھی۔ وہ اس سے گل صاحب کہہ کر مخاطب کر رہی تھی۔ خاتون نے کہا،[2]

---

[1] دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز، صفحہ ۸۹

[2] پاکستان میں کوڑھیوں کے کام اشاعت سال ۷۳-۱۹۷۲ء، صفحہ ۱۷

گل صاحب! برسات کی وجہ سے سب کچھ لٹ پٹ گیا۔ جھونپڑی بھی گر گئی ہے۔ مرد نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں جواب دیا کہ بی بی ہم فکر کرتا نہیں بولے۔ ہم صبر کرتا ہوتا ہے۔ اپنے خدا اور پرافٹ (پیغمبر) سے دعا بولتا ہے۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ خاتون بولی۔ مگر یہ کب ٹھیک ہوگا ——— مرد بات کاٹتے ہوئے بولا تم اپنے اللہ رسول کا نام لو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں کل پھر آؤں گا۔

دوسرے دن وہی مرد پہنچ کر پوچھتا ہے کہ اپنے اللہ اور رسول سے دعا مانگی تھی۔ عورت کہتی ہے ہاں خوب مانگی تھی۔ مگر جھونپڑی بنانے کے لئے روپیہ پیسہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ مرد بولتا ہے کہ آج وہ دوبارہ دعا مانگے۔ مگر اللہ رسول کے ساتھ ساتھ یسوع کا نام بھی لے پھر دیکھے تمہاری جھونپڑی کتنی تیزی سے بنتی ہے۔ اس خاتون نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی کرے گی۔

تیسرے دن اس غیر ملکی کے ساتھ ایک اینگلو انڈین عورت بھی آتی ہے۔ یہ مسیحی خاتون ایک اکیلی جھونپڑی میں جاتی ہے۔ غیر ملکی مرد دوسری طرف چلا جاتا ہے۔ ابو القاسم صاحب لکھتے ہیں کہ اینگلو انڈین اس غریب عورت کو سلام کرتی ہے۔ جھونپڑا گرنے پر اظہار افسوس کرتی ہے۔ پھر کہتی ہے کہ سسٹر آپ فکر نہ کریں ایسے ایکسیڈنٹ ہوتے ہی رہتے ہیں۔ حوصلہ نہ ہاریں۔ حضرت عیسیٰ کا فرمان ہے کہ تم حوصلہ نہ ہارو۔ بلکہ میرا نام لے کر خداوند سے دعا مانگو سب معاملے ٹھیک ہو جائیں گے۔ خاتون کہتی ہے کہ دعائیں تو اس نے خوب مانگی اللہ رسول کے نام پر اور یسوع مسیح کے نام پر بھی ——— مسیحی خاتون بات کاٹ کر کہتی ہے۔ یسوع مسیح نے خواب میں کہا ہے کہ تمہاری مدد کروں ———

یہ لو پچاس روپیہ کی رقم اس سے اپنا جھونپڑی تعمیر کرو اور یسوع مسیح کی تعلیم پاؤ ——— رخصت ہونے سے پہلے مسیحی خاتون نے اس غریب عورت کو بہت سی چھوٹی کتابیں اور پمفلٹ بھی دیئے ——— ابو القاسم اپنے اس ذاتی مشاہدہ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ

۱۔ یہ غیر ملکی مشنری پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور پاکستان میں پائی جانے والی محرومی، غربت، رہائشی ضروریات کے فقدان اور طبی سہولتوں کی کمی سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۲۔ دکھی اور مصیبت زدہ نزاع کی لوہ میں رہتے ہیں۔ انہیں مذہبی سطح پر ورغلاتے ہیں۔ ان کے کرب سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور پُرفریب ترکیبوں سے یسوع مسیح کے نام پر دعا مانگنے کو کہتے ہیں۔

۳۔ بے بس انسان کے اعتقادات کو متزلزل کرنے کے بعد وہ اگلے ہی روز کسی انجانی شخصیت سے روپیہ پیسہ بھجوا دیتے ہیں۔[1]

لاعلمی اور مجبوریوں سے فائدہ اٹھانا

عیسائی مشنریز جدید تعلیم و فن سے واقف ہوتے ہیں۔ ان کے سیمینریز میں تربیت کا باقاعدہ ۴۔ ۵ سالہ نصاب ہوتا ہے اس نصاب میں پہلے سال انہیں مسلمانوں کی تاریخ پڑھائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے فرقوں کی تفصیلات، ان کے اختلافات وغیرہ بڑی تفصیل کے ساتھ عیسائی نقطۂ نظر سے عیسائیوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے بتائے جاتے ہیں۔

کراچی کی سیمنری جو چار بڑی عمارتوں ریلاکس اپر مشتمل ہے۔ چھ سالہ نصاب پر مشتمل ہے۔ سمسٹر سسٹم ہے۔ کم از کم ساٹھ فی صد نمبر حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ سات مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ جن میں اسلام شامل نصاب ہے۔ اسلام پڑھانے والے ہالینڈ کے ایک پروفیسر ہیں جو عربی کے ماہر ہیں۔ مقامی زبانیں بھی جانتے ہیں۔ سیمنری کے طلبہ چھٹیوں میں کراچی کے باہر فیلڈ ورک پر جاتے ہیں۔ ایک پادری کے تحت مسیحیت کا کام کرتے ہیں۔ کراچی کے عیسائیوں میں تعلیم بالغاں کی ذمہ داریاں سنبھالے رہتے ہیں۔ فلموں اور دیگر نفسیاتی طریقوں سے عیسائی برادری کو تعلیم کی ترغیب دیتے ہیں۔

ان کا بیان ہے کہ مسلمانوں کی نسبت عیسائیوں میں شرح تعلیم زیادہ ہے۔ ایک طرف تو مشنریز ان ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں۔ دوسری جانب مسلمان کم پڑھے یا بالکل ناخواندہ ہوتے ہیں۔ پھر مسلمانوں میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک برگزیدہ پیغمبر کی حیثیت سے مانے جاتے ہیں۔ جب ان کے سامنے توریت، انجیل، زبور اور دوسرے مقدس پیغمبروں کا نام لیا جاتا ہے تو ان عیسائیوں سے ان کی عقیدت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ وہ عیسائیوں کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سچا پیرو اور ماننے والا سمجھتے ہیں۔ عیسائی مشنریز اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مثلاً اپریشن کے وقت ایک مسلمان عورت مریض جو بے ہوش نہ ہوئی ہو بلکہ اس کا صرف ماؤف حصہ بے حس کر دیا گیا ہو۔ ڈاکٹر کی زبان سے یہ الفاظ سنے کہ "اے خداوند خدا! ہم اس مریض کا اپریشن کرنے لگے ہیں۔ اسے صحت و زندگی کی ضرورت ہے۔ ہمیں ہمت اور اس عورت کو صحت عطا کر۔ آمین"۔ تو یہ عورت یہ گمان بھی نہیں کر سکتی کہ خداوند خدا کے نام پر یہ مسیحی مبلغ اس کے بچے کھچے ایمان کو اچکنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

---

[1] شہاب ہفت روزہ لاہور ۲۹ جولائی تا ۵ اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۷

مشن ہسپتالوں میں عموماً مریضہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے۔ ہسپتال کا پورا عملہ اس کے آگے پیچھے دوڑتا ہے۔ یہ سلوک اچھے اور پڑھے لکھے گھرانوں اور تعلیم یافتہ مریضوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک طرف ان کے علاج پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ دوسری جانب ان کے خاندانی اور ذاتی حالات کے متعلق کرید کی جاتی ہے۔ اگر کوئی مریضہ غیر مطمئن پائی جائے تو اس کا ذہنی الجھاؤ مزید بڑھا دیا جاتا ہے۔ بالآخر مریضہ جسمانی طور تو صحت یاب ہوتی ہے۔ لیکن ذہنی اور روحانی اعتبار سے اور بیمار ہو جاتی ہے۔

ان ہی اسپتالوں میں جب کوئی ایسا مریض یا مریضہ آتی ہے جو کسی شدید مرض اور سخت تکلیف میں مبتلا ہو تو ڈاکٹر اس کے لیے فوراً نسخہ لکھتا ہے۔ نرس فوراً کوئی خوش رنگ مکسچر اور رنگین گولیاں لے کر مریض کے پاس جاتی ہے۔ یہ گولیاں در اصل بلینک ٹیبلٹ (دوا کے بغیر) ہوتی ہیں۔ نرس خود بھی مسیحی تعلیمات اور نفسیات کی تربیت یافتہ ہوتی ہے۔ وہ مریض کے پاس جاتی اور کہتی ہے کہ اللہ رسول کا نام لے کر پی جاؤ۔ مریض عقیدت اور اعتماد کے ساتھ بسم اللہ کہہ کر دوا پی لیتا ہے۔ مگر دوا کے استعمال کے باوجود تکلیف میں کوئی افاقہ نہیں ہوتا۔ اور مریض تکلیف اور مصیبت سے ہلکان ہونے لگتا ہے۔ دوا کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ رسول کا مقدس نام اپنا کام نہیں دکھاتا۔

ایک دو دن کے بعد اسی پریشانی اور نا امیدی کے عالم میں مریض کو اسی رنگ اور ذائقہ کی دوا پیش کی جاتی ہے جو اصلی ہوتی ہے اور مریض سے کہا جاتا ہے کہ اب خداوند یسوع مسیح کا نام لے کر پی جاؤ۔ آخر حضرت عیسیٰ کو بھی نبی مانتے ہو۔ ان کے معجزات کے قائل ہو۔ وہ مردوں کو زندہ اور بیماروں کو تندرست کیا کرتے تھے۔ اب ان کا نام لے کر دوا پی لو۔ مریض کی نفسیات کا کھلا راز ہے کہ وہ مرض سے جلد از جلد چھٹکارا چاہتا ہے۔ وہ عام طور پر مذہب اور عقیدے کی باریکیوں سے واسطہ نہیں رکھتا۔ یہ کمزوری عورتوں میں خاص طور پر پائی جاتی ہے۔ وہ اولاد کے لئے، مرض سے نجات پانے کے لئے، اپنے شوہر کو مسخر کرنے کے لئے پیروں فقیروں کے پاس جا کر نامعلوم کیا کیا جتن کرتی ہیں۔ جب مریض اصلی دوا پیتا ہے تو یقینی طور پر فائدہ ہوتا ہے وہ پہلے ہی خوراک سے افاقہ محسوس کرتا ہے۔ اب اس کے ذہن میں غیر محسوس طور پر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و احترام کی جگہ خداوند خداوند یسوع مسیح کی محبت اور اس نام کی اعجاز نما تاثیر کا اعتراف ہونے لگتا ہے۔

اس کے علاوہ پڑھی لکھی مسلمان عورتیں وہاں کے حسین و جمیل اور جامہ زیب نرسوں کو دیکھ کر اپنے

سلہ اردو ڈائجسٹ لاہور۔ اپریل ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۶۸

مشرقی طور طریق اور ماحول سے ذہنی طور پر نفرت سی کرنے لگتی ہیں۔ ایک طرف ان کا عدم اطمینان بڑھایا جاتا ہے۔ دوسری طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بدگمان کیا جاتا ہے اور تیسری طرف مغربی تہذیب کی چکا چوند کے ساتھ ساتھ مشرقی ماحول و روایات سے بیزاری و تنفر کے احساسات اجاگر کیے جاتے ہیں۔ وہ سوچنے لگتی ہیں کہ اگر وہ بھی نرس یا اسی قسم کا کوئی پیشہ اختیار کر لیتیں تو اپنی سوگوار زندگی کو قہقہوں میں تبدیل کر سکتی تھیں۔

اس قسم کا تخریبی عمل تقریباً ہر مشن ہسپتال میں مختلف طریقوں سے عیسائی مشنریاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور ایسے واقعات کے بہت سے لوگ عینی شاہد ہیں۔ مشنریز مختلف دیہات میں آنکھوں کے امراض کے علاج کے لیے آئی کیمپس لگاتے ہیں۔ ان کیمپوں میں مریض کو متاثر کرنے کے لیے بڑے بڑے ڈاکٹر اور سرجن مریض کو اسٹریچر پر لٹانے، اتارنے اور کمرے تک لے جانے میں خود آگے بڑھ کر ہاتھ بٹاتے ہیں۔ بڑی محبت اور نرمی سے پیش آتے ہیں۔ خندہ روئی اور میٹھی زبان سے بات کرتے ہیں۔ قدرتی طور پر ایک دیہاتی مریض پر یہ خدمات غیر معمولی تاثر چھوڑتی ہیں۔

حکام سے تعلقات و رسوخ

مشنری ہسپتالوں اور اسکول کالجوں میں عموماً اونچے درجے کے لوگ علاج کرواتے ہیں۔ اور اپنے بچوں اور عزیزوں کو تعلیم دلواتے ہیں۔ ان مریضوں اور طلبہ سے وہاں کے ڈاکٹر اور اساتذہ معلومات حاصل کرتے ہیں۔ ربط ضبط بڑھاتے ہیں۔ ان پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ ان سے بہترین برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ سبب اپنے گھر والوں سے جا کر ان کی ہمدردی اور سلوک کا بہترین انداز میں ذکر کرتے ہیں تو گھر والوں میں بھی (بڑی بڑی فیسوں اور رقموں کی ادائیگی کے باوجود) ان کے لیے تشکر کے جذبات ابھرتے ہیں۔

مشنری ادارے اونچے گھرانے کی بیگمات کو اپنی تقریبات کی صدارت اور افتتاح کے لیے بلواتے ہیں۔ کبھی کسی کمیٹی اور سوسائٹی کا اعزازی صدر یا سرپرست بناتے ہیں۔ اس طرح تعلقات بڑھاتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیرون پاکستان کسی یورپی ملک میں دونوں بحیثیت طالب علم یا کسی اور اعتبار سے متعارف ہوئے ہوں۔ بعد میں وہ یہاں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے کسی ادارہ سے وابستہ ہو کر آ جائیں تو پرانے تعلقات کی وجہ سے قربت اور بڑھ جاتی ہے۔ حال ہی میں ایک مشنری کالج کی پرنسپل شپ کے لیے ڈائریکٹر آف ایجوکیشن نے ایک ایسے شخص کا نام تجویز کیا تھا جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ شخص امریکہ میں سیکرٹری تعلیمات صوبہ پنجاب کے دوست بنے تھے۔ اسی طرح ایک جرمن مشنری عورت جو بھارت میں بھی کئی سال رہی ہے۔ ایک اعلیٰ تعلیمی شخصیت کے گھر اس تعلق سے آتی جاتی

ہے کہ ان کی بہو بھی ایک جرمن خاتون ہے۔ ایک مشنری نے ایک عیسائی ہسپتال پر حکومت کی توجہ خاص طور پر مبذول کرانے کے لیے ایک اعلیٰ شخصیت کو لکھا کہ آپ اس ہسپتال کے انتظام سے بخوبی واقف ہوں گے کیونکہ آپ کے والد علاج کے لیے اکثر اس ہسپتال میں آتے رہتے ہیں۔[1]

میں نے گورڈن کالج، راولپنڈی کے ایک سابقہ طالب علم سے انٹرویو لیا جو اس کالج کی یونین کا ایک عہدیدار بھی رہ چکا ہے۔ عینی شاہد کی حیثیت سے اس نے بہت سے اندرونی واقعات سے پردہ اٹھایا۔ اس نے بتلایا کہ اس کالج کی انتظامیہ شہر کے ڈپٹی کمشنر بلکہ کمشنر کو خاطر میں نہیں لاتی۔ انہیں جب بھی کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا وہ براہ راست برٹش یا امریکن اعلیٰ سفارتی نمائندوں سے رجوع کرتی اور وہ سفارتی نمائندے پاکستان کی اعلیٰ ترین سرکاری شخصیتوں سے رابطہ قائم کرکے مسائل کو آناً فاناً حل کرا لیتے۔ آیندہ صفحات پر اسی طالب علم کے حوالے سے متعدد واقعات پیش کیے جا رہے ہیں۔

ایک مشنری خاتون نابیناؤں کی اسکول کی کرتا دھرتا تھی۔ ان کے متعلق معلوم ہوا۔ کہ وہ بیگم محمد علی بوگرہ اور بیگم ناہید مرزا کی بڑی گہری دوست تھی۔

خود سابق گورنر جنرل غلام محمد کی سیکرٹری ایک عیسائی خاتون تھیں۔ اب بھی اعلیٰ تاجروں اور شخصیتوں کی سیکرٹریز عموماً عیسائی خواتین ہیں سماجی طور پر ایک بلند شخصیت کی عیسائی سیکرٹری تو بھارت سے اس کے ساتھ آئی ہے۔

پاکستان کی بعض اعلیٰ شخصیتوں کی بیویاں غیر ملکی ہیں۔ جب ان کی شادی پاکستانیوں سے ہو جاتی ہے تو یہ مسلمان بن جاتی ہیں۔ لیکن ان کی رشتہ داری، قرابت داری، دوستی تو بہرحال اپنے پرانے ہم وطنوں اور ہم عقیدہ لوگوں سے رہتی ہے۔ جب ان کا کوئی ہم وطن یا رشتہ دار پاکستان میں مشنری کی حیثیت سے آتا ہے تو اس مشنری کے لیے بالکل آسان ہو جاتا ہے کہ ان تعلقات کی بنا پر ان کے شوہر نامدار سے کام لیں۔

ایک ڈپٹی کمشنر کا واقعہ ہے کہ اسے اپنے بچوں کو انگلش پڑھانے کے لیے ایک اچھے ٹیوٹر کی ضرورت تھی۔ کلب میں یہ بات چل نکلی۔ کچھ روز بعد ایک مشنری عورت نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اور ڈپٹی کمشنر کے بچوں کو انگلش پڑھانے لگی۔ ایک دو بچے تھے۔ اس مشنری نے کہا کہ کچھ اور بچے جمع

---

[1] میمورنڈم ٹو ڈی سیکشن، سیکرٹری، پیش کنندہ پی کیتھرا اسپیئرس مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۵۵ء

ہو جائیں تو سب بچوں کو زیادہ سے زیادہ انگلش آ سکے گی۔ بس پھر کیا تھا چند ہی دنوں میں اتنے بچے جمع ہو گئے کہ موجودہ جگہ ناکافی معلوم ہونے لگی۔ ڈپٹی کمشنر نے اس مشنری کو کلب کی جگہ اسکول کے لیے دے دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں عیسائی مشنری پوری وسعت اور قوت کے ساتھ کام کرنے لگا اور اب بھی موجود ہے۔

ملک کا بالائی طبقہ عموماً مشنری اداروں سے تعلیم یافتہ ہے۔ اس لیے ان سے اپنا کام نکالنے میں مشن والوں کو کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ متعلقہ افسر جونکہ شاگرد رہ چکا ہوتا ہے۔ اس کا ذہن ان سے بہت حد تک مرعوب ہوتا ہے۔ جب اس مشن ادارے کی کوئی فعال شخصیت مسکراتے لبوں، شیریں زبانی اور ظاہری اخلاق کے ساتھ خود اس کے پاس آتی ہے۔ یا ٹیلی فون کرتی ہے تو افسر کی جانب سے انکار کی گنجائش کم ہی ہو سکتی ہے۔ حالانکہ اس سے اہم نوعیت کے کاموں کے لیے اس کے اپنے اہل ملک پریشان اور سرگردان رہتے ہیں (ایک واقعہ باب ۵ میں دیا گیا ہے) ان مشنریوں کو سرکاری دربار میں بڑا احترام ملتا ہے۔ وہ حکام کے قریب جگہ پاتے ہیں۔ اس سے ہم وطنوں پر بہت برا اثر پڑتا ہے کہ عیسائی لوگ بڑا اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔

میرے سامنے کا واقعہ ہے۔ میں ایک عیسائی ادارے میں گیا۔ وہاں کے ایک ڈائرکٹر نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ کیا وہ ڈو میڈیکل کالج سے آیا ہے۔ لڑکے نے کسی اور کالج کا نام بتایا۔ ڈائرکٹر نے کہا کہ میں سمجھا کہ تم ڈو میڈیکل کالج سے آئے ہو۔ مجھے داخلے کے دو فارموں کی ضرورت تھی۔ لڑکے نے جواب دیا کہ داخلے تو کالج میں کبھی کے بند ہو چکے ہیں۔ اس پر ڈائرکٹر نے ایک شانِ استغنا سے جواب دیا۔ کوئی فکر نہیں، ہم جب چاہیں داخلہ ہو سکتا ہے۔ دو سیٹیں میرے لیے محفوظ ہیں۔

مخالفوں کو راستہ سے ہٹانا

اس بحث سے ایک اور نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اگر کوئی افسر صحیح معنوں میں پاکستانی اور ایماندار بھی ہو اور وہ عیسائی مشنریوں سے مرعوب نہ ہو تو وہ اس کو اپنے راستہ کی رکاوٹ سمجھ کر درمیان سے ہٹانے کی پُر زور کوششیں کرتے ہیں یا تو اس کا تبادلہ کرا دیا جاتا ہے یا اس کا تنزل کرا دینے کی کوششیں اور سفارشیں ہوتی رہیں تاکہ آیندہ کوئی بھی ان کے عزائم کی تکمیل کی راہ کی رکاوٹ بننے کی جرأت نہ کرے۔ پھر اس میں مسلمان یا عیسائی کی قید نہیں ہوتی۔

راولپنڈی مشن کالج کا ایک واقعہ مثال کے طور پر لکھا جاتا ہے اگرچہ ایسے بہت سارے واقعات ہمارے علم میں ہیں، پروفیسر سٹیفن اور پروفیسر فلپ کا قصور یہ تھا۔ کہ وہ پاکستانی

عیسائیوں کو غیر ملکی مشنری مفادات کے زرگیروں سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ فوراً ان پر جماعت اسلامی کا بیبل اور الزام لگا دیا گیا۔ جب اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے ساتھ یہ سلوک ہو تو جس مسلمان افسر کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہوں (خود دوسرے مسلمانوں کے ذریعہ) ہٹانے میں انہیں کیا دشواری ہو سکتی ہے۔ ایک اعلیٰ گریڈ کے مسلمان افسر تھے جب انہوں نے یتیم بچوں کو ملک سے باہر اسمگل کرنے اور ان معصوموں کو عیسائی بنانے کے الزام کی سنجیدگی سے تحقیقات کرنی چاہی تو اچانک اُس جگہ سے نامعلوم اسباب کی بنا پر ان کا تبادلہ ہو گیا۔

تخریب اخلاق کے مظاہر

عیسائیوں کی کاوشوں میں ایک اہم اور بنیادی چیز تخریب اخلاق یا سب ورشن ہے —— انجیل کی تبلیغ کا مقصد دوسری قوموں کو مغربی ثقافت میں رنگ ڈالنا بھی ہے۔

مغربی ثقافت کو پھیلانے اور مقامی ثقافت ختم کرنے کے بڑے بڑے منصوبے تیار کیے گئے۔ خاص تنظیمیں بنائی گئیں۔ مختلف ناموں سے اداروں کا قیام عمل میں لایا گیا یہاں یہ بتانا نامناسب نہ ہوگا کہ بیروت کی امریکن یونیورسٹی نے عرب علاقوں میں تخریب اخلاق کا نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کے ذیلی اداروں نے مذہبی خیالات کو بگاڑنے اور یورپی ثقافت قائم کرنے میں نہایت خطرناک خدمات انجام دیں۔

پاکستان میں بھی ثقافتی مراکز کھلے اور مختلف ناموں سے مختلف عمر کے لوگوں کے لیے کلب قائم ہوئے۔ ان ثقافتی مرکزوں میں متنوع پروگرام ترتیب دیئے گئے مثلاً لباس کی تراش خراش، ڈیزائننگ، موسیقی، کھانا پکانا، پھولوں کی سجاوٹ وغیرہ۔ ابتداء میں پاکستان کے اعلیٰ طبقہ کے طلبہ وطالبات نے ان میں داخلہ لیا۔ پھر رفتہ رفتہ اکثر وبیشتر نوجوان ان مرکزوں میں آنے جانے لگے۔ ایسے تمام اداروں اور ثقافتی مرکزوں کا ایک ہی بنیادی مقصد ہوتا ہے کہ مغربی ثقافت غیر محسوس طور پر اپنے قدم جمائے۔ اور مقامی کلچر کے خلاف تنفر وحقارت پیدا ہو جائے —— ایک مشہور مشن کے سربراہ نے کہا تھا" —— یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے دس برس میں کسی طالب علم کو عیسائی نہیں بنایا لیکن یقینی جانیے کہ ہم نے کسی مسلمان کو مسلمان بھی نہیں رہنے دیا۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر مشنری ادارے بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔"

۱؎ ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۸ مارچ صفحہ ۱۷ ۲؎ اردو ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۷۷ء

بھارت کی تحقیقاتی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لیے عیسائی لڑکیوں سے شادی کی پیش کش کی جاتی ہے۱؎۔ پاکستان میں بھی تخریب اخلاق کے دوسرے ذریعوں کے علاوہ اس تدبیر کو بروئے کار لایا گیا۔ انتھونی ڈی سوزا لکھتا ہے کہ یہاں کا مسیحی اپنے دوگونہ ورثہ کا وارث بن کر آہستہ آہستہ ملی برادری کے اندر اپنا جائز اور طاقتور مقام حاصل کر رہا ہے۲؎۔

یہاں میں انتھونی ڈی سوزا کے مضمون کے حوالے کے ایک حصہ کی تردید کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔ جو عام طور پر اردو رسالوں اور کتابوں میں تحریر کیا گیا۔ ان میں ترجمان القرآن اپریل ۱۹۷۱ء کا شمارہ بھی ہے۔ اور غالباً اسی سے دوسرے کتابچوں مثلاً پاکستان پر عیسائیت کی یلغار صفحہ ۲، "مسیحیت مغربی پاکستان میں" صفحہ ۱۸ وغیرہ پر نقل کیا گیا۔ میرے پاس انتھونی ڈی سوزا کی تحریر کا اصل ماخذ موجود ہے۔ مبینہ سیاق وسباق میں مجھے یہ عبارت کہیں نہیں ملی"

"انسانی روح کو اپنے مذہب کے حق میں فتح کرنے کا ایک ذریعہ جس کے بارے میں نوآبادکاروں کو انتہائی زوردار وعظ پادریوں کی جانب سے پلائے گئے۔ وہ دیگر اقوام سے شادی بیاہ کا رشتہ ہے۔ چنانچہ بعینہ خاطر خواہ نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ اور اب پاکستان میں ہماری ایک بڑی قوم وجود میں آچکی ہے" (صدیقی)

یہ ایک مسلّم امر ہے کہ مسلمانوں سے عیسائی لڑکیوں کی شادی کرانے کے لیے باضابطہ گروپ قائم تھے۔ جو مسلمانوں سے رابطہ قائم کرتے تھے۔ پاکستان میں عیسائی عورتوں کی پیش کش غالباً اتنی کثرت سے ہوئی کہ خود مسیحی حضرات کو اس پر احتجاج کرنا پڑا۔

روزنامہ ڈان کراچی میں یہ خبر شائع ہوئی کہ مشہور مسیحی لیڈر جوشوا فضل دین نے سنٹرل امیتھوڈسٹ چرچ ریورینڈ قادر بخش کی تائید کی کہ مذہبی جماعتیں اور کلیسائی قیادت عیسائی برادری کے ضمن میں قطعی طور پر اخلاقی پہلو کو نظر انداز کر رہی ہے وہ ایک اسپیشل میٹنگ کی صدارت کر رہے تھے۔ جو تحریک مسیحی نوجوانان کے تحت ڈان باسکو ہال لاہور میں ہو رہی تھی۔ انہوں نے تحریک کے قائدین کے مطالبہ کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت ان تمام رسالوں اور گروپوں کے خلاف مناسب کارروائی کرے جو بد نام عیسائی لڑکیوں کی شادیاں مسلمانوں کے ساتھ کرانے کا کنٹریکٹ کرتے ہیں۔

۱؎ تحقیقاتی رپورٹ مدھیہ پردیش بھارت صفحہ ۱

۲؎ ماہنامہ شیراز پاکستان ۔ مقالہ کرسچین ان پاکستان صفحہ ۳۶

انہوں نے تحریک کے لوگوں سے کہا کہ یہ سلسلہ نہایت دشوار اور مشکل ہے۔ جب تک چرچ اور والدین مکمل طور پر تعاون نہ کریں صرف ملامت اور حکومت سے مطالبہ کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ یہ تو تخریبِ اخلاق کا صرف ایک پہلو ہے۔ ورنہ عام طور پر نوجوانوں میں بخاص طور پر طلبہ میں جو اخلاقی بگاڑ آ رہا ہے وہ پاکستان میں ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ طلبہ باقاعدہ عیسائی نہ بنیں تو کوئی حرج اور قباحت نہیں عیسائی اداروں کا مقصد تو پورا ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر یوئینگ لاہور کے مشن کالج کے پرنسپل تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان مشن چرچ کے سربراہ بھی۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ تم لوگ جو مشن کالجوں اور اسکولوں پر اتنا روپیہ صرف کر رہے ہو آخر اس کا حاصل کیا ــــــــ؟ ڈاکٹر یوئینگ نے جواب دیا کہ یہ درست ہے کہ ہم طالب علموں کو عیسائی بنانے میں زیادہ کامیاب نہیں ہوئے لیکن ہمارے پیشِ نظر صرف عیسائی بنانا نہیں ہے۔ ہم ان کو محض اوسع مغربی تہذیب و تمدن اور افکار و تصورات سے متاثر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ عیسائی نہیں ہوتے تو کیا یہ کم کامیابی ہے کہ مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان نہیں رہتا۔ وہ بہرحال اپنی جگہ سے اُکھڑ جاتا ہے۔ اگر مشن چرچ یہ کام بھی کرلے تو اس پر صرف کیا ہوا روپیہ اکارت نہیں گیا[1]

ثقافت و اخلاق کے بگاڑ کے مظاہر اس وقت جتنے پاکستان میں دیکھے جا سکتے ہیں کیا یہ مظاہر قیامِ پاکستان کے وقت تھے؟ یقیناً اس کا جواب اثبات میں نہیں۔ البتہ قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی یہاں ڈانسنگ ہال (ناچ گھر)، ریس کورس، نائٹ کلب، فیشن شو، ڈریس شو، فیملی شو، بار روم، تمبولا قائم کیے گئے۔ جو مسلمان پاکستان کے اس حصہ میں رہتے تھے یا دوسرے حصوں سے آئے تھے۔ ان کی اکثریت اس قسم کی ثقافت و کلچر سے نامانوس اور ناآشنا تھی۔ ثقافت اور اخلاق کی بربادی کے یہ اڈے قیامِ پاکستان کے بعد قائم ہونا شروع ہوئے[2] "کی رجالی) کلب" کے بارے میں ایک عیسائی عورت مس فلورنس ڈیل نے انکشاف کیا تھا[3]

یہ اچھوتا خیال امریکہ اور یورپ سے درآمد ہوا تھا۔ ۱۹۵۸ء میں پہلا کی کلب پاکستان میں قائم ہوا۔ یہ کلب بڑے افسروں اور کراچی کے دولت مند سیٹھوں اور ساہوکاروں نے قائم کیا تھا[4]

---

[1] روزنامہ ڈان کراچی ۱۳ اگست ۱۹۷۰ء

[2] اردو ڈائجسٹ لاہور اپریل ۱۹۶۸ء صفحہ ۱۲۹-۱۳۰

[3] روزنامہ جنگ کراچی ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۴ء

[4] روزنامہ مساوات کراچی ۱۸ دسمبر ۱۹۷۴ء

عیسائی دنیا سے ہپیوں کی یلغار ہوئی۔ یہ ہپی افغانستان کے راستے پاکستان آنے لگے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان کے نوجوانوں کو بالخصوص ان کے شاندار ماضی سے کاٹ دیا جائے۔ اس کے علاوہ وہ مملکت کے سیاسی معاملات میں بھی دخل انداز ہونے لگے۔ ایوب حکومت کے خلاف جب عیسائی کالجوں کے طلبہ ایجی ٹیشن شروع کی۔ تو غیر ملکی ہپی لڑکیاں جو ایک ہوسٹل میں مقیم تھیں۔ اس ایجی ٹیشن کی درپردہ رہنمائی کر رہی تھیں۔ اور موقعہ بہ موقعہ مظاہرین کو ہدایات جاری کر رہی تھیں۔

ــــــــ دیکھتے ہی دیکھتے پاکستانی نوجوان "امن اور صداقت" کی تلاش میں ان ہپیوں کے شانہ بشانہ چلنے لگے۔ ان ہپیوں کے ذریعے سے پاکستانی لڑکیوں اور لڑکوں کو فحش رسالوں مخربِ اخلاق کتابوں اور لٹریچر کے علاوہ عجیب عجیب نظریات اور فلسفے ملے۔ ان میں ایک "مخلوط ہوسٹل" کا خیال بھی تھا جس کو کافی ہوا دی گئی یہاں تک کہ پاکستانی طلبہ و طالبات "مخلوط ہوسٹل" میں دلچسپی لینے لگے۔ اور بعض طالبات نے نہ صرف مکمل آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ بلکہ عالمی مقابلۂ حسن میں شرکت کی تائید بھی کی[5]

"مخلوط ہوسٹل" کے علاوہ طلبہ و طالبات کو "ماسکوٹ کوسٹ" ڈیٹنگ اور اجتماعی شادی کے تصورات بھی معلوم ہوئے۔ کچھ تو زیادہ ما فیلے سے بظاہر ان بے خبر ہپیوں کی وجہ سے اور کچھ اس فحش لٹریچر کی بدولت جو پاکستان میں اتنی کثرت سے بھیجا جاتا ہے کہ بڑے شہروں کے علاوہ اندرونِ ملک دور افتادہ جگہوں پر بھی بڑی آسانی سے مل جاتا ہے۔

ماسکوٹ کوسٹ کے متعلق ایک طالب علم نے کہا۔ پوری تفصیل کا تو علم نہیں بہرحال یہ ایسی جگہ ہے جہاں سماجی نظام کی اصل بنیاد بیویوں کے تبادلہ پر ہے یہاں ہر تین ماہ بعد قبیلوں میں بیویوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔

ڈیٹنگ دراصل امریکی گمراہ نوجوانوں کا مشغلہ ہے۔ ٹیلی فون پر ملاقات کے لیے باقاعدہ وقت طے ہوتا ہے۔ اور پھر گرل فرینڈ، بوائے فرینڈ باہوں میں باہیں ڈالے خلوت کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ پاکستان میں اس کا بڑا چرچا کیا گیا۔

اجتماعی شادی اور منشیات کا بھی خاصہ پروپیگنڈہ ہے اس کو امریکی نوجوانوں نے ایک ایسا عمل قرار دیا ہے جس کی وجہ سے پیدا ہونے والا بچہ احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہوتا[6] پھر "پاپ شو" وغیرہ کی

---

[5] روزنامہ حریت کراچی ۱۷ دسمبر ۱۹۷۴ء

[6] روزنامہ مساوات کراچی ۳۰ دسمبر ۱۹۷۴ء

خبریں تو اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔ کراچی کے سات نائٹ کلبوں میں روزانہ سولہ سو گیلن شراب پی جاتی ہے۔ عام مے خانوں اور بار میں پی جانے والی شراب اس کے علاوہ ہے۔ شراب کے جس جام کی قیمت باہر ڈھائی روپیہ ہوتی ہے وہ ان نائٹ کلبوں میں انتیس روپے میں ملتا ہے۔ یہاں عام طور پر لمبے لمبے بالوں، پتلی کمر اور نازک کلائیوں والے آوارہ مزاج نوجوانوں کا راج ہوتا ہے جن کی جیبوں سے نوٹ جھانکتے ہیں۔

تخریب ثقافت و اخلاق کی بات یہیں تک ختم نہیں ہو جاتی۔ اس کی جڑیں بہت دور دور تک پھیلائی گئی ہیں اتنی دور تک کہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے خود ایک بہت بڑے تعلیمی ادارے میں جہاں مخلوط تعلیم ہوتی ہے۔ ذریخ بیدر دیکھے ہیں۔

ایک مسلمان خاتون لیکچرار کے ٹیبل پر بھی جو خود "گولڈ لیف" سیگریٹ پیتی ہیں اور بعض دفعہ اپنے طلبہ کو بھی پیش کرتی ہیں ایک ایسا ایش ٹرے دیکھا جس پر مٹیٹس بیئر کا اشتہار ہے۔

بین الاقوامی طور پر انسانیت کی خدمت کی دعویدار سوسائٹی (جو عرف عام میں ریڈ کراس کہلاتی ہے) کراچی میں اپنے دفتر عقب ایمپریس مارکیٹ میں ہر بدھ کی شام کو "تمبولا" کھلاتی ہے۔ اس جوئے کے کھیل میں طلبہ بھی حصہ لیتے ہیں۔

لباس اور حلیہ بھی کسی قوم میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ کیا موجودہ پاکستانی نوجوانوں کے حلیے اور لباس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ کسی منفرد قوم کا لباس ہے؛ عیسائی ثقافت کے گہرے اثرات کا صحیح اندازہ تو اہل ثروت طلبہ میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ عوام اور غریب و ناداروں میں بھی گھر کر گئی ہے۔ مثال کے طور پر سالگرہ کی تقریب پر کیک کاٹنا اور "ہیپی برتھ ڈے ٹو یو" گانا تو روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے تک کسی مسلمان کے مرنے پر فاتحہ خوانی ہوا کرتی تھی۔ لیکن اب ایک دو منٹ کی خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ مشہور پاکستانی افسر جناب ممتاز حسن صاحب کے انتقال پر ایک اخبار کا فوٹو اس کا شاہد ہے۔

یتیم خانے

عیسائیت کی کاوشوں میں جہاں اسکول اور اسپتال اہمیت رکھتے ہیں۔ وہاں یتیم خانے بھی کم اہم نہیں۔ مشنریز بڑی تعداد میں یتیم خانے چلاتے ہیں۔ اس کا مقصد یتیم بچوں کی پرورش و نگہداشت ہی نہیں بلکہ ان کو عیسائی بنانا بھی شامل ہے۔ نیل کہتا ہے کہ تمام مشن ایک ہی مقصد رکھتی ہیں اور وہ ہے

تبلیغ عیسائیت ـــــــــ تعلیم کسی سطح کی ہو۔ طبی کام، گونگے، بہرے اور اندھوں کے مدارس، یتیم خانے لٹریچر وغیرہ[۱]

بھارت کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ میں ہے کہ بچوں کو بھگوا اور عورتوں کو بھگا لے جانے کا الزام مشنریوں پر لگایا جاتا ہے[۲]۔ آگے چل کر اسی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ جن ذرائع سے انجیل کی تبلیغ کی جاتی ہے وہ اسکول، اسپتال اور یتیم خانے ہیں۔

پاکستان میں مشنریوں نے وسیع پیمانے پر یتیم خانے کھولے ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل کیتھولک کا صرف ایک یتیم خانہ کراچی میں تھا جس کو فرانسسکن مشنریز آف میری چلاتی تھی[۳]۔ لیکن جیسے ہی پاکستان قائم ہوا دوسرے اداروں کی طرح اس محاذ پر بھی مشنری سرگرمیاں بڑی تیزی سے بڑھیں ۱۹۷۴ء کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے ماسبق کی طرح یتیم خانے کی بجائے ہاسٹل یا چیریٹیبل ہاسٹل کا نام رکھنا شروع کیا۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء میں صرف رومن کیتھولک فرقے کے ظاہری ریکارڈ پر چیریٹیبل ہاسٹلز کی کل تعداد ۶۲ تھی جو ملک کے طول و عرض اور دیہات اور چکوں تک پھیلے ہوئے ہیں[۴]۔ یہ تعداد صرف ایک ہی فرقے کی ہے۔ پاکستان میں تو بیسیوں فرقے اور سینکڑوں مشنریاں کام کر رہے ہیں۔ ان کے قائم کیے ہوئے یتیم خانوں کی تعداد سینکڑوں سے کم نہیں ہو سکتی۔

کراچی میں ذہنی طور پر معذور بچوں کا ایک گھر ہے۔ جس کا نام دارالسکون ہے، نام قابل غور ہے۔ ایسے نام عیسائی عموماً رکھتے ہیں تاکہ مغالطہ دیا جا سکے۔ مثلاً دارالتعلیم لاہور، بیت الصلح، جانثار اسکول کراچی کی پی ای سی ایچ ایس جیسی آبادی میں کشمیر روڈ پر واقع ہے۔ ۱۹۷۰ء میں اس میں مکینوں کی تعداد ۱۳ تھی جس میں ۹ کیتھولک ایک پروٹسٹنٹ اور ۳ مسلمان تھے[۵]۔ ۱۹۷۴ء میں ان کی تعداد ۴۰ ہو گئی[۶]۔ یہ فرانسسکین مشنریز آف کرائسٹ دی کنگ مشنریز کے زیر اہتمام ہے۔

بچوں کی ایک بڑی تعداد ان اداروں میں پرورش پا رہی ہے۔ ان میں پاکستان کے ہر قوم و مذہب کے بچے ہو سکتے ہیں۔ جب لڑکپن ہی سے وہ عیسائی ماحول میں پرورش پائیں تو بڑے ہو کر

---

۱ دی کنسائز ڈکشنری آف دی ورلڈ کرسچین مشنز صفحہ ۲۸۱

۲ تحقیقاتی رپورٹ بھارت صفحہ ۲

۳ ان دی لینڈ آف سندھی لینڈ بلوچی صفحہ ۲۷

۴ پاکستان کیتھولک ڈائرکٹری ۱۹۷۴ء

۵ سالانہ رپورٹ سی ایس ایس ۷-۱۹۷۱ء صفحہ ۴۹

۶ پاکستان کیتھولک ڈائرکٹری ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۸

یقیناً عیسائی نکلیں گے۔ ان کا نام تک تبدیل ہو چکا ہوگا۔ اور وہ خود کو خاندانی طور پر عیسائی سمجھیں گے۔ یہ بچے یہیں رکھے جائیں تو بھی ایک بات ہے۔ مگر انہیں تو ملک سے باہر عیسائی ممالک میں بھی بھیج دیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ بچے کہاں سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ بھارت کی تحقیقاتی کمیٹی نے اغوا لکھا ہے۔ پاکستان میں غرکار ویسے ہی بدنام ہیں۔ کیا معلوم تھا کہ مہذب اور ترقی یافتہ قوم کے مذہبی پیشوا بھی یہی حرکات کریں گے۔ اس اغوا کے علاوہ حسب ذیل طریقے بھی استعمال کیے جاتے ہیں:

۱۔ غیر شادی شدہ جوڑوں کی ناجائز اولاد جو مشنری ہسپتالوں میں پیدا ہوتی ہے۔ عیسائی نرسوں کی مدد سے یتیم خانوں میں بھیجی جاتی ہے۔ سوء اتفاق سے پاکستان کے ہسپتالوں میں زیادہ تعداد عیسائی نرسوں اور آیاؤں وغیرہ کی ہے۔

۲۔ وہ نوزائیدہ بچے جو سڑکوں پر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ وہ بھی ان ہی یتیم خانوں میں جاتے ہیں۔ کراچی میں حکومت کی طرف سے ایک "کاشانۂ اطفال" قائم ہے۔ جو صرف ان بچوں کو قبول کرتا ہے جو پولیس یا عدالت کے ذریعہ وہاں بھیجے جائیں۔ اس کے علاوہ وہ کسی بچہ کو قبول نہیں کرتا۔ جب کہ عیسائی مشنریز اور سماجی و رفاہی ادارے فوراً ہر بچے کو حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔

۳۔ آسمانی آفات کے نتیجہ میں یتیم ہونے والوں کو بھی عیسائی مشنریز حاصل کرتی ہیں۔ پچھلے دنوں سوات میں زلزلہ آیا تھا۔ اس کے متعلق اخبارات میں آچکا ہے کہ صوفیہ لارین (مشہور ایکٹرس) نے ایک چار سالہ یتیم لڑکی کو لینے کی پیش کش کی۔ بنگلہ دیش پر (جو ۱۹۷۱ء تک مشرقی پاکستان کہلاتا تھا) بھی عیسائی مشنریوں کی یلغار رہی۔ اور لاتعداد بچوں کو عیسائی اداروں نے حاصل کیا۔

روزنامہ "حریت" میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ نیویارک کے اخبار "وال سٹریٹ جرنل" کے نامہ نگار پیٹر کان متعینہ ڈھاکہ نے ایک راہبہ (نن) کی کہانی کے نام سے ایک واقعہ لکھا ہے کہ آئرلینڈ کی ایک راہبہ ڈھاکہ کرسچین ہوسٹل میں مقیم ہے۔ وہ اپنی آمد کے دوسرے روز شام کو ہوا خوری کے لیے ہوسٹل سے باہر آئی تو اس نے سیڑھیوں پر ایک لاغر بچہ بیٹھا ہوا پایا۔ راہبہ اسے اندر اٹھا لائی۔ اسے کھانا کھلایا۔ دوا دارو کی۔ اور اس کی ماں کو تلاش کرنے نکلی۔ مگر اس کی ماں کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ اگلی صبح ہوسٹل کے باہر گلی میں راہبہ کو ایک اور بچہ ملا۔ راہبہ پریشان تھی اس نے کہا

کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان بچوں کا کیا کروں، کیا میں انہیں بھوکوں مرنے کے لیے یونہی چھوڑ دوں[۱]

اسلام پر حملے

پاکستان اسلام کے نعروں کے پس منظر میں ابھرا تھا۔ اس سے اگر ایک طرف ہندوؤں اور کمیونسٹوں کو پریشانی تھی تو دوسری جانب عیسائیوں اور بالخصوص مشنریوں کو شدید پریشانی لاحق ہوئی۔ عیسائی مشنری تو روز اول ہی سے اسلام کے مخالف ہیں۔ مسیحی ادیب، شعراء، مؤرخین اور وقائع نگاروں نے اسلام اور مسلمانوں کی ایسی ایسی بھیانک تصویریں اپنے قارئین کے ذہن نشین کرائی ہیں کہ ان سے پتھر کے زمانہ کا منظر سامنے آجاتا ہے۔ ایک عام عیسائی بھی مسلمانوں کو اسی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے جو بڑے بڑے پادریوں اور اعلیٰ شہرت رکھنے والے ہم عقیدوں نے ان کو دیا ہے۔ ان عظیم شخصیتوں نے کبھی تحقیق و تجسس کے بغیر اسلام اور اسلام کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے سروپا ایسے ایسے الزامات لگائے کہ ان کی نقل کرتے ہوئے بھی قلم تھراتا ہے۔

ہونا یہ چاہیے تھا کہ اب اس روشنی کے زمانہ میں عیسائی مشنری اپنا پروپیگنڈہ روک دیتے اور زمان و مکان کے فاصلوں کے سمٹ جانے سے غلط فہمیاں بھی کم ہو جاتیں لیکن حیرت ہوتی ہے کہ اس بیسویں صدی کے آخری نصف میں بھی بظاہر غیر مذہبی اور غیر جانب دار عیسائی ملکوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منظم طور پر کام ہو رہا ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ عیسائی حکومتیں مشنریوں کی بھرپور مدد کرتی ہیں۔ اور چاہتی ہیں کہ پوری دنیا مسیحیت قبول کرلے۔ چنانچہ مختلف ممالک میں جو کام ہوا اس کی مختصر روداد یہ ہے[۲]

اسلام کے خلاف مواد

۱۔ امریکہ ——— ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۸ء کے عرصہ میں۔ اسلام کے خلاف ۲۵ ہزار کتابیں، تیس ہزار پمفلٹ، ساٹھ ہزار مضامین، مقالے، اور تقاریر اور تین ہزار فلمیں بنائی گئیں[۳]

۲۔ برطانیہ ——— ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۸ء تک اسلام کے خلاف ۲۲ ہزار کتابیں، چالیس ہزار پمفلٹ، بیس ہزار مقالے اور مضامین اور ڈھائی ہزار فلمیں تیار کی گئیں[۳]

۳۔ فرانس اور سویڈن ——— پندرہ ہزار کتابیں، بارہ ہزار پمفلٹ وغیرہ، پچاس ہزار مقالے اور

۱؎ روزنامہ حریت کراچی ۱۲ دسمبر ۱۹۷۰ء
۲؎ نوائے ملت لاہور ۳۱ مئی ۱۹۷۰ء
۳؎ ایضاً

تین ہزار فلمیں۔

۴۔ بقیہ یورپ ——— بارہ ہزار کتب، چالیس ہزار مقالے وغیرہ اور دو ہزار فلمیں۔[1]

یہ وہ اعداد و شمار ہیں جن کو خود عیسائی ممالک نے بیان کیا ہے اور ان کی تحقیقات مسلمان زعماء نے کی ہے۔

میں طوالت یا کسی اور وجہ سے حقیقت ظاہر نہ کروں تو یقیناً میں اپنے مضمون کے ساتھ ناانصافی کروں گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر عیسائیوں کو اسلام کے خلاف ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب میرے بجائے عیسائیوں کی زبان سے زیادہ مناسب رہے گا۔ ڈاکٹر ڈبلیو منٹگمری واٹ جو خود ایک پادری کے صاحبزادے ہیں۔ ایڈنبرا میں پہلے فلسفہ کے استاد تھے، پھر عربی سیکھی اور مسلمانوں کے متعلق ترجمہ کے بجائے براہ راست اصل کتابیں پڑھیں۔ پھر انہوں نے خود چار کتابیں لکھیں، جن میں انہوں نے نسبتاً حقیقت پسندی سے کام لیا۔ اس پر ایک ہنگامہ مچ گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کتابوں کی وجہ سے اپنے وطن میں انہیں بہت سی باتیں سننا پڑیں۔

وہ نومبر ۱۹۷۳ء میں "البیرونی" کے جشن صد سالہ میں شرکت کے لیے پاکستان آئے تھے۔ ان کا انٹرویو لیا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ "دراصل مغرب کے بیشتر فضلاء جو کسی نہ کسی حیثیت سے اہل کلیسا سے وابستہ رہے۔ اسلام سے صلیبی جنگوں کا انتقام لینے آئے ہیں۔ چنانچہ تاریخی کتابوں، سفرناموں اور علوم و فنون میں مسلمانوں کا تصور وحشیوں کا سا نظر آتا ہے۔ اور یورپ کی ذہنی فضا میں یہ تاثر اس قدر رچ بس گیا ہے کہ ہم اس کے سوا کچھ اور دیکھنے، سننے کے قابل نہیں رہے۔ اہل قلم اور اہل علم صلیبی جنگوں میں زیادہ سے زیادہ جوش و خروش پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اگر وہ مسلمانوں کی صحیح تصویر پیش کرتے تو اس امر کا شدید خطرہ تھا کہ ان کے ہم مذہب (عیسائی) مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے سے انکار کر دیں اور پورا ڈرامہ نتیجہ کے بغیر ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کا غلط تصور تراشنے کا فیصلہ کیا۔[2]

اس کے علاوہ اور بھی کئی عوامل ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ اسلام حضرت عیسیٰؑ سمیت تمام پیغمبروں کی عظمت و عفت کا اس حد تک قائل ہے کہ ان پر ایمان ہمارے عقائد کا بنیادی حصّہ ہے جب کہ موجودہ کلیسا کی خود ساختہ عیسائیت خدا کے ان برگزیدہ اور معصوم لوگوں پر انتہائی رکیک

---

[1] نوائے وقت لاہور ۳۱ مئی ۱۹۷۰ء

[2] ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور۔ فروری ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۷ تا ۲۲

الزامات لگاتی ہے (باب نمبر ۱ میں تفصیل بیان ہو چکی ہے) پھر عقیدہ تثلیث تو ایک ایسا گورکھ دھندا ہے۔ جو سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن اس کے باوجود سمجھا جاتا ہے کہ یہ خلاف عقل نہیں۔ اس عقیدہ پر ہی موجودہ عیسائیت کی تمام چھوٹی بڑی کلیسائیں بنی ہیں۔ اسلام ان سب کی نہایت مدلّل اور بہترین انداز میں تردید کرتا ہے اور مذہب میں عیسائیوں کی تحریفوں اور مذموم کوششوں کو بے نقاب کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو نہایت معصوم، برگزیدہ اور نیک ترین شخصیت بتاتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام پر جو رکیک اتہامات لگائے جاتے ہیں پرزور الفاظ میں ان کی تردید کرتا ہے۔

عیسائی پیشواؤں کو اسلام کی یہ صداقت شدت کے ساتھ ناگوار گذری۔ انہوں نے سوچا کہ اسلام کا سیدھا سادا عقیدہ نہ صرف آسان ہے بلکہ قابل فہم بھی ہے۔ پھر مسلمان اپنے عروج کے زمانہ میں جرمنی اور فرانس تک پہنچ چکے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا سادہ اور قابل فہم عقیدہ جو مسیح اور ابن مسیح کے بارے میں تھا ان لوگوں تک پہنچتا تو انہیں اندیشہ تھا کہ عیسائی اپنی عیسائیت کو چھوڑ بیٹھیں گے۔ اس لیے انہوں نے اسلام کو موجودہ عیسائیت کے خلاف سازش گردانا (لوتھرن۔ ویسٹرن ویوز آف اسلام)

ابتدا میں تو وہ عیسائیت کی مدافعت کرتے رہے۔ لیکن بعد میں اسلام کو برباد کرنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ ان کے لیے یہ زندگی اور موت کی جنگ تھی۔

بیروت کالج کے ڈاکٹر جارج ای۔ پوسٹ نے ۱۸۸۸ء میں کہا کہ یہ زندگی کی بقا کی لڑائی ہے۔ جو ان پر (مسلمانوں پر) فتح حاصل کرنے کے لیے ہم نے شروع کی ہے، ورنہ وہ ہم پر فتح پا لیں گے ہم کو وسطی ایشیا جانا چاہیئے۔ عرب جانا چاہیئے۔ سوڈان جانا چاہیئے اور ہمیں ان لوگوں کو عیسائی بنانا چاہیئے، ورنہ وہ صحراؤں کو عبور کریں گے۔ وہ آندھی کی طرح فراٹے بھریں گے اور ہماری عیسائیت کو ہڑپ کر جائیں گے اور اسے برباد کر دیں گے (اسلام، اے چیلنج ٹو فیتھ)

جب پاکستان اسلامی نظریہ کے دعویٰ کے ساتھ دنیا کے نقشہ پر ابھرا تو پوری عیسائی مشنریوں میں ایک ہلچل مچ گئی۔ اور قیام کے دن سے ہی انہوں نے اس پر امداد اور ہمدردی کے روپ میں دھاوے بولنا شروع کر دیئے۔ دوسرے محاذوں کے ساتھ ساتھ ان مشنریوں نے پاکستان میں خود اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کیا، پمفلٹ لکھے، کتابیں شائع کیں اور بائیبل کارسپانڈنس اسکول کھولے۔

ان کے علاوہ جو عیسائی جرائد و رسائل ہفتہ وار، پندرہ روزہ یا ماہانہ نکلتے ہیں۔ ان میں بھی کہیں بین السطور اور کہیں واضح طور پر اسلام اور اکابرین اسلام پر حملوں کے ساتھ ساتھ عیسائیت کے پرچار

پر ابھارنے کی تحریریں ہوتی ہیں۔ ایک مثال عیسائی پندرہ روزہ رسالہ "شاداب" لاہور کی پیش کی جاتی ہے۔ یہ رسالہ مرکزی و صوبائی سرکاری اشتہارات کی اشاعت کے لیے منظور شدہ ہے۔ اس میں صفحہ ۴۴ پر بچوں کے لیے "انگوٹھی" کے عنوان سے ایک قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اسلوب تحریر، انداز بیان اور خود قصہ سے صلاح الدین ایوبی کے متعلق شدید نفرت انگیز تاثر پیدا ہوتا ہے[1]۔

مشنریوں نے اس طرح پاکستان میں ابتدائی دن ہی سے اپنی کاوشوں کو تبلیغ عیسائیت کے لیے تیز تر کر دیا ہے۔ ان کی مساعی ان کی کاوشیں، ان کی اچھی مالی حالت۔ ان کا آپس میں تعاون، ان کی عیسائی حکومتوں کی سرپرستی یہ وہ عوامل ہیں۔ جن کے نتیجے میں انھوں نے مغربی پاکستان میں اس حد تک کامیابی حاصل کر لی کہ صرف ایک سال، ۱۹۵۷ء میں آٹھ ہزار مسلمانوں کو بپتسمہ دے کر عیسائی بنا لیا[2]۔

---

[1] شاداب لاہور ۱۶ اکتوبر تا ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۴

[2] دی پاپ اسپیکر ۔ کینیڈا ۱۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء

فروغ عیسائیت کے اسباب

۲۔ سیاسی وجوہ

پاکستان میں فروغ عیسائیت کے سلسلہ کی یہ دوسری اہم بحث ہے۔ اس باب میں ان حالات کا تجزیہ کرنا ہے جو پاکستان میں اس کے قیام کے ساتھ ہی نمودار ہوئے۔

پاکستان پر کٹھن گھڑیاں

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے ساتھ ہی زبردست فسادات شروع ہو گئے تھے۔ حکومت پاکستان اور پاکستان کے عوام بے سروسامان تھے۔ ہندوستان سے اس کے حصہ کا اثاثہ بھی پورا نہیں ملا تھا۔ آبادی کے تبادلے سے پیدا ہونے والے مسائل میں بے پناہ اضافہ ہو رہا تھا۔ ادھر ہندوستان اور انگریز اس خوش فہمی میں تھے کہ پاکستان اب ختم ہوا کہ ختم ہوا۔ کشت و خون کے انسداد اور آبادی کے تبادلے کے مسئلوں میں سب سے اہم مسئلہ ادویات، غذائی اجناس اور ضروری پناہ گاہوں کا تھا ——— ایسے حالات میں عیسائی مشنریوں نے اپنا کام شروع کیا۔

قیام پاکستان کو ابھی ایک سال ہی ہوا تھا کہ قائد اعظم جیسی شخصیت کا انتقال ہو گیا۔ عین اس وقت ہندوستان نے ایک طرف حیدر آباد کی ریاست پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ دوسری جانب کشمیر میں جنگ چھیڑ دی۔ ان حالات میں پاکستان کا برقرار رہنا ہی انتہائی دشوار تھا۔ مسائل کے اس ہجوم میں مشنریوں کی امداد و اعانت بروقت ثابت ہوئی۔ کینتھ اسکاٹ کہتا ہے کہ مہاجرین و شرنارتھیوں میں بے غرض مشنری نے جو کام کیا تھا اس کی دونوں ملکوں کے رہنے والے بہت سے لوگوں نے توثیق کی[1]۔

پاکستان میں تباہ حال مہاجرین کی امداد کے لیے لاہور کرسچین ریلیف کمیٹی قائم ہوئی۔ امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک سے امدادی سامان کی ترسیل شروع ہو گئی۔ جس میں استعمال شدہ کپڑے خشک

---

[1] دی کرسچین ورلڈ مشن ان دی ورلڈ ٹوڈے، صفحہ ۱۱۲، کینیتھ اسکاٹ لیتوریٹ

دودھ کمبل اور گرم کپڑے وغیرہ تھے۔[1]

نظریہ پاکستان سے اغماض

حالات ذرا صحیح ہوئے اور پاکستان سنبھل گیا تو بدقسمتی سے پاکستان کی تعمیر کا گرانمایہ جذبہ خود پاکستانیوں کے دل سے کم ہونا شروع ہو گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد پاکستان کے مسلمانوں نے اپنی مملکت کے اعلیٰ مقاصد کو اپنی روزانہ زندگی سے نظر انداز کرنا شروع کر دیا جو قوم ہندوستان کے ہندو کلچر میں ضم ہونے تیار نہ تھی۔ وہ مغربی کلچر میں روز بروز ڈوبتی چلی گئی۔ پاکستان لیڈروں کو اطمینان تھا حاصل ہو گیا کہ اب انہیں ایک علیحدہ ریاست مل چکی ہے۔ ہندو ان پر کسی طرح بھی غلبہ نہیں پا سکیں گے اس دوران پاکستان کی معاشی و سیاسی زندگی میں رشوت ستانی اقربا نوازی اور بددیانتی داخل ہو گئی۔

افسر شاہی

قیام پاکستان کے بعد زمام حکومت جن لوگوں کے ہاتھوں میں آئی۔ وہ عموماً عیسائی تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل تھے۔ ان کی اکثریت مغربی ثقافت و تہذیب کی دلدادہ تھی۔ اور وہ مشنری اداروں سے کسی نہ کسی درجہ میں متاثر تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان سب میں احساس کمتری تھا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مغربی تہذیب پورے طور پر ان پر مسلط تھی۔ نوزائیدہ مملکت کو چلانے کے لئے مذہبی رہنماؤں کی نسبت یہ لوگ زیادہ موثر اور سمجھدار تھے۔ انہیں معاشرتی، سیاسی، قانونی اور بین الاقوامی مسائل پر خاصہ عبور تھا یہ اس کا تجربہ بھی رکھتے تھے۔ انہوں نے بلاشبہ پاکستان کو بین الاقوامی سیاسیات میں نمایاں مقام دلایا۔ لیکن وہ بہت جلد ہوس اقتدار و زر پرستی کے شکار ہو گئے۔ اور اس جذبہ کو بھلا بیٹھے جس کے تحت پاکستان بنا تھا ان کی دیکھا دیکھی پوری قوم بشمول افسران، مقتدر اصحاب، تجار، دفتری کارکن اور عوام سب ہی اس خرابی میں شریک ہو گئے۔

امداد کی ضرورت

پاکستان ابھی ابھی بنا تھا۔ اور بیرونی دنیا کی مدد کے بغیر اس کی زندگی قائم نہیں رہ سکتی تھی چنانچہ مجبوراً خود پاکستانیوں نے عیسائی ممالک کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہر شعبہ کے ماہرین کی کھیپ کی کھیپ تیار رکھتے ہیں۔ ان ماہرین میں جیسا کہ پچھلے صفحات پر گزر چکا ہے۔ عیسائی مشنریز کی خاصی تعداد ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی مشنری ماہرین نے بالخصوص پاکستان کی ترقی کے

---

[1] دی مسلم ورلڈ - جنوری ۱۹۶۸ء

ساتھ ساتھ عیسائیت کو بھی ترقی دی۔ پاکستان کو قرض کی ضرورت تھی وہ اسے ملا۔ اور مختلف عیسائی ممالک نے دل کھول کر قرض دیا۔ مگر ایسی شرائط پر باب دوم میں انڈونیشیا کو قرض دینے کی شرائط ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمائیں۔

اس طرح نہ صرف براہ راست عیسائی مشنریز بلکہ بالواسطہ عیسائی ماہرین بھی پاکستانیوں کے دل دماغ کو اپنے افکار و عقائد اور نظریات سے متاثر کرنے لگے۔

مغربی ملکوں سے تعلقات نے جہاں حکومت کے کارکنوں کو آزادی کے ساتھ ضرورت اور بے ضرورت مغربی ممالک میں آنے جانے کی آزادی بخشی، وہاں اعلیٰ طبقے اور درمیانہ درجے کے لوگوں کے لئے بھی اپنے دروازے کھول دیئے۔ چنانچہ تعلیم، تجارت، سیاحت اور علاج کے لئے اس طبقہ کے افراد جوق در جوق مغربی ممالک جانے لگے۔ اور وہاں کے خیالات، تصورات، ماحول وغیرہ سے متاثر ہونے لگے۔ مغرب کی عمومی معاشرت اور نظام تعلیم کی جھلکیاں علی الترتیب باب اول اور باب دوم میں ہم پیش کر چکے ہیں۔

مغربیوں سے رشتہ

اس کے علاوہ ایک اہم مسئلہ مغربی ممالک میں جا کر ان کی لڑکیوں سے دوستی و شادی کا بھی تھا مغرب کی گوری اور عشوہ طراز حسیناؤں سے تعلقات عموماً شادی کی شکل میں ظاہر ہوتے۔ چنانچہ یہ لوگ جب واپس آتے تو اپنے ساتھ ایک عیسائی خاتون کو بھی لاتے شادی کی شرائط میں عموماً یہ شامل ہوتا کہ بیوی کے عقیدہ سے کوئی واسطہ نہیں رکھا جائے گا۔ اس کی جو اولاد ہو گی۔ اس کو بھی وہ اپنے عقائد ہی کی تعلیم دے گی۔ اگر بیوی مسلمان ہو بھی جاتی تو اس کا رہن سہن، طور طریق عادات و اطوار قطعی طور پر تبدیل نہیں ہوتے۔ اس ضمن ایک مثال کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

ایک صاحبزادے نے کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر سے اسلامیات کا مضمون اس بنا پر تبدیل کرنے کی درخواست کی کہ مجھے یہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ دریافت کرنے پر اس نے انکشافات کیا کہ میری والدہ رومن کیتھولک ہیں میرے باپ سے شادی کے وقت میری ماں نے اپنے گرجا کے پادری سے شادی کی اجازت لی تو اس نے شرط پر اجازت دی کہ اس رشتہ سے جو بچے پیدا ہوں گے وہ رومن کیتھولک عیسائی ہوں گے۔ چنانچہ معاہدہ کے مطابق میری ماں نے مجھے تثلیث کی تعلیم و تربیت دی۔ ماں کی گود سے میں نے جو تعلیم حاصل کی وہی میرے دل و دماغ پر سرایت کئے ہوئے ہے۔ میں اسلامی تعلیمات سے نابلد ہوں۔ اور نصاب میں اسلامیات کا مضمون لے کر سخت الجھن میں پھنس گیا ہوں

---

[1] بنات المتقیب صفحہ ۳۰۶ قمرالدین احمد

غیر ملکی اور بالخصوص عیسائی عورتوں سے شادی کی وبا پاکستانیوں میں اتنی عام ہوئی کہ پاکستان کے غیر ملکی سفارت خانوں میں ملازم افسروں اور عملے کے افراد نے بھی غیر ملکی عورتوں سے شادیاں کرنا شروع کر دیں تھیں۔ ۱؎ چنانچہ ایوب حکومت کو اس پر سخت پابندی لگانی پڑی۔ دوسری جانب خود پاکستانی لڑکیوں کے لیے اس وبا سے بعض اہم مسائل پیدا ہو گئے۔ مثلاً غیر شعوری طور پر ان کے دلوں میں یہ خیال راسخ ہو گیا۔ کہ جب تک مغربی تہذیب و ثقافت کو اپنایا نہ جائے۔ اور مشرقی روایات کو خیرباد نہ کہا جائے اور ترقی پسند نہ بنا جائے انہیں خوش حال اور پڑھے لکھے شوہر نہ مل سکیں گے۔

صنعت کے علاوہ دوسرے شعبوں سے کم توجہی

ارباب پاکستان نے ابتدا ہی میں یہ طے کر لیا تھا کہ ملک کی خوشحالی کے لیے صنعتوں کا قیام ضروری ہے۔ اگر یہ نوزائیدہ ملک اس ضمن میں ترقی کر کے خود کفیل ہو جاتا ہے تو دوسرے ممالک کی نیازمندی سے کسی حد تک آزاد ہو جائے گا۔ اس لیے زیادہ تر توجہ اس طرف مبذول ہو گئی۔ گو دوسرے شعبوں میں بھی اس نے منصوبے اور پروگرام بنائے لیکن وہ اتنے موثر نہ تھے۔ بالخصوص سماجی بہبود اور تعلیم وطب کی طرف چنداں توجہ نہ دی۔ عیسائی مشنریوں نے اس خلا سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں مشنری ادارے قائم کرنے شروع کر دیئے۔ سوشل سروسز کے ذیل میں ہسپتال ڈسپنسریاں اسکول، کالج، ہوسٹل وغیرہ دور افتادہ حصوں میں تک قائم ہونے لگے۔ اور جو کام حکومت پاکستان اور پاکستانی اصحاب ثروت کو کرنا چاہیے تھا، وہ کام عیسائی مشنریز کرنے لگے۔

زمیندارانہ نظام

پاکستان میں جاگیردارانہ نظام ورثہ میں آیا تھا۔ بڑے بڑے جاگیردار، وڈیرے، زمیندار اپنے علاقے کے مطلق العنان حاکم بنے ہوئے تھے ان کے تحت جو مزارعین اور ملازمین ہوتے تھے۔ وہ غلاموں سے بدتر حالات میں زندگی گذارتے تھے۔ زمیندار ان کے پورے خاندان کو اپنا محکوم اور بندۂ بے درہم سمجھتا تھا۔ اپنے غنڈوں کے ذریعہ جب چاہتا ان کی عورتوں کو اغوا کرا لیتا، ان کے گھروں کو جلاتا، ان کے اثاثوں پر ڈاکہ ڈلوا دیتا۔ ان حالات میں یہی ہاری، مزارعہ جب دیکھتے کہ ان زمینداروں سے عیسائی پادریوں کے اچھے تعلقات ہیں اور وہ ان کی بات مانتے ہیں۔ تو غریب مزارعین بسا اوقات اپنے تحفظ کے خیال سے عیسائیت کی پناہ حاصل کرنے میں بھلائی

۱؎ روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ راگست ۱۹۶۷ء

محسوس کرتے۔

مزید برآں پاکستان میں کچھ قدیم آبادی بھی ہے۔ مثلاً بھیل، کولی اور خاکروب وغیرہ۔ ان میں سے بیشتر تو انگریزی حکومت کے زمانہ میں ہی عیسائی ہو گئے۔ کیونکہ ان پر عیسائی مشنریوں نے کافی توجہ دی تھی اور جو باقی رہ گئے تھے۔ عیسائی مشنریوں نے ان کے علاقوں میں سماجی، طبی اور تعلیمی سہولتیں بہم پہنچا کر انہیں اپنی جانب کھینچا۔ کیونکہ وہ اب بھی پسماندگی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

قومی زبان کا عدم تشخص

اس کے علاوہ ایک اور اہم مسئلہ قومی زبان کے تشخص اور اس کی اہمیت کا تھا۔ قومی زبان کو وہ اہمیت حاصل نہ ہوئی جو ہونا چاہیے تھی۔ انگریزی زبان برطانوی عہد کی طرح قیام پاکستان کے بعد بھی رائج رہی۔ دفتری زبان انگریزی تھی۔ اعلیٰ ملازمتوں کے لیے انگریزی داں ہونا ضروری تھا۔ مقابلے کے امتحانات کے پرچے بھی انگریزی زبان میں ہوتے تھے اور انہیں اسی زبان میں حل بھی کرنا ہوتا تھا۔ زبانی امتحان (Viva Voce) بھی انگریزی میں ہوتا تھا۔ اوسط درجہ کی ملازمت کے لیے بھی انگریزی زبان کی روانی درکار تھی۔ چنانچہ والدین اور ان کے بچے بھی انگریزی زبان کی طرف دوڑے جاتے تھے۔ اب تک عام تاثر یہی ہے کہ انگلش میڈیم اسکول، دوسرے سکولوں کی نسبت معیاری ہوتے ہیں۔ صاف ستھری عمارت، اچھا عملہ، بہتر ماحول اور طلبہ پر ذاتی توجہ ان کی خصوصیات سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ ان اسکولوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ اور مشنری خاص طور پر ان اسکولوں کے قیام پر توجہ دینے لگے۔

فروغِ عیسائیت کے اسباب

۲- معاشرتی وجوہ

یہ بات بڑی عجیب سی محسوس ہوگی کہ پاکستانی مسلمانوں نے بھی خواہ وہ خواص ہوں یا عوام، افسر ہوں یا ماتحت، عالم ہوں یا جاہل، مالدار ہوں یا غریب، عیسائیت کے فروغ کے لیے دانستہ یا نادانستہ کام کیا۔ وہ اس طرح کہ پاکستان کے ہر شعبۂ زندگی میں حرص و ہوس اور زرگری کا ایک جنون سوار ہوگیا۔ اسلام کا نام تو گویا پاکستان کے لیے تھا نہ کہ قیامِ پاکستان کے بعد۔

خواص کی طرح عوام نے بھی اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس کو نظر انداز کرنا شروع کردیا اور ہر کہ و مہ مسابقت کی دوڑ میں شریک ہوگیا۔ روپیہ پیسہ دولت و اعزاز مطمحِ نظر بن گئے۔ خواہ کسی صورت اور کسی ذریعہ سے حاصل ہو۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے جو وسائل و ذرائع ناجائز تھے اب جائز ہوگئے۔ جو امور ناپسندیدہ تھے پسندیدہ ہوگئے۔ پھر پاکستان میں نو دولت مندوں کا ایک طبقہ پیدا ہوتا گیا۔ اس طرح چند خاندانوں میں دولت کا ارتکاز ہو گیا۔ ایک طرف دولت کے انبار تھے۔ دوسری طرف اس کے خرچ کے جائز راستے سجھائی نہیں دے رہے تھے۔ یہ دولت مند طبقہ اور اس کی اولاد عموماً مغربی ملکوں کا دورہ کرنے لگی۔ وہاں کی چمک دمک سے اس کے ذہن و نظر چکا چوند ہونے لگے۔ سامانِ تعیش کے ساتھ ساتھ وہاں کے افکار و خیالات اپنے ملک لانے لگے۔ متعدد صنعت کار اہلِ ثروت ہونے کے باوجود اعلیٰ یافتہ نہ تھے لیکن چاہتے یہ تھے کہ ان کی اولاد انگریزی بولے اور سمجھے ان مغرب زدہ مسلمانوں نے اپنی اولاد کو انگلش اسکولوں میں تعلیم دلانا ضروری سمجھا۔ جب کہ اسکولوں کے بیشتر استاد عیسائی ہوتے ہیں۔ اور جو مسلمان ہوتے ہیں وہ بھی عموماً مغرب زدہ اور اپنی تہذیب سے بیزار رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے اصلی ناموں سے الجھن محسوس کرتے ہیں مثلاً مسٹر ...... ستیج کی جگہ مسٹر ...... تھے۔ اور مسٹر نیک محمد ...... کی جگہ مسٹر نک۔ محمد دین کی جگہ ایم۔ ڈی وغیرہ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اساتذہ کی شخصیت کا طالب علم پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ وہ اسی تہذیب اور ماحول میں ڈھل جاتا ہے جو اس کے استاد کو پسند ہو، چنانچہ جس

نسل نے ان اداروں سے تعلیم حاصل کی وہ بڑی ہوکر ملک و معاشرہ میں یہی خدمات انجام دینے گی۔ انگریزی زبان کے استعمال اور مشن اسکولوں کی تربیت نے اس نسل کو ایک عجیب و غریب احساس میں مبتلا کردیا۔ انھوں نے اپنی ہر چیز کی نفی کو ضروری سمجھا۔ اپنی تہذیب و روایات کو نظر انداز بلکہ مسترد کرنا شروع کردیا۔ اسلام سے ان کا کس درجہ لگاؤ رہا اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ چند سال پہلے ریڈیو پاکستان کے ایک معلوماتی پروگرام میں جب مشن کالج میں پڑھنے والی ایک مسلمان لڑکی سے کلمہ طیبہ دریافت کیا گیا تو اس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔

اس ماحول و تربیت کے طلبہ جب ملک میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے ہیں تو وہ کیا کچھ کرتے ہیں حسبِ ذیل واقعات سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ مسٹر عباس علی خاں سابق رکن قومی اسمبلی نے کہا کہ ایک دفعہ ہم نے ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے درخواست کی کہ وہ ایک مسجد کے لیے کچھ مدد کرے۔ یہ نامنظور ہوگئی۔ اسی دوران اسی قسم کی ایک درخواست عیسائیوں کی جانب سے پیش ہوئی جس پر غور ہوا اور ان کو تمام سہولتیں مہیا کردی گئیں۔[1]

۲۔ ایسے ہی اربابِ حل و عقد نے کراچی کورنگی میں ایک دو نہیں کئی کوارٹر ینگ ویمنز کرسچین ایسوسی ایشن' وائی ڈبلیو سی اے کو دیے۔

مسٹر عبدالرشید سابق قومی اسمبلی نے قومی اسمبلی میں بحث کرتے ہوئے کہا کہ "ڈی اے نے پندرہ کوارٹر کورنگی کالونی میں وائی ڈبلیو سی اے کو دیے۔"

اسی طرح مشرقی پاکستان میں جزیرہ گوہیر ایلجیم کے پادری ریورنڈ پائر کو دے دیا گیا تاکہ وہ اسے جزیرۂ امن بنا دے۔[2] بلجیم کے مالدار لوگوں اور عیسائیوں نے اس پادری کو دس لاکھ ڈالر (تقریباً ایک کروڑ روپیہ) دیئے تھے کہ چٹاگانگ کے اس جزیرہ میں عیسائیت کو فروغ دے۔ حکومتِ بلجیم نے اپنے سفیر متعینہ پاکستان سے اس کے پادری کو بھیجنے سے پہلے مشورہ کرنا ضروری نہ سمجھا تھا جس کی وجہ سے اس سفیر کو کچھ الجھن بھی ہوئی۔[3]

۳۔ مسٹر عبدالرشید نے یہ الزام بھی لگایا تھا کہ برطانوی دورِ حکومت میں ریاست بہاول پور

---

[1] قومی اسمبلی کے مباحث نیشنل اسمبلی آف پاکستان ڈیبیٹس سرکاری رپورٹ جلد نمبر ۱۵- ۳۰ جون ۱۹۶۲ء - صفحہ ۸۴۳، ۸۰۶

[2] ایضاً صفحہ ۸۴۳ [3] ایضاً صفحہ ۸۵۱

اور ریاست خیرپور میں مشنری سرگرمیاں بند تھیں لیکن جب یہ ریاستیں پنجاب سے ملحق ہوئیں تو سابق پابندی ختم ہوگئی اور نتیجہ میں کئی چرچ اور عیسائی تعلیمی ادارے یہاں قائم ہوگئے اور عیسائی آبادی ہزاروں تک پہنچ گئی۔[۱]

مقام عبرت ہے کہ بلجیم کے دولت مند عیسائیوں نے تو ایک خطیر رقم عیسائیت کے فروغ کے لیے دی لیکن پاکستان کے دولت مند بجائے اس کے کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں اپنے ہم قوم اور ہم وطنوں کے لیے سماجی اور رفاہی کام اپنے ہاتھوں میں لیتے، اسکول اور اسپتال قائم کرتے، سوشل سروسز کی بنیادیں ڈالتے، اور اس کا انتظام خود سنبھالتے یا ان ہم قوموں کے ہاتھوں میں دیتے جو بحسن وخوبی ان اداروں کو چلاتے اور قوم و ملک کو فائدہ پہنچاتے ———— خود عیسائی مشنریوں کی مالی اور اخلاقی امداد کرتے رہے۔ انہیں بڑی بڑی رقموں کے چیک دیتے رہے۔

۲ — کراچی کے ایک مشہور مسلمان تاجر نے بہ یک جنبش قلم مشرقی پاکستان میں ایک لاکھ اکیس ہزار روپیہ کی گشتی شفاخانہ قائم کرنے کے لیے "سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ" مشنری ادارے کو عنایت فرمادی۔[۲] اس مشن کے متعلق یہ حقائق قابل ذکر ہیں۔

یہ مشنری "دکھی انسانیت کے علاج" کے نام پر عیسائیت کے پرچار میں ہمہ تن مصروف ہے لیکن عراق کی حکومت نے ۱۹۷۰ء میں اس کا بغداد میں اسپتال بند کروا کر ۱۴ مشنریوں کو ملک سے نکال دیا تھا۔[۳] اسی ہسپتال والوں نے اپنے پرانے دو عیسائی ملازموں کو نہ صرف زدوکوب کیا بلکہ محض اس جرم میں ملازمت سے نکال دیا کہ انہوں نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا تھا۔[۴] اسلامی مملکت میں عیسائی مسلمان ہوجاتا ہے تو اس پر مظالم توڑے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی اگر مسلمان عیسائی ہوجائے تو جیسے کوئی بات ہی نہیں۔[۵]

---

۱ ایضاً صفحہ ۸۴۳

۲ ڈان کراچی - ۸ مارچ ۱۹۶۱ء صفحہ ۲ آخری کالم

۳ دی ورلڈ سائیڈ آف دی کرسچین کراچی صفحہ ۵۶ - جمیل ایس ایم

۴ روزنامہ حریت کراچی ۱۴ فروری ۱۹۷۵ء

۵ روزنامہ مساوات کراچی ۲ فروری ۱۹۷۵ء

اس میں کلام نہیں کہ پاکستان کے بعض مالدار حضرات نے کچھ نہ کچھ سماجی کام کیا ہے۔ چند اسکول اور اسپتال کھولے ہیں، یتیموں، بیواؤں کو امداد بھی دی ہے اور ان کی سرپرستی کی ہے۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آگاہ بھی کیا ہے ———— لیکن مجموعی حیثیت سے یہ پورا کام نہایت کم رہا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اگر کچھ ہوا ہے تو وہ انفرادی انداز میں ہوا ہے اجتماعی سطح پر نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تبلیغی اور رفاہی خدمات کے وہ نتائج برآمد نہیں ہوئے۔

متوسط اور نچلے طبقہ کی بدحالی

یہ مسلمہ امر ہے کہ ہمیشہ ملک کے اعلیٰ طبقہ کے عادات واطوار، رہن سہن، اور طور طریق کا شعوری و غیر شعوری اثر دوسرے چھوٹے طبقوں پر پڑتا ہے۔ پاکستان میں بھی یہی ہوا۔ ہمارے متوسط بلکہ غریب طبقہ نے بھی اکابرین قوم کی تقلید میں مسابقت کی دوڑ میں حصہ لینے کی کوشش کی۔ وہ بھی سماجی حالت بہتر بنانے کی جستجو میں اپنے بچوں کو انگلش ٹائپ کے اسکول میں داخل کرنے لگے۔ میرے علم ومشاہدے میں ایسے کئی اصحاب ہیں جو دفتروں میں کلرکی اور ملوں میں سپروائزری کرتے ہیں۔ لیکن مالی کمزوری کے باوجود اپنے بچوں کو بھاری فیسوں والے انگلش اسکولوں میں پڑھاتے ہیں۔

اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اخلاقی انحطاط روز بروز بڑھنے لگا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ظاہرداری چھانے لگی۔ نچلے اور متوسط طبقہ کو گھریلو پریشانیوں اور اقتصادی بدحالیوں کا بہت زیادہ سامنا کرنا پڑا۔ اسی لیے ان خاندانوں کی لڑکیوں کو نوکری پر مجبور ہونا پڑا۔ اور نوکری کے لیے فیشن کا بوجھ لادنا پڑا۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور کھلی نمائش لازمی سماجی ضرورت بن گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اخلاق میں بے انتہا بگاڑ آتا چلا گیا۔ اگر اسی دوران کسی مشنری کے ہتھے ایسے لڑکے یا لڑکیاں چڑھ گئیں تو وہ بڑی آسانی سے عیسائیت کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

دینی تعلیم سے عدم توجہی

ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ اس طبقے نے اپنی دینی و تہذیبی روایات کو نظر انداز کرنا شروع کردیا۔ خود اس کی اپنی تعلیم و تربیت جس نہج پر ہوئی تھی، اسے اپنی نسل کو منتقل کرنے میں تساہل کرنے لگا۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دینے میں دلچسپی حرر ہی۔ اگر کبھی کسی کے خیال دلانے سے احساس ہوا بھی تو اپنی سب سے ناکارہ اور نااہل اولاد کو (جس کے بارے میں یقین ہوتا کہ یہ دنیوی تعلیم حاصل کرنے سے معذور ہے) دینی درس گاہوں کے حوالے کیا۔

اس عمل کے نتیجہ میں جو نسل ابھری اس میں دینی و مذہبی معلومات کا فقدان رہا۔ وہ اپنی تہذیب

اور روایات کو رجعت پسندانہ ماحول کی پیداوار سمجھنے لگی پہلے تو وہ مولوی صاحبان کے پند و نصائح اور مواعظ سے کتراتے تھے۔ بعد میں کھلم کھلا ان کے مخالف ہو گئے۔ ان کے اختلافات کا ذکر کرنا، ان کے کردار پر کیچڑ اچھالنا، ان کے گھریلو معاملات پر رائے زنی کرنا، ان کی اولاد اور اہل و عیال کے متعلق بے پر کی اڑانا فیشن بن گیا۔

سوال کیا جا سکتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے مان لیں کہ مولوی صاحب اور ان کا گھرانہ بے عمل ہے صحیح راہ سے بے خبر ہے، آپ کیوں خود سیدھے راستے پر نہیں چلتے؟ کیا ان کے باہمی اختلافات نے کہا ہے کہ آپ صحیح راستہ پر نہ چلیں؟ کیا کسی عالم نے یہ کہا ہے کہ بجائے پانچ نمازوں کے چار یا دس پڑھیں؛ مہینہ بھر کے بجائے کئی ماہ کے روزے رکھیں، یا قرآن شریف قطعی نہ پڑھیں۔ بے عملوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ان علماء کو اپنی مساجد سے نکل کر ان برائیوں کو ختم کرنا اور تبلیغ دین کرنا چاہیے۔ چلیے صاحب آپ کا خیال درست۔ ایک دینی جماعت یہ کام بھی انجام دے رہی ہے —— فوراً دوسرا گروہ کہتا ہے کہ واہ بھئی واہ! یہ مسلمانوں میں تبلیغ کر رہے ہیں، کیا ہم مسلمان نہیں ہیں۔ تبلیغ تو غیر مسلموں میں ہونی چاہیے۔

القصہ اپنی بے علمی اور بد عملی کی تان علماء پر توڑنے کا فیشن ہو گیا ہے۔ میں نے ایم اے کے زبانی امتحان کے موقع پر اکثر طلبہ کو التحیات، دعائے قنوت اور نماز جنازہ کی دعا و ترکیب سے بے خبر اور اپنے ساتھیوں سے پوچھتے دیکھا ہے۔ اگر سروے کیا جائے تو بڑھ بڑھ کر ان باتیں بنانے والوں میں اکثریت ایسی ہوگی جو ناظرہ قرآن سے بھی نابلد ہے —— کیا یہ قصور بھی علمائے دین کا ہے اپنی ذاتی بے علمی و بے عملی کا ذمہ دار کسی دینی پیشوا کو کس ضابطہ اخلاق کے تحت بنایا جا سکتا ہے

دینی پیشوا مستثنیات کو چھوڑ کر اب بھی اپنے فرائض پورے کر رہے ہیں۔ ہر جمعہ کو بیان ہوتا ہے۔ ہر اہم موقع کی تقریب پر دینی تقاریر سناتے ہیں۔ اخباروں میں مضامین لکھتے ہیں۔ کتابیں، پمفلٹ تحریر کرتے ہیں۔ لوگوں کو دین کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ایک مستقل جماعت (جماعت تبلیغی) ہر ہفتے گلی کوچوں، محلوں، دوسرے شہروں میں جا کر، ملک ملک گھوم کر لوگوں تک دین کا پیام پہنچاتی ہے۔ عمل کے لیے اصرار کرتی ہے۔ اپنا نمونہ پیش کرتی ہے اور درخواست کرتی ہے کہ اس کا ہاتھ بٹاؤ۔ یہ جماعت مسلمانوں کی تلخ و تند باتوں کو برداشت کرتی ہے۔ طعن و تشنیع کو نظر انداز کرتی ہے اور پھر کوئی معاوضہ بھی طلب نہیں کرتی۔

دینی پیشوا دینی مدارس اور دارالعلوم کس کس مصیبت اور پریشانیوں سے چلا رہے ہیں۔

اور قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ان برائیاں نکالنے والوں نے اس پر غور کرنے کی زحمت تک نہیں کی۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہوگا کہ علماء حضرات ہی دین کے چراغ جلائے ہوئے ہیں۔ ان کی جھلملاتی روشنی گھٹا ٹوپ اندھیرے سے نبرد آزما ہے۔ یہ اپنی بے سروسامانی کے باوجود مسلمانوں میں دین کی تعلیم، دین کی محبت اور دینی جذبہ کو برقرار رکھنے کی جدوجہد میں آج بھی مصروف ہیں۔ کس قدر عجیب بات ہے۔ کہ الزامات لگانے والے دنیا کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹنے میں مصروف ہوں اور علماء دین، دینی علوم کے لیے اپنی زندگیاں لگا دیں۔ اس مقصد کے لیے اپنے پورے وسائل صرف کر دیں —— پھر بھی مورد الزام ٹھہریں۔

ایک طرف عوام و خواص کی دینی معاملات سے یہ بے توجہی، دوسری جانب مسابقت کی دوڑ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی مشنریوں کو راستہ ہموار نظر آیا۔ اور انہوں نے اپنے پورے وسائل استعمال کرنا شروع کر دیے۔ نوکری، پیسے اور اعلیٰ تعلیم کی پیشکشیں کیں۔

شبیر احمد قریشی نے اپنے ایک عزیز دوست کے عیسائی بن جانے کے اسباب کی تحقیق کی تو یہ نتائج برآمد ہوئے۔

۱۔ پہلے نہایت میٹھے انداز میں ایک مسلمان کو عیسائی بننے کی ترغیب دی جاتی ہے۔
۲۔ جب اس سے کام نہیں چلتا تو ایک نوجوان حسینہ اسے متاثر کرنے کے لیے سامنے لائی جاتی ہے جو اس سے گہرے تعلقات اور دوستی پیدا کرتی ہے۔
۳۔ یہ حسینہ اس سے ہر وقت شادی کرنے کو تیار رہتی ہے۔ بشرطیکہ اس سے ان کا مقصد پورا ہو سکتا ہو۔ یہ اس کا ایک مقدس عمل شمار ہوتا ہے۔
۴۔ تحفہ تحائف کی شکل میں اسے ہر طرح معاشی اور مالی امداد دی جاتی ہے تاکہ اس کا معیار زندگی بلند ہو۔
۵۔ تعلیمی معیار بلند کرنے کے لیے اسے مشن کی طرف سے بیرونی ممالک میں اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیجنے کی پیشکش کی جاتی ہے۔
۶۔ اسے پاکستان میں مناسب ملازمت دلانے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔
۷۔ اسے فی بچہ کے حساب سے ماہوار وظیفہ ملتا ہے۔ جتنے بچے ہوں اتنا ہی وظیفہ بڑھتا رہتا ہے۔
۸۔ مشن اسکولوں اور کالجوں میں اس کے بچوں کو مفت کتابیں اور فیس کی معافی دی جاتی ہے ہر ایسے لڑکے کو ۱۵ روپیہ ماہوار اسکول میں اور ۲۵ روپیہ کالج میں وظیفہ دیا جاتا ہے۔

۹۔ امریکہ اور یورپ کے بہت سے خاندان اس سلسلہ میں مشن کی مدد کرتے ہیں تاکہ مشن ایسے بچوں کے قیام وطعام کا بار اٹھا سکے[1]

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ یہ لوگ اپنی دینی بے رغبتی و بے عملی کو چھپانے کے لیے ایک طرف مذہبی پیشواؤں کی مذمت کرتے ہیں تو دوسری جانب مغربی تعلیم سے متاثر ذہن و نظر سے بڑی شدت کے ساتھ عیسائی پادریوں کی ہمدردی، اخلاق، میٹھی زبان، ان کے طریقۂ تعلیم کے بارے میں وکالت بھی کرتے ہیں۔ یہ عیسائی مشنریز بھی چاہتے ہیں۔

استاذ عثمان الکعاک کہتے ہیں کہ :

جس روز ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ دیکھو! عیسائی کیسے رحم دل ہوتے ہیں۔ اور کیسے نیکی اور خیرات کے کام کرتے ہیں۔ اسی روز اسلام سے برگشتگی کا بیج اس کے دل میں پڑ جاتا ہے[2]

---

[1] روزنامہ ڈان کراچی ۱۷ اپریل ۱۹۶۳ء

[2] روزنامہ جنگ ۲۲ اگست ۱۹۷۳ء

فروغ مسیحیت کے اسباب

۴۔ پیشوایان دین کا تسامح

پیشوایان دین کا برگزیدہ گروہ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد بھی چند سالوں تک عوام پر بڑا گہرا اثر رکھتا تھا۔ صوبہ سرحد اور سلہٹ کے ریفرنڈم ان کے اثر و گرفت کی واضح مثالیں ہیں۔ عوام کی اکثریت کسی نہ کسی عالم دین سے اپنا تعلق رکھنا بہت ضروری سمجھتی تھی۔ لوگ ان کی باتوں کو کان لگا کر سنتے، اور ہدایات پر عمل کی کوشش کرتے تھے۔ ان کا تقویٰ ان کے تفقہ فی الدین کے واقعات زبان زد عوام تھے۔ ان کی دینی و سیاسی خدمات کا بھی گہرا اثر تھا۔

عوام سے دوری

قیام پاکستان کے چند ہی سالوں بعد عوام کی اکثریت علماء سے کٹنا شروع ہو گئی۔ یہی وہ زمانہ تھا۔ جب عیسائی مشنریوں نے بڑی تندہی سے کام کر کے اپنا اثر و نفوذ شروع کیا تھا۔ علماء نے بھی صرف اپنے پرشکوہ اور عالی شان دارالعلوم اور دینی مکاتب و مساجد میں محدود و محصور رہنا پسند کیا۔ حالانکہ ان کا مذہبی فرض تھا کہ عوام میں گھستے، ان میں گھل مل جاتے۔ ان کے مسائل پوری توجہ سے سنتے اور حل کرنے کی کوششیں کرتے۔ تقسیم کے بعد اسلامی اخوت کا جو جذبہ پورے پاکستان میں پیدا ہو گیا تھا اس کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوششیں کرتے ——— لیکن ان کی توجہ صرف مساجد اور دینی مکاتب کے قیام کی طرف ہو گئی۔ اور وہ عظیم دارالعلوم کو قائم کرنے کی کوششوں میں لگ گئے تاکہ وہاں سے دینی علوم کی روشنی پھیلے۔ اس طرح ان کی اکثریت کا رابطہ عوام سے ٹوٹ کر رہ گیا۔

آہستہ آہستہ عوام اور علماء میں بُعد پیدا ہوتا گیا عوام سے براہ راست رابطہ بہت کم ہو گیا۔ اگر عوام مسجد سے باہر ان کی تقاریر سننا چاہتے تو ان سے وقت لینا پڑتا جس کو وہ اپنی سہولت کے ساتھ مقرر کرتے بعض علماء جو پاکستان بننے کے بعد عروج پذیر ہوئے اپنے ارشادات عالیہ سنانے کا معاوضہ بھی وصول کرنے لگے اور آنے جانے کا انتظام بھی سامعین سے کروانے لگے۔ ایک عالم کے متعلق یہاں تک مشہور ہے کہ محرم کی مجالس کے لیے وہ چھ ہزار روپیہ لیتے ہیں کسی تقریب کے لیے

ان سے وقت دینے کی استدعا کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ بھئی وقت نہیں۔ تاہم منشی (پرسنل سیکرٹری) سے دریافت کرو، منشی صاحب کہتے ہیں کہ نہیں صاحب فلاں دن تو حضرت نہیں آسکتے کیونکہ اس دن حضرت کسی دوسری جگہ مصروف ہیں۔

جب مسلمان عوام کے ساتھ علماء کا یہ طرزِ عمل ہو تو ملک کے دور افتادہ حصوں میں بسنے والوں میں جا کر کون اسلام کی دعوت دیتا؟ ان لوگوں کو حق کا راستہ کون دکھاتا؟ کون انہیں جاہلیت سے نکال کر خدا رسول کے سایۂ عاطفت میں لانے کی کوششیں کرتا؟

باہمی اختلافات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین برگزیدہ حضرات نے آپس کے نفاق کو اس حد تک ہوا دینا شروع کر دی کہ نوجوان نسل ان سے دور بھاگنے لگی۔ علماء نے دیوبندی، بریلوی، شیعہ سنی، مقلد، غیر مقلد کی باریکیوں اور موشگافیوں کو عوام کے ذہنوں میں ٹھونسنا شروع کر دیا۔ یہ ان کے ذہنوں کو مسموم کرتے رہے۔ متبرک راتوں اور مقدس دنوں میں بھی اس گروہ کے کچھ حضرات ان اختلافات کو ہوا دینے سے باز نہ آئے۔ انہیں زمانہ کی نبض و مزاج سے کوئی واسطہ نہ رہا۔ مشنریوں اور دوسرے خاموش حملہ آوروں سے کوئی سروکار نہ رہا۔ وہ دفتی واہ واہ اور مرحبا کے شور میں اتنے محو ہو گئے کہ کبھی مشنریوں کی طرف بالکل کوئی توجہ نہ دی۔

اعتقادی اختلافات کے علاوہ سیاسی اختلافات بھی علمائے کرام کے درمیان بعض اوقات بڑی شدت سے ابھرتے اور منظر عام پر آتے رہے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے زمانہ میں کوئی کہتا کہ ہم اس گروہ کے اسلام کو نہیں مانتے۔ کوئی کہتا کہ ہمارے ساتھ ۱۲ کروڑ عوام ہیں۔ کوئی کہتا کہ ہماری جڑیں عوام میں پہنچی ہوئی ہیں۔ بہرحال ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ حضرات اپنے سوا کسی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ وہ تو الیکشن کا زمانہ تھا۔ ابھی حال ہی میں ایک عالم نے کہا کہ میرا مقصد زندگی یہی ہے کہ میں فلاں جماعت کو ختم کراؤں۔ یہ حضرات آپس کی اس جنگ میں مصروف اور قوم کے سنجیدہ افراد انگشت بدندان کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینی کے دعویداروں کا یہ حال ہے۔

ان علماء کرام کی خود اپنی جماعتوں میں جو پھوٹ پڑی تو ایک ایک جماعت کی تین تین، چار چار جماعتیں وجود میں آگئیں۔ ہر جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ ہی حقیقی اور مرکزی جماعت ہے۔ جب علماء ہی اپنی صفوں میں اتحاد برقرار نہ رکھ سکے تو سوچا جا سکتا ہے کہ وہ قوم کو ایک پلیٹ فارم پر کیا متحد رکھ سکتے ہیں؟ علما مختلف سیاسی گروہوں میں بٹتے چلے گئے۔ ایک گروہ

ہر وقت، ہر زمانہ، اور ہر دور میں حکومتِ وقت کا ساتھ دینا اپنا فرض منصبی سمجھتا رہا۔ دوسرا گروہ ابتدا میں تو اقتدار کی مخالفت کرتا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد پر زور حامی بن جاتا ہے۔ ایک تیسرا گروہ وہ ہے جس نے ہر حال میں ہر دور میں حکومت کی مخالفت کرنا ہی اپنا شعار بنا لیا ہے۔ حکومت کے اچھے سے اچھے کام کی بھی اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ علماء کا ایک طبقہ ایسا ہے جس نے پاکستان کے حالات دیکھ کر چپ سادھ لی اور ہر طرف سے منہ موڑ کر اپنے دینی مشاغل میں مصروف ہو گیا۔

غیر مسلموں میں تبلیغ سے پہلوتہی

قیام پاکستان کے بعد سے پہلے علماء محراب و منبر پر ابھرے جن کی اپنی زندگیوں میں مذہبی اخلاص نہ تھا۔ دین کی وہ تڑپ اور تبلیغ کا وہ جذبہ مفقود تھا جو متحدہ ہندوستان کے علماء نے عیسائیوں کی حکومت کے دوران پیش کیا تھا۔ جس کو دیکھ کر انگریز بھی رشک کرتا تھا۔ وہ نفوسِ پاک جب میدان عمل نکلتے تو ان میں علم و عمل کی پوری پوری ہم آہنگی ہوتی تھی۔ ان کے قلوب دنیاوی حرص و آز سے پاک رہتے تھے۔ عہدے اور منصب ان کی نگاہوں کو خیرہ نہیں کرتے تھے۔ وہ اگر بڑی شخصیتوں کے پاس گئے بھی۔ تو بھی ان کج کلاہی اور زہد و تقویٰ میں فرق نہ آیا۔ انہوں نے خود کو عمل کا بہترین نمونہ بنا کر پیش کیا۔ اسی لیے عوام و خواص ان پر جان چھڑکتے تھے۔ اور ان کے اخلاص و دینداری کے باعث عوام ان کی ہر بات کی تعمیل اپنا فرض سمجھتے تھے۔

اول تو علماء نے حقیقی تبلیغ دین کی طرف توجہ ہی نہ دی۔ وہ پاکستان کے دور افتادہ مقامات پر دشوار گزار راہوں اور سفر کی صعوبات جھیل کر کہیں نہ پہنچے۔ غیر مسلم اور بت پرست قبائلیوں کی بات جانے دیجیے خود مسلمانوں نے بھی انہیں اپنے درمیان بہت ہی کم دیکھا۔

انہوں نے اسی پر اکتفا کر لیا کہ مسجدوں میں وعظ کہہ دیا جائے کچھ مضامین و مقالے تحریر کر دیے جائیں۔ کتابیں لکھی جائیں۔ اور ریڈیو و ٹیلی ویژن پر خطابت کے جوہر دکھائیں۔ یہ آسان بات تھی۔ گھر میں بیٹھ کر ہی یہ چیزیں تکمیل پا جاتی ہیں تو کیا ضرورت تھی کہ دور دراز کے علاقوں میں [illegible] کے [illegible] میں اور گلیوں میں جا کر چھوٹے بڑے، اچھے برے سے ذاتی طور پر رابطہ قائم [illegible]

اگر ان علماء [illegible] کی تمام مصروفیات کی کل میزان کی جائے تو سال بھر میں اوسطاً ایک گھنٹہ فی دن کے حساب سے ۳۶۵ گھنٹے ہوتی ہے۔ گویا ایک عالم نے ایک سال کی مدت میں صرف ۳۶۵ گھنٹے تبلیغ دین پر صرف کیے۔ اس کے برخلاف مشنری اپنی زندگی کا کثیر وقت براہ راست

عوام سے رابطہ پر خرچ کرتے ہیں۔ دنیا میں بہت سے عیسائی مشن کام کر رہے ہیں۔ عوام میں ایسے افراد کی تعداد خاصی ہے جو نہ کسی وعظ کی مجلس میں جاتے ہیں اور نہ کسی مذہبی پیشوا سے ملاقات کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ شرح تعلیم کی کمی، مشینی دور کی مصروفیت کی وجہ سے وہ لٹریچر بھی نہیں پڑھتے۔ یہ بات تو خود علماء کو معلوم ہو گی۔ پھر انہوں نے دین کا پیام ان لوگوں تک پہنچانے کے لیے کون سا موثر اور فعال ذریعہ نکالا؟ یا کم از کم اس پر غور ہی کیا؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے تبلیغ کے لیے اپنے اپنے گھروں کو چھوڑا تھا۔ وہ ایک ایک خیمہ پر جاتے تھے۔ بازاروں میں جاتے تھے۔ میدانوں اور پہاڑوں میں جاتے تھے اور لوگوں کو دین پیش کرتے تھے۔ ہمارے علمائے کرام نے اپنی جد و جہد سے غیر مسلموں کو چھوڑیے خود مسلمانوں میں کتنوں کو صحیح مسلمان بنایا؟ یہ سوال ہر حساس دل میں پیدا ہوتا ہے۔ تن آسانی اور سہل انگاری جب اس گروہ میں راہ پا جائے۔ تو دین کی رہنمائی کا کیا حال ہو گا، پھر ان کا یہ کہنا کہ مسلمان عوام دین بیزار ہوتے جا رہے ہیں دین سے دور بھاگے جا رہے ہیں۔ کس حد تک بجا ہو سکتا ہے۔

ہمارے علمائے کرام کسی عیسائی کو مسلمان کر کے بہت خوش ہوتے ہیں۔ اخباروں میں بعض اوقات تصویر کے ساتھ نام بھی شائع ہوتا ہے۔ اور سمجھتے ہیں کہ واقعی انہوں نے بہت بڑا کام انجام دیا۔ انہیں اس کی خبر ہی نہیں کہ کتنے مسلمان محسوس و غیر محسوس طور پر عیسائیت کی آغوش میں جا چکے ہیں۔

میں نے ایک عالم سے ملاقات کر کے ان ۲۵ عیسائیوں کے مسلمان کرنے کے بارے میں کرید کی اور پوچھا کہ آج کل جب کہ مسلمانوں کی اکثریت اخلاقی انحطاط و زوال کا شکار ہے۔ آخر کیا بات ہے کہ عیسائی مسلمان ہو جاتے ہیں؟ وہ بڑی دیر تک سوچنے کے بعد بولے کہ یہ اللہ کی ہدایت ہے ——— میں نے ان سے ان نومسلموں کے پتے مانگے وہ نہ دے سکے کہ اس کا ریکارڈ نہیں رکھتے

موجودہ عیسائیت سے بے خبری

ہمارے اکثر علماء مسیحیت کے بنیادی اصولوں سے ناواقف ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ اس وقت جو انجیل ہے اس میں ایک ہی کتاب ہے یا ۲۷ ہیں۔ سینٹ پال کون ہے؟ اس کی تعلیمات کیا ہیں؟ موجودہ عقائدِ عیسائیت کیا ہیں؟ فدیہ، کفارہ اور ابن اللہ وغیرہ کی حقیقت کیا ہے؟

ان حضرات کو ان غیر ضروری معاملات میں پڑنے کی نہ فرصت ہے اور نہ شاید ضرورت فارسی عربی اور اردو زبان کے علاوہ شاید ہی کوئی دوسری زبان آتی ہو البتہ جدید علماء اس طرف توجہ دے رہے ہیں اسلام اور اکابر اسلام کے عقاید و کردار پر بیرون پاکستان جو آئے دن ریکیک حملے ہوتے ہیں۔ کم از کم وہ تو ان حضرات کے علم میں ہونا چاہیے تاکہ جوابی طور پر حقائق کو دلائل سے واضح کر سکیں ——— اس کے برعکس صدر کراچی کا ایک بڑا پادری روزانہ کراچی سمیت پاکستان بھر کے اردو، انگریزی میں شائع ہونے والے صبح و شام کے اخبار، سہ روزہ، ہفت روزہ، ماہوار رسالے طلب کرتا ہے۔ انہیں پڑھتا ہے اور ان کے متعلق رپورٹیں تیار کر کے اپنے ہیڈ کوارٹر کو بھیجتا ہے۔

دینی درس گاہوں اور مدارس عربیہ میں جو تعلیمی نصاب رائج ہے اس میں تقابلِ ادیان کا کوئی جامع اور مکمل منصوبہ شامل نہیں ہے۔ آج کا دینی طالب علم کل کا عالم ہو گا جب اس نے سرے سے ادیان کے متعلق پڑھا ہی نہیں تو جس وقت وہ عملی زندگی میں آئے گا تو یقیناً آج کے زمانہ کی جدید تحریکات و ادیان، ان کی تکنیک ان کے اصول و فروع سے قطعی ناواقف ہو گا وہ جب دوسرے بچوں کو پڑھائے گا تو کیا معلومات دے سکے گا۔ اس طرح ایک نسل کے بعد دوسری نسل جدید مذاہب کے ہتھکنڈوں سے لاعلم رہے گی۔

اس اہم ترین مسئلہ سے علمائے کرام کا اغماض اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ اگر کوئی فرد اس طرف توجہ دلائے تو ان کی طرف سے تعاون تو درکنار دلچسپی کا اظہار نہیں ہوتا۔ اپنی ذات اپنا علم اپنی شخصیت اور اپنے جماعتی معمولی کارکن تک اتنے عزیز ہیں کہ اس سے باہر کی ہر چیز ناقابلِ اعتنا ہے۔

باب پنجم

پاکستان میں فروغِ عیسائیت کے طریقے

عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں اور ان کے اداروں کے بارے میں مدھیہ پردیش بھارت کی تحقیقاتی کمیٹی نے لکھا تھا کہ وہ ریاست کے اندر ایک ریاست کی حیثیت رکھتی ہے۔ نیز عیسائی مشنریاں مبینہ طور پر عیسائیت کے فروغ و تبلیغ کے لیے اس طرح کام کرتی ہیں۔

"مفت تعلیم اور دوسری سہولتیں، مشن سکول کالجوں میں طلبہ کی تعلیم، عیسائی لڑکیوں سے شادی، روپیہ پیسہ ادھار دینا، ہسپتالوں میں عیسائی لٹریچر تقسیم کرنا اور ان میں داخل شدہ مریضوں کے سامنے عیسائی عبادت ادا کرنا، گھریلو معاملات میں مقدمہ بازی کرانا، چھوٹے بچوں کا اغوا، عورتوں کا اغوا، جاہل، غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں عیسائی عقیدہ پھیلانے کے لیے کارکنوں کی بھرتی کرنا۔"[1]

پاکستان میں مختلف اوقات میں ان کی جو سرگرمیاں منظرِ عام پر آئی ہیں ان سے الزامات کی اس فہرست میں مزید یہ اضافہ ہوتا ہے۔ بالخصوص نوجوانوں کو جنس اور منشیات کا عادی بنانا۔ چھوٹے بچوں اور عورتوں کو عیسائی ممالک میں اسمگل کرنا

(۱)

غیر ملکی مشنریز

نیل لکھتا ہے کہ پاکستان میں غیر ملکی مشنریوں کے بارے میں بڑے شکوک و شبہات ہیں جن کی تعداد حقیقت میں تقسیم کے وقت سے بڑھ گئی۔ کئی غیر فرقہ وارانہ رنان ڈی نامی تشکیل انسٹیٹیوٹ

---

[1] تحقیقاتی رپورٹ۔ مدھیہ پردیش۔ بھارت صفحہ ۱

نے اپنا کام بھارت میں ممنوع دیکھتے ہوئے پاکستان میں اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ بھارت نے ان کی سرگرمیوں پر اس حد تک پابندی لگا دی تھی کہ مشنریز اور عیسائی سیاح بھی اکھلا اٹھے۔ روزنامہ جنگ کراچی کی اطلاع ہے کہ کیتھولک ایسوسی ایشن اور گوا زیارت تنظیمی کمیٹی نے بھارتی حکومت کی طرف سے گوا کی زیارت پر عائد کردہ پابندیوں کے پیشِ نظر زیارت کا پروگرام منسوخ کر دیا۔ اور بھارتی حکومت کی عائد کردہ شرائط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔[2]

گور نے کتنا صحیح کہا ہے "چین کے لوگ خوب سمجھتے تھے کہ مشنریز بکریوں کی کھال میں بھیڑیئے ہیں۔ یہ بے ایمان، غدار اور خطرناک ہیں۔ اور یہ کہ مشنریز سیاسی گماشتے اور ایجنٹس ہیں جو اپنی اپنی حکومتوں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ساز باز کرتے ہیں۔ مذہب اور خدمتِ انسانیت کا لبادہ سازش اور جاسوسی کے لیے اوڑھتے ہیں —— حکومت چین نے مشن اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ تین سو مشن ہسپتال ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کی تحویل میں چلے گئے۔"[3]

ایک دو ممالک کی بات ہو تو نظر انداز کی جا سکتی ہے۔ متعدد ممالک نے عیسائی مشنریوں پر جزوی یا کلی پابندی لگا دی ہے۔ ایران، ترکی، عراق، مصر، اردن، سیلون، تھائی لینڈ، ملائیشیا، سوڈان حتیٰ کہ اسرائیل نے بھی مسیحی مشنریوں پر تحدید کر دی۔

اسرائیلی دستور گو مذہبی آزادی عطا کرتا ہے لیکن یہاں مذہبی آزادی مفقود ہے۔ اسرائیل میں قدیم کلیسائیں، رومن کیتھولک اور یونانی آرتھوڈکس تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اور اس قابل ہیں کہ اپنے ممبروں کی شادیاں کریں لیکن دوسرے کلیساؤں کی شادی کی رسومات یا کنیسہ (سائینگاگ) میں کرنی پڑتی ہیں یا ملک سے باہر۔ انجلیکن برادری کو کوئی بھی اسرائیل میں تسلیم نہیں کرتا۔ اسرائیل میں ایک لیگ بھی ہے جس کا مقصد مشنری کاموں میں ہر ممکن طریقہ سے رکاوٹ اور خلل ڈالنا ہے اور تمام مشنریوں کو ملک سے باہر نکالنا ہے۔ اگر کوئی انجیل میں دلچسپی کا اظہار کرتا ہے تو اس پر دباؤ ڈالا جاتا ہے۔

ایک طرف دوسرے ممالک میں بلکہ خود ان کے دوست اور حلیف ملکوں میں عیسائی مشنوں پر اس قدر پابندیاں ہیں۔ دوسری جانب ہیں وہ پاکستان میں اتنی آزاد ہیں کہ

---

[2] روزنامہ جنگ کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۷۰ء

[3] دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز۔ باب چائنا۔ گور

انھوں نے سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان کی شکست و ریخت کے عمل کو مقدس فرض کی حیثیت سے ۱۹۷۱ء میں پورا کیا۔ آسٹریلیا کے ایک نوجوان ڈینس واکر نو مسلم ہیں۔ میلبورن یونیورسٹی میں اسلامیات کے اسکالر ہیں۔ انھوں نے مشرقی پاکستان میں عیسائی مشنریوں کی اسلام دشمن کارروائیوں پر مقالہ پڑھا ——— انھوں نے بتایا کہ اس بارے میں حکومت پاکستان یا تو غافل رہی۔ یا وہ بے بس تھی۔ جب سارے غیر ملکی نمائندے نکال دیئے گئے تو اس وقت بھی یہ عیسائی مشنریز معمولی پاسپورٹ پر بلا روک ٹوک آتے جاتے رہے۔ حکومت کی طرف سے ان پر کوئی نگرانی نہ تھی۔ پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا ان کا مقدس فریضہ تھا جس کے لیے انھوں نے کوئی کوشش اور مکر و حیلہ نہیں اٹھا رکھا۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں وہ شروع ہی سے اس مقصد کے لیے کام کر رہے تھے۔

ایک طرف عیسائی مشنریز یہ مقدس فریضہ انجام دے رہی تھیں۔ دوسری جانب روس اپنے پورے وسائل سے پاکستان توڑنے والوں کے ساتھ اشتراک کر رہا تھا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روس تو خدا بیزار حکومت ہے۔ اس نے تو خدا ہی کا انکار کر دیا ہے۔ پھر کیوں اس نے ۱۹۷۵ء میں پورے کلیساؤں کی میٹنگ بلوائی ؟ وہ کیوں "ورلڈ کونسل آف چرچیز" کا باضابطہ ممبر اپنے چند اور ساتھیوں کے ساتھ بنا ؟ جب کہ اس کونسل کی بنیادی شرط "عقیدہ تثلیث" کو ماننا ہے۔ اس کی ایک اعلیٰ شخصیت نے پوپ سے کس لیے ملاقات کی ؟ (باب دوم میں تفصیلات دی جا چکی ہیں) کیا ان شواہد سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ روس اپنے قدیم یعنی عیسائیوں کے عقیدہ کی طرف بتدریج بڑھتا جا رہا ہے اور مشنریز سے اشتراک عمل کر رہا ہے یہاں مجھے سیاست سے بحث نہیں وہ میرے موضوع سے باہر ہے میں تو یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے خالی خولی نعرہ اسلام کو بھی عیسائی مشنریز اور روسی بلاک دونوں برداشت نہیں کر سکے۔ پاکستان نے یہی نعرہ لگایا تھا۔ اس کی سزا ان دونوں نے مل کر یہ دی کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

کیا عیسائی ممالک کو مشنریز کی ضرورت نہیں ؟

عیسائی مشنریز اگر واقعی انسانیت کی خدمت ہی کرنا چاہتے ہیں تو یہ کیا خدمت ان کے اپنے ملکوں میں نہیں ہو سکتی ؟ اخلاق تو مذہب کی جان ہے۔ اخلاقی گراوٹ مذہب کی گراوٹ ہے ان کے اپنے ممالک میں آئے دن نت نئے گمراہ تصورات اور بد اخلاقیاں جنم

لے رہی ہیں کیا وہاں خدمت اور مذہب کی ضرورت نہیں ؟ اخلاق کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں تو لوگ مذہب کو بھی خیر باد کہہ رہے ہیں۔ حال ہی میں بی بی سی لندن نے ایک سروے کیا تو معلوم ہوا کہ خدا پر یقین رکھنے والوں میں اور مزید کمی ہوئی ہے صرف ۷۶ فی صد باشندے خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں یہ تعداد ۱۹۶۳ء کے مقابلہ میں ۹ فی صد کم ہے جن لوگوں سے سوالات کیے گئے ان کی نصف تعداد کا جواب یہ تھا کہ وہ کبھی کسی گرجا گھر نہیں گئے۔[1]

مذکورہ بالا سروے کے علاوہ یہ تحریر بھی قابل غور ہے کہ اوسط انگریز کی عام زندگی عیسائی عقیدہ سے کم ہی اثر پذیر معلوم ہوتی ہے۔[2] ان حالات میں تو شدید ضرورت تھی کہ مشنریز اپنے ملکوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تاکہ ان کے ہم وطن بچے اور پکے عیسائی بن جائیں۔

ایک پادری کی فریب کاری

میں یہ کہتا ہوں جب مذہب کی تبلیغ ہی کرنا ہے تو "خدمت انسانیت" کی چادر کیوں اوڑھی جائے دھوکے اور تحریص سے کیوں کام لیا جائے۔ کیا ان ہتھکنڈوں سے عیسائی ہونے والے افراد صحیح عیسائی بن سکتے ہیں ؟ دھوکا دہی اور فریب کاری کے یہ واقعات نئے نہیں ہیں۔ پادریوں کی تاریخ ان واقعات سے اٹی پڑی ہے۔ پاکستان کے بننے سے پہلے یہاں ایک پادری فورمین آیا تھا۔ لاہور آنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا۔ حتیٰ کہ ایک مسجد کا مؤذن بن گیا۔ بھولے بھالے اور سادہ لوح مسلمان اس کے ظاہری اخلاق اور مصنوعی کردار سے اتنے متاثر ہوئے کہ اسے مسجد کا پیش امام بنا لیا۔ کئی سال وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا رہا۔ پھر اپنے عیسائی ہونے کا اچانک اعلان کر دیا ——— گویا اس نے اس طرح اپنی برطانوی حکومت اور مذہب کی بہت زیادہ خدمت کی تھی۔ اس لیے اس کو "نائٹ ھڈ" کا اعزاز حکومت سے ملا۔ اور اس کی ان "خدمات جلیلہ" کی یادگار کے طور پر لاہور میں "فورمین کرسچین کالج" کا قیام عمل میں آیا۔[3] اسی فورمین کرسچین کالج سے مشنری سرگرمیوں کا اکثر و بیشتر اظہار ہوتا رہتا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد بھی یہ کالج مشنریوں کا مرکز رہا ہے۔

پاکستان میں غیر ملکی مشنری سرگرمیاں اس حد تک خطرناک صورت اختیار کر گئیں کہ خود

---

[1] روزنامہ حریت کراچی ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۴ء

[2] ورلڈ کرسچین ہینڈ بک ۱۹۵۲ء صفحہ ۳۸

[3] قومی اسمبلی کے مباحث (نیشنل اسمبلی آف پاکستان ڈی بیٹس) سرکاری رپورٹ جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۸۴۱

مقامی عیسائیوں کو ان کے خلاف احتجاج کرنا پڑا اور دنیا کے عیسائی لیڈروں کو متوجہ کرنا پڑا کہ ان کو اپنی سرگرمیوں سے باز رکھا جائے۔ ایک اپیل کے ذریعہ حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ غیر ملکی مشنریوں کو فوراً ملک سے نکال دیا جائے اور ان کے گماشتوں کے پاسپورٹ ضبط کر لیے جائیں۔ کرسچین یوتھ فورس کے جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے جیمس ھوبے خاں نے کہا کہ اگر مشنری جاندار کی فرد خنگی سے باز نہ آئیں تو ان کا گھیراؤ کیا جائے گا۔[1]

دوسری طرف پاکستانی مسلمانوں نے کبھی کبھار ان کی سرگرمیوں کے بارے میں صرف اظہار خیال کیا تو فوراً عیسائی تنظیمیں حرکت میں آگئیں اور واویلا مچانے لگیں کہ عیسائی مذہب کی تبلیغ کا حق غصب نہ کیا جائے۔ چنانچہ ڈاکٹر جیری تھامس سینئر وائس پریذیڈنٹ آل پاکستان کنونشن کرسچین لیگ نے سات علماء کے اس مشترکہ بیان کی مذمت کی کہ عیسائی لٹریچر پہ پابندی لگائی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کی پابندی لگانا عیسائیوں کو ان کے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنا ہے اور یہ کہ علماء کے اس بیان سے عیسائیوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ انہوں نے علماء سے کہا کہ اس قسم کے بیانوں سے باز رہیں۔[2] گویا عیسائی مشنری اپنے افعال و حرکات سے اپنے لٹریچر سے جو چاہیں کرتے پھریں وہ جتنا چاہیں اکثریت کے مسلمہ عقاید اور مذہب کے خلاف تقریراً و تحریراً کام کریں۔ ان پہ کوئی روک ٹوک نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کبھی کسی نے ان چیرہ دستیوں کے خلاف احتجاج کیا تو فوراً ان کے عیسائی مذہب کی آزادی پہ حملہ ہو گیا۔

عیسائی ادارے ہسپتال ہوں یا اسکول نہ بے غرض خدمت خلق کے مرکز ہیں اور نہ خالص تجارتی ادارے ہیں۔ بلکہ ان میں کھلم کھلا مسلمانوں کے عقاید و ایمان خریدنے کا کاروبار ہوتا ہے۔ تعلیم کے نام پہ اسلام سے انحراف اور عیسائیت پر اعتقاد کا پرچار ہوتا ہے۔ اسپتالوں میں مسلمانوں سے علاج کی خوب بھاری فیس لی جاتی ہے اور انہیں تبلیغ مسیحیت کی جاتی ہے۔ عیسائیوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔

مشنریوں کا سفارت خانوں سے تعلق

چین اور دوسرے ممالک نے اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ مشنریز انسانیت کی خدمت کا لبادہ اوڑھے ہوئے اپنی اپنی حکومتوں اور ملکوں کے ایجنٹ ہوتے ہیں۔ انہیں اپنی عیسائی حکومتوں سے

۱؎ روزنامہ ڈان کراچی ۶ فروری ۱۹۷۱ء ۲؎ مارننگ نیوز کراچی ۱۵ فروری ۱۹۷۴ء

مدد ملتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ بہت زیادہ جارحانہ عزائم رکھتے ہیں۔ انہیں بخوبی علم ہوتا ہے کہ جس ملک میں وہ کام کر رہے ہیں۔ وہ ملک ان کی اپنی حکومت کا کس درجہ مرہون احسان ہے۔ اور کس حد تک ان کا اپنا ملک اس ملک پر اثر و رسوخ رکھتا ہے۔

مشنریز اپنے مسیحی ممالک کے سفارت خانوں سے باقاعدہ رابطہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح مشنریز اپنی حکومتوں کے مفادات کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں ان سفارت کاروں کے کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ ان کو ایکسپلیسٹ فارم مہیا کرتے ہیں۔ جہاں سے سفارت کار طلبہ و اساتذہ سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ ان سے ہمدردیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے ذہنوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ لائبریریاں قائم کرتے ہیں۔ مطالعاتی مراکز (ریڈنگ سنٹر) کھولتے ہیں۔ ان میں اپنے ملکوں کی کتابیں اور رسائل وغیرہ مہیا کرتے ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وقتاً فوقتاً مجالس کا اہتمام کرتے ہیں۔ سیمینار کرواتے ہیں فلم شو دکھاتے ہیں۔ موسیقی کے مظاہرے کراتے ہیں۔ اس کے علاوہ سوالنامے جاری کرتے ہیں جس کے ذریعہ ملک کے مختلف حصوں اور خطوں کا سروے کرتے ہیں۔ اس بہانے لوگوں سے انٹرویو لیتے ہیں۔

۱۹۷۵ء میں امریکی سفارت خانہ کی جانب سے ایک سروے کا آغاز کیا گیا تھا۔ جس میں پاکستانی عوام سے یہ بات معلوم کی جارہی تھی کہ پاکستان کا دوست کون ہے۔ اس کے بعد اسی سفارت خانہ نے ایک اور خفیہ مہم شروع کی جس کے ذریعہ سفارت خانہ کے ایجنٹ اسکولوں، کالجوں، کافی ہاؤسوں اور ہوٹلوں میں لوگوں کو یہ باور کراتے کہ امریکہ نے پاکستان کی امداد سے انکار نہیں کیا۔[1]

یہ امر اس وقت مزید تعجب خیز اور حیرت انگیز ہوتا ہے۔ جب یہ کام حکومت کی لاعلمی میں انجام دیئے جاتے ہیں۔ قرین قیاس یہ ہے کہ انتظامیہ ان جان بن جاتی ہے ——— مختصر یہ کہ مشنریوں نے ہمیشہ سفارتی نمائندوں کے کام میں مدد دی ہے اور ان کی باقاعدہ مدد حاصل کی ہے۔

عیسائی ملکوں کے سفارت کار دنیا کے مسلمہ سفارتی اصول اور روایات کے برعکس عوام سے ملتے ہیں اور ان سے ذاتی رابطہ رکھتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک بار سابق صدر پاکستان نے ایک عشائیہ میں کہا تھا کہ غیر ملکی سفارتخانوں کے افراد ہوسٹلوں میں جاکر طلبہ سے ملتے ہیں یہ سرگرمیاں خطرناک ہیں۔[2] حال

۱؎ روزنامہ جنگ ۳ اگست ۱۹۷۵ء

۲؎ ہفت روزہ الفتح کراچی ۲۰ تا ۲۷ ستمبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۴

ہی میں آسٹریلیا کے سفیر متعینہ پاکستان مسٹر موریس نے اپنی بیگم کے ساتھ جیکب آباد کا دورہ کیا۔ قابلِ دید مقامات دیکھے اور بعض تعلیمی اداروں کا بھی معائنہ کیا۔[1] حتیٰ کہ آسٹریلیا نے مشنریوں کے لیے ہوائی جہازوں کا بھی انتظام کیا ہوا ہے۔ اسی آسٹریلیا کے سفیر تعلیمی اداروں کا معائنہ کرنے جیکب آباد جاتے ہیں۔

یہ تو ان سفراء کی بات ہوئی جو بظاہر غیر مذہبی حکومتوں کے نمائندے ہیں، لیکن وہ سفیر جو خود ایک عالمی مذہبی رہنما کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے اس کی سرگرمیوں کا کیا حال ہوگا۔ میرا اشارہ پاپائے روم کی سفیر کی طرف ہے۔

پاپائے روم کا سفیر پاکستان میں

پاکستان میں دنیا کے ممالک کے سفراء کی طرح پاپائے روم کا بھی سفیر موجود ہے۔ پاپائی سفیر نہ صرف ڈپلومیٹ معاملات کی نگرانی کرتا ہے بلکہ "ہولی سی" کے ہولی فادر رومن کیتھولک کے سربراہ پاپائے اعظم کے مذہبی معاملات کی نگرانی بھی کرتا ہے۔[2] ۲۷ جولائی ۱۹۵۰ء کو ان تعلقات کی ابتدا ہوئی۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں مزید اضافہ ہوا۔ ۶ دسمبر ۱۹۵۸ء کو "ہولی سی" کے پہلے باقاعدہ سفیر نے پاکستان کے صدر کو اپنی سفارتی اسناد پیش کیں۔ اسلام آباد میں اس سفیر کی رہائش ہے۔ پوپ کی شخصیت اور اقتدار کا اندازہ پوپ لیو ۱۳ کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے۔ "پوپ اس زمین پر خدائے قادر مطلق کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لیے اس کو فضیلت کے تین تاج حاصل ہیں۔ بہشت کا بادشاہ، زمین کا بادشاہ اور اسفل طبقہ کا بادشاہ۔"[3]

مسیحی مشنری ادارے

تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں تعلیم اور تعلیمی ادارے تبلیغ انجیل کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اس لیے مغربی پاکستان میں یونائیٹڈ پریسبائٹرین مشن نے عیسائی اسکولوں کا غیر معمولی وسیع سلسلہ قائم کیا جو پرائمری سکولوں سے کالج کے درجہ تک ہے۔ دیہات میں بھی پرائمری سکول، مڈل سکول، ہائی سکول، ٹیکنیکل سکول، اور انڈسٹریل ہوم قائم ہیں۔ ان کے پورے تعلیمی کام کا مرکز لاہور ہے۔ جہاں وہ اعلیٰ تعلیم کے چار ادارے چلاتے ہیں۔

---

۱ روزنامہ جنگ کراچی ۳۰ نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۳

۲ پاکستان کیتھولک ڈائریکٹری ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۶

۳ تحقیقاتی رپورٹ مدھیہ پردیش ۱۹۵۶ء صفحہ ۳۱

رنگ محل مشن ہائی سکول برائے طلبہ: ۱۸۴۹ء میں قائم ہوا جہاں دو ہزار طلبہ پڑھتے ہیں ان میں ۹۰ فی صدی مسلمان طلبہ ہیں۔ فورمین کرسچین ہائی اسکول برائے طالبات کے قیام کو ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ یہ لاہور شہر میں پانچ سو سے زیادہ مسلم طالبات کو تعلیم دیتا ہے۔ فورمین کرسچین کالج پنجاب یونیورسٹی سے الحاق رکھتا ہے۔ یہ پاکستان میں سب سے قدیم کالج ہے۔ ۱۸۶۴ء میں قائم ہوا تھا۔ ایک دوسرا متحدہ ویومین ادارہ کینیئرڈ کالج برائے خواتین ہے جس کو پریسبائٹرین نے ۱۹۱۳ء میں قائم کیا تھا۔ آج کل یہ مسلمان لڑکیوں کے لیے بڑی پرکشش صورت رکھتا ہے۔ مشرقی پاکستان، افغانستان اور دوسرے غیر ممالک سے بھی مسلمان طالبات تحصیل علم کے لیے یہاں آتی ہیں۔ اسی شہرت کا حامل گارڈن کالج راولپنڈی ہے جو آرٹس مضامین کے علاوہ سائنسی مضامین میں کیمسٹری، باٹنی اور فزکس کی تعلیم کے لیے خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس وقت یہاں ایک ہزار طلبہ زیر تدریس ہیں۔

طبی کام کے لیے پاکستان میں چار مسیحی مراکز ہیں، جن میں سے ایک متحدہ ویومین ادارہ کے تحت ہے یہ ۱۹۴۷ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کو اب آٹھ مشن مدد دیتے ہیں۔ دی یونائیٹڈ کرسچین ہاسپٹل لاہور اپنے بہترین اور ماہرانہ کام کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو کلکتہ، بمبئی، سنگاپور اور کابل تک سے کھینچتا ہے۔

بائبل اسکولوں کے علاوہ جہاں عیسائی مبلغوں کو ٹریننگ دی جاتی ہے۔ گوجرانوالا میں پریسبائٹرین نے ۱۸۷۷ء میں تھیالوجیکل سیمینری قائم کی، پاکستان میں یہ متحدہ ادارہ کی ایک ہی سیمینری ہے۔ یہ سیمینری پریسبائٹرین، میتھوڈسٹ اور انجیلیکنوں کو ٹریننگ دیتی ہے۔

دی یونائیٹڈ پریسبائٹرین مغربی پاکستان میں کثرت سے ہیں۔ یکم جنوری ۱۹۵۷ء کو پریسبائٹرین مشن نے چرچ اتحاد کیا۔ اب اس کے مشنری یونائیٹڈ چرچ آف پاکستان کے تحت کام کر رہے ہیں۔

چرچ مشنری سوسائٹی نے اپنا پہلا مرکز ۱۸۵۰ء میں کراچی میں قائم کیا۔ اس نے کوئٹہ، پشاور اور بنوں میں بھی ہسپتال کھولے۔ یہ ہسپتال بشمول افغانستان قبائلی علاقوں کی بڑی خدمت کرتے ہیں۔ پنجاب میں ان کے ۹ مراکز کام کرتے ہیں۔ کراچی میں نیوزی لینڈ چرچ مشنری سوسائٹی کے تحت ہے۔ عورتوں کا زیادہ تر کام چرچ آف انگلینڈ کی زنانہ مشنری سوسائٹی چلاتی ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ چرچ کا کام ہوتا ہے۔ چرچ مشنری سوسائٹی خاص طور پر عیسائی بچوں کی تعلیم کا کام کرتی ہے۔

امریکن میتھوڈسٹ نے بھی تیزی سے پنجاب کے وسطی علاقہ میں کام کیا۔ ۱۹۰۲ء میں صرف بارہ سو عیسائی تھے جب کہ ۱۹۱۵ء میں یہ تعداد پندرہ ہزار ہو گئی۔ آج کل ان کے اہم مراکز کوئٹہ، لاہور، کراچی اور اسٹنسز آباد ہیں۔ ان میں سے ہر جگہ ایک مبسوط پروگرام کے تحت تبلیغ انجیل، طبی (میڈیکل) اور تعلیمی

کام ہو رہا ہے۔

سالویشن آرمی نے اپنا کام لاہور کے بعد کراچی تک وسیع کر لیا ہے ۱۹۵۷ء کی رپورٹ کے مطابق اس کے بائیس ہزار ممبر چھ سو عبادت کے مقامات پر رہتے تھے۔[1] ان کے علاوہ ایسوسی ایٹ پریسبائٹرین چرچ، یونائیٹڈ پریسبائٹرین مشنری سوسائٹی آف امریکہ، ایونجیلیکل الائینس مشن، کنزرویٹو بپٹسٹ، پاکستان کرسچین فیلوشپ، انٹرنیشنل مشنر ائنگ، کرسچین کونسل، سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ، یہوواہ وٹنس وغیرہ وغیرہ اپنے متعین کردہ طریقوں پر مصروف عمل ہیں۔

مشنریوں کے متعلق حسن ظن

پاکستان کے سادہ لوح عوام عیسائی مشنریوں کے بارہ میں سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے خدا ترس اور نیک دل لوگ ہیں، اور ان میں خدمت انسانیت کا جذبہ بے پناہ ہے ان کے ارادے نیک اور ان کی آرزوئیں مبارک ہیں۔ نیز ان کے متعلق خوش فہمی ہے کہ یہ بڑے وسیع القلب اور اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں۔ ان میں دوسروں کی طرح تنگ نظری اور تعصب نہیں ہوتا۔ اور یہ تو صرف انسانیت کے خادم ہیں۔ ان کی محبت اور شفقت سب کے لیے ہے خواہ وہ ان کے ہم قوم ہوں یا دوسرے مذہب والے۔ ہر کوئی ان کے محبت کے دامن میں پناہ لے سکتا ہے۔ جو بیمار بھی ان کو پکارتا ہے، یہ لپک کر اس کے پاس جاتے ہیں۔ جو ضرورت مند اور محتاج ان کو بلاتا ہے، یہ دوڑ کر اس کی مدد کو پہنچتے ہیں۔ الغرض ان کے بارہ میں گمان یہ ہے کہ یہ انسانیت کے دکھوں کو ختم کرتے ہیں۔ اسی لیے ان لوگوں نے پاکستان میں بھی جگہ جگہ اسکول، اسپتال، یتیم خانے، بوڑھوں، بچوں، محتاجوں اور معذوروں کے مراکز قائم کر رکھے ہیں۔ ان پر اربوں روپیہ صرف کرتے ہیں۔ جن سے عیسائیوں کے مقابلہ میں زیادہ تر غیر عیسائی فائدہ اٹھاتے ہیں لہذا ان کی بے لوث خدمات کا پوری قوم کو احسان مند ہونا چاہیئے۔ جب کہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔

پاکستانی عوام کے سامنے تصویر کا صرف ایک ہی رخ ہے۔ دوسرا تاریک اور بھیانک رخ ان کے سامنے نہیں جو عام طور پر ان کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ انہوں نے غالباً دوسرے رخ کو دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اور اگر کبھی کبھار اس کی کچھ جھلکیاں ان کے سامنے آئیں تو انہوں نے اسے اتفاقی بات سمجھ کر کوئی اہمیت نہیں دی۔

---

[1] دی پروگریس آف ورلڈ وائڈ مشنز صفحہ ۹۰۶-۹۰

صوبائی اور پاکستان قومی اسمبلی میں تصویر کا دوسرا اصل رخ

اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی قومی اور ایک صوبائی اسمبلی کے صرف ایک ایک اجلاس کے مباحث کا خلاصہ پیش کروں، جو مشنریوں کی سرگرمیوں کے متعلق ہوئے جس سے نہ صرف دوسرے رخ کا بخوبی اندازہ ہوگا بلکہ مشنری اداروں کی حیثیت "ریاست کے اندر ریاست" کی وضاحت بھی ہو جائے گی۔

۲۵ جون ۱۹۷۵ء کو قومی اسمبلی میں وقفہ سوالات کے دوران ایک رکن قومی اسمبلی نے سوال کیا کہ وزیر داخلہ بتائیں:

(الف) عیسائی مشنوں کی وجہ سے گذشتہ پانچ سال میں کتنے پاکستانی مسلمان مرتد ہوئے۔ خاص طور پر یہ سب ڈویژن ضلع مظفر گڑھ میں۔

(ب) پاکستان میں کل کتنے مشن کام کر رہے ہیں؟

(ج) یہ مشن کس قسم کی مالی امداد حاصل کرتے ہیں اور کہاں سے؟

پارلیمانی سیکرٹری نے جواب دیا کہ:

(الف) گذشتہ پانچ سال میں مشرقی پاکستان میں ۲۴۷۹ اور مغربی پاکستان میں ۱۹۶۳ صوبہ سندھ میں ۲۵۳ پاکستانی عیسائی ہوئے۔ دوسرے حصوں کے متعلق ضروری معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ خاص طور پر لیہ کے متعلق۔ سوال کے جزو (ب) کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے مطابق گذشتہ سال تک ۵۰۰ مشنری کام کر رہے تھے اور (ج) اس بارہ میں ضروری معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔

پھر سوال کیا گیا کیا یہ سچ ہے کہ حکومت پاکستان اور امریکہ کے درمیان اس قسم کا کوئی سمجھوتہ موجود ہے کہ پاکستان میں عیسائیت کی عام تبلیغ کی جائے گی اور امریکی مشنریوں کو پاکستان آنے کی اجازت دی جائے گی؟ پارلیمانی سیکرٹری نے کہا "مجھے اس قسم کے کسی سمجھوتہ کا علم نہیں ہے۔" پارلیمانی سیکرٹری نے رائے دی کہ عیسائی ہونے والے شیڈول کاسٹ میں سے ہیں جو پاکستانی تو ہیں لیکن مسلمان نہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ عیسائی ارتداد کو روکنے کے لیے کوئی ادارہ قائم نہیں کیا گیا۔

اسی ممبر قومی اسمبلی نے پھر کہا "میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حکومت پاکستان نے کچھ زمین مشنریوں کو مختلف الاٹ کی ہے کہ وہ اس میں آباد ہوں اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کریں؟

پارلیمانی سیکرٹری نے بتایا کہ حکومت نے کچھ اقدام کیے ہیں مثلاً غیر ملکی مبلغین جو تبلیغ کے لیے پاکستان آتے ہیں ان پر کچھ پابندیاں لگائی ہیں۔

اسی اجلاس میں ایک اور ممبر نے جو اُس وقت کے صدر پاکستان کے صاحبزادے ہیں کہا کہ

——— میں ایک ایسے سکول کے بارے میں جانتا ہوں جو بغیر چرچ سرٹیفکیٹ کے کسی بچہ کو سکول میں داخل نہیں کرتا اور بہت سے بچوں کو جو اس اسکول میں داخلہ لیتے ہیں عیسائیت کی تعلیم دی جاتی ہے مجھے یقین ہے کہ وہ بچے شیڈول کاسٹ غیر مسلم نہیں بلکہ وہ دراصل مسلمان ہیں۔[1]

یہ اقتباسات واضح کرتے ہیں کہ عیسائی مشنریز کی جڑیں کتنی گہری اور کتنی پھیلی ہوئی ہوئی ہیں۔ یاد رہے۔ قومی اسمبلی کی یہ کارروائی ۱۹۶۵ء کی ہے۔ اس کے بعد کے برسوں میں تو ان جڑوں نے رواداری کی زمین سے اور زیادہ غذا حاصل کی ہوگی۔

قومی اسمبلی کے بعد اب مغربی پاکستان اسمبلی کی روئداد پر ایک نظر ڈالیے۔ جو روزنامہ جنگ میں شائع ہوئی۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب مغربی پاکستان ایک یونٹ تھا۔ روزنامہ جنگ کی خبر ہے۔ "صوبائی حکومت نے تمام عیسائی اور مشنری اسکولوں کے نام ہدایت جاری کر دی ہے کہ وہ فوری طور پر مسلمان طلبہ کو انجیل اور عیسائی عقائد کی تعلیم بند کر دیں۔ یہ انکشاف مغربی پاکستان کے وزیر تعلیم ملک خدا بخش بچہ نے صوبائی اسمبلی میں وقفہ سوالات کے درمیان کیا۔

ایک ممبر نے وزیر تعلیم کو اطلاع دی کہ لاہور کینرڈ کالج برائے خواتین (یہ وہی مشن کالج ہے جس کو پریسبائٹرین مشن نے ۱۹۱۳ء میں قائم کیا تھا) میں مسلمان طالبات کو مسیحی لٹریچر اور انجیل پڑھائی جاتی ہے۔ اس پر وزیر تعلیم اٹھے اور کہا کہ یہ معاملہ میرے علم میں لایا گیا تھا۔

وزیر تعلیم نے مزید کہا کہ مغربی پاکستان کے مشنری اسکولوں کو ۱۹۶۲ء۔ ۱۹۶۶ء میں اسلامیات پڑھانے کے لیے حکومت نے ۶،۷۸۹،۴۰۹ روپیہ کی مالی امداد دی۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ سرکاری ہدایات پر عمل نہ کرنے کے خلاف حکومت اقدام کر سکتی ہے۔[2]

---

[1] قومی اسمبلی کے مباحث مورخہ ۲۵ جون ۱۹۶۵ء، سرکاری رپورٹ صفحہ ۸۹ ۵۔ ۵۹۳

[2] روزنامہ جنگ کراچی ۱۱ر جون ۱۹۶۶ء

یہ ایک حقیقت ہے کہ حکومت پاکستان کی اس ہدایت اور اعلان کے باوجود عیسائی مشنریز اپنے اسکول میں برابر انجیل کی تعلیمات دیتے رہے۔ حکومت کی تنبیہ کے باوجود سرکاری ہدایات کی خلاف ورزی ہوتی رہی۔ مثلاً میری معلومات کے مطابق ارائے ونڈ کے مشن اسکول میں ۱۹۶۹ء تک بائیبل پڑھائی جاتی رہی۔

یہ عذر کوئی وزن نہیں رکھتا کہ حکومت کو اس کا علم نہ ہوا ہو۔

ان واقعات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عیسائی مشنریز اس ملک میں اپنی پوزیشن کتنی مستحکم اور مضبوط رکھتے ہیں اور حکومت پاکستان کے احکام کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ اس کی تائید ان واقعات سے ہوگی جو آئندہ صفحوں پر پیش کیے جا رہے ہیں۔

(۲)

تعلیمی ادارے

نصابِ اسلامیات کی تدریس

پاکستان میں پہلی ایجوکیشنل کانفرنس نومبر ۱۹۴۷ء میں ہوئی تھی۔ اس میں پاکستان کے تعلیمی نظام میں اسلامی نظریۂ حیات سمونے کی سفارش کی گئی تھی[۱] یہ سفارش عیسائی مشن اسکولوں کو بھیجی گئی اور لازمی اسلامیات کی تدریس کے لیے کہا گیا کیونکہ مضمون اسلامیات سکول نصاب میں لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل ہے اور ان اسکولوں میں زیادہ تر مسلمانوں کے بچے پڑھتے ہیں۔ مشن اسکولوں نے اس پر مشترکہ احتجاج کیا اور اسلامیات پڑھانے سے صاف انکار کر دیا۔ گلور کہتا ہے کہ ایک دفعہ حکومت نے مسلمان طلبہ کو اسلامیات پڑھانے کا حکم دیا تھا لیکن مشترکہ اور متحدہ احتجاج نے کم از کم فی الحال اس مسئلہ کو رفع کر دیا۔[۲]

کراچی صدر کے لوگوں نے دیکھا کہ سینٹ جوزف اور سینٹ پیٹرک کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے مسلمان طلبہ ٹولیوں کی شکل میں سمرسٹ سٹریٹ کی نیو میمن مسجد میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری مرحوم سے اسلامیات پڑھنے جاتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے خود اس کی تصدیق کی۔ کیونکہ حکومت کی اس خواہش کے باوجود ان اداروں نے کوئی توجہ نہ دی تھی اور اپنے سکولوں میں لازمی مضمون اسلامیات کی تدریس کا انتظام نہیں کیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ اسلامیات کو پڑھانے سے ان اداروں نے کیوں گریز کیا جب کہ ان اداروں میں غالب اکثریت مسلمان طلبہ کی ہوتی ہے۔ اگر یہ ادارے صرف تعلیم کو عام کرنا اور جہالت کو دُور کرنا چاہتے تھے (جیسا کہ عام تاثر دیا جاتا ہے) تو کیوں انھوں نے طلبہ کی اکثریت کا خیال نہیں کیا؟ ——— ؟

حقیقت یہ ہے کہ ان مشن اداروں نے اسلامیات کو پڑھانے سے اس لیے انکار کیا کہ یہ مشن اسکول

---

[۱] ڈویلپمنٹ آف ایجوکیشن ان پاکستان ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

[۲] دی پروگریس آف دی ورلڈ وائیڈ مشن، صفحہ ۱۰۵، گلور

صرف عقیدۂ مسیحیت کے پراپیگنڈے کے لیے ہیں۔ یہ محض اس لیے قائم کیے جاتے ہیں کہ مسیحیت کا پرچار کیا جائے۔ اسی کے لیے وہ مالی امداد لیتے ہیں۔ جو افراد یا ایجنسیاں یا کلیسا مالی امداد دیتے ہیں وہ صرف عیسائیت کی تبلیغ کے لیے دیتے ہیں۔

عیسائی جیسا کہ پچھلے ابواب میں گزر چکا ہے اپنے سوا پوری دنیا کو مشرک اور بت پرست سمجھتے ہیں اور ان مشرک، بت پرستوں کو عیسائی تعلیمات کے ذریعہ اپنے دائرۂ مذہب میں شامل کرنے کا ارادہ و منصوبہ رکھتے ہیں۔ قرآن پاک اور مقدس جگہوں میں دوسروں کے عقائد کی تعلیم کیسے ممکن ہے؟ ایک بار میں نے ایک گرجے کی کچھ رسومات میں شرکت کی خواہش ظاہر کی تو مجھے یہ جواب ملا کہ ایسی تقدیس کی جگہ ان رسومات کے موقع پر آپ کو شرکت کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اسلامیات کی تدریس سے گریز

۱۹۶۲ء میں حکومتِ پاکستان نے جب ان مشن اداروں کو پھر زور دیا کہ اسلامیات پڑھائی جائے کیونکہ وہ لازمی مضمون ہے تو ان اداروں کی طرف سے کہا گیا کہ ہم اپنے اداروں کے ایک آدھ کمرے سے تقدیس اٹھا لیتے ہیں اور اس کو Deconsecrated کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد یہاں اسلامیات پڑھائی جا سکتی ہے۔ لیکن اس کمرہ کا کرایہ، فرنیچر، لائبریری، کتب اور جو استاد اسلامیات پڑھائے اس کے اخراجات حکومت کو برداشت کرنا ہوں گے ——— چنانچہ مغربی پاکستان کے وزیرِ تعلیم نے صوبائی اسمبلی میں بیان دیا کہ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۶ء تک مغربی پاکستان میں مشنری اسکولوں کو اسلامیات پڑھانے کے لیے حکومت نے ۷۸۹۰۰۹ روپیہ امداد دی۔[۳] گویا حکومتِ پاکستان اس حد تک مجبور ہو گئی تھی کہ وہ اپنے احکام کی تعمیل روپیہ پیسہ دے کر کرائے۔ اس کے باوصف مشنری اسکولوں ——— نے خانہ پری اور ضابطہ پورا کرنے کے لیے اسلامیات پڑھانے کے لیے مسلم اساتذہ کا تقرر کیا۔ لیکن ایسے استاد جو قرآن مجید تک نہیں پڑھے ہوئے تھے۔ مزید برآں انھیں تدریس اسلامیات کے لیے وقت بھی کم دیا گیا یعنی ایک جماعت کو صرف ایک یا دو پیریڈ۔ ان اساتذہ کو معاوضہ بھی کم ملتا تھا یعنی صرف تیس روپیہ ماہانہ۔[۴]

میرے علم میں لاہور کا ایک ایسا مشن اسکول بھی ہے۔ جہاں اسلامیات کی تدریس ایک

---

[۳] روزنامہ جنگ کراچی ۱۱ جولائی ۱۹۶۶ء

[۴] ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۷۰ء صفحہ ۲۷

مسیحی خاتون دیتی رہی ہیں۔

اس طرح مشنری اداروں کے سربراہوں نے اسلامیات پڑھانے کی تعمیل کی۔ اصل میں یہ لوگ ذہنی طور پر قطعی آمادہ نہ تھے کہ ان اداروں میں قرآن و حدیث پڑھائی جائے۔ لیکن جب مجبوراً آمادہ ہوئے تو مختلف مسائل کھڑے کرتے رہے۔ مثال کے طور پر کراچی صدر کے علاقہ کے ایک عیسائی سکول کے استاد اسلامیات کو عیسائی پرنسپل نے حکم دیا کہ وہ قرآن کا وہ حصہ نہ پڑھائے اور نہ اس کی تشریح و تفسیر کرے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے متعلق ہے جو عیسائی تعلیمات کے منافی ہے۔ استاد نے جواب دیا قرآن مجید کے جو حصے نصاب میں داخل ہیں انہیں پڑھا کر میں حکومت کے احکام کی پابندی کر رہا ہوں۔ اس پر پرنسپل نے کہا کہ تم حکومت کے نہیں اس اسکول کے ملازم ہو۔ اور تحریری طور پر اسے تنبیہ کیا کہ اگر تم نے اسلامیات کے وہ اسباق پڑھانا بند نہ کیے جس کا میں نے حکم دیا تھا تو تمہیں ملازمت سے برطرف کر دیا جائے گا۔ اس پر بھی جب اس استاد نے پرنسپل کا حکم نہ مانا تو اسے نوکری سے برطرف کر دیا گیا۔ اس طرح مشنری اداروں نے حکومت پاکستان کے اسلامیات پڑھانے کے احکام کی تعمیل کی۔

تعلیمی اداروں میں گرجا گھر

مشن اسکول ہوں یا کالج یتیم خانے ہوں یا ہسپتال۔ ان تمام اداروں میں بالعموم گرجے یا چیپل لازمی طور پر ہوتے ہیں۔ اس کے بغیر وہ غیر مکمل ہوتے ہیں۔ ان اسکولوں کے گرجوں کے اندر اور باہر برآمدوں میں عیسائی عقیدہ کی منہ بولتی تصویریں اور مجسمے ہوتے ہیں۔ یہ تصاویر پینٹ کی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور آرٹ کا عمدہ نمونہ۔ بچے تو بچے ہی ہوتے ہیں۔ اکثر بڑی عمر کے لوگ بھی ان تصاویر کو بڑے شوق اور تجسس سے دیکھتے ہیں۔ یہ ایک نفسیاتی بات ہے۔ جب بچے اپنے گرد و پیش میں اسی ماحول کو دیکھیں گے تو رفتہ رفتہ انہیں عیسائیت سے ایک گونہ انس ہو جائے گا۔ پھر ان گرجوں میں اکثر فلم شو کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ انگلش میڈیم اسکول میں انگلش فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ چھوٹے معصوم ذہنوں پر یہ کتنے گہرے اثرات چھوڑتی ہوں گی۔ یہ بات اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

ایک طرف اسلامیات پڑھانے سے انکار گریز، دوسری جانب عیسائی عقیدے اور ماحول کے یہ موثر مظاہر ایک چھوٹا اور معصوم ذہن کس طرح اپنے آپ کو بچا سکتا ہے؟ پھر اس پر مشن سکول کی مسٹر، مدر اور فادر کا اپنا طرز عمل۔ کتنے دور رس ہیں یہ دماغ جو نئی نسل کو اس طرح غیر شعوری طور پر اپنے عقیدے اور طور طریق پر لانے کے منظم طریقے کامیاب کیوں نہ ہوں گے!

پاکستان میں معصوم ذہنوں کو ورغلانے کا ایک بڑا ہی دردناک اور عبرت انگیز واقعہ رونما ہوا۔ ایک معصوم لڑکی کو قتل کر ڈالا گیا۔ ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پرس بائیٹرین مشن نے ایک کتابچہ نہایت دیدہ زیب کاغذ پر اپنی جوبلی کے موقعہ پر شائع کیا۔ اس پمفلٹ میں ایک مسلمان پاکستانی لڑکی کی داستان ہے کہ وہ کس طرح عیسائی بنی یا بنائی گئی۔

ایک طالبہ کا ارتداد اور قتل

ایک مسلمان طالبہ کی کہانی اس کی اپنی زبانی سنیے:

"میں جنوبی ہند کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئی۔ میرے اور بھی بھائی بہن تھے۔ خداوند کی حیرت انگیز محبت سے مجھے مکتی کا تحفہ نصیب ہوا۔ اور اس کی مہربانی سے میں ابدی زندگی کی امین بن چکی ہوں۔ یہ اس کے وعدے کے مطابق ہے کہ جو اس پر ایمان لائے گا۔ ابدی زندگی پائے گا۔

جب میں سترہ برس کی تھی اور میں گورنمنٹ سکول کی آٹھویں جماعت میں پڑھتی تھی، اپنے والد کی بیماری کے باعث مجھے عارضی طور پر اسکول چھوڑنا پڑا۔ ازاں بعد مجھے گھر کے قریب ایک مشن اسکول میں بھیجا گیا۔ اس اسکول میں مجھے ایک استانی نظر آئی جو دوسری تمام استانیوں سے مختلف تھی۔ میں نے اس اسکول میں بائیبل کا مطالعہ شروع کیا —————— ایک دن ہم ترانواں باب پڑھ رہے تھے —————— مجھے محسوس ہوا کہ یسوع ہمیشہ کے لیے زندہ ہے۔ خداوند نے میرے دل میں ایمان ڈالا۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ یسوع میرا نجات دہندہ اور غمگسار ہے۔ صرف وہی مجھے ہمیشہ ہمیشہ کی موت سے بچا سکتا ہے۔

اب ایک زندہ قوت میرے اندر جاگزین ہونی شروع ہوئی۔ جب شیطان اپنے عقیدے میں مجھے پھانسنا چاہتا تو میں انجیل پڑھ کر اور مسیح پہ اعتماد کر کے اس کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ اس عقیدے کو اختیار کر لینے کے بعد اب تبلیغ کی خاطر اپنے پیارے گھر والوں سے الگ ہونا لازمی تھا۔ بس وہ دن آیا اور عیسائی دوستوں کے پاس مجھے لے جایا گیا جنہوں نے مجھے ایک گھر دیا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد مجھے بپتسمہ دیا گیا۔

اس لڑکی کے اپنے الفاظ ختم ہوئے جو باب اول میں لکھے گئے تھے۔ اب راقم التحریر اپنے الفاظ میں اس لڑکی کے واقعات بیان کرتا ہے۔

"اس لڑکی کا نام قمر جہاں تھا۔ اسے اسکول میں بائبل کے انعامات ملا کرتے تھے اور اس کی

استانیوں کا خیال ہے کہ وہ شروع ہی سے عیسائیت سے متاثر ہو گئی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد قمر ضیاء اپنے گھر والوں کے ساتھ کراچی میں رہائش پذیر تھی۔ اس نے یہاں آکر اپنی ایک سابقہ استانی سے تعلق پیدا کیا اور اپنے خط میں اسے یقین دلایا کہ میں نے اپنے عقیدے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ میں یسوع مسیح پر پورا ایمان رکھتی ہوں میرے لیے دعا کیجیے۔ اس استانی نے مشن کی ایک اور ذمہ دار کارکن کو اس سے ملاقات کرنے کے لیے متعین کیا۔ اس کی ملاقات قمر ضیاء کے گھر پر ہوئی لیکن کھل کر باتیں نہ ہو سکیں۔ تھوڑے سے وقت میں جب کہ اس کی ماں باہر چائے تیار کرنے کے لیے گئی تو لڑکی نے کہا کہ میں اپنی بائبل نہیں لا سکی ہوں۔ مجھے عہد نامہ جدید کی ایک کاپی لا دیجیے اور رات کے وقت ایک کتاب اسے پہنچا دی گئی۔ جسے اس نے اپنی کتابوں میں چھپا کر رکھ لیا —— ۱۸ جون ۱۹۵۵ء کو قمر ضیاء نے اسی کارکن کے گھر پر دستک دی اور کہا کہ میں اپنا گھر چھوڑ کر آپ کے پاس آگئی ہوں۔

اس کے بعد مشن والوں نے عارضی طور پر اس کی رہائش کا انتظام یتیم خانے میں کر دیا۔ جہاں بچوں میں اس کا کھوج لگانا مشکل تھا۔ مشن والوں کو پولیس اور قمر ضیاء کے لواحقین کا خیال تھا۔ ایک دن چھوٹے بھائی نے آکر اس کی والدہ کی بیماری کی خبر دی۔ قمر ضیاء مشن والوں سے دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے گھر چلی گئی۔ لیکن کئی دن تک واپس نہ آئی۔ اچانک ایک دن آکر اس نے بتایا کہ اس کے گھر والے اس سے بے حد خفا ہیں اور وہ اس کی شادی کا انتظام کر رہے ہیں۔ مشن والوں نے اس جگہ اس کی رہائش میں خطرہ محسوس کیا۔ اور اسے وہاں سے منتقل کر کے ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔ ایک مدت کے بعد اسے بپتسمہ بھی دے دیا گیا اور اس کا نام ایستھر جان رکھا گیا۔

لڑکی کو اپنے گھر اور گھر والوں سے محبت تھی۔ وہ جب ان کا ذکر کرتی اس کے لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں آنسو ہوتے تھے اور کبھی کبھی تو وہ ان کی جدائی میں بڑا کرب محسوس کرتی۔ کچھ دنوں بعد ایستھر کو مشن ہسپتال کے نرسنگ ہوم پہنچا دیا گیا۔ یہاں عیسائی لڑکیوں کی عمدہ صحبت بھی تھی اور یہ جگہ نسبتاً بے خطر تھی۔ اس کے بعد ایک گاؤں کے ہائی اسکول میں اور پھر کراچی کے ایک گرلز ہائی اسکول کے پرنسپل کے سپرد کی گئی۔ کچھ عرصہ بعد یونائیٹڈ بائبل ٹریننگ اسکول گوجرانوالا میں داخل کی گئی۔ اس نے گانا سیکھ لیا۔ پھر پادری ایلگزینڈر ٹوڈ نے اسے بپتسمہ دیا۔ یونائیٹڈ بائبل ٹریننگ اسکول گوجرانوالا کی پرنسپل مس میرین پیٹرسن کا بیان ہے کہ ایستھر بڑی پسندیدہ لڑکی تھی۔ وہ ایک خوش حال گھرانے سے آئی تھی۔ کھانا پکانا جانتی تھی۔ وہ کبھی مبالغہ آرائی یا نیم سچائی کو قبول نہ کرتی۔ اسلام کے بارے میں بھی اس نے یہی کیا تھا۔

اس نے بائبل ہائی اسکول میں سائیکل چلانا سیکھ لیا تھا۔ ۱۹۵۹ء میں جب وہ چیچہ وطنی منتقل ہوئی تو وہ مسز واصف کے ساتھ سائیکل پر آس پاس کے دیہات میں تبلیغ کے لیے جایا کرتی تھی۔ اس علاقہ کی باپردہ عورتوں کے لیے دو عورتوں کا سائیکل پر آنا جانا باعث تعجب تھا۔ ایستھر بڑے شوق سے تبلیغی کیمپوں میں جانے لگی۔ مشن والے اسے کیمپ میں اکیلا نہ چھوڑتے بلکہ اس کے ساتھ ایک آدھ نرس اس کے خیمے میں رہتی۔

کئی مہینوں سے اس کے گھر والے خطوط کے ذریعہ اسے واپس بلا رہے تھے۔ یہ بات ایستھر کے لیے سوہانِ روح بننے لگی اور اس کے ذہن میں پھر کش مکش شروع ہو گئی۔ اسے ماں سے محبت تھی۔ مشن والوں کو یہ خطرہ بھی تھا کہ وہ گھر جائے گی تو اس پر مسلمان ہونے کے لیے دباؤ ڈالا جائے گا اس نے خط لکھا اور اپنے گھر جانے کے لیے دو شرطیں رکھیں۔ اول یہ کہ عیسائی کی حیثیت سے زندگی گذارنے کی اجازت دی جائے گی اور مسیح پر ایمان رکھنے دیا جائے گا۔ دوم یہ کہ وہ اپنی پسند کے کسی آدمی کے ساتھ شادی کرنے پر زور نہیں دیں گے۔ اس نے یہ خط حوالہ ڈاک کیا تو اس کے سر سے ایک بوجھ ہلکا ہو گیا۔

ایک رات جب کہ اسے نزلہ ہو رہا تھا اور وہ مہمان خانے میں ذرا جلدی سو گئی تھی۔ اس کے گرد و پیش دوسرے ساتھی بھی موجود تھے اور اسے بظاہر کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا کہ کسی نے اس کی رگِ حیات کاٹ ڈالی۔ صبح جب اس کے ساتھی بیدار ہوئے تو انھوں نے ایستھر کو بستر میں ہلاک پایا۔ اس کے سر پر کسی تیز دھار ہتھیار کے دو زخم لگے ہوئے تھے۔ وہ اسماعیل کی آل سے پیدا ہوئی لیکن اعتقاد کے لحاظ سے وہ اسحاق کی آل سے ہو گئی۔

پولیس نے آکر اس کے بستر اور اس کی اشیاء پر قبضہ کر لیا۔ اور مکان کے ہر کمرے اور ہر گوشے میں تلاش و جستجو کی۔ ساری دوڑ دھوپ کے بعد ہیڈ کانسٹیبل نے کہا کہ "ہمیں کوئی سراغ نہیں ملا۔ یہ لڑکی اور کسی سے نہیں صرف مسیح سے محبت کرتی تھی۔"

ہسپتال کے گراؤنڈ میں اس کی یادگار کے طور پر ایستھر میموریل چیپل تعمیر کیا گیا۔[۱]

ارتداد و قتل کا تجزیہ

اس سارے واقعہ کو غور سے پڑھیں تو یہ نتائج نکلتے ہیں:

---

[۱] ایٹنڈ ٹکیٹ از مولانا کوثر نیازی صفحہ ۱۸۷ - ۲۰۰ (اقتباس)

۱۔ یہ کھاتے پیتے گھرانے کی لڑکی سب سے پہلے ایک مشنری اسکول میں عیسائیت سے متاثر کی گئی

۲۔ اس کا پتہ چلنے پر عیسائی مشنریز اور کارکن اس کے گھر والوں سے چھپ چھپ کر اس سے ملاقاتیں کرتے اور بائیبل پہنچاتے رہے۔

۳۔ آخر ایک دن یہ لڑکی فرار ہو کر مشن کے کارکن کے پاس پہنچی۔ اس کا نام تبدیل کر کے اس کو یتیم خانہ میں چھپا دیا گیا۔

۴۔ اسے تقریباً سات مختلف مقامات پر منتقل کیا گیا۔ اسے کبھی اکیلا نہیں رہنے دیا گیا۔ کوئی نہ کوئی اس کے ساتھ رہا۔

۵۔ گھر سے آخری خط آنے پر اس کی ذہنی کشمکش پھر شروع ہوئی۔ اسے اپنا گھر یاد آیا۔ اور اداس سی رہنے لگی۔

۶۔ آخر وہ گھر جانے کی کشمکش میں پڑ گئی۔ اور اسی حالت میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ "محفوظ" طور پر سلائی گئی اور چپکے سے اچانک قتل کر ڈالی گئی۔

اسے کیوں قتل کیا گیا؟ پولیس اس کا سراغ لگانے سے قاصر رہی۔ لیکن آثار و قرائن سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اسے محض اس لیے قتل کیا گیا کہ اس کے ذہن میں کشمکش برابر رہی تھی اور وہ گھر واپس جانا چاہتی تھی پہلی دفعہ تو وہ گھر جا کر واپس آگئی تھی پھر جب تک یہاں رہی اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی رہا اس کے باوجود وہ کرب اور بے چینی محسوس کرتی رہی۔

اگر مشن اداروں کے پیش نظر صرف تعلیم ہی ہوتی تو اس نوعمر لڑکی کو تعلیم دی جاتی اور اسے تعلیم سے آراستہ کیا جاتا۔ مگر تعلیم تو ان کے نزدیک ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اولین مقصد عیسائی بنانا ہوتا ہے خواہ ثقافتی راہ سے ہو یا اخلاقی تخریب سے یا براہ راست ارتداد سے ممکن ہو۔

ایک اور طالبہ کا ارتداد

راولپنڈی کے ایک خوشحال مسلمان خاندان نے اپنی لڑکی کو ایک مشنری اسکول میں تعلیم کے لیے داخل کیا۔ اس اسکول کی مشنری سسٹر نے اس گیارہ سالہ لڑکی کے ذہن کو عیسائیت کے لیے اس طرح متاثر کیا کہ وہ عیسائیت کی طرف مائل ہونے لگی۔ جب والدین کو اس کا پتہ چلا۔ تو انہوں نے اس کو اسکول سے اٹھا لیا۔

ایک گیارہ سالہ طالب علم کی عمر ہی کیا ہوتی ہے اور اس کی ذہنی استعداد بالخصوص مذہب کے

بارے میں کتنی گہری ہو سکتی ہے۔ اس کا اندازہ ہر صاحب عقل کر سکتا ہے۔ یہ دو واقعات نمونتاً پیش کیے گئے۔ ورنہ جو ملک مشنریوں کے مطابق تبلیغ کے لیے کھُلا میدان ہے۔ وہاں ایسے واقعات کا ہونا تعجب کی بات نہیں۔

کراچی کے ایک مشہور اور قدیم کالج کا ایک مسلمان لیکچرر ڈاکٹریٹ کے لیے امریکہ گیا۔ میں اس لیکچرر سے ذاتی طور پر واقف ہوں۔ وہ جانے سے پہلے ایک سیدھا سادہ سا مسلمان تھا۔ لیکن جب امریکہ سے واپس آیا تو عیسائی بن چکا تھا۔ یہاں آکر اس نے اپنی عیسائیت کو نہیں چھپایا۔ میری اطلاع کے مطابق اسے امریکہ میں ہر مہینہ (اسکالرشپ کے علاوہ) دو سو ڈالر مزید ملا کرتے تھے۔ اور وہاں کے مشنری اس کے ساتھ بڑا ہمدردانہ اور مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے۔ ان کے اخلاق کا یہ لیکچرر آج بھی بڑا مداح ہے

فورمین کرسچین کالج لاہور

پچھلے صفحات پر گزر چکا ہے کہ پادری فورمین کی خدمات کے اعتراف کے طور پر اس کالج کا نام فورمین کرسچین کالج رکھا گیا۔ جس طرح اس پادری نے عیسائی ہوتے ہوئے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے موذن اور پیش امام بن کر مسلمانوں کی بیخ کنی کی کوششیں کی تھیں۔ اسی طرح پاکستان بننے کے بعد بھی اس کالج کے منتظمین (جو عیسائی ہی ہیں جنہیں عیسائی حکومتوں کی مالی و مادی حمایت اور پشت پناہی حاصل ہے) ایسی دل آزار اور مسلمانوں کو طیش و غصہ دلانے والی حرکات کرتے رہتے ہیں۔ جس سے ان کے مذہبی جذبات بے انتہا مجروح ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ۱۹۷۲ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں التوا کی تحریکیں پیش ہوئیں۔ اس کالج اور گورڈن کالج راولپنڈی کے متعلق عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ ایوب حکومت کا تختہ الٹنے میں ان کا بڑا فعال کردار رہا ہے۔ تعلیمی اداروں کے قومی تحویل میں آجانے کے بعد کالج کو مشنری تسلط سے نجات حاصل ہوئی ہے۔

فورمین کرسچین کالج کے مسلمان طلبہ نے جو کل تعداد کا تقریباً ۹۹ فی صد ہیں نماز جمعہ کے لیے لاؤڈ سپیکر نصب کیا تاکہ اس کے ذریعہ اذان کہی جائے اور تمام مسلمان طلبہ نماز جمعہ کے لیے جمع ہو سکیں۔ یہ بات کالج کے عیسائی حکام کو نہایت ناگوار گزری انہوں نے مداخلت کی اور لاؤڈ سپیکر ہٹانے کا حکم دیا۔ مسلمان طلبہ میں اس کی وجہ سے بڑی بے چینی و اضطراب پیدا ہوا۔ ان میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ اور وہ احتجاج کرنے پر مجبور ہو گئے مگر خوش قسمتی سے تعطیلات ہو گئیں اور معاملہ دب گیا۔[1] مسلمان طلبہ کو ان کے مذہبی

---

[1] قومی اسمبلی کے مباحث (نیشنل اسمبلی آف پاکستان ڈبیٹس) ۱۹۷۲ء، سرکاری رپورٹ صفحہ ۱۹۴

فرائض کی ادائیگی سے روکنے کی یہ پہلی یا آخری کوششیں نہ تھیں۔ کالج کے عیسائی حکام نے اس گستاخی کا بدلہ ان مسلم اساتذہ سے بھی لیا جو مسلم طلبہ کے ساتھ تھے۔ ان مسلم اساتذہ کو انتقام کا نشانہ بنایا گیا۔ حتیٰ کہ بعض کو ملازمت سے برخاست کر دیا گیا۔

اذان کے لیے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے بارے میں اس کالج کے حکام کا جو معاندانہ رویہ تھا اس کی صدائے بازگشت قومی اسمبلی کے ایوان میں بھی گونجی۔ اگر کالج کی انتظامیہ کو پاکستانی عوام و حکومت کا ذرہ بھر بھی احساس ہوتا تو وہ یقیناً اپنے اس غلط اقدام پر اصرار نہ کرتے۔ بلکہ رائے عامہ کا خیال کرتے ہوئے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی مخالفت نہ کرتے۔ مگر دیدہ دلیری ملاحظہ ہو کہ میری تحقیق کے مطابق، اسی کالج کے ایک ہاسٹل میں قرآن پاک کی تلاوت اور درس کو اس کالج کے ڈین آف فیکلٹی اور ہاسٹل کے سپرنٹنڈنٹ نے حکماً روک دیا۔ اس پر طلبہ نے بجا طور پر احتجاج کیا۔ جو دو طلبہ اس احتجاج کی قیادت سنبھالے ہوئے تھے وہ انتقام کا نشانہ بنائے گئے۔

ہاسٹل میں رہنے والے مسلم طلبہ اس بات کے بھی مجاز نہ تھے کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت کر سکتے۔ حالانکہ وہ ہاسٹل میں مفت نہیں رہتے۔ ہاسٹل کی فیس ادا کرتے تھے۔ وہ بھی عام ہاسٹلوں سے کئی گنا زیادہ۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ اسلامی ملک میں خود مسلمان طلبہ پر ان کی مذہبی کتاب کی تلاوت عیسائی حکام بند کر دیں۔ اور جو اس کے خلاف احتجاج کرے وہ ان کی زیادتیوں کا نشانہ بنے۔

مسلمانوں کے مذہبی معتقدات کے بارے میں ان اداروں کے ارباب حل و عقد کے رجحان کا ہلکا سا اندازہ ان واقعات سے ہو چکا ہو گا اس کے ساتھ ساتھ اس کا بھی کہ یہ مشن ادارے اور مشنریز مسلمانوں کے بارہ میں اور اسلام کے متعلق کس قسم کا طرز فکر رکھتے ہیں۔ اسلامی مذہبی ارکان کو کس طرح تضحیک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اسی کالج میں سیاسیات کے عنوان پر ایک غیر ملکی عیسائی کے لیکچر کا انتظام کالج کے حکام نے کیا جس نے اساتذہ اور طلبہ کے سامنے عرب اسرائیل تعلقات پر لیکچر دیا۔ لیکچر کے دوران اس نے اسرائیل کی ناواجب طور سے طرف داری کی۔ طلبہ کو ہدایت تھی کہ اس لیکچر میں حاضری نہایت ضروری ہے اور اس کی حاضری کلاس کی دو حاضریوں کے برابر شمار ہو گی۔ ایک طرف تو یہ پابندی لگا دی گئی اور دوسری جانب یہ اہتمام کیا گیا کہ یہ لیکچر جمعہ کی نماز کے وقت ہو۔ یہ وقت مقرر کیے جانے پر ایک استاد نے اعتراض کیا کہ یہ جمعہ کی نماز کا وقت ہے تو اسے جواب

ملا جمعہ کی نماز ضروری نہیں۔ اس لیکچر میں حاضری ضروری ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ ناروا تعصب

ڈاکٹر رابرٹ ٹیبسی وائس پرنسپل گورڈن کالج راول پنڈی ۱۹۶۸ء میں فورمین کرسچین کالج لاہور کے پرنسپل بن گئے۔ جیسے ہی وہ اس کالج کے پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے مسلمانوں کے بارے میں ان کا تعصب تیز ہو گیا۔ یہ امریکی نژاد اور امریکی شہری ہیں۔ ان کی پالیسی یہ ہے کہ کالج کے عارضی مسلمان اساتذہ کو جیسے ہی موقع ملے برخاست کر دیا جائے اور ان کی جگہ عیسائی افراد کا تقرر کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایک مسیحی کو نہ صرف مسلمان استاد کا حق مار کر ملازمت دی بلکہ ایک قلیل مدت میں اسے مستقل بھی کر دیا۔

مرے کالج سیالکوٹ سے آنے والے ایک مسیحی استاد گلزار وفا کی مثال موجود ہے کہ انہیں تقرر کے وقت ہی تنخواہ میں اضافی ترقی دی گئی اور براہ راست مستقل بھی کر دیا گیا جب کہ قاعدہ یہ ہے کہ نئے استاد کو دو سال بعد مستقل کیا جاتا ہے۔ اس قاعدہ کا مسیحی اساتذہ پر کوئی اطلاق نہیں ہوتا جب کہ مسلمان اساتذہ کے معاملہ میں اس ضابطہ پر سختی سے عمل ہوتا ہے۔

ایک نہایت شریف اور سینئر مسلمان پروفیسر پر غیر اخلاقی حرکات میں ملوث ہونے کا رکیک الزام لگایا گیا۔ پرنسپل صاحب چاہتے یہ تھے کہ اس استاد کو نکال کر ان کی جگہ اپنے بیٹے کو وائس پرنسپل بنا دیا جائے۔ لیکن ان کی ساری کوششیں ناکام ہوئیں اور اس استاد پر الزام ثابت نہ کر سکے۔

کالج میں مسلمان اساتذہ بعض دوسری محرومیوں کا بھی شکار ہیں۔ مثلاً پچھلے پانچ چھ سالوں کے دوران کسی شادی شدہ مسلمان پروفیسر کو کالج کمپاؤنڈ میں رہائش گاہ مہیا نہیں کی گئی۔

مرے کالج سیالکوٹ

اس کالج میں کس طرح منظم طور پر مسلمان لڑکوں کو تنگ کیا جاتا ہے اور کس طرح ان کو ذہنی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس کالج کے ایک طالب علم کی زبانی پیش کیے جاتے ہیں:

میرے ایک دوست نے اپنے کوٹ پر بیج لگایا جس پر لکھا تھا "ہمارا مطالبہ۔ اسلامی تعلیمی پالیسی"۔ اسے پرنسپل صاحب نے دیکھ لیا۔ اور ڈانٹتے ہوئے کہا کہ مرے کالج میں پڑھنا ہے تو ایسی باتیں نہ کرو۔ مزید برآں کالج کے وائس پرنسپل فضل مسیح نے کالج کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کی حکومت ہمیں کوئی پیسہ نہیں دیتی۔ لہٰذا آپ کوئی بھی ایسا ویسا مطالبہ نہیں کر سکتے"۔

یہی طالب علم کہتا ہے کہ عیسائی طلبہ کو وظائف دیئے جاتے ہیں اور ہر میدان میں آگے لانے کی کوششیں کی جاتی ہے صرف ہفتہ کے دن قرآن پاک کا ایک پیریڈ ہوتا ہے۔ وہ بھی صرف چالیس منٹ کا۔ (یہ بھی غالباً اس وقت سے ہوا جب کہ حکومت پاکستان نے اسلامیات کو لازمی مضمون قرار دیا۔ صدیقی) یہ پیریڈ وہ استاد پڑھاتے ہیں جنھوں نے خود بھی قرآن مجید نہیں پڑھا ہوتا یوں ہے کہ ایک طالب علم نے تلاوت کی اور پھر چھٹی ہو گئی۔ کالج میں ایک ہی مسجد ہے جس کا تمام خرچ مسلمان طلبہ برداشت کرتے ہیں۔ کالج میں پانی کی کئی ٹینکیاں ہیں اور متعدد ٹیوب ویل لگے ہیں مگر مسجد میں صرف ایک ہینڈ پمپ ہے وہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کا۔

کالج کے تین ہوسٹل ہیں۔ ڈبارو تیمبر ہوسٹل، ریڈ ہوسٹل اور اسکاٹ ہوسٹل۔ ان میں ۷۵ فیصد مسلمان طلبہ رہتے ہیں۔ مگر تمام وارڈن عیسائی ہیں جو متدین مسلمان طلبہ سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ اور انہیں "رجعت پسند" کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس کے لیے میں کئی واقعات تحریر کر سکتا ہوں۔ (یہ صرف کالجوں اور سکولوں میں نہیں بلکہ ہسپتالوں میں بھی یہی کیفیت ہے۔ دینی مزاج رکھنے والوں اور باریش مسلمانوں سے ترش روئی کا برتاؤ ہوتا ہے اور ہسپتالوں میں فیس بھی زیادہ وصول کی جاتی ہے۔ صدیقی)

کالج کا اسٹاف زیادہ تر عیسائی اساتذہ پر مشتمل ہے۔ لہٰذا وہ ہر بات بائبل کی مثال دے کر پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی کہتے ہیں "مزید معلومات کے لیے انجیل مقدس کا مطالعہ کریں۔"

کالج میں مسلمان طلبہ کو اپنی کوئی یونین یا فیڈریشن بنانے کی اجازت نہیں مگر عیسائی طلبہ کی ایک باقاعدہ انجمن ہے جس کا نام ہے "ایس سی ایم" یہ انجمن سٹوڈنٹ یونین کے مقابلہ میں تقاریب منعقد کراتی ہے۔

کالج کے ساتھ ایک پرانا قبرستان ہے جس کی اراضی پر کمرے تعمیر کر لیے گئے ہیں (یہ بہت پہلے کی بات ہے اب تو یہ قبرستان سکڑ کر صرف چند گز کے رقبہ پر مشتمل رہ گیا ہے۔ ہوسٹل میں مسلمان طلبہ کو عیسائی طلبہ کے ساتھ کھانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ان ہی جھوٹی پلیٹوں میں اور ان ہی گلاسوں میں۔

مسلمان اساتذہ کو بھی ملازمت اور ترقی کا لالچ دے کر کہا جاتا ہے کہ وہ عیسائیت قبول کر لیں۔ انہیں پی۔ ایچ۔ ڈی اور غیر ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجنے کا لالچ دیا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی ان کی باتوں میں آ جائے تو وہ وعدہ بھی پورا نہیں کیا جاتا۔[1]

[1] اردو ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۷۰ء صفحہ ۲۷

گورڈن کالج راولپنڈی

یہ کالج پادری اینڈرو گورڈن کے نام پر ہے۔ وہ ۱۸۵۵ء میں ہندوستان آیا تھا۔[1] یہ کالج بھی عیسائی مشنریوں کا فکری اور مادی مرکز بنا ہوا ہے۔ یہاں تو عربی مضمون کو سرے سے ہی نصاب سے خارج کر دیا گیا۔ حالاں کہ پنجاب یونیورسٹی کے قاعدے وضابطے کے تحت یہ نہایت ضروری تھا۔[2] عربی کو یہاں کے حکام "اسلامی آتنگ" میں سے ایک سمجھتے تھے۔ پھر کیسے ممکن تھا کہ وہ اسلامی علامت کو باقی رکھتے۔ مسلمان اساتذہ اور طلبہ کو انتقام کا نشانہ بنانا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔

ان کے مقاصد کی تکمیل میں جو بھی آڑے آیا۔ خواہ وہ استاد ہو یا طالب علم۔ وہ ان کے انتقام کا نشانہ بنا۔ ان کی نگاہ میں مسلم اساتذہ و طلبہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک مذہبی قسم کے افراد اور دوسرے غیر مذہبی۔ مذہبی قسم کے افراد جو ان کو من مانی کارروائیاں کرنے میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اور جو مذہب سے لاتعلق قسم کے ہوتے ہیں ان کو یہ لوگ اپنے قریب لا کر سراہتے ہیں۔

عربی کو نصاب سے خارج کرنا یا اسلامیات نہ پڑھانا یہ تو معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ کالج اس سے بھی کہیں آگے ہے۔ ملکی اور سیاسی معاملات میں بھی دخل انداز ہوتا آیا ہے۔ ایک "غیر ملکی سفارت خانے" کے افراد اس کالج کے حکام کی وساطت سے اس کالج کے لڑکوں اور اساتذہ سے رابطہ رکھتے ہیں۔ یہ افراد ہر اتوار کو اس کالج کے جوبلی ہال میں "سروس" میں شریک ہوتے رہتے ہیں۔ اسی ملک کا ایک مشنری اس کالج میں موجود ہے۔

"یہ سفارت خانہ" اس کالج کے اساتذہ اور طلبہ کی خدمات بیش بہا مالی امداد کے عوض حاصل کر رہا ہے۔ چنانچہ اس کالج کا ایک استاد ایک ایسے مکان میں رہتا ہے جس کا کرایہ اس کی کالج کی تنخواہ کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ گورڈن کالج کے دو سابقہ استاد اور دو سابقہ طلبہ "اسی سفارت خانہ" میں ملازمت کر رہے ہیں۔

انڈونیشیا کا ایک عیسائی پادری اس کالج میں سلسلہ تقاریر کے لیے آیا۔ یہ لیکچرز انڈونیشیا کے حالات پر تھے۔ پادری موصوف کے قیام کے دوران کالج کے صدر دروازے پر اس قسم کے اشتہار

[1] صلیب کے علم بردار۔ پادری برکت اللہ صفحہ ۱۴۲

[2] مباحث قومی اسمبلی سرکاری رپورٹ جلد ۱ نمبر ۱۵ صفحہ ۸۵۵

لگائے گئے۔" انڈونیشیا جاگ چکا ہے۔ اب پاکستان کی باری ہے"۔ یعنی جو کچھ انڈونیشیا میں ہوا وہ یہاں پاکستان میں کیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کالج کا ایک لیکچرر نامعلوم مشن پر ۱۹۶۹ء میں انڈونیشیا گیا تھا۔

یہ تو تھیں سیاسی سرگرمیاں۔ مسلمان اساتذہ کے ساتھ اس کالج کے حکام کا کیا رویہ ہے۔ اس کی مثال ملاحظہ ہو۔

"ڈاکٹر ایم۔ اے قیوڈسکوی نئے ایڈمنسٹریٹر بن کر آئے۔ انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ چار سینئر اساتذہ کو معطل کیا۔ پھر اسی دن ایک گھنٹے کے بعد ۱۱ بج کر ۴۰ منٹ پر ایک دوسرے حکم نامہ کے ذریعہ برطرف کر دیا۔ اور کالج کی حدود میں ان کے داخلہ پر پابندی لگا دی۔ گارڈن کالج سے چند اساتذہ کی طرف سے آواز بلند ہوئی کہ "مشنری اداروں کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے۔ یہ ادارے ملک میں غیر ملکی اثرات کے اڈے بنے ہوئے ہیں"۔ کہا جاتا ہے کہ مشنریاں اپنے خاص آدمی آگے لانا چاہتی ہیں وہ اس سلسلہ میں ان پاکستانی عیسائیوں کو بھی قابل اعتماد نہیں سمجھتیں جو مشنریوں کے ذریعہ غیر ملکی اثرات کے مخالف ہیں[1]۔

پاکستان کے تعلیمی اداروں میں سے یہ چند ایک کا سرسری جائزہ تھا۔ اس جائزہ سے مقصود یہ ہے کہ تصویر کا صحیح رخ بھی پاکستانی عوام و خواص کے سامنے آ جائے جس سے وہ اندازہ لگا سکیں کہ مشنریز میں نہ خدمت انسانیت کا جذبہ ہے اور نہ یہ بے لوث خادم ہیں۔ نہ وسیع القلب ہیں کہ ان کی محبت و شفقت سب کے لیے عام ہو۔ بلکہ حقیقت میں ان سب خدمات کی تہہ میں صرف ایک ہی جذبہ کارفرما ہے کہ مسیحیت کا پرچار ہو۔

مشن اسکول کس قسم کا کردار پیدا کرتے ہیں؟

کالجوں کے بعد اب چند اسکولوں کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان اسکولوں میں نسبتاً کم عمر کے لڑکے اور لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ ان ہی بچوں کو مستقبل میں حکومت کی ذمہ داری سنبھالنی ہے۔ بڑے ہو کر یہی بچے اس ملک کے انتظامی عہدوں پر فائز ہوں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مشن اسکولوں میں اس نسل کی تربیت اور ذہنی تعمیر کس انداز سے کی جا رہی ہے۔ کیا اس سے عیسائیوں کا مقصد ہر جگہ

[1] ہفت روزہ زندگی لاہور ۶ تا ۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۶، ۱۷

کرسچین ایلیمنٹ پیدا کرنا پورا نہیں ہو رہا ہے؟ اسی لیے گلور کہتا ہے کہ مشن اسکول اور کالج بہترین عیسائی اثرات اہل الرائے طبقہ پر نقش کر رہے ہیں[1]۔

ضیا شاہد لکھتے ہیں[2]: "وہ ایک عمارت میں گئے جس کی پیشانی پر پرانے آقاؤں کی زبان میں کچھ لکھا تھا۔ ایک خوبصورت سبزہ زار پر ننھے منے معصوم لڑکے اور لڑکیاں جن کے لباس اور زبان بھی غیر ملکی تھیں۔ نظر آئے۔ ایک لڑکے نے اپنی ملکی زبان میں بھولے سے اپنے ساتھی لڑکے سے کچھ کہا۔ وہ بھول گیا تھا کہ ملکی زبان میں گفتگو جرم ہے۔ ایک استاد نے یہ بات سن لی۔ اس کو سزا دی گئی کہ وہ ایک گھنٹہ تک دھوپ میں کھڑا رہے۔ وہ لڑکا غیر ملکی زبان میں قسمیں کھا کھا کر استاد کو یقین دلانے لگا کہ آئندہ ملکی زبان میں گفتگو نہیں کرے گا۔

اس اسکول کے اسٹاف میں کل اکیس افراد ہیں:

غیر ملکی عیسائی ۵ پاکستانی عیسائی ۹ پاکستانی مسلمان ۶ مولوی صاحب ۱

ان اکیس اساتذہ میں سے تین پادری تھے جن میں سے ایک پاکستانی اور دو غیر ملکی تھے ۶ مسلمان اساتذہ میں سے دو کے نام تک بدل چکے تھے۔ ایک کا نام ...... علی شیخ تھا وہ "مسٹر شے" بن گئے۔ دوسرے استاد کے نام کا ایک جزو نیک ...... تھا وہ بجائے نیک کے نک (مجنی گردن) ہو گئے تھے۔

سفید ابرق لباس پہنے پادری صاحبان جن کی آنکھوں میں نرمی اور شفقت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی بڑی محبت سے ملے اور پاکستانیوں کی مہمان نوازی کی بہت تعریف کی۔ مولوی صاحب کا لباس معمولی سا تھا۔ یہ اس وقت ملازم رکھے گئے جب تمام تعلیمی اداروں میں دینیات حکومت کی طرف لازمی قرار دی گئی۔ انہیں تدریس کے لیے وقت بھی کم ملتا۔ اکثر طلبہ ان کے پیریڈ سے غائب رہتے اور دلچسپی کم لیتے۔ انہیں صرف تو سے روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی۔

ضیا شاہد صاحب کی درخواست پر کہ وہ چند طلبہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ استانی نے بڑی عجیب نظروں سے انہیں دیکھا۔ پھر اجازت دی۔ دس طلبہ تھے جن میں سے ۳ لڑکیاں تھیں ان کی عمریں سات

---

[1] دی پیو گریس آف دی ورلڈ وائیڈ مشنز صفحہ ۸۸-۸۹۔ گلور

[2] ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، بابت ماہ جون ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۹۳

سے گیارہ سال کے درمیان تھیں۔ رُکتے رُکتے انگریزی بولتے تھے کسی لفظ پر اٹک جاتے تو استانی وہ جملہ پورا کر دیتی تھی۔ ان سے مندرجہ ذیل معلومات حاصل ہوئیں:

ا ۔ دس میں سے چار مسلمان طلبہ بالائی طبقہ سے تین اعلیٰ متوسط طبقہ سے اور ایک زیریں طبقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ دو پاکستانی عیسائیوں کے بچے تھے۔

ب ۔ دس میں سے ایک کے گھر میں صرف انگریزی زبان رائج تھی۔ باقی ۹ گھرانوں میں اردو زبان رائج تھی۔

ج ۔ تین طلبہ کے والدین اعلیٰ التعلیم یافتہ تھے۔ چار کے معمولی تعلیم یافتہ لیکن دولت مند تھے۔ ایک کا تعلق متوسط تعلیمی طبقہ سے تھا۔ دونوں عیسائی طلبہ معاشرتی و معاشی لحاظ سے ادنیٰ طبقہ سے آئے تھے مگر عیسائی ہونے کی وجہ سے انہیں خاص مراعات حاصل تھیں۔

د ۔ گھر کے اندر اور دو سکول میں صرف تین طلبہ اپنے اصلی ناموں سے پکارے جاتے تھے۔ جب کہ سات طلبہ غیر اسلامی بدلے ہوئے ناموں سے پکارے جاتے تھے۔ اسکول میں عام نام یہ تھے۔ رونی، هنی، ٹلی، بابی، ڈکی، کینڈی، ایزمی، پیٹر روز، ٹرنکل، پیچو وغیرہ۔ یہ ہے اسلامی ثقافت و تہذیب کا بگاڑ۔

ہ ۔ ۹ بچے والدین کو ڈیڈ / Dad اور مم Mum کہتے تھے۔ صرف ایک بچی ابا اور اماں کہتی تھی۔

و ۔ گھر سے اسکول آتے وقت صرف ایک طالب علم السلام علیکم کہتا تھا۔ باقی ۹ بائی بائی۔

ان طلبہ کی معلومات عامہ کے اندازہ کے لیے ذیل کی گفتگو ملاحظہ فرمائیے۔

۱ ۔ پہلا سوال یہ تھا کہ کسی قومی تہوار کا نام لیجیے۔

طلبہ کے جواب بالترتیب یہ تھے۔

کرسمس، کرسمس، عید، کرسمس، ایسٹر، کرسمس، اتوار، عید مبارک، کرسمس، شب برات۔

۲ ۔ عید الفطر اور عید اضحیٰ کے معنی بتائیے؟

اس سوال کا جواب صرف ایک بچی نے دیا۔ بولی عید الفطر میٹھی عید ہوتی ہے۔ عید اضحیٰ نمکین۔ فطر اور اضحیٰ کے معنی کوئی نہ بتا سکا۔ نہ کسی کو معلوم تھا کہ یہ عیدیں کیوں منائی جاتی ہیں۔

۳ ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کب اور کس شہر میں پیدا ہوئے؟

تاریخ پیدائش کوئی نہ بتلا سکا۔ پیدائش کے شہر کے جو نام بتائے گئے وہ یہ تھے۔ عرب، عرب، عرب، صحرائے عرب، مکہ مدینہ، مکہ مدینہ، مدینہ، مدینہ، مکہ، ایک طالب علم نے

کوئی جواب ہی نہ دیا۔

۴ ۔ دس میں سے صرف دو طلبہ کو نماز یاد تھی۔ ان میں سے بھی ایک طالب علم بمشکل سورہ فاتحہ سنا سکا۔ ایک بچی نے غلط سلط نماز سنائی۔ دعائے قنوت وہ بھی نہ سنا سکی۔

۵ ۔ مندرجہ ذیل سوال کے جواب کا خاص خیال رکھیے۔ سب کے سب نے کیا جواب دیا۔ سوال یہ تھا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ظالموں نے کیا سلوک کیا؟

دس کے دس طلبہ نے یہ بتایا کہ وہ مصلوب کر دیئے گئے تھے۔ کسی نے مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہ بتایا کہ وہ زندہ اوپر اٹھا لیے گئے۔

۶ ۔ پاکستان کس نے بنایا؟

سات نے قائداعظم کا نام لیا۔ ایک نے مسٹر محمد علی جناح کہا۔ ایک نے قائد ملت اور ایک نے صدر محمد ایوب بتایا۔

ضیا شاہد صاحب کہتے ہیں کہ وہ سوالات پوچھ رہے تھے اور استانی صاحبہ بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ پھر انہوں نے اسکول کی عمارت کو دیکھا۔ گرجا گھر دیکھا جس کی دیواروں اور برآمدوں میں حضرت عیسٰی اور حضرت مریم کی روغنی تصویریں تھیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے بہت انگلش میڈیم اسکول دیکھے۔ مشنری اداروں کے تحت تمام اسکولوں میں گرجا گھر عمارت کا ایک لازمی جزو ہے۔ کئی مقامات پر جگہ کی کمی کے عذر کی وجہ سے چھوٹے بچوں کی کلاسیں بھی گرجے میں لگائی جاتی ہیں چونکہ یہ انگلش میڈیم اسکول ہے۔ یہاں فلمیں بھی دکھائی جاتی ہیں جو انگریزی میں ہوتی ہیں۔ اور انگریزی فلمیں چھوٹے چھوٹے بچوں کے ذہنوں پر کیسے کیسے اثرات چھوڑتی ہیں خود غور فرمائیے۔

ایک قانتی انگلش میڈیم اسکول کا جائزہ

ایک مشہور اقانتی اسکول میں ابتدائی کلاسوں کے رہائشی کمرے بھی دیکھے جس عمارت میں بچے مقیم تھے وہ گرجا گھر کے بالکل سامنے تھی۔ اسکول ۵ ایکڑ رقبہ پر پھیلا ہوا تھا۔ ایک مسجد اس جگہ سے کوئی پون میل کے فاصلہ پر تھی۔ رہائشی کمروں کی دیواروں پر وہی تصویریں دیکھیں جن کو اصولاً گرجا میں ہونا چاہیئے تھا۔ بچوں کے ڈرائنگ ورک دیکھنے پر پتہ چلا کہ چند بچے "متبرک تصویروں" کی نقل اتار رہے ہیں۔ باوجودیکہ یہ اسکول کسی مشنری ادارہ کے تحت نہ تھا پھر بھی ہیڈ مسٹریس اور

کئی استانیاں عیسائی تھیں۔ ہیڈ مسٹریس نے ضیاء شاہد سے کہا۔ آپ نے گرجا نہیں دیکھا۔ اندر سے بہت خوبصورت اور آرام دہ ہے۔ ہمارے بچے اکثر شوقیہ وہاں جاتے ہیں اور وہیں بیٹھ کر سبق تیار کرتے ہیں۔ ضیاء شاہد صاحب کہتے ہیں کہ وہ دماغ کتنے دور رس تھے۔ جنہوں نے بچوں کے رہائشی کمروں کے سامنے گرجا گھر تعمیر کیا۔ لائبریری میں بیشتر کتابیں انگریزی کی تھیں۔ اردو کی دس بیس کتابیں نظر آئیں جو سب کی سب۔۔ مسیحی اداروں کی شائع کردہ تھیں۔ کہانیوں کی یہ کتابیں اکثر چھوٹے بچوں کو دی جاتی ہیں۔ ایک کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے یہ جملہ انہوں نے پڑھا "جاوید بہت اچھا لڑکا ہے ہر اتوار کو بلاناغہ گرجے جاتا ہے"———— ایسی کتابیں پڑھ کر ایک ننھا منا معصوم بچہ اچھا بننا چاہے تو اسے بھی ہر اتوار کو گرجے جانا چاہیے۔

ایک دوسرا انگلش میڈیم ہائی اسکول

اس مشہور تعلیمی ادارے میں آٹھ طلبہ سے ضیاء شاہد صاحب کا تعارف ایک استاد نے کرایا!
یہ طلبہ میٹرک کا امتحان دینے والے تھے۔ ان کی عمریں ۱۴–۱۸ سال تک تھیں۔

ا۔ آٹھ میں سے تین طلبہ بیٹلیز Beatles کی طرز کے بال رکھے ہوئے تھے۔ ایک کے ہونٹ پر ہلکی سی سرخی لگی ہوئی تھی۔ باقی طلبہ اس طالب علم کو مس .... کے نام سے پکارتے تھے۔

ب۔ سات طلبہ نے انتہائی چست کپڑے پہن رکھے تھے۔ ایک کا لباس نسبتاً آرام دہ تھا۔

ج۔ دو طالب علموں نے قمیصوں کے بٹن کھول رکھے تھے اور آپس میں بحث کر رہے تھے کہ کس کے سینہ پر زیادہ بال ہیں۔

یہ طلبہ بالائی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اساتذہ کا رویہ طلبہ کے ساتھ بہت نرم تھا۔ اس لیے طلبہ خاصی کرخت اور بیہودہ زبان استعمال کر رہے تھے۔ ایک استاد کے قریب سے گزرتے ہوئے ایک لڑکے نے Barking Dogs بھونکنے والے کتے کا نعرہ لگایا۔ دوسرے طالب علم نے Seldom bite (اکثر نہیں کاٹتے) کہتے ہوئے ضرب المثل پوری کی اور سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ استادوں کو ان کی عدم موجودگی میں ان ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ مسٹر لیزی Mr. Lazy، مسٹر پوسی Mr. Pussy، مسٹر ڈونکی Mr. Donkey، مسٹر کنگ اسٹارک Mr. King Stork، مسٹر پگی M. Piggy.

صحافی سے ذرا سی دیر کی بے تکلفی پر لڑکے اس انداز کے سوالات کرنے لگے۔

مارلن برانڈو پاکستان آیا تو آپ نے اسے دیکھا؟
شہر میں کون کون سی فلمیں چل رہی ہیں؟
کیا یہ سچ ہے کہ لاہور میں لڑکیوں کی قمیص پھر سے لمبی ہو رہی ہے؟
ایک لڑکے نے تو کندھے پر ہاتھ مار کر پوچھا

You got a sweet-heart ? (کیا آپ کی کوئی محبوبہ بھی ہے؟)

اس بے تکلفی پر ضیاء شاہد حیران رہ گئے۔ ابھی وہ جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ دوسرا بولا

O come on, tell us the truth You are not an old Cat. Must have one sweet-heart at least.

(ہاں ہاں! ہم سے سچ سچ کہیے آپ کوئی پرانی بلی تو نہیں کم از کم آپ کی ایک محبوبہ تو ضرور ہوگی)

اس بات پر سب نے زوردار قہقہے لگائے۔ ایک طالب علم بڑے فخر سے اپنی محبوبہ کی باتیں کرنے لگا۔ سب سن رہے تھے اور ان کے رخسار گلنار ہو رہے تھے البتہ مس .... نامی لڑکا بری طرح شرمانے لگا۔ ایک طالب علم بولا
آج شام کا ہیرو کون ہے؟
سب نے ہاتھ کھڑے کیے۔
"یوں کام نہیں چلے گا ٹاس کرو۔" مس نامی لڑکے نے احتجاج کیا۔ ٹاس کے بعد جیتنے والا لڑکا اور مس آپس میں گلے مل رہے تھے۔

ضیاء صاحب کی اس سوال پر کہ "وہ کون سی شخصیت ہے جس سے وہ سب سے زیادہ متاثر ہوئے:
طلبہ نے جواب دیا:
ریوس پریسلے (امریکی گویا)، ریوس پریسلے۔ صدر ناصر۔ بابی ڈیرین (امریکی ایکٹر) ذوالفقار علی بھٹو۔ راک ہڈسن (امریکی ایکٹر) عزیز بھٹی شہید۔ سائدرا ڈی (امریکی ایکٹریس)
آخری نام پر چار پانچ طلبہ نے بیک زبان کہا
"ہاں ہاں! سائدرا ڈی ہماری پسندیدہ شخصیت ہے۔"
بکواس بند کرو۔ یہ میری پسند ہے تم نے تو صدر ناصر کا نام لیا تھا۔

صدر ناصر کی۔ ایک بات مجھے پسند ہے۔ وہ بولا۔ "ناصر اپنے ملک سے مولویوں کا صفایا کر رہا ہے۔ میرے بس میں ہوتا تو اپنے ملک کے سارے مولویوں کو ...." وہ طالب علم فقرہ ادھورا چھوڑ کر دانت پیسنے لگا۔

دوسرے طالب علم نے کہا

"میرے خیال میں یہ سزا کافی ہے کہ ان سب کی ڈاڑھیاں منڈوا دی جائیں۔"

ان طلبہ کے مستقبل کے عزائم یہ تھے۔

صدر ناصر کو پسند کرنے والا طالب علم سی ایس پی بننے کا خواہش مند تھا۔

جس نے عزیز بھٹی شہید کو پسند کیا پاک فوج میں جانا چاہتا تھا۔

تینوں طالب علم اعلیٰ تعلیم کے لیے ملک سے باہر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

دو طالب علم بڑے زمینداروں کے چشم و چراغ تھے وہ کوئی واضح جواب نہ دے سکے۔

ایک طالب علم ڈاکٹر بننا چاہتا تھا۔

یہ ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مشنری انگلش میڈیم سکول کے طلبہ کی تعلیم و تربیت کی ایک واضح مثال۔

کیا یہ ان مشنریوں کے لیے مناسب طرز عمل ہے ؟ پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک استاد اور ایک شاگرد کے درمیان کیا رشتہ ہوتا ہے ؟ بات یہیں تک ہوتی تو غنیمت تھی۔ لیکن ان اداروں میں اس سے بھی زیادہ گھناؤنا کردار ادا کیا گیا۔

تاریخ اسلام اور مشنری اسکول

تاریخ کے پیریڈ میں ایسا بھی ہوتا کہ عیسائی لیکچرر مسلمانوں کے اکابر پر اپنے نوٹس لکھواتا تھا اور ان پر نہایت رکیک حملے کرتا تھا بلکہ مسلمان طلبہ کو اپنے برگزیدہ شخصیتوں سے متنفر کرنے کے لیے تاریخ کی ایسی کتاب پڑھائی جاتی تھی جو اسکول والے صرف اسی پیریڈ کے لیے لڑکوں کو دیتے تھے اور پیریڈ ختم ہونے کے بعد واپس لے لیتے تھے

ایک بین الاقوامی شہرت کی حامل اور نہایت ثقہ شخصیت نے جو اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتی مجھے بتایا کہ

"ایوب خان کے دور حکومت میں ایک مشنری اسکول میں تاریخ اسلام پر ایک کتاب مخفی طور پر پڑھائی جاتی تھی۔ اساتذہ درس کے پیریڈ میں طلبہ کو یہ کتاب دیتے اور درس کے گھنٹے کے

بعد واپس لے لی جاتی تھی اس کتاب میں یہ واقعہ بھی درج تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ سے نکاح فرما لیا تھا (نعوذ باللہ) بعض طالب علموں کے ذریعہ ان کے والدین کو اس دیدہ دلیری کا پتہ چلا پھر رفتہ رفتہ حکومت کو اس کی اطلاع ملی۔ ایوب خان نے اس اسکولوں کو قومیانے کی تجویز طے کر لی لیکن سفارتی دباؤ پڑنے کی وجہ سے یہ حکم نافذ نہ کیا جا سکا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں تمام سکول کالج قومی تحویل میں آگئے۔ لیکن ستم ظریفی دیکھیے کہ انگلش میڈیم اسکول مستثنیٰ قرار دے دیئے گئے۔ جب کہ اصل ضرورت ان کے قومیانے کی تھی۔

اس سے دو چیزیں ظاہر ہوئیں ایک تو یہ کہ طلبا میں جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کے تصور سے انہیں نفرت ہو۔ اور دوسری یہ کہ تعلیم کو قومیانے کے معاملے میں حکومت پاکستان کی بے بسی اور سفارتی دباؤ جو یقیناً عیسائی ممالک کی طرف سے ہی تھا۔ کامیاب ہوا گویا عیسائی حکومتیں کسی نہ کسی طرح ان مشنریوں کی سرپرست اور معاون ہیں۔

ایک طرف مسلمان بچوں کے سامنے ان کے اکابر کی یہ تضحیک و توہین۔ دوسری جانب ان میں بائبل کی مفت تقسیم۔ روزنامہ ڈان کراچی کی اطلاع ہے کہ بائبل سوسائٹی پاکستان بائبل کا اردو ترجمہ شہر کے اسکولوں میں عام تقسیم کر رہی ہے۔ بچوں کے والدین نے اس پر سخت احتجاج کیا ہے۔ فاخرہ اسکول نزد ڈپو لائنز کراچی کے ایک طالب علم نے ثبوت کے طور پر ایک بائبل پیش کی جو ان کے اسکول کے بچوں میں تقسیم کی گئی تھی۔[1]

اس کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے تھا وہی ہوا۔ پاکستانی مسلمان بچوں میں ثقافتی تخریب اس کے بعد اخلاقی تخریب اور اس کے نتیجے میں اعتقادی تخریب ہوئی۔ اس کا مشاہدہ ہم اپنے ماحول پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی کر سکتے ہیں۔ ان معصوم بچوں کا اعتقادی اور دینی استحصال کس طرح کیا گیا خود مشنری کے الفاظ میں یہ ہے۔

"ڈیکنس ڈکسن کی نگرانی میں دی ہوئی دس لڑکیاں ڈیوسین (علاقائی) اسکرپچر کے امتحان کے لیے منتخب ہوئیں۔ یہ امتحان عہد نامہ قدیم، عہد نامہ جدید اور مسیحی نماز کی کتاب (پریئر بک) پر مشتمل تھا۔ ان لڑکیوں میں سے ۸۰ فی صد مسلمان لڑکیاں تھیں اور جوسی بیرمن کا بیان ہے کہ ہمارے تمام بچے روزانہ دعاؤں اور مسیحی عبادت میں شریک ہوتے ہیں۔

---

[1] روزنامہ ڈان۔ کراچی مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۷۳ء

[2] ایس پی جی رپورٹ ۱۹۵۸ء-۵۹ صفحہ ۴۴

دیدہ دلیری

حکومت پاکستان نے جب جرأت مندانہ اقدام کے ساتھ سکولوں و کالجوں کے ساتھ مشنری اسکولوں کو بھی قومی تحویل میں لے لیا تو عیسائی اداروں کے ارباب حل و عقد نے اس کے بجائے کہ وہ اس فیصلہ کو دل سے تسلیم کرتے اور حکومت کے احکام کی تعمیل کرتے۔ حسب عادت انتہائی دیدہ دلیری سے کام لید اور کوششیں کیں کہ قومی تحویل میں لینے کا مقصد ہی فوت ہو جائے جبکہ انگلش میڈیم اسکول ویسے ہی قومی تحویل سے مستثنیٰ کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک صدر مدرس نے ناظم تعلیمات کے احکام کی تعمیل سے صریحاً انکار کیا اور ٹکا سا جواب دیا کہ بشپ کے حکم کے بغیر وہ چارج نہیں دے سکتا۔ اس اخباری اطلاع سے اس واقعہ کی تفصیل واضح ہو جاتی ہے۔

"کراچی ۱۰ر اکتوبر: ناظم تعلیمات برائے مدارس کے احکامات کا کس قدر پاس کیا جاتا ہے۔ اس کا اندازہ سینٹ پال گورنمنٹ اردو سکول کے حالیہ واقعات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ اطلاعات کے مطابق ۵ر اکتوبر ۱۹۷۲ء کو مدارس کے ناظم تعلیمات نے ایک آفس آرڈر نمبر ڈی ایس ای ایڈمن سی (این) ۴-۵-۶-۷۔ ۵ کے ذریعہ جناب ایس۔ ایم کاظمی کو سینٹ پال اردو سیکنڈری اسکول میں بطور صدر مدرس تعینات کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مذکورہ اسکول کا چارج سنبھال لیں۔ جناب کاظمی جب سکول پہنچے تو اسکول کے سربراہ فادر جوزف پال نے انہیں چارج دینے سے انکار کر دیا اور مبینہ طور پر کہا کہ وہ اپنے بشپ کے احکامات کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ جناب کاظمی نے ناظم تعلیمات کو ایک تحریری درخواست دی جس میں انہوں نے بتایا کہ فادر جوزف پال سینٹ پال انگلش سکول میں بطور پرنسپل کام کر رہے ہیں اور یہ اسکول قومی تحویل میں نہیں ہے۔ وہ انہیں اردو سکول کا چارج دینے سے گریز کر رہے ہیں انہوں نے اپنی درخواست میں یہ بھی کہا کہ جب فادر جوزف پال تین ماہ سے اسکول میں موجود نہیں ہیں اس کے باوجود وہ اسکول کا ریکارڈ اور چابیاں انہیں نہیں دے رہے ہیں۔"[1]

یہاں اس امر کا ذکر بے محل نہ ہو گا کہ فادر جوزف پال کسی دوسرے اسکول کے پرنسپل بھی ہیں۔ انہوں نے یہی نہیں کیا کہ سرکاری احکام ماننے سے انکار کر دیا بلکہ ایک سنگین انتظامی مسئلہ بھی کھڑا کر دیا۔ فادر نے عیسائی طلبہ کو اکسا دیا کہ وہ پرنسپل کے کمرہ پر قبضہ کر کے کلاسوں کا بائیکاٹ کریں۔ اور توڑ پھوڑ

---

[1] روزنامہ مساوات کراچی مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۲ء

کریں۔ چنانچہ روزنامہ جنگ کی خبر ہے کہ گورنمنٹ سینٹ پال اردو اسکول میں نئے ہیڈ ماسٹر کے کمرہ پر قبضہ کر لیا۔ مسیحی طلبہ نے مطالبہ کیا کہ سابق وزیر تعلیم ڈر محمد اوستو اور مشنری اسکولوں کی انتظامیہ کے نمائندوں کے درمیان ہونے والے معاہدے پر عملدرآمد کیا جائے،

اور مشنری اسکول میں عیسائی استاد کو ہیڈ ماسٹر بنایا جائے[1]

دوسری طرف عیسائی قیادت فوراً حرکت میں آگئی۔ پاکستان مسیحی لیگ کے صدر فرانسس ایکس لوبو نے کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس بلوائی اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ اقلیتوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے سینٹ پال اردو ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر مسٹر ایس اے کاظمی کا فوری طور پر کسی دوسرے اسکول میں تبادلہ کر دیا جائے اور سلیم سموئیل کو اسکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا جائے۔ انہوں نے صدر مملکت پاکستان، وفاقی وزیر تعلیم، وزیر اعلیٰ سندھ اور صوبائی وزیر تعلیم سے اپیل کی کہ مشنری اسکولوں میں ہونے والی دھاندلیوں کا تدارک کیا جائے اور اقلیتوں کی آواز دبانے کی کوششیں نہ کی جائیں۔[2]

خادم ولسن نے دورہ پنجاب سے واپسی پر ایک بیان میں حکومت پر الزام لگایا کہ وہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۲ء کو مسیحی نمائندوں سے کیے جانے والے معاہدے سے منحرف ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسیحی اداروں کے مسیحی کردار کی پامالی کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ معاہدے کے مطابق مسیحی اداروں کے سربراہ مسیحی افراد مقرر کیے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب اور کراچی میں کئی مشنری اسکولوں اور کالجوں کا ہیڈ ماسٹر اور پرنسپل غیر مسیحی افراد کو مقرر کر دیا گیا ہے۔ خادم ولسن نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ شیعہ طلبہ کی طرح مسیحی طلبہ کو بھی بائیبل سے اخذ کیا ہوا مذہبی نصاب پڑھانے کی اجازت دی جائے اور مسیحی برادری کے مطالبات تسلیم کیے جائیں۔[3]

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی ۱۳ نومبر ۱۹۷۲ء [2] ایضاً ۱۶ نومبر ۱۹۷۲ء

[3] روزنامہ حریت کراچی مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۷۲ء

(۱۳)

ہسپتال اور سماجی و ثقافتی ادارے

تعلیمی اداروں کے بعد اب ہم اس نقطہ نظر سے مشنریوں کے دوسرے "خدمتی" اداروں کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا واقعی یہ ادارے پاکستان میں انسانیت کی بے لوث خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ہم میری اڈیلیڈ لیپرسی سنٹر کا سرسری مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ ادارہ نہ صرف اسپتال چلاتا ہے بلکہ سوشل سروسز بھی انجام دیتا ہے۔ اس طرح اس نے دونوں خدمتوں کو یکجا کر لیا ہے۔

بھارتی تحقیقاتی کمیٹی نے مدھیہ پردیش کے جذامیوں کے مراکز و لٹریچر کا معاینہ کیا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں وہاں کے ایک مرکز نے اپنی جوبلی منائی تھی۔ اس کی مطبوعہ رپورٹ کے آخری صفحہ پر اس دوران ہونے والے عیسائیوں کی تعداد ۲۵۰۵ درج تھی۔ اس میں بچے بھی شامل تھے اور عیسائیت قبول کرنے والوں کی اکثریت ایسے لوگوں کی بتائی گئی تھی جو جذامی نہیں تھے۔ ۱۹۴۷ کے بعد ۱۹۵۴ء تک ایک ایسے ہی دوسرے مرکز کے نو عیسائیوں کی تعداد ۱۵۴۳ تھی۔[1]

پاکستان میں جذامیوں کے جو مراکز کام کر رہے ہیں، ان سب کی انچارج ایک ایسی شخصیت ہے جو ویلور (بھارت) سے ٹریننگ لے کر آئی ہے۔ اس کی آمد سے جذامیوں میں کام کی رفتار غیر معمولی طور پر بڑھی۔[2] یہ ہے ڈاکٹر فاؤ جو ایک جرمن مشنری ہے۔ سابق صدر پاکستان ایوب خاں کے دور میں اسے ستارۂ قائد اعظم بھی دیا گیا تھا۔[3]

میری ایڈیلیڈ لیپرسی سنٹر

جذامیوں کا یہ ہسپتال صرف بیس برس میں اس حد تک ترقی کر گیا ہے کہ پاکستان کے دور افتادہ

---

[1] تحقیقاتی رپورٹ مدھیہ پردیش بھارت ۱۹۵۶ء پارٹ نمبر ۲ باب نمبر ۲ پیراگراف ۲۶ تا ۳۵

[2] پاکستان میں جذامیوں کے کام کے ۱۸ سال صفحہ ۲

[3] سالانہ رپورٹ سی ایس ایس ۷۰-۱۹۷۱ء صفحہ ۱۱

اور دور دراز کے علاقوں میں بھی اس کے ذیلی مرکز قائم ہو چکے ہیں۔ اس کی اپنی کاریں اور اسکوٹر ہیں۔ اس کی اپنی پرشکوہ عمارتیں ہیں۔ اسٹاف بھی بڑی حد تک بڑھ گیا ہے۔ اسی لحاظ سے خرچ میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ یہ سنٹر مختصر سی مدت میں اتنا وسیع و عریض ہو گیا کہ کراچی صدر کے علاقہ میں چار چار اور پانچ پانچ منزلہ عمارتیں اس کی ملکیت ہیں۔

"پاکستان میں جذامیوں کے کام کے اٹھارہ سال" کے عنوان سے اس ادارہ کی اپنی شائع کردہ رپورٹ کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

"اگست ۱۹۵۵ء میں کراچی کے آرچ بشپ نے "سوسائٹی آف دی ڈاٹرس آف دی ہارٹ آف میری کی سسٹرس اور راہبات" کو کہا کہ وہ آگے بڑھ کر ۲۴ جذامیوں اور ان کے اہل خاندان کی مدد کریں جو فقیر کالونی، متعقب گرینڈ ہوٹل ایسکلوڈ روڈ پر آباد تھے۔

مدر فیبر جو سوسائٹی آف ڈاٹرس آف دی ہارٹ آف میری کی سپیرئیر ہیں اور مسز وارگیس جو اس سوسائٹی کی ممبر ہیں انہوں نے اس کام کو ہاتھ میں لیا۔ ابتداءً تین سو روپیہ دوستوں اور خود مریضوں کی مدد سے جمع کیے گئے۔ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ یونیسف نے ان کوششوں کو سراہتے ہوئے لکڑی کے ڈبے دکھوا کے مہیا کیے تاکہ جھونپڑیاں بنائی جا سکیں۔ ایک مریض سے ایک پلاٹ ۱۵ × ۱۵ خریدا گیا۔ اور ڈسپنسری کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے لیے ادویات، وٹامنز، اور دودھ پاؤڈر، ریڈ کراس نے فراہم کیا۔ فرانسیسی سفارت خانہ اور فرانسیسی ایئر لائن نے جذامیوں کی مخصوص دوا ڈی۔ ڈی۔ ایس سوسائٹی کی برطانوی برانچ سے حاصل کر کے پاکستان کی اس سوسائٹی کو مہیا کی۔ پہلے معمولی آلات اور ڈریسنگ کا سامان مسز وارگیس کے والدین نے میکسیکو سے بھیجا۔ کالونی کی انتہائی گندہ اور غلیظ آب و ہوا میں مدر فیبر، مسز وارگیس، مسز براؤن اور مسز ڈوڈ نیکے نے ڈریسنگ اور مریضوں کو آرام پہنچانے کا کام جاری رکھا۔

۱۹۵۷ء میں یونیسیف اور رومن کیتھولک ریلیف ایسوسی ایشن دونوں نے مشترکہ طور پر امداد دینا شروع کی۔ اس سال کے آخر میں امریکہ سے باقاعدہ پیٹیاں، دودھ پوڈر اور کپڑوں کی آمد شروع ہو گئی۔ نہ صرف مریضوں کا بلکہ ان کے خاندانوں کا بھی علاج ہونے لگا۔ انہیں دودھ، کپڑے، صابن اور گھی وغیرہ مفت دیا جانے لگا۔ پاکستان کے شمالی علاقہ میں شدید سردی اور برف باری کے سبب بہت سے بھکاری کراچی میں آکر آباد ہو گئے۔ جن کو جذام کے علاوہ بہت سی بیماریاں لگی ہوئی تھیں۔ چونکہ یہ ہسپتال اکثر بیمار لوگوں کو خود کھانا دیا کرتا تھا۔ اس لیے اس کے مسائل میں اضافہ ہو گیا۔ ان حالات میں

ان مخیر تنظیموں کے علاوہ جن کا ذکر کیا گیا ہے، دوسرے بہت سے چندہ دینے والے روپیہ اور تحفوں سے مدد کرنے لگے۔ لیکن اگر مزید تفصیل سے پوچھا جائے تو یہی جواب ہوگا کہ "لارڈ فراہم کرتا رہا"۔

اسی اثنا میں میزریریور (Misereor) (جرمنی) نے ایک واکس ویگن منی بس بطور عطیہ دی۔ اس کے بعد اسی میزریریور اور اس وقت کے کراچی کے آرچ بشپ کی مالی امداد سے موجودہ بلڈنگ "مریم منزل" ۱۹۶۳ء میں خریدی گئی۔[5]

میں اگلے صفحات پر کچھ گوشوارے دوں گا جن سے ظاہر ہوگا کہ ۱۹۵۵ء میں انتہائی کس مپرسی کے ساتھ قائم ہونے والے اس مشنری ہسپتال نے ۱۹۷۰ء تک کتنی ترقی کی۔ یہ ادارہ اور اس کے ذیلی مراکز اس کے بعد جذامیوں کے علاوہ جلدی امراض کے مریضوں کا بھی علاج کرنے لگے۔ مزید برآں اپنی سماجی خدمات سے بھی پاکستانیوں کو مستفید کر رہے ہیں۔

سماجی خدمات

مذکورہ بالا رپورٹ میں خود اعتراف ہے کہ طبی پروگرام کے علاوہ مریضوں کی سماجی ضرورتوں کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ مثلاً جذام کے مریضوں کو چھوٹا موٹا قرض دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنا کاروبار شروع کر سکیں۔ مریضوں اور ان کے اہل خاندان کے لیے مفت عینکیں دی جاتی ہیں۔ نابینا اور معذور مریضوں کو غذائی مدد بھی دی جاتی ہے۔ آرتھوپیڈک شوز ضرورت مندوں کو مہیا کیے جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو مالی امداد بھی دی جاتی ہے جو اپنے مکانوں کی مرمت کرنا چاہتے ہیں۔ اور مالی وسائل نہیں رکھتے

اورنگی ٹاؤن میں دس ہزار بہاری مہاجرین کی ضروریات کا جائزہ لیا گیا۔ چٹائیوں اور بانسوں سے بنا ہوا پانچ کمروں کا ایک اسکول کھولا گیا جس میں دو صد بچے مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان کو کتابیں کاپیاں اور پنسلیں وغیرہ مفت دی جاتی ہیں۔ مہاجروں میں سے ہی چھ استاد اور ایک چوکیدار تنخواہوں پر رکھے گئے۔ عارضی جھونپڑیوں کی مرمت کے لیے بھی پیسہ دیا جاتا ہے۔ غذائی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے ایک راشن شاپ بھی بنائی گئی۔ جہاں سے اسکول میں پڑھنے والے بچوں کے خاندانوں کو کم قیمت پر اجناس دی جاتی ہیں۔ اس دکان کو چلانے کے لیے ایک مہاجر کو ہی نوکر رکھا گیا ہے۔

بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے لیے تفریحی پروگراموں کا انتظام کیا گیا۔ اسکول کے بچوں کو جوتے، یونیفارم کپڑے وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔ بہت سی مہاجر عورتوں کو اسکول کی یونیفارم سینے

---

[5] ایضاً ص ۱۰۶

کے لیے ملازم رکھا گیا۔ جذام کے مریضوں کو بھی نقد، کپڑے اور غذائی اجناس دیئے گئے۔[6]

یہ ہسپتال رومن کیتھولک آرچ بشپ کے ایما پر قائم کیا گیا تھا اور رومن کیتھولک ڈائریکٹری ہی میں اس کے مراکز کو بہت گھٹا کر بیان کیا گیا ہے (باب چہارم میں غلط بیانی کے تحت مثالیں دی گئیں)

اس ہسپتال کا ایک غیر ملکی مسیحی ڈاکٹر دانی کوٹ کے علاقہ میں کام کرتا تھا۔ ہسپتال کے اعلیٰ حکام اس کے کام سے بہت خوش تھے کہ اچانک حکومت پاکستان نے اسے چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر ملک چھوڑنے کا حکم دیا اور ملک سے نکال دیا گیا۔ مفادِ پاکستان کے خلاف اس کی سرگرمیاں یقیناً حکومت کی نظر میں ہوں گی۔ ڈاکٹر فاؤ کو اس کے نکالے جانے کا بہت افسوس ہوا۔

ڈاکٹر گل پاکستانی ہے اور سیالکوٹ (پنجاب) سے تعلق رکھتا ہے۔ بیوی جرمن ہے۔ لوگوں کو اس کی ڈاکٹری کی ڈگری پر شبہ ہے۔ ڈاکٹر گل مسیحی عبادت میں اپنے ماتحت مسلمانوں کو لے جاتا ہے اور ہدایات دیتا ہے کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا جائے۔ کچھ ماتحت تو اس کی ہدایات کے مطابق اسی طرح عمل کرتے تھے اور کچھ چلے آتے تھے۔

غیر ملکیوں سے امداد دودھ کے ڈبے، گھی کے ڈبے، پرانے کوٹ، کمبل اور چادروں وغیرہ کی شکل میں آتی تھی۔ کپڑوں کے ان بنڈلوں سے کبھی ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر نکلتے تھے۔ یہ بنڈل کراچی اور باہر کے سنٹروں میں بھیجے جاتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ایسا مال حاصل کرنے کے لیے آیا کریں۔

ڈاکٹر گل اپنے ماتحتوں کو خرچ کے لیے روپے دیتا تھا لیکن ان کا تفصیل سے حساب نہ بھیجتا تھا۔ ڈاکٹر گل خود بھی جب دورہ پہ جاتا۔ تو دیہات میں لوگوں کے گھروں پہ جاتا۔ ان سے رابطہ قائم کرتا۔ ان کو اپنی بات سننے پر آمادہ کرتا۔ اس سلسلہ میں دودھ، گھی اور کپڑوں وغیرہ کے علاوہ نقد روپیہ پیسہ بھی تقسیم کرتا۔

جو مریض اپنے مذہب کی باریکیوں سے ناواقف ہوتا ہے وہ ہسپتال میں عیسائی ہو جاتا ہے اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہسپتال میں عیسائی ہونے والا علاج کے بعد اپنے اصلی مذہب میں واپس ہو گیا۔ ایسے اشخاص کی صحیح تعداد کا پتہ نہیں چل سکا مجموعی حیثیت سے یہ ہسپتال والے پُر امید نہیں ہیں۔

---

[6] ایضاً صفحہ ۱۷

مشن ہسپتالوں کا عمومی طریق کار

عیسائی مشنریوں نے ہسپتالوں میں مریضوں کو عیسائیت کی ترغیب دینے کے لیے مختلف طریقے اختیار کر رکھے ہیں۔

۱- جب کسی مریض کا آپریشن کیا جاتا ہوتا ہے تو آپریشن کرنے والے ڈاکٹر، نرس اور دوسرے معاون کہتے ہیں۔ "ہم یسوع مسیح خداوند سے اس آپریشن کی کامیابی کے لیے دعا کر رہے ہیں اور مدد مانگ رہے ہیں۔" اس طرح اس نازک موقع پر مریض کے ذہن میں یہ بات بٹھائی جاتی ہے کہ اس کی زندگی یسوع مسیح کے ہاتھ میں ہے۔ یا کم از کم یسوع مسیح کے ماننے والوں کے ہاتھوں میں ہے۔

۲- کراچی کے دو زنانہ ہسپتالوں کے متعلق مشہور ہے، کہ جب کوئی عورت زچگی کے لیے ان ہسپتالوں میں جائے اور اس کے گلے یا کمر میں کوئی تعویذ بندھا ہوا ہو جیسا کہ عام مسلمان عورتوں کا طریقہ ہے تو نہایت حقارت سے ان تعویذوں کو نوچ کر پھینک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان سے کچھ نہیں ہو گا۔ صلیب یسوع مسیح خداوندی کی ہے۔ یہ تمہیں تکلیف سے نجات دے گی۔

۳- سکھر کے مشن ہسپتالوں کے متعلق مشہور ہے کہ جو مریض پکا مذہبی مسلمان اور کچھ پڑھا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جاتا۔ علاج معالجے اور عام بات چیت میں بھی اس سے ہسپتال کا عملہ اپنا برتاؤ سخت اور درشت رکھتا ہے۔ اس کے برعکس جو مریض غریب اور جاہل ہوتے ہیں۔ ان سے ظاہری توجہ اور اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ اس کا علاج بھی ٹھیک طور پر کرتے ہیں۔ اور باقاعدہ مالی امداد بھی دیتے ہیں۔ انہیں اپنا لٹریچر دیتے اور زبانی تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ انہیں مہنگی دوائیں لکھ کر دیتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ فلاں جگہ سے یہ دوائیں بالکل مفت یا برائے نام داموں پر مل جائیں گی۔ اس کے نفسیاتی اثرات و نتائج بہ آسانی سمجھے جا سکتے ہیں۔

۴- کراچی کے سیونتھ ڈے ہسپتال میں ایک بارلیش مسلمان اپنے بچے کو انتہائی خطرناک حالت میں لے گیا۔ وہاں کے دیسی عیسائی انچارج نے عدم توجہی سے دیکھ کر کچھ دوائیں تجویز کر دیں اور داخلہ کے لیے سختی سے انکار کر دیا۔ بس باپ بچے کو لے کر دوسرے عام ہسپتال میں گیا۔ تو مریض کی حالت دیکھ کر اسے فی الفور طبی امداد پہنچائی گئی۔

۵- ایک صاحب نے جو مرے کالج سیالکوٹ کے طالب علم تھے۔ اپنا تجربہ اس طرح لکھا ہے۔ چند

روز ہوئے اپنا علاج کروانے کے لیے سیالکوٹ کرسچین میموریل ہسپتال گیا۔ ہمارے کالج کے طلبہ کا یہاں مفت علاج ہوتا ہے۔ ہسپتال کی پرچی کی پشت پر بائبل سے اقتباسات لکھے ہوئے تھے۔ میں وہیں کھڑا تھا کہ مجھے ایک صاحب عیسائیت پر لیکچر دیتے ہوئے نظر آئے ہم دو تین دوست یونہی ان کے پاس گئے تو اس نے ہمیں "عنقریب" نامی اخبار پکڑا دیا۔ یہ اخبار عمدہ سفید کاغذ پر چھپتا ہے۔ بائبل کی تعلیمات اور ان لوگوں کے واقعات سے پُر ہوتا ہے جنہوں نے نئی نئی عیسائیت قبول کی ہو۔ اخبار کے دوسرے صفحہ پر ایک کوپن چھپتا ہے۔ جو شخص یہ کوپن پُر کر کے بھیج دے اس کے نام "عنقریب" مفت جاری ہو جاتا ہے۔ میری معلومات کے مطابق اسی ہسپتال میں بہت سی بے بس لڑکیوں کو نرسنگ کے ساتھ عیسائیت اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے[1]۔

۶- کراچی یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے بیان کیا کہ "عنقریب" اخبار اچانک مجھے گھر کے پتہ پر ملنے لگا۔ میں حیران تھا کہ انہیں میرا پتہ کیسے معلوم ہوا۔ قیاس کہتا ہے کہ برٹش کونسل لائبریری یا امریکن سنٹرل لائبریری سے۔ جن کا میں رکن ہوں میرا پتہ حاصل کیا گیا (اس طالب علم کی عمر ۲۲-۲۳ برس ہے)

۷- ایک نوجوان مسلمان لڑکا جو سرکاری ملازم ہے بیان کرتا ہے کہ ایک ہسپتال میں کسی عزیز کی بیماری کی وجہ سے آنا جانا ہوا۔ کچھ دنوں بعد وہاں کی عیسائی نرسوں سے راہ و رسم ہوئی اور عیسائی نرسیں اس کی دوست بن گئیں حتیٰ کہ چند ایک تو منہ بولی بہن ہو گئیں۔ دو چار سال اس طرح گذرے۔ ایک دن ایک عیسائی نرس نے ایک دوسرے دوست سے خود کہا کہ ——— بہت اچھے اخلاق کا نوجوان ہے۔ میں اس سے بہت متاثر ہوئی ہوئی ہوں۔ اس میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔ مگر وہ دوسرے مذہب کا آدمی ہے۔ اگر یہ لڑکا عیسائی ہو جائے تو میں اس سے شادی کر لوں گی۔ یہ بات جب اس نوجوان تک پہنچی تو اس نے عیسائی بننے سے انکار کر دیا۔

۸- یونائیٹڈ کرسچین ہسپتال لاہور اگر آپ کو جانے کا اتفاق ہو تو سب سے پہلے بلند صلیب پر نظر پڑے گی۔ اندر داخل ہوں گے تو سامنے عبادت کا کمرہ (گرجا) ہو گا۔ ہر برآمدہ میں

---

[1] اردو ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۷۰ء

دیواروں کے ساتھ شیلف نظر آئیں گے۔ ان میں مشنری لٹریچر، بائیبل کورس اور دوسرے پمفلٹ رکھے ہوئے ملیں گے جنہیں بخوشی اٹھا کر پڑھنے کی دعوت ہے۔ اکثر مریضوں کے سرہانے میز کی دراز میں مسیحی لٹریچر اور بائیبل موجود ہوگی۔ مختلف اوقات میں صلیب بردار پادری مریضوں کے کمرہ میں دعا کے لیے موجود ہوں گے۔

مختصر یہ کہ "دکھی انسانیت کے خادم" عیسائی مشنری پاکستان میں خدمت کی آڑ میں باقاعدہ مذہب کی تجارت کر رہے ہیں۔ ان کے ہسپتالوں میں دین و ایمان کا سودا کیا جاتا ہے۔ سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ مشن پاکستان میں جو خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کے چند کارنامے حسب ذیل ہیں۔

۸۔ سعید نامی ۲۵ سالہ ایک غیر شادی شدہ مسلمان میٹرک پاس تھا۔ اس مشن نے اس کو عیسائی بنایا۔ اور اس کی شادی ایک پادری عزیب داس کی لڑکی گریس سے کر دی۔ گریس لنگڑی تھی سعید کو یہ بات ناگوار گذری۔ اسی اثنا میں ان دونوں سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ سعید لڑکی کی پیدائش کے بعد غائب ہو گیا۔ اس لڑکی کو اس وقت امریکہ میں ڈاکٹر رانجس پرورش کر رہا ہے۔

۹۔ اکبر کی شادی پادری اللہ دتا کی لڑکی ڈیزی سے کی گئی۔ اکبر صرف میٹرک ہے۔ لیکن اسے پورے پاکستان کی ایک سوسائٹی کا پریذیڈنٹ بنا دیا گیا ہے۔ جب کہ اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سینیئر لوگ موجود تھے۔ اکبر، پادری اکبر بن گیا۔ وہ اب ایک مشن کے ہیڈ کوارٹر لاہور میں ہے۔

۱۰۔ سرجری شعبہ کے ایک اٹنڈنٹ محمد اقبال کی شادی گلوریا بنت ڈین سے ہوئی۔ اب یہ اقبال مسیح ہے اور اس کا عہدہ سپرنٹنڈنٹ کے برابر کر دیا گیا ہے۔ لاہور یونیورسٹی میں تعلیم کے لیے داخل کرا دیا گیا ہے۔ اس کے تعلیمی اخراجات مشن برداشت کر رہا ہے۔ اور اس کی ماہانہ تنخواہ ہر مہینہ برابر اس کی بیوی گلوریا کو دی جا رہی ہے۔

۱۱۔ ایک لڑکا اسلم رائے نوشہرہ ورکاں سے آیا تھا۔ مشن کا چیئرمین سی۔ ایچ ہیجل ریو، ۲ سال سے پاکستان میں کام کر رہا ہے، اس سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ اس نے اسلم کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ جب بھی اسلم آتا، ہیجل ہی کے گھر ٹھہرتا۔ ہیجل نے امریکن سفارت خانہ جا کر اس کا ویزہ وغیرہ بنوا دیا۔ اور اسے امریکہ بھجوا کر کسی ہوٹل میں منیجر لگوا دیا۔ اسلم ابھی مرتد نہیں ہوا مگر

وہ مسلمان بھی نہیں رہا۔

۱۲۔ چنیوٹ کا ایک لکھ پتی مسلمان سیلون کی ایک لڑکی میں دلچسپی لینے لگا۔ تو مشن والوں نے اس لڑکی کو سکھا پڑھا کر اس کے پیچھے لگا دیا۔ اس مسلمان لکھ پتی کا نام اب راج ہے۔ اسے غیر ممالک میں بھیج دیا گیا۔ ایک دو مہینے ہوتے ہیں کہ یہ غیر ملکی دورے سے واپس آیا ہے۔

یہ چند واقعات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ زن، زر اور عہدوں کے ذریعہ لوگوں کے مذہب پر ڈاکے ڈالے گئے۔ ہسپتالوں کے اس عمومی طریق کار کے بعد کسی ثقافتی سنٹر کو بھی سرسری طور پر دیکھتے ہیں تو انکشاف ہوتا ہے کہ یہاں بھی وہی مقصد کارفرما ہے۔

مسیحی ثقافتی مراکز

میرے ایک سوال نامے کے جواب میں ایک ثقافتی سنٹر کے سابق طالب علم نے بیان کیا۔

"مسٹر کولنین اس سنٹر میں انگریزی پڑھاتے ہیں۔ وہ اردو اور پنجابی بھی بول لیتے ہیں۔ تقریباً ۲۰ سال سے عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ جو لڑکے اس سنٹر میں جاتے ہیں۔ ان کا ذوق اور مشغلہ (ہابی) معلوم کر کے ان سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ ان لڑکوں کو مزید انگریزی پڑھانے کے بہانے یا رنباذ خیرہ اسٹامپ ڈاک کے ٹکٹ بڑھانے کے تصاویر وغیرہ) دکھانے کے لیے اپنے گھر بلاتے ہیں۔ کوئی کتاب دینے یا واپس لینے کی خاطر بھی لڑکوں کو گھر پر بلاتے ہیں۔ لیکن عموماً گھر پر نہیں چرچ میں ملتے ہیں اور جب طلبہ چرچ پہنچتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ یہاں جو تقریر ہو رہی ہے اگر وہ سنی جائے تو اس سے انگریزی بہتر ہوگی۔ اس طرح لڑکوں کو گرجے میں بیٹھنے کا مشورہ دیتے ہیں اور بعض لڑکے بیٹھ بھی جاتے ہیں۔"

مسیحی ادارہ بھی ہے اور اسکول بھی۔ یہ نابیناؤں کا سنٹر کہلاتا ہے۔ اندھوں، گونگوں اور بہروں کے اسکول اور سنٹروں میں بھی عیسائیت کا پرچار ہوتا ہے۔ اندھوں کے لیے بریل رسم الخط میں نہ صرف عام لٹریچر شائع ہوتا ہے بلکہ انجیل اور مذہبی کتابیں بھی تیار کی جاتی ہیں۔ انگلینڈ، امریکہ وغیرہ میں اسی مقصد کے لیے ماہانہ اور سہ ماہی رسالے تیار ہوتے ہیں۔ یہ پاکستان

میں باقاعدہ آتے ہیں۔ "ایمان وعمل" نامی ایک ضخیم کتاب مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروزپور روڈ لاہور سے ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے اور مرتّب کا نام مسٹر غلام مسیح ہے۔ اصل میں یہ کتاب دی اسکاٹش بریل پریس کرانگ ملر (Criagmiller) پارک ایڈنبرگ میں تیار ہوئی تھی۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی ان معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔ چنانچہ تھیوسوفیکل بک ایسوسی ایشن فار دی بلائینڈ، کروٹونا ۵۴۔ اوہائی کیلی فورنیا ۹۳۰۲۳ امریکہ سے باقاعدہ رسالے شائع ہوتے ہیں۔

نابیناؤں کے لیے دوسرے رسالوں کے نام یہ ہیں:

(۱) دی برادر ہڈ آف بین (۲) دی بریل اسٹار (۳) نیو بیکن۔ یہ پابندی سے ہر سنٹر میں پہنچتے ہیں۔

چند حیران کن واقعات

(۱) کراچی کے ایک اسی قسم کے سنٹر کا واقعہ ہے کہ ایک نابینا عبدالرحمٰن ایک مقامی مشہور طبیب کا برادرِ نسبتی تھا۔ وہ پنج وقتہ نماز اور تہجد کا بھی پابند تھا۔ اس بلائینڈ سنٹر کے متصل محتاج گھر (Poor House) میں دوسری لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ یہ بھی رہتا تھا۔ اس وقت کل ۵۵ مکین تھے۔ ان میں سے ایک عیسائی لڑکی مس لوسی نے عبدالرحمٰن سے دوستی بڑھائی۔ کچھ دنوں بعد عبدالرحمٰن اتوار کو غائب رہنے لگا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہ مس لوسی کے ساتھ گرجا جاتا ہے۔ اور یہ کہ اس نے عیسائیت قبول کرلی ہے۔ جیسے ہی یہ راز ظاہر ہوا عبدالرحمٰن کو فوراً کوئٹہ کر بیں منتقل کر دیا گیا (عیسائیوں کا یہ طریق کار رہا ہے کہ نومسیحی کو فوراً دوسرے مقامات پر بالخصوص یتیم خانوں میں منتقل کر دیتے ہیں تاکہ آسانی سے اس کا پتہ نہ چل جائے۔ قمر ضیاء کے واقعہ میں بھی یہی ہوا تھا)

کچھ دنوں بعد کوئٹہ کے آنکھوں کے ہسپتال میں (جس کا بانی سرہنری ہالینڈ تھا اور اس کے مرنے کے بعد اب اس کا لڑکا اس ہسپتال کا کرتا دھرتا ہے) انجیل سنانے کی ڈیوٹی اس کے سپرد کر دی گئی۔

چند سال گزرنے کے بعد وہ کراچی کے دوسرے بلائینڈ سنٹر میں سانگھڑ کے ایک میمن سیٹھ احمد کی سفارش سے داخلہ کے لیے آیا۔ کچھ دن رہا۔ اپنی عیسائیت کو چھپایا۔ ایک اور نابینا لڑکی سے شادی کا معاملہ طے کیا کہ عین وقت پر اس کا راز ظاہر ہوگیا اور وہ پھر یہاں سے

چلا گیا۔

(۲) خود مسلمانوں نے اپنے غلط طرزِ عمل کی وجہ سے ایک مسلمان نوجوان کو عیسائیت کی گود میں بڑی بے دردی سے دھکیل دیا۔ افسوس ہے کہ بعض مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری طرف عیسائی مشنریز مستعد رہتی ہیں اور ہمدردی ظاہر کرکے معاشرہ کے زخم کھائے ہوئے انسان کو اپنے حلقہ میں ملا لیتی ہیں۔

(۳) نثار احمد نامی ایک نوجوان ملازم تھا۔ اسٹینوگرافر کی حیثیت سے اس کی ترقی ہوئی۔ اس کے ساتھیوں کو حسد پیدا ہوا۔ اس کو بات بات پر تنگ کرنے لگے۔ نثار احمد بہت حساس طبیعت رکھتا تھا، اور ساتھ ہی کمزور اعصاب کا نوجوان تھا۔ وہ صبح و شام اسے تنگ کرتے تھے۔ ایک دن نثار احمد اپنے ساتھ چاقو لے آیا۔ جب ساتھیوں نے تنگ کیا تو اس نے چاقو نکال لیا۔ لیکن کمزور اعصاب ہونے کی وجہ سے خود ہی بے ہوش ہوگیا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد معلوم ہوا کہ وہ عیسائی ہوگیا ہے۔ پھر وہ نظر نہیں آیا۔ عام خیال ہے کہ وہ مشن کی طرف سے مغربی ممالک کو بھیج دیا گیا ہے۔

اس بات کا بہت ہی کم امکان ہے کہ پاکستان میں جن مسلمانوں نے عیسائیت کو قبول کیا ہے انہوں نے دلیل و برہان کی بناء پر یہ عقیدہ قبول کیا ہو، کہ تین خدا ہیں۔ یا حضرت عیسٰی خدا کے بیٹے ہیں۔ یا ان کے سولی پر چڑھ جانے سے سب کا کفارہ ہوگیا بلکہ اس میں کسی معاشی و اقتصادی یا سماجی و اخلاقی مجبوری کی کارفرمائی ہوگی۔ غربت تو انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ لالچ میں اور پھر دولت و اعزاز اور بالخصوص مخالف جنس کی کشش میں کمزور انسان بہت کچھ کر گزرتا ہے۔

مزید ایسے افراد کے کچھ واقعات دیئے جاتے ہیں، جو کسی نہ کسی "مجبوری" کے تحت عیسائی ہوئے۔

(۴) جناب منہاج (سابق ڈیوڈ منہاس) نے بیان کیا کہ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے چند ہی دن بعد ہالینڈ کے میتھوڈسٹ فرقے کا ایک مشنری گروپ بھارت سے پاکستان آیا اس نے گذشتہ ایک سال کے دوران میتھوڈسٹ چرچ کے زون بی نارووال اور زون [illegible]ول پور کے علاقہ میں مشترکہ طور پر ۴۲۵ مسلمانوں کو عیسائی بنایا۔ ان میں سے ۱۲۰ بپتسمہ یافتہ اور باقی متلاشی (غیر بپتسمہ یافتہ) عیسائیوں کو مزید مسیحی تعلیم کی غرض سے کوٹ ڈیرہ اسماعیل خان اور حیدرآباد کے بائبل ٹریننگ سکولوں میں داخل کیا گیا۔ بقول منہاج صاحب حیدرآباد ٹریننگ سکول میں داخل ہونے والے نومسیحیوں میں بعض مولوی

حافظ قرآن اور چند ایک شاعر بھی شامل ہیں ——— ان میں ایک شخص مشتاق حافظ قرآن اور شاعر ہے۔ وہ ایک بہت بڑے مولوی کا لڑکا ہے۔ اس کے علاوہ حیدر آباد کے بزگڑھی خاندان کا ایک بڑا جاگیردار سردار عطاء اللہ بزگڑھی رئیس بھمبس آباد بھی عیسائی ہو گیا ہے جو ایک لاکھ ایکڑ سے زائد زمین کا مالک ہے۔ پڑھا لکھا سردار ہے۔ حافظ قرآن اور گریجویٹ ہے اس نے حیدر آباد میں ایک بہت بڑا خوبصورت گرجا گھر بھی تعمیر کرایا ہے۔

منہاج صاحب نے کسی طور مشتاق سے ملاقات کی سبیل نکالی۔ اس کو اپنے اعتماد میں لیا۔ مشتاق نے پشیمانی کے آنسو بہاتے ہوئے ان سے کہا کہ میں اور میرے دوسرے تمام ساتھی سب کسی نہ کسی پریشانی سے گھبرا کر عیسائی ہوئے ہیں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ ہمارے خاندان والے اب ہمیں اپنے قریب نہیں آنے دیں گے۔ ان سب لوگوں کی داستانِ الم قریب قریب یکساں ہے۔ گو ان کے دکھ اور غم الگ الگ ہیں۔ ان کی داستانِ غم کا عکس مشتاق صاحب کی داستان میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۵) حافظ مشتاق نے اپنی داستان یوں بیان کی:

"بڑے بھائی ——— معروف روحانی پیشوا ہیں۔ سندھ کے تین علاقوں میں ان کے مرید موجود ہیں۔ وہ بہت عبادت گذار انسان ہیں۔ رمضان شریف کا پورا مہینہ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ ہمارے علاقہ میں مسیحی بھی کافی تعداد میں آباد ہیں۔ مشتاق بچپن میں دوسرے لڑکوں کی طرح ان غیر مسلم بچوں کے ساتھ کھیلتا تھا۔ گھر والوں نے اسے دینی تعلیم کے لیے گاؤں سے باہر بھیج دیا۔ ابھی سن بلوغت کے دروازے پر تھا کہ رمضان کی چھٹیاں گذارنے گاؤں آیا۔ یہاں ایک دن ایک مشنری کے گھر میں شراب کی چند بوتلیں پڑی دیکھیں۔ اس وقت اس گھر میں ایک نوجوان لڑکی کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ مشتاق نے اس سے ان بوتلوں کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ انگور کی شراب ہے۔ جو ہم لوگ عشائے ربانی میں پیتے ہیں۔ اس لڑکی نے مشتاق کو پانی میں ملا کر یہ شراب پلا دی ——— اس کے بعد وہ جب بھی گاؤں آتا۔ ان لذتوں سے محظوظ ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے تعلیم چھوڑ دی اور ان چیزوں کا عادی بن گیا۔

لڑکی نے مشتاق کے بارے میں جب اپنے والدین کو بتلایا۔ تو انہوں نے بھی اس پر ڈورے ڈالنا شروع کر دیے۔ وہ روپیہ پیسہ چرا کر لڑکی کے والدین کو دیتا۔ بعد میں زیورات

تک نوبت پہنچی۔ یہاں تک کہ وہ مقروض بھی ہو گیا۔ ادھر ان لوگوں نے پیسے لیے بغیر اسے چرس اور شراب پلانے سے انکار کر دیا۔ گاؤں میں جب مشتاق کی حرکتوں کا چرچا ہوا تو اس کے بھائی نے اس کو کوٹ رادھا کشن اپنے ایک مرید کے پاس بھیج دیا۔ مشتاق نے اس جگہ ایک عیسائی کی مدد سے ایک جوان لڑکی کو اغوا کر لیا۔ اور کراچی کے لیے ریل گاڑی میں سوار ہو گیا۔ روہڑی اسٹیشن پر اس لڑکی کے ماموں نے (جو کراچی سے آ رہا تھا) اس لڑکی کو دیکھ لیا۔ مشتاق اور اس کے دوسرے عیسائی ساتھی تو فرار ہو گئے۔ وہ لڑکی اپنے ماموں کے ساتھ گھر واپس پہنچ گئی۔

اب مشتاق اس عیسائی کے ساتھ سکھر کے مشن ہاؤس پہنچ گیا۔ چند دنوں بعد ایک امریکی مشنری اسے اپنی پک اپ میں بٹھا کر مختلف شہروں میں گھماتا ہوا چیچہ وطنی لے آیا۔ اس دوران اس نے مشتاق کو کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ بلکہ وافر مقدار میں شراب اور نئے کپڑوں کے کئی جوڑے بھی فراہم کیے۔ ایک دن اس مشنری نے مشتاق کو عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی۔ مشتاق نے اس پر احتجاج کیا۔ مشنری نے اسے اغوا کے جرم میں پولیس کے حوالے کرنے کی دھمکی دی۔ گرفتاری کے خوف سے مشتاق کو ان کی بات ماننی پڑی۔ مشنری نے باقاعدہ اسے متلاشی بنا لیا۔ وہ جب بھی عیسائیوں کے مذہبی اجتماعات میں جاتا تو مجمع کے سامنے اسے بڑے فخر سے پیش کرتا۔ اس کا تعارف کراتے وقت اس کا سینہ تن جاتا۔ وہ بڑے فخر سے بتاتا کہ ——— یہ شہر کے ایک بہت بڑے مولوی کا بیٹا ہے اور خود بھی مولوی ہے اسے خواب میں خداوند یسوع مسیح نے بتایا کہ سچا دین مسیحیت ہے۔ نجات احکام شریعت کی تعمیل سے نہیں بلکہ خدا کے فضل سے ہوگی۔ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس نے (مشتاق) تحقیق کرنے کا فیصلہ کر لیا اور کئی سال بعد یہ حقیقت معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے کہ خدا کی سچی کتاب انجیل ہے۔ قرآن نہیں۔ بلکہ قرآن تو انجیل، توراۃ اور دوسری تاریخی کتابوں کا چربہ ہے (نعوذ باللہ) اس مشنری نے مشتاق کو اسلام کے خلاف چند ایک تقریریں یاد کرا دیں تاکہ وہ لوگوں کے سامنے اسلام اور عیسائیت کا موازنہ کر کے اسلام پر عیسائیت کی فضیلت ثابت کر سکے۔

یہ داستان تھی حافظ مشتاق کی۔ منہاج صاحب کہتے ہیں کہ چند ہی دن بعد خدا کے فضل و کرم سے میں نے حیدر آباد کے پیر ایرانی صاحب اور دوسرے چند علماء کے تعاون سے پادری تقمان کے سب لڑکوں اور ان کے علاوہ سردار عطاء اللہ بزگڑھی، حبیب الرحمٰن بنگالی اور فضل مصطفیٰ کو مسلمان

کر لیا۔ بعض نوجوانوں کو ان کے رشتہ دار خود اپنے ساتھ لے گئے۔ باقیوں کو ہم ان کے گھروں تک پہنچا آئے۔

نو مسیحی افراد کے اعداد و شمار

تبدیلی مذہب کے بارے میں صحیح اعداد و شمار کا حصول انتہائی مشکل امر ہے۔ عیسائی ادارے اکثر غلط بیانیوں سے کام لیتے ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات پر واضح کیا جا چکا ہے۔ پھر ان کا ریکارڈ انتہائی راز کا حامل ہوتا ہے۔ چند مجبور یا انتہا پسند لوگوں کو عیسائی مشنریز "شو بوائے" کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ معلوم کرنا کہ مسیحی ہونے والوں میں کس کس قوم یا علاقہ کے افراد ہوتے ہیں اس کا تعین بھی مشکل ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ بھیل، کولی، خاکروب اور نچلی ذات کے لوگوں پر تو عیسائی مشنریوں کی خاص نظرِ عنایت ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں کسی کی تبدیلی مذہب کا مطلب تو اس کی مذہبی و سماجی زندگی کا عبرت ناک انقلاب ہوتا ہے۔ ارتداد کی وجہ سے آخرت کے عذاب و خطرہ کے علاوہ اس دنیا میں اس کی معاشرتی و سماجی و عائلی زندگی بھی کم دردناک نہیں ہوتی۔ ایک مسلمان کے مرتد ہو جانے سے اس کی بیوی اس کے حبالۂ عقد سے نکل جاتی ہے، وہ ورثہ سے محروم ہو جاتا ہے، مسلمان اس کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو بھی وہ اپنے ارتداد کو چھپاتا ہے۔ ان حالات میں کسی مرتد مسلمان سے رابطہ قائم کر کے اس کی گہرائی میں جانا دشوار ہے۔ مجھے از روئے ریکارڈ جو پتہ چلا وہ حسب ذیل ہے:

۱۔ آٹھ ہزار مسلمانوں کو بپتسمہ دے کر عیسائی بننے کی خبر پر اسپکٹر میں شائع ہوئی (اس میں مشرقی و مغربی پاکستان کی جدا جدا تعداد یا عورتوں اور بچوں کی کوئی صراحت نہیں[1])۔

۲۔ ایک ہزار سے زائد مسلمانوں سے منہاج صاحب نے ملاقات کی جو کسی نہ کسی وجہ سے اسلام کا دامن عافیت چھوڑ کر عیسائی ہو گئے[2]۔

۳۔ سالویشن آرمی (مکتی فوج) کی رپورٹ کے مطابق ۱۸۷ مسلمانوں نے عیسائیت کو قبول کیا تھا وہ بھی ۱۹۶۷-۶۸ء ایک سال کے دوران جن میں سے ۵۷۳ تعلیم یافتہ طبقوں سے اور

---

[1] ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۸ دسمبر ۱۹۷۰ء تا ۳ جنوری ۱۹۷۱ء

[2] پر اسپکٹر، اکتوبر ۸، ۱۹۵۸ء

[3] ہفت روزہ زندگی لاہور ″ ″ ″ ″

۲۰۸ نچلے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں ۲۱۶ لڑکیاں تھیں[1]۔

۴۔ ۱۹۵۸-۵۹ء کے دوران کیتھولک فرقہ نے مغربی پاکستان میں ۱۹۸۵۴ افراد کو بپتسمہ دیا۔ ان میں بالغ افراد ۴۳۳۸ اور بچے ۱۵۵۱۶ تھے۔ ڈایوسیس کے لحاظ سے ان کی حسب ذیل تقسیم کی گئی۔

از روئے کیتھولک ڈائرکٹری ۱۹۵۸-۵۹ء میں بپتسمہ پانے والے[2]

مقام	بڑے	بچے	جملہ	امیدوار عیسائیت
کراچی	۵۸۱	۱۹۰۲	۲۴۸۳	۲۲۸۰
لاہور	۱۴۷۹	۷۳۳۳	۸۸۱۲	۵۳۵۳۴
ملتان	۱۶۰۶	۴۰۷۴	۵۶۸۰	۱۰۰۴۹
راولپنڈی	۲۸۲	۱۵۳۶	۱۸۱۸	۴۸۰۱
حیدر آباد	۳۹۰	۶۷۱	۱۰۶۱	۲۵۲۱
میزان	۴۳۳۸	۱۵۵۱۶	۱۹۸۵۴	۷۳۱۸۵

اگر یہ اعداد و شمار صحیح ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سب سے زیادہ ارتداد پنجاب میں ہوا (بالغ اور نابالغ دونوں) دوسرے نمبر پر کراچی اور تیسرے نمبر پر حیدر آباد ہے (یہاں بالغ بپتسمہ پانے والوں کی تعداد راولپنڈی سے زیادہ ہے)

امیدوار عیسائیت کی اولیت بھی بلحاظِ تعداد پنجاب میں دکھائی گئی ہے۔ تیسرے اور چوتھے نمبر پر حیدر آباد اور کراچی ہیں۔ اب اس کے دوسرے پہلو پر غور کیجیے بپتسمہ پانے والے اور امیدوار عیسائیت ان سب کی کل میزان ۹۳۰۳۹ ہوتی ہے یعنی تقریباً ایک لاکھ۔ اگر صرف ایک سال میں ایک ہی فرقہ کی مساعی کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے تو ۱۹۶۱ء کی عیسائی مردم شماری میں بے انتہا اضافہ ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۵۱ء میں عیسائیوں کی کل آبادی ۴۳۲۷۰۹ تھی۔ اور ۱۹۶۱ء میں

---

[1] عیسائی مشنریز اور ان کی سرگرمیاں صفحہ ۲

[2] پاکستان کیتھولک ڈائرکٹری ۱۹۶۰ء آخری صفحہ

۵۸۳ ۸۸۴ ہوئی یعنی کل مجموعی اضافہ دس سال میں ۱۵۱۱۷۸ (دس سال میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ آبادی بڑھی) گویا اضافہ فی سال پندرہ ہزار ایک سو اٹھارہ ہوا۔ اس کے برعکس ان کی محولہ بالا رپورٹ میں ایک سال کا اضافہ آبادی (صرف بپتسمہ یافتہ کو ہی شمار کیا جائے تو) انیس ہزار آٹھ سو چون ہوتا ہے۔ گویا اس سال پوری عیسائی قوم کے یہاں توالد و تناسل سے کوئی بچہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ کیا یہ قرینِ عقل بات ہو سکتی ہے؟ اس صورت میں مسیحی مشن کے شائع کردہ اعداد و شمار پر مکمل طور پر یقین نہیں کیا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف لٹریچر

باب چہارم میں میں نے اجمالاً بتایا ہے کہ سال ۱۹۰۷ء میں اور ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۸ء تک کتنے لاکھ کتابیں، مقالے، پمفلٹ وغیرہ اسلام کے خلاف یورپی ممالک میں لکھی گئیں۔ اگر مکمل سروے کیا جائے اور باریک بینی سے کتب وغیرہ کو کھنگالا جائے تو امکان ہے کہ ان کی تعداد کئی ہزار گنا نکلے گی۔

غیر ملکی مشنری لٹریچر کو غیر ملکی سمجھ کر کسی حد تک نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سے ان عیسائیوں کا رجحان اور ذہنیت معلوم کرنے میں مدد ضرور ملتی ہے، جو بظاہر مسلمانوں کے دوست ممالک ہیں۔ اگر ایسا ہی لٹریچر پاکستان میں بھی شائع ہونے لگے اور نہایت معمولی داموں پر عوام تک پہنچایا جانے لگے تو اس کے متعلق کیا خیال کیا جا سکتا ہے؟

دیسی عیسائی تو ایک دو یا زیادہ سے زیادہ تین نسل پہلے عیسائی نہ تھے۔ ان کے آباء و اجداد یہیں پیدا ہوئے پلے بڑھے اور یہیں دفن ہوئے۔ پھر بھی یہ لوگ احساس برتری سے لبریز گوری نسل کے غیر ملکی عیسائیوں کی تقلید میں اپنے ہم وطن مسلمانوں کے خلاف دل آزار اور روح فرسا مضامین اور کتب لکھتے رہتے ہیں۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ گوری نسل کے عیسائیوں نے قیام پاکستان کے وقت تک اپنے قبرستان بھی علیحدہ بنائے ہوئے تھے۔ ان میں کالے عیسائیوں کو اپنے مردے دفن کرنے کی اجازت نہ تھی۔

دیسی عیسائیوں کو یہ خوب معلوم ہے کہ اس ملک کے مسلمانوں کے اور ان کے درمیان ایک مقدس لیکن نازک رشتہ موجود ہے۔ لیکن اس سلسلہ کو یک طرفہ برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔

عیسائی مشنریز اور ان کے دیسی ایجنٹوں سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ جس گھناؤنے انداز میں وہ اسلام اور اس کی برگزیدہ پاک شخصیتوں پر رکیک حملے کرتے اور کتابیں شائع کرتے ہیں۔ کیا اسی انداز سے کوئی مسلمان پوپ کی ویٹی کن سٹی میں اسی آزادی سے ان کے مذہب اور

شخصیتوں پر حملہ کر سکتا ہے؟ اور وہاں اس کو برداشت کیا جائے گا؟

اسی باب میں دوسرے رُخ کے عنوان سے ثابت کیا گیا ہے کہ عیسائی مشنریز نہ بے لوث خدمت کرتے ہیں اور نہ انسانیت کے خادم ہیں۔ اسلام کے متعلق تمام فرقوں کے مشنریوں کا طرزِ عمل قریباً یکساں ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حرکات غیر ملکی عیسائیوں کی ہیں۔ پاکستانی عیسائی ایسا نہیں کر سکتے۔ لیکن کراچی کے جس سکول کا میں نے اسلامیات کی تدریس کے ضمن میں ذکر کیا وہ دیسی عیسائی پرنسپل کا واقعہ ہے۔ میں ذیل میں ایسی کتابوں میں سے کچھ کے نام پیش کر رہا ہوں، جو زیادہ تر دیسی عیسائیوں کی تحریر کردہ ہیں اور پاکستان ہی میں شائع ہوئی ہیں۔ یہ کتب عموماً پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور اور مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ لاہور شائع کرتا ہے۔ یہ کتابیں بائبل کتب خانے اور لائبریریوں سے کچھ مہینے پہلے تک نہایت کم داموں پر آسانی سے مل جاتی تھیں، لیکن چند روز قبل جب میں بائبل سوسائٹی کتب خانہ کراچی میں مزید کتابیں خریدنے کی غرض سے گیا تو پتہ چلا کہ "مصلحتاً" یہ کتابیں عام فروخت کے لیے ممنوع ہو چکی ہیں۔

ان کتابوں کے اقتباس دینا نہ صرف باعث طوالت ہے بلکہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس لگنے کا بھی اندیشہ ہے۔ کبھی کبھار مسلمانوں کے احتجاج پر ایک آدھ مجلے میں شائع کنندگان معذرت کا اظہار کر دیتے ہیں۔ عیسائیوں کے ہفت روزہ، پندرہ روزہ اور ماہانہ رسائل اردو، انگریزی میں شائع ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں حکومت پاکستان نے سرکاری اشتہارات کے لیے منظور کیا ہوا ہے۔ ان میں بھی اکابرینِ اسلام کے خلاف بین السطور تضحیک و تمسخر ہوتا ہے۔ ایک مثال باب سوم میں دی جا چکی ہے۔ ان کتب و مضامین کی اشاعت کے باوجود مسلمانوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ عیسائیوں کو دعا دیتے رہیں گے، کیا خلاف عقل نہیں ہے۔ مسیحی رسالوں کی فہرست باب پنجم میں دی جا رہی ہے۔

مسیحی کتب کی مختصر فہرست

۱۔ حکایات اتبار ۲۔ حکایات داؤد ۳۔ کلیسائے روم ۴۔ اقوام عالم کی ہونے والی عدالت ۵۔ براہین نیرہ ۶۔ ایلی ایلی لما شبقتنی ۷۔ تحقیقی عرفان ۸۔ عالمگیر مذہب ۹۔ قانائے گلیل کا معجزہ ۱۰۔ کشف الحقائق ۱۱۔ کیا تمام مذاہب یکساں ہیں ۱۲۔ مسئلہ تخلیق ۱۳۔ نجات کی تعلیم ۱۴۔ آیت الرجم ۱۵۔ احادیث اہل اسلام ۱۶۔ اختصار اسلام ۱۷۔ اسلام کا نبی یا جہان کا منجی ۱۸۔ اسلام میں مسیح ۱۹۔ اسلام میں قرآن ۲۰۔ الغزالی ۲۱۔ القرآن

۲۲۔ انسان کیا ہے۔ ۲۳۔ اہلِ مسجد۔ ۲۴۔ تحریفِ قرآن یا بائیبل۔ ۲۵۔ تعلیم نجات از روئے قرآن۔ ۲۶۔ تکشیف التثلیث۔ ۲۷۔ تنقید الخیالات۔ ۲۸۔ تنویر الاذہان فی الفصاحت القرآن۔ ۲۹۔ توضیح البیان فی اصول القرآن۔ ۳۰۔ توریت موسوی اور محمد عربی۔ ۳۱۔ جنگ بدر و احد۔ ۳۲۔ حضرت محمد اور کتاب مقدس۔ ۳۳۔ خدائے اسلام۔ ۳۴۔ خدا کا پدرانہ سلوک۔ ۳۵۔ خوان عقل ۳۶۔ دشت کربلا اور کوہ کلوری۔ ۳۷۔ رد دائے اسلام درباب معجزہ۔ ۳۸۔ خداوند کی دعا اور سورہ فاتحہ۔ ۳۹۔ قبلہ و نماز۔ ۴۰۔ قرآن و ابن اللہ۔ ۴۱۔ سیرت المسیح والمحمد۔ ۴۲۔ شریعت ارتداد۔ ۴۳۔ صراط مستقیم۔ ۴۴۔ عبد اللہ۔ ۴۵۔ عبد المسیح ولد اسحاق کندی۔ ۴۶۔ عربستان میں مسیحیت۔ ۴۷۔ غلاف کعبہ۔ ۴۸۔ کامل شریعت۔ ۴۹۔ کلام اللہ از روئے اسلام۔ ۵۰۔ کن معنوں میں قرآن کتب مقدسہ کا مصدق ہے۔ ۵۱۔ کوائف العرب۔ ۵۲۔ نشانِ صلیب۔ ۵۳۔ خدا کی جہات ثلاثہ۔ ۵۴۔ انجیل یا قرآن۔ ۵۵۔ حجرِ اسود اور زمانوں کی چٹان۔ ۵۶۔ خلافت۔ ۵۷۔ حل مشکلات۔ ۵۸۔ مسیح مصلوب اور قرآن اور انجیل برنباس۔ ۵۹۔ مسیحیت و معاشرت۔ ۶۰۔ خاتم النبیین۔ ۶۱۔ محمد عربی۔ ۶۲۔ مسیحیت کی عالم گیری۔ ۶۳۔ توضیح العقائد۔ ۶۴۔ صلیب کے علم بردار۔ ۶۵۔ قرونِ وسطیٰ کی ایشیائی اور ہندوستانی کلیسائیں۔ ۶۶۔ کلیسائے پنجاب کا دانا معمار۔ ۶۷۔ آرچ ڈیکن احسان اللہ۔ ۶۸۔ کلیسائے روحتہ الکبریٰ وغیرہ۔

ان کتب کے علاوہ چند شدید دل آزار پمفلٹ یہ ہیں:

۱۔ چند غلط فہمیاں۔ ۲۔ رد و بدل۔ ۳۔ منسوخ۔ ۴۔ کتاب المنیر۔ ۵۔ انشاء اللہ وغیرہ

چند دل آزار عبارتیں

(۱) کتاب "اسلام میں مسیح" از پادری گولڈ سیک

صفحہ ۵۔ کیا مسلمان قرآن میں کہیں دکھا سکتے ہیں کہ خدا نے اسماعیل کی طرف اشارہ کر کے ابراہیم سے کہا کہ میں نبوت و کتاب کا انعام تیری اولاد کو دوں گا۔

صفحہ ۲۰۔ سورہ مائدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب تثلیث کی تعلیم کو مطلق نہ سمجھ سکے۔

صفحہ ۲۹۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب سے ہرگز شفاعت کی امید نہیں رکھ سکتے۔

صفحہ ۴۴۔ کسی طرح سے یہ امر روشن ہے کہ قرآن معجزہ تصور نہیں ہو سکتا۔

۴۲۱

(۲) کتاب "دین فطرت اسلام یا مسیحیت" از پادری برکت اللہ

یہ کتاب ۴۸۰ صفحات کی ہے۔ یہ ان طلبہ کو جو بائیبل کا رسپانڈنس کورس مکمل کرتے ہیں۔ اس ہدایت کے ساتھ دی جاتی ہے کہ والدین یا استاد کو نہ دکھانا اور تنہائی میں پڑھنا۔

فصل اول: اسلام اور دیگر مذاہب اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ گنہگار کو نیکی کا درس دیں اور نصیحت کر دیں۔ قرآن اور حیلتوں کی قوت کے تقاضوں تلے میلانوں کو ایک جانب سے ہٹا کر دوسری جانب راغب کرنے سے قاصر ہے۔

فصل دوم: اسلام میں خوف کا عنصر اسی طرح کار پرداز ہے جس طرح وحشی اقوام کے مذاہب باطلہ میں دیوتاؤں کا خوف کام کرتا ہے۔

فصل چہارم: قرآن میں بچوں کے حقوق اور والدین کے فرائض اور ان کی ذمہ داری کا کہیں بھی ذکر نہیں۔

(۳) کتاب "خاتم النبیین" از پادری یوٹامل

صفحہ ۱۔ وحی آسمانی کی امانت کے لیے صرف بنی اسرائیل ہی مخصوص ہیں۔

(۴) کتاب "اسلام میں قرآن" از پادری گولڈ سیک

صفحہ ۱۶۔ موجودہ قرآن ہرگز ہرگز تحریف و تحریف اور رد و بدل سے محفوظ نہیں رہا۔

(۵) کتاب "واقعات عمادیہ" از پادری عماد الدین

صفحہ ۴۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب خوب جانتے تھے کہ جو کوئی اس خدا کے پاک کلام انجیل کو پڑھے گا میرے قرآن کو ہرگز پسند نہ کرے گا۔

صفحہ ۹۔ دین محمدی خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ مسلمان دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں صرف دین عیسوی سے نجات ہے۔

---

(۴)

مشنریوں کے ذرائع آمدن

ان مشنریز کو اور ان کے اداروں کو بہر حال روپے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ روپیہ پیسہ کس طرح حاصل ہوتا ہے کہاں سے آتا ہے۔ اور کس طرح آتا ہے۔ اس کے بارے میں عوام تو عوام خواص بھی حقیقی صورت سے کما حقہٗ واقف نہیں ہیں۔ قومی اسمبلی میں جب سوال اٹھایا گیا کہ مشنریز کہاں سے مالی امداد حاصل کرتے ہیں؟ نیز یہ کہ کیا یہ سچ ہے کہ حکومت پاکستان اور امریکہ کے درمیان اس قسم کا سمجھوتہ موجود ہے کہ عیسائیت کی تبلیغ کی جائے گی اور امریکی مشنریوں کو پاکستان آنے کی اجازت دی جائے گی؟ تو حکومت پاکستان کے پارلیمانی سیکرٹری نے پہلے حصہ کا جواب دیا کہ ضروری معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ اور سمجھوتے کے بارہ میں کہا کہ مجھے اس قسم کے سمجھوتہ کا علم نہیں ہے۔[1]

آمدنی اندرون ملک سے اور بیرون ملک دونوں جگہ سے حاصل کی جاتی ہے۔ باب ہوم میں بیرون ملک کے ذریعہ آمدنی کو بتایا گیا ہے۔ اندرون ملک آمدنی کی مختلف مدات اور ذرائع ہیں۔ حیرت اور تعجب قطعاً نہ ہونا چاہیئے کہ خود مسلمان بھی بلاواسطہ یا بالواسطہ مشنریوں کو روپیہ پیسہ دیتے ہیں۔ اور مشنریز ان کی دی ہوئی دولت کو ان کے مذہب کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ اگر غور سے نظر ڈالی جائے تو پتہ چلے گا کہ مسلمانوں کا یہ پیسہ اس حد تک ان اداروں کی کفالت کرتا ہے کہ بعض حالات میں یہ بیرونی امداد سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

(الف) اندرون ملک ذرائع آمدنی

انگلش میڈیم اسکول جن کی پاکستانیوں میں بڑی عزت ہے جہاں مسلمان اپنے بچوں کو تعلیم دلانا باعث توقیر سمجھتے ہیں۔ ان کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ اور یہ آمدنی عیسائیت کی تبلیغ

---

[1] قومی اسمبلی کے مباحث صفحہ ۵۹۰ - ۱۵ جون ۱۹۷۵ء

کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ ان اسکولوں میں بچوں سے بہت زیادہ فیس وصول کی جاتی ہے۔ غیر اقامتی اسکولوں کی فیس ۲۵ روپے سے ۱۵۰ روپے تک ہے۔[2] عام اسکولوں کی نسبت ان کا فرق ۵ سے ۷ گنا ہے۔ پھر یہ اسکول اپنے اساتذہ کو جو معاوضہ دیتے ہیں، وہ آمدنی کے تناسب سے انتہائی کم ہوتا ہے۔

میرے علم و تحقیق کے مطابق انگلش میڈیم اسکول جو نفع کماتے ہیں وہ چرچ کو جاتا ہے۔ یہ اسکول جس فرقہ یا ادارہ کا ہوتا ہے۔ اس فرقہ کا چرچ یہ نفع لیتا ہے۔ اس کے کئی طریقے ہیں۔

۱۔ پہلا یہ کہ یہ اسکول اپنی عمارت کا کرایہ چرچ کو دیتا ہے۔ حالانکہ یہ چرچ ہی اس اسکول کو چلاتا ہے۔ وہی اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ کرایہ وصول کرتا ہے۔

۲۔ دوسری ترکیب یہ ہوتی ہے کہ جو استاد یا ڈاکٹر یا نرس وغیرہ اس مشن سے وابستہ ہوتے ہیں، وہ اپنے قوت لایموت کے اخراجات کی حد تک لے کر باقی پوری تنخواہ چرچ کے حوالے کر دیتے ہیں اور پوری تنخواہ کی وصول یابی کے دستخط کر دیتے ہیں۔ یہی تنخواہ دوبارہ عیسائیت کے پرچار کے کام آتی ہے۔ مثلاً ہولی فیملی ہسپتال کراچی نے ۷۱-۱۹۷۰ء میں اس طرح صرف ایک سال میں اٹھاون ہزار آٹھ سو روپیہ وصول کیے۔[3]

۳۔ اسی طرح مشن ہسپتالوں میں علاج کا بل عام ہسپتالوں کے بل سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں سے زیادہ رقم اینٹھی جاتی ہے۔ اس رقم سے عیسائیوں کا علاج ہوتا ہے۔ اور اسے غریب مسلمانوں کو عیسائیت کی کشش و ترغیب کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔

۴۔ ان فیسوں کے علاوہ ایک بڑی مد عطیات کی بھی ہے۔ یہ عطیہ برضا و رغبت بھی وصول کیا جاتا ہے اور بہ جبر و اکراہ بھی۔ مشن اسکولوں میں پڑھنے والے طلبہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ عطیہ کے لیے کس کس انداز سے زور ڈالا جاتا ہے۔ مثلاً اسکول کی مدر بچے سے پوچھے گی کہ کیا فیس کے ساتھ عطیہ بھی لائے ہو؟ اگر وہ انکار کرے تو وہ مدر اس کو اس طرح تحقیر آمیز اور خشم گین نظروں سے دیکھے گی کہ بچہ چاہے گا کہ کسی طرح وہ ابھی عطیہ ادا کر دے۔

---

[2] اردو ڈائجسٹ لاہور ماہ جون ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۷۲

[3] سالانہ رپورٹ سی ایس ایس ۷۱-۱۹۷۰ء صفحہ ۳۸

۵۔ اس مستقل عطیہ کے علاوہ جو ماہوار فیس کے ساتھ وصول کیا جاتا ہے اور بھی عطیے ہوتے ہیں مثلاً طالب علم کے داخلہ کے وقت لیے جاتے ہیں پرنسپل شرط لگا دیتا ہے کہ اتنے ہزار اگر عطیہ ملا تو اس لڑکے کو داخلہ ملے گا ورنہ نہیں۔ چنانچہ حیدر آباد کے ایک کیتھولک ہائی اسکول کا اس طرح وصول شدہ "عطیہ" ایک سال میں اکیاون ہزار روپے ہوا۔

۶۔ ایک اور طریقہ یہ ہے کہ اسکولوں کے طلبہ سے "جرمانہ" وصول کیا جاتا ہے۔ معمولی معمولی غلط باتوں پر بے تحاشہ جرمانے بالخصوص مسلمان طلبہ پر کیے جاتے ہیں۔ فورمین کرسچین کالج لاہور نے ایک بڑا جوبلی ہال تعمیر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ طلبہ کے نزدیک اس کا نام ہی "فائن ہاؤس" ہے اس لیے کہ یہ جرمانوں کی رقم سے بنایا گیا۔[1]

۷۔ مشنریوں کے زرعی فارمس ہزاروں ایکڑ رقبہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ملک کے مختلف حصوں میں واقع ہیں یہ فارمس بھی آمدنی کا ذریعہ ہیں۔

۸۔ ملک کے متعدد فرقوں اور حصوں میں عیسائی مشنریوں کی کوآپریٹو سوسائٹیاں کام کرتی ہیں۔ ان سے بھی آمدنی ہوتی ہے۔

۹۔ مشن سب سے پہلے پریس قائم کرتے ہیں۔ یہاں اپنا لٹریچر شائع کرتے ہیں اور اسے فروخت کرتے ہیں۔ ہر کتب خانہ میں عام طور سے ان ہی پریسوں کی شائع شدہ کتابیں فروخت کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا لٹریچر عام ہونے لگتا ہے اور بازاروں گلی کوچوں میں آسانی سے مل جاتا ہے۔

۱۰۔ سماجی خدمات کے لیے مختلف انڈسٹریز قائم کرتے ہیں۔ ان انڈسٹریز سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بھی اسی مد میں استعمال ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر کیتھولک سوشل سروس نے ۷۲-۱۹۷۱ء میں ایک بہت بڑے مرغی خانہ کا پروگرام بنایا۔[2]

(ب) بیرونِ ملک ذرائع آمدنی

بیرونِ ملک سے ان اداروں اور مشنریوں کو مالی امداد کے کئی طریقے ہیں اور اس امداد میں نقد اور جنس کی دونوں مدات شامل ہیں۔ نقد روپیہ بنکوں کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے۔ مثلاً جب تک چین میں

---

[1] قومی اسمبلی کے مباحث ۱۹۷۲ء سرکاری رپورٹ جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۸۵۱

[2] سالانہ رپورٹ سی۔ ایس۔ ایس ۷۲-۱۹۷۱ء صفحہ ۲۰

مشنریوں پر پابندی نہ لگی، مختلف عیسائی فرقے باہمی تعاون سے اپنا روپیہ مرکزی جگہ شنگھائی میں رکھتے تھے اور یہاں سے ہر فرقہ اپنا اپنا روپیہ حاصل کر کے حسبِ ضرورت مشنریوں میں تقسیم کر لیتا تھا۔[1] پاکستان میں سٹیٹ بنک کے ذریعہ روپیہ جمع ہوتا ہے۔

پاکستان کی عیسائی برادری میں لال موتی لال، منوہر لال، سموترہ، ایرنسٹ لال (یہ افراد لال خاندان سے تعلق رکھتے ہیں) ان کے متعلق یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ یہ عیسائیوں کے ۲۲ خاندانوں میں سے ہیں۔ انہیں غیر ملکی مشنریوں کا منظورِ نظر سمجھا جاتا ہے ——— مشنری اداروں کی طرف سے غیر ممالک سے جو بے تحاشا مدد آتی ہے۔ وہ ان ہی لوگوں کے ذریعہ آپس میں بانٹ لی جاتی ہے۔[2]

ایک بہت ہی چھوٹے سے ادارہ کا سیکرٹری کہتا ہے کہ گزشتہ دس سال میں دس لاکھ پونڈ سے زیادہ یعنی تقریباً تین کروڑ روپیہ پاکستان اور ہندوستان کو بھیجا گیا۔[3] یعنی ایس۔ پی۔ جی والوں نے یہ روپیہ ان ممالک کو پہنچایا۔

عیسائی ممالک کے سفارت خانے بھی نقد رقم دینے کا محفوظ ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ میری تحقیق کے مطابق ایک سفارتی نمائندے نے ایک پاکستانی مشنری کو خطیر رقم دی تھی۔

میری تحقیق اور علم کے مطابق پاکستان میں سالانہ ۷ کروڑ روپیہ بیرونی ممالک سے عیسائی مشنریوں کے لیے آتے ہیں۔

نقد رقومات کے علاوہ اناج، پرانے کپڑے، ادویات، دودھ، گھی وغیرہ کی امداد بھی بیرونی ممالک سے آتی ہے۔

پی ایل ۴۸۰ کے تحت جو اشیا آتی ہیں۔ ان کا ایک حصہ پاکستان کے مشنری ادارے اپنی تحویل میں رکھتے ہیں اور پھر یہ ادارے اپنے ذریعہ سے تقسیم کرتے ہیں۔

پاکستان جو غیر ملکی امداد بہ شکل خشک دودھ، گھی اور پرانے پارچات حاصل کرتا ہے اس کا ایک حصہ (ڈیوٹی فری) مشنری اداروں کو جاتا ہے۔ اس طرح یہ مشنری ادارے ان اشیاء کو اپنے مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔[4]

---

[1] ہیرالڈ لینڈسل، مشنری پرنسپلز اینڈ پریکٹس صفحہ ۱۳۰

[2] ہفت روزہ زندگی لاہور ۶ تا ۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۷

[3] ایس۔ پی۔ جی۔ ریویو صفحہ ۲۳

[4] قومی اسمبلی کے مباحث ۱۹۷۲ء سرکاری رپورٹ جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۸۵۵

ادویات بھی باہر سے آتی ہیں۔ چنانچہ صرف ایک سال میں ہولی فیملی ہسپتال کراچی کیتھولک ریلیف سروسز اور کیتھولک میڈیکل مشن بورڈ کو ایک لاکھ اڑسٹھ ہزار روپے کی اشیاء وصول ہوئیں[۱]۔

اکثر ہسپتالوں نے اپنے ساتھ ٹریننگ اسکولز کھول رکھے ہیں۔ غیر ممالک میں ان اداروں کو جو مدد دی جاتی ہے وہ ٹیکس سے چھوٹ والی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہاں سے ہسپتالوں کے آلات، سامان، فرنیچر، لیبارٹریز میں استعمال ہونے والا کیمیکل وغیرہ ان اداروں کو مفت حاصل ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو بالکل ہی نئے آلات مل جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء پر بھی پاکستانی حکومت ایکسائز ڈیوٹی ٹیکس وغیرہ نہیں لیتی۔ اس لیے وہ سامان یہاں کی مشنریوں کو بالکل مفت ہی مل جاتا ہے۔

---

[۱] سالانہ رپورٹ سی۔ایس۔ ۱۹۷۰ء۔ ۱۹۷۱ء صفحہ ۳۸

باب ششم

مسیحی فرقے، مشنز، ادارے وغیرہ

پاکستان میں کل چھوٹے بڑے کتنے عیسائی فرقے موجود ہیں، ان کا تعین دشوار ہے۔ کیونکہ جیسا کہ آپ نے باب اوّل میں پڑھا ہوگا کہ عیسائیوں کے بے شمار فرقے ہیں۔ صرف امریکہ میں قریباً اڑھائی صد میں اور جنوبی افریقہ میں چودہ سو کے لگ بھگ ہیں۔ انتھونی ڈی سوزا کا بیان ہے کہ پاکستان میں ہر بڑے فرقہ کا کم از کم ایک کلیسا ضرور ہے۔ اکثریت رومن کیتھولک کی ہے۔ چرچ آف انگلینڈ، چرچ آف اسکاٹ لینڈ، میتھوڈسٹ چرچ اور پریس بائٹرین چرچ وغیرہ سب یہاں موجود ہیں اور نسبتاً کچھ چھوٹے فرقے بھی ہو سکتے ہیں جو ملک میں بکھرے ہوئے ہیں[۱]۔

پاکستان میں مشنریوں کے بارے میں قومی اسمبلی کے پارلیمانی سیکرٹری نے اعداد بتاتے ہوئے کہا تھا جو معلومات حاصل ہوئیں اس کے مطابق گذشتہ سال تک پانچ صد[۲] کی تعداد ہے (یعنی ۱۹۷۴ء تک)، اس کے بعد مزید اضافہ ہوا ہوگا۔ بیشتر مشنوں کے اصل مراکز بیرون پاکستان ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے علاوہ جاپان اور افریقہ وغیرہ میں بھی ہیں (جاپانیوں نے بھی عیسائیت کے پھیلانے میں بالخصوص مشرقی پاکستان میں بہت فعال کردار ادا کیا ہے[۳]) پاکستانی مشنوں کو سرمایہ، لٹریچر، ہدایات اور افراد ان غیر ممالک سے مہیا کیے جاتے ہیں۔ مشنز کے ناموں پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ اپنے عقیدہ اور مسلک کے اعتبار سے یہ ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ باہم دگر اتنے گہرے اور شدید اختلافات ہیں کہ ایک دوسرے کے

---

[۱] مائنارٹیز ان پاکستان۔ کرسچین ان پاکستان صفحہ ۳۵

[۲] قومی اسمبلی کے مباحث۔ مورخہ ۱۵ جون ۱۹۷۵ء جلد ۱۱ نمبر ۱۰ صفحہ ۵۹۰

[۳] دی کنسائز ڈکشنری آف دی ورلڈ کرسچین مشنز صفحہ ۴۷۷

گرجے میں جانا بھی پسند نہیں کرتے۔ لیکن ان تمام اختلافات کے باوجود یہ سب ایک بات پر متفق ہیں اور وہ ہے مسیحیت کی تبلیغ اور تمام دنیا کو نجات دہندہ کے قدموں میں لا ڈالنا۔"

پاکستان میں سرگرم عمل فرقے۔ سوسائٹیز۔ انجمنوں اور مشن اداروں کی جو تفصیلات ممکن حد تک کوششوں کے بعد حاصل ہوئیں پیش کی جا رہی ہیں۔ پھر بھی مجھے خدشہ ہے کہ یہ اعداد و شمار مکمل نہیں جس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ان اداروں سے جو رپورٹیں شائع کی جاتی ہیں۔ ان میں بھی صحیح اعداد و شمار نہیں بتلائے جاتے۔ باب چہارم کے ابتدائی صفحات میں ان اداروں کی غلط بیانیوں کے چند ایک واقعات لکھے جا چکے ہیں۔

علاقائی تقسیم

پاکستان میں اکثریت ایسے فرقوں کی ہے جنھوں نے پاکستانی علاقوں کو "دوستانہ مراسم" کے لحاظ سے آپس میں تقسیم کر لیا ہے۔ عام طور پر یہ فرقے ایک دوسرے کے جغرافیائی علاقوں میں مداخلت نہیں کرتے۔ تاہم بعض ایسے بھی کلیسا ہیں۔ جو دوسرے فرقہ کی برادری کی پروا نہیں کرتے ان میں رومن کیتھولک کے علاوہ انجیلیکن، پینٹے کوسٹل اور بریدرن فرقوں کے نام قابل ذکر ہیں۔ کیونکہ ان کے ہم عقیدہ اور ہم مسلک پورے پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔

تمام فرقوں نے پاکستان کی پست اقوام (شیڈولڈ کاسٹ) کے علاوہ عام مسلمانوں اور ہندوؤں کو بھی عیسائی بنانے کے مختلف ذرائع استعمال کیے۔ پست اقوام میں اس حد تک مسلسل کام ہوا ہے کہ اب ان کی آبادی لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ سوا سو سال قبل اس علاقہ میں کوئی بھی عیسائی نہیں تھا۔ پورے علاقہ میں مشکل دو چار ہوں لیکن مشنریوں کی محنت، جہد اور لگن سے اب عیسائی پاکستان کی سب سے بڑی اقلیت شمار ہوتے ہیں۔

بعض فرقوں نے اس صدی کے اختتام تک تمام غیر عیسائی اقوام خصوصاً خاکروب اور دیگر پست اقوام کو عیسائی بنانے کا پروگرام بھی بنایا ہے۔ جس کے لیے ان کے خیال میں ہر سال کبھی پچاس ہزار اور کبھی دس لاکھ (دو جگہ دو مختلف اعداد دیے گئے ہیں) افراد کو عیسائی بنانے کی مسلسل جدوجہد کرنی چاہیے۔ ان میں وہ مسلمان خاکروب بھی شامل ہیں جنھیں پنجاب کے بعض علاقوں میں مُصلّی کہا جاتا ہے۔ پاکستان کے مسلمانوں نے اپنی دینی بے خبری اور عدم توجہی کے باعث ان کے مسائل جاننے کی کوششیں بھی نہیں کیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ وہ گروہ ہیں جو گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں کے معاشرتی اثرات کی وجہ سے اسلام کے زیادہ قریب ہو گئے

مُصلّی خاکروب

پنجاب کے ان اضلاع میں مُصلّی ان لوگوں کہتے ہیں جن کے بڑوں نے کافی عرصہ پہلے اسلامی عقیدہ قبول کر لیا تھا لیکن خاکروبی کا کام بدستور کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ خود کو برائے نام مسلمانوں سے وابستہ کرتے تھے۔ لیکن ایک مشنری کے موجب وہ قانونی طور پر مسلمان نہیں ہوئے اور مسلمانوں نے انہیں اپنے سینے سے نہیں لگایا۔ سرسری طور پر ان کی تعداد کا ذکر اس جگہ نامناسب نہ ہوگا۔ صرف ضلع گجرات میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق ان مصلی چوڑھوں کی تعداد ۲۴۶۷۲ تھی ضلع منٹگمری کے چوڑھوں کی تعداد کا گوشوارہ حسب ذیل ہے۔ ایک افسوس ناک وقت شاید مسلمانوں کی غفلت سے ایسا بھی آیا کہ محمڈن چوڑھے نہ ہونے کے برابر تھے۔

رپورٹ مردم شماری	کرسچین چوڑھے	ہندو چوڑھے	سکھ چوڑھے	مصلی چوڑھے	محمڈن چوڑھے	کل میزان
۱۹۱۱ء	۴۷۱	۱۱۲۹۵	۳۳	۱۸۲۳۸	۱۲۰۰۴	۴۲۵۴۱
۱۹۲۱ء	۴۱۱۸۱	۱۱۰۰۱	۱۸۱۸	۴۴۱۷۶	۲۰۳	۹۸۳۷۹
۱۹۳۱ء	۱۴۲۴۵	۱۲۰۹۲	۵۴۷	۴۶۰۵۸	۱۴	۷۵۹۵۶

کرسچین چوڑھوں کا اضافہ اور محمڈن چوڑھوں کی حد سے زیادہ کمی قابل غور ہے۔

المختصر عیسائی مبلغین نے پست اقوام اور چوڑھوں میں جس طرح بھی انہیں مواقع حاصل ہوئے دیکھتے ہی دیکھتے اپنے گاؤں اور چک قائم کر لیے۔ اور بڑے بڑے شہروں میں اپنی بستیاں اور کالونیاں ہزاروں ایکڑ زمین پر قائم کر لیں۔

ہر فرقہ و کلیسا کم سے کم ایک اور زیادہ سے زیادہ کئی مشن رکھتا ہے۔

اور ہر فرقہ کی اس علاقہ میں آمد کب ہوئی۔ پاکستان بننے کے تقریباً سو سال پہلے اس علاقہ میں کتنے فرقے اور سوسائٹیز کام کر رہی تھیں اور پاکستان بننے کے صرف ۲۶ سال میں کتنے مزید مشن پاکستان آئے۔ ان کے جدول بھی ملاحظہ فرمائے جائیں۔ ہر مشن

میں نے ان صفحات کے ابتدا میں واضح کیا تھا کہ ہر فرقہ نے پاکستان کے علاقہ کو اپنے اپنے مفادات اور سہولتوں کی خاطر تقسیم کر لیا ہے۔ اور بڑے بڑے شہر ہر بڑے فرقہ کے لیے

"اوپن زدن" ہیں۔ کسی نے ان علاقوں کو "کامٹی باؤنڈریز" جیسا پیارا نام دیا ہے تو کسی نے "ڈاویسیس" نام دیا ہے

۱۔ دی انجیلیکن چرچ

اس فرقہ نے کراچی سے ۱۸۵۰ء میں اپنے کام کا آغاز کیا۔ یہ تمام مشنوں سے زیادہ وسیع ہے اور پورے پاکستان میں اس کے مرکز قائم ہیں۔ پہلے ۳۵ برسوں میں مسلمان اور ہندوؤں میں کام کرنے کے لیے اس فرقہ نے شہروں میں تبلیغ عیسائیت شروع کی۔ انجیل کے حصوں کو تقسیم کیا۔ عیسائی اداروں کو قائم کیا۔ ہر بڑے شہر میں اسکول اور ہسپتال کھولے۔ اس طرح اپنی تبلیغی مساعی نوجوان تعلیم یافتہ اور اعلیٰ قوم کے افراد پر مرکوز کیں۔ پورے برعظیم پاک و ہند کو عیسائی بنانے کے لیے انہوں نے چند تعلیم یافتہ لوگوں کو مسیحی بنانے کی کوششیں تیز تر کر دیں۔ چنانچہ ۱۲ ہندو اور ۸ مسلمانوں کو عیسائی بنایا۔ ابتدائی ۳۵ برسوں میں کل ۵۱۱ افراد عیسائی ہوئے۔

۱۸۸۵ء میں اس فرقہ نے "چوڑہ مہم" شروع کی۔ اس کے بعد پست اقوام کی طرف خصوصی توجہ کی۔ میگوار، کچی کولی، میواتی کولی، بھیل، پارکری کولی، دگاوی وغیرہ لوگوں کو عیسائی بنایا۔ ۱۹۶۸ء میں صرف اس فرقہ کی تعداد ایک لاکھ گیارہ ہزار تھی۔

۱۹۷۰ء میں اس فرقہ نے تین اور میتھوڈسٹ، اسکاٹ لینڈ، پریس بائی ٹرین (جس کو اب سیال کوٹ چرچ کونسل کہا جاتا ہے) اور لوتھرن فرقوں سے اتحاد کیا۔ اس طرح پاکستان کا سب سے بڑا کلیسا "چرچ آف پاکستان" وجود میں آگیا۔

۲۔ دی میتھوڈسٹ چرچ آف پاکستان

اس چرچ نے کراچی میں ۱۸۷۳ء سے اپنا کام شروع کیا۔ پھر ۱۸۸۰ء میں لاہور میں اس فرقہ نے بھی چوڑھوں کو عیسائی بنانے پر خصوصی توجہ دی اور ۱۹۲۴ء تک چالیس ہزار افراد کو عیسائی بنا لیا تھا۔

۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۰ء تک آریہ سماج اور سکھوں نے ان نو عیسائیوں کو اپنے اپنے مذاہب میں داخل کرنے کی کوششیں کیں تھیں۔ ۱۹۴۰ء میں ملتان کے علاقہ میں برٹش حکومت نے دس ہزار ایکڑ زمین کا رقبہ دیا کہ وہ عیسائیوں کے ۵ دیہات تعمیر کریں۔

۱۹۴۸ء میں اس فرقہ نے مذہبی سکھ قوم کے دو ہزار پانچ سو افراد کو عیسائی بنایا۔ اس نے پرائمری سکول، سیکنڈری سکول، ہائی سکول، ٹیچر ٹریننگ کالج قائم کیے۔ اس کے علاوہ

دو کالجوں اور لاہور ہسپتال میں اس کی معاونت اب بھی جاری ہے اس کے اصول حسب ذیل ہیں:

۱۔ مسلم سرزمین میں دیسی عیسائیوں کے ذریعہ تبلیغ عیسائیت بہت مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ کلیسا اسی وقت مؤثر ثابت ہوتا ہے جب وہ روحانی اثرات اور تعلیم سے بہرہ مند ہو۔

۳۔ اس لیے مشنریوں کو ہر سطح کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

۳۔ دی سیالکوٹ چرچ کونسل (چرچ آف اسکاٹ لینڈ)

اس نے سکھوں کے لیے ۱۸۵۷ء میں تھامس ہنٹر اور اس کی بیوی کو سیال کوٹ بھیجا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں یہ مارے گئے۔ ۱۸۶۰ء میں پھر اسی فرقہ نے دو جوڑے سیالکوٹ بھیجے۔

اس نے بھی تبلیغ کا وہی طریقہ اختیار کیا۔ جس کو یونائیٹڈ پریس بائی ٹرین نے اختیار کیا تھا یعنی بازاروں میں گشت کرنا، اردو میں تبلیغ عیسائیت کرنا، لٹریچر کا ترجمہ اور تقسیم کرنا اور اسکولوں کا سلسلہ قائم کرنا۔ چنانچہ صرف نو سال میں انہوں نے ۷ پرائمری اسکول ۳ گرلز سکول اور ۲ یتیم خانے قائم کیے۔ دوسرے فرقوں کی تقلید میں اس فرقہ نے بھی چوڑھوں کو عیسائیت کی طرف کھینچا۔

چوڑھوں میں تبلیغ

اگرچہ اس کلیسا کا رقبہ سیال کوٹ کے شمالی حصہ سے جموں اور چمب تک کا تھا جو پہاڑوں پر مشتمل تھا پھر بھی اس نے سیالکوٹ، گجرات کے علاقوں پر نظر عنایت کی —— یہاں مصلی چوڑھے کثیر تعداد میں آباد تھے۔

مسلمانوں میں تبلیغ

مسلمانوں کے لیے یہ اعداد بڑے عبرت انگیز ہیں کہ ضلع گجرات میں ۱۹۱۱ء میں ہندو چوڑھے صرف ۱۱۹ تھے۔ جب کہ مسلمان چوڑھوں کی تعداد ۴۷۶۳۴ تھی اور عیسائی چوڑھے صرف ۴۹۳ تھے۔

۱۹۰۰ء میں شیخوپورہ میں کرسچین کالونی ینگ سن آباد کے نام سے بنائی گئی۔ ۱۹۵۳ء میں مشنری کونسل آف دی چرچ آف اسکاٹ لینڈ اور سیالکوٹ پریس بائی ٹری آف سنڈ آف دی پنجاب کا اتحاد ہوا جب سے یہ سیالکوٹ چرچ کونسل کے نام سے مشہور ہے۔

چوڑھوں میں تبلیغی مہم کے بعد انہوں نے اپنی پوری توجہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی طرف دی۔ دوسری جنگ اور اس کے بعد کے تین سالوں میں کچھ مسلمانوں کو عیسائی بنایا۔ قیام پاکستان کے بعد ان کی سرگرمیاں کچھ رک سی گئیں۔ کہ نئی اسلامی مملکت میں ان کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔ لیکن جمہوریہ پاکستان کے آئین میں ہر مذہب کو تبلیغ کی آزادی کی ضمانت دی گئی تو فریڈرک اور

مارگریٹ کے الفاظ میں عیسائی زیادہ دلیرانہ طور پر تبلیغ عیسائیت میں مشغول ہو گئے۔ ۱۹۵۴-۵۳ء میں ایک مشنری نے سیالکوٹ میں ۵۳ مسلمانوں کو بپتسمہ دیا۔ جن میں ۴۵ تعلیم یافتہ نوجوان اور شہر میں رہنے والے مرد تھے ۹ عورتیں اور ۹ بچے تھے۔ جب یہ اپنے خاندانوں سے کٹ گئے تو ان کے لیے فنڈز اکٹھے کیے گئے۔ رہائش کے لیے مکان، کھانے پینے کا انتظام کیا گیا۔ اور برکت خاں ایک نیا عیسائی جو تبلیغ عیسائیت کے جذبہ سے معمور تھا۔ مسلمانوں میں لٹریچر اور زبانی تبلیغ کے کام پر مامور کیا گیا جو آج تک جاری ہے۔

چوڑہوں کے علاوہ بال میکی۔ کاگرے وغیرہ اقوام کو بھی عیسائی بنایا۔ ۱۹۷۰ء میں اس کے ممبروں کی تعداد ۱۷۵۰۰ تھی۔

۴۔ پاکستان لوتھرن چرچ

اس فرقہ کے ایک مشن ڈینش پٹھان مشن نے ۱۹۰۳ء میں ایک مشنری عورت کو اسپتال کھولنے کے لیے مردان بھیجا۔ سب سے پہلے وہ مسلمان عیسائیت میں داخل ہوا جس نے اس ہسپتال کی ایک نرس سے ۱۹۲۶ء میں شادی کی۔ اس کے بعد ۱۹۲۸ء میں ایک اور مسلمان مرتد ہوا۔ دونوں نے مل کر انجیل کے پشتو ترجمہ پر نظر ثانی کی۔ بازاروں میں تبلیغ کی۔ اور مردان میں پشتو بولنے والوں کا عیسائی مرکز قائم کیا جو آج تک موجود ہے۔

چند مزید مسلمان پٹھانوں کے علاوہ بالمیکی قوم کے ان افراد کو بھی عیسائی بنایا گیا جو وہاں خاکروب کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ یہاں عیسائی لٹریچر کے ساتھ لائبریریاں کھولیں۔ گشتی لائبریری بنائی جس میں عیسائی رسائل اور کتابچوں کے علاوہ پشتو لٹریچر ہوتا تھا تاکہ اس طرح پٹھان عیسائی لٹریچر سے بھی مستفید ہو سکیں۔

۱۹۵۸ء میں چرچ مشنری سوسائٹی سے ٹانک میں ایک ہسپتال قائم کیا جو غیر عیسائیوں میں تبلیغ کا بہترین ذریعہ ثابت ہوا۔ ۱۹۶۰ء میں ڈیرہ اسماعیل خان میں بائبل ٹریننگ اسکول قائم کیا۔ ۱۹۷۰ء میں اس کے ممبر ۱۷۰۰ تھے۔

۵۔ دی لاہور چرچ کونسل

اس کے مشن کا نام دی پریس بائی ٹیرین چرچ ان دی یو ایس اے ہے۔ جو آج کل یونائیٹڈ پریس بائی ٹیرین چرچ ان دی یو ایس اے کا حصہ ہے۔ ۱۹۵۱ء میں اس کا نام دی لاہور چرچ کونسل رکھا گیا۔ برطانیہ کے پنجاب پر ۱۸۴۹ء میں مکمل فتح کے بعد امریکن پریس بائی ٹیرین (مخفف

نام اے پی) نے اپنا پہلا مشن لاہور میں قائم کیا۔ اس کے بعد اس کے اطراف قصور، شرق پور، مری راول پنڈی وغیرہ میں۔

اس فرقہ نے بھی لوگوں میں پرچار کے لیے ابتدائی طور پر زبانی تبلیغ اور تعلیمی اداروں کے قیام سے آغاز کیا۔ یہ ذرائع بہت کامیاب قرار دیئے گئے۔ چالیس برس تک اس علاقہ کے گلی کوچوں میں روزانہ تبلیغ کا کام اس مشن نے جاری رکھا۔ اس زمانہ میں اس فرقہ کے بجٹ یعنی ۲۹,۳۲,۲۵ روپیہ کا ۴۷ فی صد حصہ رنگ محل مشن سکول وغیرہ تعلیمی اداروں پر خرچ ہوتا تھا۔ نصاب میں بائبل کو لازمی قرار دیا۔ تمام طلبہ کو عبادت میں شریک ہونا ضروری قرار دیا۔ ہر استاد اس کو اپنی ذاتی ذمہ داری محسوس کرتا کہ طالب علم یسوع پر ایمان لائے۔ اس کا نتیجہ دیکھتے ہوئے پھر اس مشن نے یتیم خانے، گرلز اسکول کھولے اور ہسپتالوں کو فروغ دیا۔ جس کی وجہ سے بعد ازاں تقریباً ایک ہزار فی سال کے اوسط سے چوڑھے عیسائی بننے لگے۔ ۱۹۷۲ء تک ۸۰ ہزار چوڑھوں کو بپتسمہ دیا گیا۔

۶۔ سالویشن آرمی

اس نے ۱۸۸۳ء میں لاہور میں اپنا پہلا اسٹیشن قائم کیا۔ جلد ہی پست اقوام میں تبلیغ کرتے ہوئے قابل ذکر آبادی کو عیسائی بنا لیا ۱۹۱۶ء میں ان کے لیے ایک پورا گاؤں شانتی نگر نزد خانیوال تعمیر کیا۔

اس کلیسا نے بھی پرائمری اسکولوں اور طبی مراکز کے ذریعہ پرچار کیا۔ پاکھیوارا جیسے جرائم پیشہ قبیلہ کے افراد اور بچوں کے لیے کپڑا بننے کا کارخانہ بنایا۔ کشیدہ کاری، کاشت کاری اور ریشم کے کیڑے پالنے کے مراکز بھی قائم کیے۔ یہ پاکستان کرسچین کا رکن بھی بن گیا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں اس کے ممبروں کی تعداد ۳۱۰۷۱ تھی۔

۷۔ دی ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پریس بائی ٹیرین چرچ

(اے آر پی) موجودہ ساہی وال (سابق منٹگمری) کی دو تحصیلوں کا علاقہ اس مشن کو یوپی مشن نے تبلیغی کام کرنے کے لیے ۱۹۱۰ء میں دیا تھا۔ میتھوڈسٹ مشنری نے بھی اس کے ساتھ تعاون کیا۔ اس کے ہمیشہ سے یوپی مشن کے ساتھ قریبی تعلقات رہے۔

اس نے بھی پست اقوام اور چوڑھوں کو اپنا ہدف بنایا اور بہت محنت و جانفشانی سے کام کر کے تھوڑے سے علاقہ میں بہت زیادہ ہم عقیدہ عیسائی بنا لیے۔

۸۔ دی پینٹیکوسٹل چرچز

اس میں مختلف کلیسائیں شامل ہیں مثلاً دی فل گاسپل اسمبلیز، دی پاکستان اسمبلیز آف گاڈ، دی یونائیٹڈ پینٹیکوسٹل چرچ آف پاکستان وغیرہ۔ چونکہ پاکستان میں کئی مختلف پینٹیکوسٹل چرچز ہیں۔ جن میں سے کچھ بیرونی مشن سے وابستہ ہیں۔ باقی تمام دیسی اور مقامی ہیں۔

ان کا طریقہ کار دوسروں سے ذرا مختلف ہے۔ لیکن مقصد ایک ہی ہے۔ انہوں نے تعلیم بالغاں پر زور دیا ہے۔ وہ اس کے لیے مرکز قائم کرتے ہیں۔ مالی امداد دیتے ہیں۔ یہ دیہاتی بچوں کی تعلیمی سہولت کے لیے ہاسٹلز اور چائلڈ کیئر سنٹرز قائم کرتے ہیں جیسا کہ فیصل آباد میں ہے۔ پرائمری سکولوں اور ڈسپنسریوں کے علاوہ بائبل اسکول لاہور بھی چلاتے ہیں۔ یہ اپنے غیر ملکی فنڈ سے پادریوں پاسٹروں کی بہت مدد کرتے ہیں۔

گو ان کے ممبروں کی تعداد ۶۸۹۲ ہے۔ لیکن ان کے مشنریوں کی تعداد بڑھ رہی ہے چنانچہ ۱۹۷۳ء میں ان کے ۲۵ مشنری کام کر رہے تھے۔

۹۔ دی پاکستان مشن آف انٹرنیشنل فارن مشن ایسوسی ایشن

یہ غیر فرقہ وارانہ لیکن تبلیغی مشن ہے۔ ۱۹۵۴ء میں پاکستان آیا۔ ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ میں کام شروع کیا۔ ایک چھوٹے کلینک کے ذریعہ اس کی دو مشنری عورتوں نے غیر عیسائی خواتین میں بائبل کی تعلیمات کی اشاعت کی اور کچھ مسلمانوں کو بپتسمہ دیا۔

۱۰۔ دی پاکستان کرسچین فیلوشپ آف دی انٹرنیشنل کرسچین فیلوشپ

(سابق نام دی سیلون اینڈ انڈیا جنرل مشن) انجلیکن چرچ نے اسے دعوت دی کہ رحیم یار خان کے علاقہ میں مشنری کام سنبھالے۔ یہ مشن ۱۹۵۵ء میں آیا۔ اس میں مختلف ممالک کے کارکن ہیں۔ انہوں نے پست اقوام مثلاً مارواڑی زبان بولنے والے بھیلوں کے درمیان کنزرویٹو بیپٹسٹ کے قریبی اشتراک سے کام کیا۔ ان کے لیے بائبل اسکول کھولا۔ مارواڑی زبان میں لٹریچر تیار کیا۔ پنجابی اردو زبانوں میں عبادتی نغمے بنائے۔

۱۱۔ دی ایونجیلیکل الائینز مشن (ٹی۔ ای۔ اے۔ ایم)

یہ یونائیٹڈ پریس بائی ٹیرین مشن کے تعاون سے ۱۹۴۶ء میں پنجاب میں داخل ہوا اس کو ہزارہ اور کیمبل پور کے اضلاع دیئے گئے۔ انہوں نے مسلمانوں میں کام کیا۔ ان کی غیر ملکی مشنریوں

کی تعداد ۱۹۷۳ء میں ۵۴ تھی۔

یہ مشن ایبٹ آباد اسکول چلا رہا ہے۔ یہ اسکول عیسائیت کی تبلیغ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ کیونکہ صوبہ سرحد کے تعلیمی ادارے سرکاری قومی تحویل میں نہیں آئے۔ ان کی بیشتر مشنریاں ہزارہ کی زبان اردو اور ہندکو پہ عبور رکھتی ہیں۔ دور دور تک دورہ کر کے مسلمانوں پر ممکنہ اثرات قائم کر رہی ہیں۔ ان مطالعہ گھروں اور ہسپتالوں کے علاوہ جوہری، ایبٹ آباد، قلندر آباد، راولپنڈی وغیرہ میں قائم کیے گئے ہیں۔ انہوں نے ایک نیا طریقہ یہ نکالا۔ کہ عیسائیت کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے تخلیہ میں سمجھانے کی سہولتیں مہیا کیں جس کی وجہ سے عیسائی بنانے کے بہترین مواقع ہاتھ آئے ہیں۔ ان مساعی سے ۴۲ مسلمان عیسائی ہو گئے ——— انہیں یقین ہے کہ یہاں کے قبائل میں عیسائیت فروغ پاتی جائے گی۔

۱۲۔ دی انڈس کرسچین فیلوشپ

اس کا مشن دی کنزرویٹو بیپٹسٹ فارن مشن سوسائٹی ہے۔ یہ مشن ۱۹۵۴ء میں آیا اور سندھ کے بالائی حصہ میں کام شروع کیا۔ اردو اور سندھی میں لٹریچر تیار کیا۔ بائبل کارسپانڈنس اسکول کھولا۔ عرسوں اور مویشیوں کے میلوں میں لٹریچر پھیلایا۔ بازی گروں اور مداریوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی۔ اور انہیں اپنا ہم عقیدہ بنایا۔ مارواڑی زبان بولنے والے بھیلوں میں بھی پرچار کیا۔ کیونکہ یہ ہندو ہونے کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ کسی وقت بھی مسلمانوں کی رائے عامہ ان کے خلاف ہو سکتی ہے۔ اس لیے انہوں نے تیزی سے عیسائیت قبول کیا۔ تاکہ محفوظ رہ سکیں۔ اس مشن نے ۱۹۷۱ء میں شکار پور میں کرسچین ہسپتال قائم کیا۔

۱۳۔ دی بریدرن چرچز

ان کی زیادہ تر آبادی ملتان، لاہور، راولپنڈی، کوہاٹ وغیرہ میں ہے۔ ۱۹۷۲ء میں ان کی مشنریوں کی تعداد ۲۳ تھی۔ ان کا لاہور میں مسیحی اشاعت خانہ ہے۔ جو ہر سال درجنوں کتابیں شائع کرتا ہے۔

۱۴۔ دی افغان بارڈر کروسیڈ (اے بی سی)

اس کو برٹش آرمی کے ایک افسر جیک رینگر نے ۱۹۴۴ء میں صوبہ سرحد کے لیے قائم کیا تھا۔ یہ بین الاقوامی اور بین الجماعتی فیتھ مشن ہے۔ جس کا ابتدائی مقصد پٹھانوں میں تبلیغ عیسائیت کرنا تھا۔ چنانچہ چند پٹھانوں کو عیسائی کیا گیا۔ اس کی ۱۹۷۴ء میں ۲ مشنری تھے۔ جن میں سے ایک بہت

مستعد اور فعال پاکستان ایر فورس کا افسر تھا۔

۱۵۔ ورلڈ وائیڈ ایونجیلائزیشن کروسیڈ (ڈبلیو ای سی)

ہزارہ، میرپور، کشمیر اور صوبہ سرحد میں انہوں نے کام کا آغاز کیا۔ سولہ ایکڑ کے زرعی فارم کو آمدنی کا ذریعہ بنایا تاکہ اخراجات چلیں اور نو عیسائیوں کو ملازمت اور رہائشی سہولتیں حاصل ہوں۔ کشمیر، مظفر آباد اور ایبٹ آباد میں اسکول اور ہسپتال کھولے۔ اس نے پشاور اور کوئٹہ میں بھی اسٹیشن قائم کیے۔

۱۶۔ دی سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ (ایس ڈی اے)

گوجرانوالہ میں پہلی دفعہ ۱۹۱۰ء میں کام شروع کیا ۱۹۱۶ء میں چوہڑ کانہ (شیخوپورہ) میں زمین خرید کر عیسائی بستی بنائی۔ یہ عام طور پر انگلش میڈیم اسکول قائم کرتے ہیں۔ فیکٹریاں بناتے ہیں جن میں مکھن وغیرہ تیار کرتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی میں کام شروع کیا۔ ہسپتال کے ساتھ ساتھ نرسز ٹریننگ اسکول، ڈینٹیل کلینک، بائیبل کارسپانڈنس اسکول اور سبت اسکول بھی قائم کیے۔ ہر سال ان کے ممبروں کی تعداد اوسطاً ایک سو کے ساتھ بڑھتی ہے۔

۱۷۔ چھوٹے کلیسا

پاکستان میں کئی چھوٹی چھوٹی عیسائی تبلیغی جماعتیں ہیں جن کے پاس کارکن ہیں، مشنریز ہیں، اور ان جماعتوں کے اپنے عقیدہ بھی ہیں۔ ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ دی بپٹسٹ بائیبل فیلوشپ۔ اس کی دو مشنریاں کراچی میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔

۲۔ دی چرچ آف دی کرائسٹ۔ یہ لاہور میں کام کرتے ہیں۔ کرسچین ریڈیو اسٹیشن کے لیے اردو انگلش میں پروگرام تیار کرتے ہیں، جو مسلمانوں کے لیے پرکشش ہوتا ہے۔

۱۸۔ دی بائیبل اینڈ میڈیکل مشنری فیلوشپ
سابق دی زنانہ بائیبل اینڈ میڈیکل مشن

پاکستان میں، ایسے بھی بہت سارے مشن ہیں، جن کا مقصد اپنا علیحدہ کوئی فرقہ یا کلیسا بنانا نہیں ہے۔ بلکہ اپنے اپنے علاقہ میں کام کرنے والی دوسری کلیساؤں اور مشنوں کو طاقتور کرنا ہوتا ہے۔ ایک مشن کی کچھ تفصیلات درج ذیل ہیں۔

"دی زنانہ بائیبل اینڈ میڈیکل مشن" انگلینڈ میں قائم ہوا جس کا مقصد مشنری عورتوں کو دوسرے فرقوں کے طبی و تعلیمی کام میں مدد دیتے ہوئے تبلیغ کرنا تھا۔ ۱۹۵۰ء میں اس نے مرد مشنریوں کو

بھی بھیجنا شروع کیا اسی وجہ سے اس کا نام تبدیل کرنا پڑا۔ ان کی ۲۳ مشنری، ۱۹۷۳ء میں کام کر رہے تھے۔ ان کے اپنے کینیرڈ گرلز ہائی اسکول لاہور اور کرسچین کارروان ہسپتال حیدرآباد ہیں۔ اس ہسپتال کے زیر اہتمام گشتی دواخانہ سندھ کے دیہات میں تبلیغی کام کرتا ہے۔ تین تا پانچ سال کسی جگہ قیام کرکے وہاں کے لوگوں کی طبی خدمت کرتا ہے۔ اس طرح تبلیغ عیسائیت کا بہترین ذریعہ ثابت ہو رہا ہے

۱۹۔ دی ریفارمڈ چرچز آف دی نیدرلینڈ

جب ۱۹۵۰ء میں انڈونیشیا میں مشنریوں پر پابندی لگی تو ریفارمڈ چرچز آف نیدرلینڈ نے اپنے مشنریوں کو مختلف ملکوں میں بھیج دیا۔ چنانچہ پاکستان میں ان کی ۱۱ مشنریاں اسکولوں، کالجوں، ہسپتالوں اور ٹیکنیکل اداروں میں کام کر رہے ہیں۔

۲۰۔ دی یونائیٹڈ فیلوشپ فار کرسچین سروس
سابق دی ویمنز یونین مشنری سوسائٹی

یہ امریکہ کی سوسائٹی ہے۔ جس نے ملتان میں ۱۹۵۶ء میں ہسپتال کے ذریعہ کام شروع کیا۔ اب چونکہ اس میں مرد بھی شامل ہو گئے ہیں تو اس کا نام بدل دیا گیا ہے۔ یہ مڈوائفری کی ٹریننگ بھی دیتے ہیں۔ ادارہ یتیم بچوں کو عیسائی خاندانوں میں پرورش کے لیے مہیا کرتا ہے۔ ۱۹۷۳ء میں ان کی ۸ مشنریاں پاکستان میں تھے۔

۲۱۔ فیلوشپ آف ایونجیلیکل بیپٹسٹ چرچز ان کینیڈا

اس کی ۲ مشنریاں پارسیوں اور مسلمانوں میں تبلیغ مسیحیت کا کام کرتے ہیں۔

۲۲۔ کرسچین لٹریچر کروسیڈ

اس کے بھی دو مشنریاں کراچی میں کتابوں کا سٹور چلاتے ہیں اور لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔

۲۳۔ دی چائلڈ ایونجیلزم کروسیڈ فار کرائسٹ انٹرنیشنل

ان کا کام لاہور میں تین مشنریوں کے ذریعہ جاری ہے۔ جو سکول کالجوں میں پڑھنے والے بچوں کو مادی امداد دیتے ہیں۔

۲۴۔ مینونائیٹ سنٹرل کمیٹی

یہ مشن نوجوانوں کو زندگی منصوبوں کی تربیت دیتی ہے جس کے کئی مراکز ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں صرف ملتان ڈویژن میں اس کے دو مشنریاں تھے۔

۲۵۔ دی کھیروار مشن آف ڈنمارک

اس کے دو مشنریاں میرپور خاص سندھ میں عیسائی لڑکوں کا ایک ہاسٹل چلاتے ہیں۔

۲۶۔ مزید مشنریاں

مندرجہ بالا فرقوں اور مشنوں کے علاوہ اور بھی مشنریاں ہیں جو آزادانہ کام کر رہے ہیں۔ ان کے مبلغ خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ چار میاں بیوی جوڑے ہیں۔ ان میں سے ۳ صوبہ سرحد میں طبی خدمات، تقسیم لٹریچر اور لوگوں سے طول طویل ملاقاتیں کر کے تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ چوتھا جوڑا پسرور میں غریب بچوں کے لیے ایک کرسچین ہوم چلاتا ہے۔

۲۷۔ رومن کیتھولک

اس فرقہ نے بھی پست اقوام اور چوہڑوں میں تبلیغ عیسائیت کی ہے۔ یہ لوگ بسا اوقات دوسرے فرقوں کے پیروؤں کو بھی توڑ کر کیتھولک عقیدہ بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں ان کی آبادی ۴۴ ہزار سے بھی زیادہ بتائی گئی ہے۔

۱۹۶۷ء میں میرپور خاص کی ایک میٹنگ میں انہوں نے پورے پارکری کولی بھیلوں کو رومن کیتھولک عیسائی بنانے کا منصوبہ بنایا جس سے ان کے فرقہ کی تعداد میں اور اضافہ ہو گیا۔ ان کے غیر ملکی مشنریوں کی تعداد پورے پاکستان کے تمام پروٹسٹنٹ فرقوں کے مشنریوں سے تقریباً دگنی ہے۔

۲۸۔ یہوواہ وٹنس

دنیا کے ہر ملک کی طرح پاکستان میں بھی ان کی مساعی روز افزوں ہیں۔ یہ کم و بیش ہر بڑے شہر میں بائبل کی تعلیم دیتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔

۲۹۔ چلڈرن آف گاڈ

یہ لوگ بظاہر خدمتِ انسانیت کے مدعی ہیں۔ لیکن حقیقت میں لوگوں کو فیشن ایبل انداز اور لٹریچر سے عیسائی بناتے ہیں۔ گانا بجانا ان کا شغل ہے۔ الٹرا ماڈرن خوبصورت لڑکیوں اور لڑکوں کو اپنا لٹریچر پیش کرتے ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں دنیا کے مختلف حصوں میں انہوں نے تقریباً پانچ لاکھ سے زیادہ افراد کو عیسائی بنا لیا۔

پاکستان رومن کیتھولک ڈایوسس

ڈایوسس کی تعریف ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ یہ وہ علاقہ ہوتا ہے جو اسقف یا بشپ کے اختیارات میں آتا ہے۔ بشپ اس علاقہ کے اداروں، جائداد اور لوگوں کا نگرانِ اعلیٰ ہوتا ہے۔

یہ کئی پیرشوں سے مل کر بنتا ہے۔ اسی طرح آرچ ڈایوسس آرچ بشپ کے زیر نگرانی ہوتا ہے۔ کیتھولک عیسائیوں نے پاکستان کو ۶ ڈایوسس میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں کراچی آرچ ڈایوسس ہے۔

۱۔ آرچ ڈایوسیس آف کراچی

۱۹۳۵ء تک یہ آرچ ڈایوسیس آف بمبئی کا ایک حصہ تھا۔ ۱۹۴۸ء میں علیحدہ ایک ڈایوسیس بنایا گیا اور ۱۹۵۰ء میں آرچ ڈایوسیس ہو گیا۔ ۱۹۵۸ء میں کراچی آرچ ڈایوسیس موجودہ شکل میں تقسیم کیا گیا جس میں کراچی، ٹھٹھہ، دادو، لاڑکانہ، قلات ڈویژن دیگر سراون اور اضلاع کچھی کے علاقے شامل ہیں۔

۲۔ ڈایوسیس آف حیدر آباد

۱۹۵۸ء میں قائم کیا گیا۔ اس میں حسب ذیل علاقے شامل ہیں۔ حیدر آباد ڈویژن دریائے سندھ کا بایاں حصہ، خیرپور ڈویژن یعنی نواب شاہ، خیرپور، سکھر، جیکب آباد۔ کوئٹہ ڈویژن اور قلات ڈویژن یعنی سراوان اور کچھی کے اضلاع۔

۳۔ ڈایوسیس آف لاہور

پہلے اس کا تعلق آگرہ کے آرچ ڈایوسیس سے تھا۔ ۱۹۵۲ء میں اس ڈایوسیس کا بھارتی حصہ جالندھر کے ہیڈ کوارٹرز کو منتقل کر دیا گیا۔ اب اس میں لاہور کے چار اضلاع یعنی شیخوپورہ، گوجرانوالا اور سیالکوٹ شامل ہیں۔

۴۔ ڈایوسیس آف لائل پور

یہ ۱۹۶۰ء تک ملتان ڈایوسیس کا حصہ تھا۔ یہ ڈایوسیس لائل پور، ساہی وال اور جھنگ پر مشتمل ہے یہ ڈایوسیس علیحدہ بنایا گیا۔ اس کا ہیڈ کوارٹر لائل پور ہے۔

۵۔ ڈایوسیس آف ملتان

۱۹۶۰ء میں لائل پور، ساہی وال اور جھنگ اس ڈایوسیس سے علیحدہ کیے گئے۔ اس ڈایوسیس میں امریکن ڈومینی کن پراونس آف نیویارک ۱۹۲۶ء سے کام کر رہا ہے۔

۶۔ ڈایوسیس آف راول پنڈی

گذشتہ صدی میں برطانوی فوج کے چیپلین نے راول پنڈی اور پشاور میں کیتھولک برادری کو قائم کیا۔

موجودہ ڈایوسیس ۱۹۴۷ء میں بنا۔ اس میں جو علاقہ ہے وہ پشاور ڈویژن، ڈیرہ اسماعیل خان ڈویژن، راول پنڈی ڈویژن، سرگودھا ڈویژن، آزاد کشمیر، گلگت اور بلتستان پر مشتمل ہے۔ وضاحت

کے لیے ان کا ایک نقشہ جدول نمبر ۱ پیش کیا جا رہا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲۲)

کاونٹی باونڈریز

رومن کیتھولک ڈایوسیس کے بعد ہم نے ایک جدول میں نقشہ کی مدد سے ان علاقوں کو واضح کیا ہے جہاں پاکستان کے مختلف فرقے سرگرم عمل ہیں۔ اور اپنے اپنے معتقدات کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ عام طور پر یہ فرقے دوسرے عیسائی فرقوں کی مداخلت اپنے ان علاقوں میں پسند نہیں کرتے۔

نقشے کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۶۔

ضمیمہ نمبر ۱

پاکستان میں مسیحی ادارے

(مسیحی مشنز۔ سوسائٹیز یا ایجنسیز۔ انجمنیں وغیرہ)

۱۔ کانفرنس آف ریلیجئس سپریئرس آف مین ان پاکستان۔

۲۔ کانفرنس آف میجر ریلیجئس سپریئرس آف ویمن ان پاکستان۔

۳۔ پونٹی فیکل سوسائٹی فار دی پروپیگیشن آف دی فیتھ۔

۴۔ کریٹاس پاکستان۔

۵۔ کیتھولک ریلیف سروسز (یو ایس سی سی)

۶۔ دی پاکستان کیتھولک فیڈریشن (رجسٹرڈ)

۷۔ آرڈر آف فرائرز مائنرز (ڈچ پراونس) (او۔ ایف۔ ایم)

۸۔ آرڈر آف پریچرس (سینٹ جوزف پراونس، نیو یارک) (او پی)

۹۔ برادرز آف دی کرسچین سکولز (دے لا سال) (ایف ایس سی)

۱۰۔ لٹل برادرس آف جیسس (چارلس فاو کالد) (ایل۔ بی۔ جے)

۱۱۔ ڈاٹرس آف دی ہارٹ آف میری (ڈی۔ ایچ۔ ایم)

۱۲۔ ڈاٹرس آف دی کراس (لیگ) (ایف سی)

۱۳۔ ڈاٹرس آف سینٹ پال (ڈی ایس پی)

۱۴۔ ڈومینکن ننس آف دی سیکنڈ آرڈر آف پرپیچول اڈاریشن۔

۱۵۔ فرانسسکن مشنریز آف میری (ایف۔ ایم۔ ایم)

۱۶۔ ریلیجس آف جیسس اینڈ میری (جے اینڈ ایم)

۱۷۔ سسٹرس آف چیریٹی آف جیسس اینڈ میری (جینٹ) (ایس ایس جے اینڈ ایم)

۱۸۔ سوسائٹی آف کیتھولک میڈیکل مشنریز (فلاڈلفیا) (ایس سی ایم ایم)

۱۹۔ فرانسسکن مشنریز آف کرائسٹ کنگ (ایف۔ ایم سی کے)

۲۰۔ لٹل سسٹرس آف جیسس (چارلس دی فاو کالڈ) (ایل۔ ایس۔ جے)

۲۱۔ یسوعی۔ جے سوئٹ۔

۲۲۔ مل۔ ہل فادرز

۲۳۔ آئرش برادرز

۲۴۔ میرسٹ برادرز

۲۵۔ فرانسسکن

۲۶۔ میڈیکل مشن سسٹرز (ایم ایم ایس)
۲۷۔ فرانسسکن مشنریز آف میری (ایف ایم ایم)
۲۸۔ کانگریگیشن آف دی سسٹرز آف سینٹ جوزف آف چیمبری۔
۲۹۔ فرانسسکن سسٹرز آف دی ہارٹ آف جیسس۔
۳۰۔ آرڈر آف فرائرز مائنرز کیپوچین۔
۳۱۔ برادرز آف سینٹ پیٹرک۔
۳۲۔ برادرز آف امیکولیٹ کنسپشن۔
۳۳۔ کانگریگیشن آف جیسس اینڈ میری
۳۴۔ آرڈر آف ڈومینکن فادرز (رومن پراونس)
۳۵۔ ایبیٹس آف میری امیکولیٹ (سیلون پراونس)
۳۶۔ ڈومنکن سسٹرز آف کانگریگیشن آف سینٹ کیتھرائن آف سینا۔
۳۷۔ سسٹرز آف سینٹ کیتھرائن آف سینا آف دی مشنریز آف دی سکول۔
۳۸۔ ڈومینکن سسٹرز آف آور لیڈی آف دی ہولی روزری (اسپارکل۔ نیو یارک)
۳۹۔ سینٹ جوزف سوسائٹی مل ہل لندن۔
۴۰۔ میریلیسٹ برادرز آف سکولز (سیلون)
۴۱۔ سسٹرز آف پریزنٹیشن آف دی بلیسڈ ورجن میری۔
۴۲۔ کانگریگیشن آف جیس اینڈ میری۔
۴۳۔ کیمونٹی آف مشن ہیلپ (ورزبرگ)
۴۴۔ انٹرایڈ کمیٹی
۴۵۔ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی (بی ایف بی ایس)
۴۶۔ بپٹسٹ مشنری سوسائٹی (بی ایم ایس)
۴۷۔ امریکن بپٹسٹ فارن مشن سوسائٹی (اے بی ایف ایم ایس)
۴۸۔ کمیشن آف دی چرچز آف انٹرنیشنل افیئرز (سی سی آئی اے)
۴۹۔ چرچ آف انگلینڈ زنانہ مشنری سوسائٹی (سی ای زیڈ ایم ایس)
۵۰۔ کرسچین اینڈ مشنری الائنس (سی ایم اے)
۵۱۔ کمیشن آف ورلڈ مشن اینڈ ایونجلزم آف دی ورلڈ کونسل آف چرچز (سی ڈبلیو ایم ای)
۵۲۔ ڈویژن آف انٹر چرچ اینڈ ریفیوجی اینڈ ورلڈ سروس آف دی ورلڈ چرچز (ڈی ای سی آر ڈبلیو ایس)
۵۳۔ ایونجیلیکل فارن مشنز ایسوسی ایشن (ای ایف ایم اے)
۵۴۔ انٹر ورسٹی کرسچین فیلوشپ (آئی وی سی ایف)
۵۵۔ لندن مشنری سوسائٹی (ایل ایم ایس)
۵۶۔ میتھوڈسٹ مشنری سوسائٹی (ایم ایم ایس)
۵۷۔ نیشنل کونسل آف چرچز (این سی سی)
۵۸۔ اوورسیز مشنری فیلوشپ (او ایم ایف)

۱۔ پاکستان کیتھولک ڈائرکٹری ۱۹۷۴ء ۲۔ سالانہ رپورٹ سی ایس ایس ۷۳-۱۹۷۴ء

۵۹۔ پیرس ایونجیلیکل مشنری سوسائٹی (پی۔ ای۔ ایم۔ ایس)
۶۰۔ سوسائٹی فار دی پروپیگیشن آف دی گوسپل ان دی فارن پارٹس (ایس پی جی)
۶۱۔ سوسائٹی آف سینٹ جان دی ایونجیلسٹ انجیلیکن (ایس ایس جے ای)
۶۲۔ سٹوڈنٹس والنٹیئر موومنٹ فار فارن مشنز (ایس۔ وی۔ ایم)
۶۳۔ یونائیٹڈ بائیبل سوسائٹیز (یو۔ بی۔ ایس)
۶۴۔ یونائیٹڈ سوسائٹی فار کرسچین لٹریچر (یو ایس سی۔ ایل)
۶۵۔ یونائیٹڈ سوسائٹی فار دی پروپیگیشن آف دی گوسپل (یو۔ ایس۔ پی۔ جی)
۶۶۔ ورلڈ سٹوڈنٹس کرسچین فیڈریشن (ڈبلیو۔ ایس۔ سی۔ ایف)
۶۷۔ ینگ مینز کرسچین ایسوسی ایشن (وائی۔ ایم۔ سی۔ اے)
۶۸۔ ینگ ویمنز کرسچین ایسوسی ایشن (وائی۔ ڈبلیو۔ سی۔ اے)[1]
۶۹۔ فری یونائیٹڈ چرچ آف امریکہ
۷۰۔ امریکن ریفارمڈ پریسبائیٹرین چرچ
۷۱۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی۔
۷۲۔ ریڈ کراس
۷۳۔ یونین چرچز
۷۴۔ انٹرنیشنل مشنری کونسل (آئی۔ ایم۔ سی)
۷۵۔ دی ورلڈ کونسل آف چرچز (ڈبلیو۔ سی۔ سی)
۷۶۔ دی ایسٹ ایشیا کرسچین کانفرنس (ای اے۔ سی۔ سی)
۷۷۔ دی نیشنل کرسچین کونسل آف انڈیا (این۔ سی۔ سی۔ آئی)
۷۸۔ چرچ آف انڈیا پاکستان۔ برما اینڈ سیلون (سی۔ آئی۔ پی۔ بی۔ سی)
۷۹۔ وومنز یونین مشنری سوسائٹی آف امریکہ (ڈبلیو۔ یو۔ ایم۔ ایس۔ اے)
۸۰۔ سنٹرل ایشین مشن (سی۔ اے۔ ایم)
۸۱۔ بپٹسٹ بائیبل فیلوشپ (بی۔ بی۔ ایف)
۸۲۔ برادرن مشنری فیلوشپ (بی۔ ایم۔ ایف)
۸۳۔ انڈس کرسچین فیلوشپ (آئی۔ سی۔ ایف)
۸۴۔ میتھوڈسٹ چرچ ان پاکستان (ایم۔ سی۔ پی)
۸۵۔ پاکستان کرسچین فیلوشپ (پی۔ سی۔ ای)
۸۶۔ پاکستان فیلوشپ آف ایونجیلیکل سٹوڈنٹس (پی۔ ایف۔ ای۔ ایس)
۸۷۔ پاکستان لوتھرن چرچ (پی۔ ایل۔ سی)
۸۸۔ پاکستان مشن آف انٹرنیشنل مشنز (پی۔ ایم۔ آئی۔ ایم)
۸۹۔ آل پاکستان چرچ کونسل (اے۔ پی۔ سی۔ سی)
۹۰۔ ویسٹ پاکستان کرسچین کونسل (ڈبلیو۔ پی۔ سی۔ سی)[1]

۱۔ نیل۔ دی کنسائز ڈکشنری — فہرست مضامین

۹۱- وہیور چرچ کونسل (ایل - سی - سی)
۹۲- سیالکوٹ چرچ کونسل (ایس - سی - سی)[۱]
۹۳- یونائیٹڈ چرچ ان پاکستان (یو - سی - پی)
۹۴- اسکاٹش مشن سوسائٹی (ایس - ایم - ایس)
۹۵- چرچ آرڈر (یہوداہ وٹنس)[۲]
۹۶- انٹرنیشنل کونسل آف کرسچین چرچز پاکستان (آئی سی سی سی، گوجرانوالہ)
۹۷- پریسبائٹیرین
۹۸- انجیلیکن
۹۹- امریکن پریسبائٹیرین
۱۰۰- دی چرچ آف انگلینڈ زنانہ مشنری سوسائٹی
۱۰۱- امریکن میتھوڈسٹ
۱۰۲- ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پریسبائٹیرین چرچ۔
۱۰۳- ایونجیلیکل الائنس مشن
۱۰۴- یونائیٹڈ پریسبائٹیرین چرچ
۱۰۵- کنزرویٹو بپٹسٹ۔
۱۰۶- پاکستان کرسچین فیلوشپ
۱۰۷- انٹرنیشنل مشنز انک
۱۰۸- آسٹریلین بپٹسٹ مشن

۱۰۹- سادرن بپٹسٹ
۱۱۰- چرچ آف گاڈ
۱۱۱- اسمبلیز آف گاڈ
۱۱۲- ورلڈ وائیڈ ایونجیلیزیشن کروسیڈ[۴]
۱۱۳- دی چرچ آف انڈیا، برما اینڈ سیلون (سی آئی بی سی)
(۱۹۵۱ء میں اس نے لاہور ڈایوسیس سے ۸۰۰۰۵ روپے جمع کئے تھے)
۱۱۴- چرچ مشنری سوسائٹی (سی ایم ایس)
۱۱۵- نیوزی لینڈ چرچ مشنری سوسائٹی (این - زیڈ سی - ایم - ایس)
۱۱۶- سوسائٹی آف سینٹ ہیلڈا لاہور (ایس ایس - ایچ)
۱۱۷- نیوزی لینڈ بپٹسٹ مشنری سوسائٹی (این - زیڈ بی - ایم - ایس)
۱۱۸- دی میتھوڈسٹ چرچ ان ساؤتھرن ایشیا۔
۱۱۹- پنجاب سینڈ آف دی یونائیٹڈ پریسبائٹیرین چرچ (پی - ایچ - یو - پی - سی)
۱۲۰- یونائیٹڈ پریسبائٹیرین چرچ آف نارتھ امریکہ (اے - یو - پی - ایم)

۱- مسیحت مغربی پاکستان میں — رابطہ دعوت و تبلیغ
۲- عیسائی مشنریز اور ان کی سرگرمیاں — اسلامی مشن لاہور صفحہ ۱۰
۳- ایک پمفلٹ، آئی سی سی سی۔ گوجرانوالہ پاکستان صفحہ ۱
۴- گلور۔ دی پروگریس آف ورلڈ وائیڈ مشنز۔ باب پاکستان

۱۲۱- بورڈ آف فارن مشنز آف دی پریسبائٹیرین چرچ ان یو ایس اے (اے - بی - سی - ایف ایم)
۱۲۲- چرچ آف اسکاٹ لینڈ فارن مشن کمیٹی (سی ایس - سی - ایم)
۱۲۳- زنانہ بائیبل اینڈ میڈیکل مشن (زیڈ - بی - ایم ایم)
۱۲۴- زنانہ بائبل اینڈ میڈیکل مشن نیوزی لینڈ اگزیلری (زیڈ - بی - ایم - ایم - ایف - زیڈ)
۱۲۵- ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پریسبائٹیرین چرچز بورڈ آف فارن مشنز (اے - آر - پی - ایم)
۱۲۶- کرسٹس فیلوشپ (سی - ایف - ایم)
۱۲۷- ڈینش پٹھان مشن (ڈی - پی - ایم)
۱۲۸- دی ایونجیلیکل الائنس مشن (ٹی - ای - اے - ایم)
۱۲۹- جنرل کانفرنس آف سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ (جی - سی - ایس - ڈی - اے)
۱۳۰- سالویشن آرمی (ایس - اے)
۱۳۱- ورلڈ مشن پریئر لیگ (ڈبلیو - ایم - پی - ایل)
۱۳۲- بائیبل سوسائٹی آف انڈیا، پاکستان اینڈ سیلون (بی - ایس - ای - پی - سی)
۱۳۳- کرسچین لٹریچر سوسائٹی (سی - ایل - ایس)
۱۳۴- کرسچین میڈیکل ایسوسی ایشن آف انڈیا پاکستان، برما اینڈ سیلون (سی - ایم - اے - آئی)
۱۳۵- اسکرپچر گفٹ مشن (ایس - جی - ایم)

۱۳۶- سوسائٹی فار پروموٹنگ کرسچین نالج (ایس - پی - سی - کے)
۱۳۷- سٹوڈنٹس کرسچین موومنٹ آف انڈیا پاکستان اینڈ سیلون (ایس - سی - ایم)
۱۳۸- دی نیشنل کرسچین کونسل (این - سی - سی)
۱۳۹- کیلوری ہولی نیس چرچ (سی - ایچ - سی)
۱۴۰- فرنٹیئر لوتھرن چرچ (ایف - ایل - سی)
۱۴۱- لوکل آٹانومس چرچ (ایل - اے - سی)
۱۴۲- ورلڈ ایونجیلیزیشن کروسیڈ (ڈبلیو ای - سی)
۱۴۳- چرچ آف پاکستان (سی - پی)
۱۴۴- مشنریز ان انچیچڈ ٹو آرگنائیزڈ (ایم - یو - او - ایس)
۱۴۵- بپٹسٹ یونین آف نارتھ انڈیا (بی - یو - این - آئی)
۱۴۶- نیشنل مشنری سوسائٹی (این - ایم - ایس)
۱۴۷- مسیحی اشاعت خانہ (ایم - آئی - کے)
۱۴۸- پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی بشمول ایس - پی - سی کے (پی - آر - بی - ایس)
۱۴۹- سویڈش فری مشن (ایس - ایف - ایم)
۱۵۰- یونائیٹڈ چرچ آف ناردرن انڈیا (یو - سی - این آئی)
۱۵۱- امریکن پریسبائٹیرین مشن (اے - پی - ایم)
۱۵۲- میتھوڈسٹ مشنری سوسائٹی (ایم - ایم - ایس)
۱۵۳- دی لاہور کرسچین لٹریچر فیلوشپ (ایل - سی - ایل - ایف)
۱۵۴- ٹرینیڈ نرسس ایسوسی ایشن آف پاکستان (ٹی - این - اے - پی)

۱۵۵۔ ویمنز کرسچین ٹمپرینس یونین انڈیا پاکستان اینڈ برما (ڈبلیو۔ سی۔ ٹی۔ یو)

۱۵۶۔ افغان بارڈر کروسیڈ (اے۔ بی۔ سی)

۱۵۷۔ کرسچین میڈیکل ایسوسی ایشن آف پاکستان (سی۔ ایم۔ اے۔ پی)[1]

۱۵۸۔ پاکستان کرسچین بلائینڈ سوسائٹی[2]

۱۵۹۔ سن رائز انسٹیٹیوٹ (عیسائی نابیناؤں کا ادارہ)

۱۶۰۔ افغان پریڈ فیلوشپ

۱۶۱۔ نارتھ ویسٹ فرنٹیئر پریئر لیگ

۱۶۲۔ ایونجیلیکل لائبریری (اس کا صدر دفتر لندن میں ہے اور اس کی شاخ کرسچین پبلشنگ ہاؤس۔ ۳۶ فیروزپور روڈ لاہور میں ہے)

۱۶۳۔ سینٹ اینڈریوز برادرہڈ لاہور (یہ کنورٹس اور متلاشیوں کے لئے ٹریننگ سینٹر ہے اس کے ذریعے مسیحی مادی اور روحانی امداد حاصل کرتے ہیں اس نے مسلمانوں کے لئے خاص طور پر بہت لٹریچر تیار کیا ہے۔ اس کے ماہنامہ رسالے کا نام "اخوت" ہے۔ اس کی شاخیں پاکستان میں ہیں)

۱۶۴۔ میڈیکل سروسز ایسوسی ایشن (پاکستانی عیسائیوں میں معاشی حالات کی بہتری کے لئے قائم کی گئی۔ اس میں تعاون کرنے والے بہت سے مشنز ہیں مثلاً اے۔ پی۔ ایم، ایم۔ سی۔ ایس۔ اے، موراوین مشن، مینونائٹ مشن، ایم۔ ایس۔ سی۔ سی، سی۔ ایس۔ سی ایم)

۱۶۵۔ یونائیٹڈ پریس بائٹیرین تھیالوجیکل سیمینری گوجرانوالا

۱۶۶۔ دی سکرپچر یونین

۱۶۷۔ دی سنڈے اسکول یونین (کرسچین ایجوکیشن کو منظم طور پر پھیلانا، ہر زبان اور ہر عمر کے لوگوں کے لئے بائیبل کی طباعت واشاعت کے علاوہ اساتذہ کی ٹریننگ کے نصاب کی کتابیں شامل ہیں)[3]

۱۔ ڈائرکٹری آف چرچز اینڈ مشنز ان انڈیا اینڈ پاکستان ۱۹۵۱ء

۲۔ سالانہ رپورٹ۔ پاکستان کرسچین بلائینڈ سوسائٹی صفحہ ۱-۲

۳۔ ڈائرکٹری آف چرچز اینڈ مشنز ان انڈیا اینڈ پاکستان ۱۹۵۱ء

ضمیمہ نمبر ۲

پاکستانی تنظیموں کے غیر ملکی ہیڈکوارٹرز

ویسے تو کم و بیش تمام مسیحی تنظیموں کے ہیڈکوارٹرز بیرون پاکستان عیسائی ممالک میں واقع ہیں لیکن جو مراکز خصوصیت سے پاکستانی اداروں اور سوسائٹیوں کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ میزیوز (جرمن)

۲۔ ریکس روتھ فاؤنڈیشن (جرمن)

۳۔ جرمنی لیپرسی ریلیف ایسوسی ایشن (جرمن)

۴۔ اوکس فیم (لندن)

۵۔ ڈی میں فاؤنڈیشن (بلجیم)[1]

۶۔ برٹش ودمنز اوورسیز ایسوسی ایشن (برطانیہ)

۷۔ ایماس فاؤنڈیشن (سوئٹزرلینڈ)[2]

۸۔ ڈچ ریفارمڈ چرچز آف نیدرلینڈ (نیدرلینڈ)

۹۔ دی ایونجیلیکل لوتھرن (جرمنی)[3]

۱۰۔ ایگری کلچرل مشنز انک (نیویارک)

۱۱۔ کرسچین میڈیکل کونسل فار اوورسیز ورک (نیویارک)

۱۲۔ کمیشن آف دی چرچز ان انٹرنیشنل افیرز

۱۔ پاکستان میں جذامیوں کے کام کے اٹھارہ سال

۲۔ سالانہ رپورٹ سی۔ ایس۔ ایس۔ ۷۰-۱۹۷۱ء

۳۔ سالانہ رپورٹ پاکستان کرسچین اینڈ بلائینڈ سوسائٹی صفحہ ۱-۲

۱۳۔ کانفرنس آف مشنری سوسائٹیز ان گریٹ برٹین اینڈ آئرلینڈ (لندن)
۱۴۔ ایونجلیکل فارن مشنز ایسوسی ایشن (واشنگٹن)
۱۵۔ فیلوشپ آف انٹرڈینامی نیشنل مشنری سوسائٹیز (لندن)
۱۶۔ فارن مشنز کانفرنس آف نارتھ امریکہ (نیویارک)
۱۷۔ انٹرڈینامی نیشنل فارن مشن ایسوسی ایشن آف نارتھ امریکہ (نیویارک)
۱۸۔ انٹرنیشنل کونسل آف کرسچین چرچز (ہیڈکوارٹرز نیدرلینڈ)
۱۹۔ انٹرنیشنل فیلوشپ آف ایونجلیکل اسٹوڈنٹس (امریکہ)
۲۰۔ انٹرنیشنل مشنری کونسل (لندن) ایک رسالہ "انٹرنیشنل ریویو آف مشنز" کے نام سے جاری کرتی ہے
۲۱۔ نیشنل ایسوسی ایشن آف ایونجیلیکلز (شکاگو)
۲۲۔ یونائیٹڈ سوسائٹی فار کرسچین لٹریچر (لندن)
۲۳۔ ورلڈ الائنس آف ینگ مینس کرسچین ایسوسی ایشن (امریکہ) ایک رسالہ "ورلڈکمیونکٹ" کے نام سے جاری کرتی ہے۔
۲۴۔ ورلڈ کونسل آف چرچز (سوئٹزرلینڈ)
۲۵۔ ورلڈ کونسل آف کرسچین ایجوکیشن (امریکہ)
۲۶۔ ورلڈ ڈومنین موومنٹ (لندن) اس کے رسالے کا نام "ورلڈ ڈومینین اینڈ دی ورلڈ ٹوڈے" ہے۔
۲۷۔ ورلڈس ایونجلیکل الائنس (لندن) (ایک رسالہ "ایونجلیکل کرسچین ڈم" شائع کرتی ہے)
۲۸۔ ورلڈس سٹوڈنٹس کرسچین فیڈریشن (جنیوا۔ سوئٹزرلینڈ) (رسالوں کا نام دی سٹوڈنٹ ورلڈ اور دی فیڈریشن نیوز شیٹ ہے)
۲۹۔ ورلڈس ینگ ویمنز کرسچین ایسوسی ایشن (جنیوا۔ سوئٹزرلینڈ) (ماہنامہ رسالہ کا نام "ورلڈس وائی۔ ڈبلیو سی اے ہے)[1]
۳۰۔ چلڈرن آف گاڈ۔ دنیا کے ۸۰ ممالک میں اس کی شاخیں ہیں اس کا ہیڈکوارٹر روم میں ہے۔

۱۔ ڈائرکٹری آف چرچز اینڈ مشنز ان انڈیا اینڈ پاکستان ۱۹۵۱ء صفحہ ۲۹۹۔ ۳۰۰

ضمیمہ نمبر ۳

مختلف ڈایوسیس کے زیر اہتمام تنظیمیں

ذیل میں جو تفصیلات دی جا رہی ہیں یہ ان جماعتوں کے بارے میں ہیں جنہیں مذہبی سوسائیٹز کہا جاتا ہے۔ یہ افراد کن کن اداروں، سکولوں، اسپتالوں اور کانونٹس میں قائم ہیں اس کی تفصیل ملاحظہ کیجئے:۔

۱۔ کراچی آرچ ڈایوسیس

پریسٹ (خادم دین)

۱۔ آرڈر آف فرائرز مائنرز (ڈچ پراونس) او۔ایف۔ایم ماین۔ کے: ۳ گھر جو اس طرح تقسیم ہیں۔
۱۔ چرچ آف سینٹ انتھونی ۲۱۔ میک نیل روڈ کراچی۔
۲۔ فرانسسکن ہاؤس ۲۵۰۔ سادھو ہیرانند روڈ کیتھولک کالونی ۱ کراچی ۵۔
۳۔ فرانسسکن فرائری "پور ٹیونکولا" معرفت سینٹ پیٹرک کیتھڈرل کراچی ۲۔
۲۔ آرڈر آف پریچرس (سینٹ جوزف پراونس۔ نیویارک) ان کے ۲ گھر ہیں۔
۱۔ چرچ آف آور لیڈی آف فاطمہ ۷۳۔ رینڈل روڈ، کراچی ۳۔
۲۔ دار البشرہ (ڈومینکن ہاؤس آف فارمیشن) معرفت سینٹ پیٹرک کیتھڈرل صدر کراچی ۳

برادر (راہب)

ا۔ برادرس آف دی کرسچین اسکولس (دی لاسال) ایف۔ایس۔سی ایک گھر۔
سینٹ پیٹرک ہائی سکول (ٹیکنیکل سیکشن) شنگس ٹر روڈ کراچی ۳۔
ب۔ لیٹل برادرس آف جیسیس (چارلس دی فادکالڈ) ایک گھر۔
معرفت سینٹ فرانسیس بلڈنگ پرانا حاجی کیمپ۔

۱۳۔ کانفرنس آف مشنری سوسائٹیز ان گریٹ برٹین اینڈ آئرلینڈ (لندن)

۱۴۔ ایونجلیکل فارن مشنز ایسوسی ایشن (واشنگٹن)

۱۵۔ فیلوشپ آف انٹرڈینامی نیشنل مشنری سوسائٹیز (لندن)

۱۶۔ فارن مشنز کانفرنس آف نارتھ امریکہ (نیویارک)

۱۷۔ انٹرڈینامی نیشنل فارن مشن ایسوسی ایشن آف نارتھ امریکہ (نیویارک)

۱۸۔ انٹرنیشنل کونسل آف کرسچین چرچز (ہیڈکوارٹرز نیدرلینڈ)

۱۹۔ انٹرنیشنل فیلوشپ آف ایونجلیکل اسٹوڈنٹس (امریکہ)

۲۰۔ انٹرنیشنل مشنری کونسل (لندن) ایک رسالہ "انٹرنیشنل ریویو آف مشنز" کے نام سے جاری کرتی ہے

۲۱۔ نیشنل ایسوسی ایشن آف ایونجلیکلز (شکاگو)

۲۲۔ یونائیٹڈ سوسائٹی فار کرسچین لٹریچر (لندن)

۲۳۔ ورلڈ الائنس آف ینگ مینس کرسچین ایسوسی ایشن (امریکہ) ایک رسالہ "ورلڈ کمیونک" کے نام سے جاری کرتی ہے۔

۲۴۔ ورلڈ کونسل آف چرچز (سوئٹزرلینڈ)

۲۵۔ ورلڈ کونسل آف کرسچین ایجوکیشن (امریکہ)

۲۶۔ ورلڈ ڈومنین موومنٹ (لندن) اس کے رسالے کا نام "ورلڈ ڈومینین اینڈ دی ورلڈ ٹوڈے" ہے۔

۲۷۔ ورلڈس ایونجلیکل الائنس (لندن) (ایک رسالہ "ایونجلیکل کرسچین ڈم" شائع کرتی ہے)

۲۸۔ ورلڈس سٹوڈنٹس کرسچین فیڈریشن (جنیوا۔ سوئٹزرلینڈ) (رسالوں کا نام دی سٹوڈنٹ ورلڈ اور دی فیڈریشن نیوز شیٹ ہے)

۲۹۔ ورلڈس ینگ ویمنز کرسچین ایسوسی ایشن (جنیوا۔ سوئٹزرلینڈ) (ماہنامہ رسالہ کا نام "ورلڈس وائی۔ ڈبلیو سی اے ہے")[1]

۳۰۔ چلڈرن آف گاڈ۔ دنیا کے ۸۴ ممالک میں اس کی شاخیں ہیں اس کا ہیڈکوارٹر روم میں ہے۔

---

۱ ڈائرکٹری آف چرچز اینڈ مشنز ان انڈیا اینڈ پاکستان ۱۹۵۱ء صفحہ ۲۹۹۔ ۳۰۰

ضمیمہ نمبر ۳

مختلف ڈائیوسیس کے زیر اہتمام تنظیمیں

ذیل میں جو تفصیلات دی جا رہی ہیں یہ ان جماعتوں کے بارے میں ہیں جنہیں مذہبی سوسائیٹیز کہا جاتا ہے۔ یہ افراد کن کن اداروں، سکولوں، اسپتالوں اور کانوینٹس میں قائم ہیں اس کی تفصیل بھی ملاحظہ کیجئے :۔

۱۔ کراچی آرچ ڈائیوسیس

پریلیٹ (خادم دین)

۱۔ آرڈر آف فرائرز مائنرز (ڈچ پراونس) او۔ ایف۔ ایم۔ این۔ کے : ۳ گھر جو اس طرح تقسیم ہیں۔

۱۔ چرچ آف سینٹ انتھونی ۲۱۔ میک نیل روڈ کراچی۔

۲۔ فرانسسکن ہاؤس ۲۵۰۔ سادھو ہیرانند روڈ کیتھولک کالونی ۱ کراچی ۵۔

۳۔ فرانسسکن فرائری "پورشیونکولا" معرفت سینٹ پیٹرک کیتھڈرل کراچی ۳۔

۲۔ آرڈر آف پریچرس (سینٹ جوزف پراونس۔ نیویارک) ان کے ۲ گھر ہیں۔

۱۔ چرچ آف آور لیڈی آف فاطمہ ۷۳۔ رینیڈل روڈ، کراچی ۳۔

۲۔ وار لبشرہ (ڈومینیکن ہاؤس آف فاؤنڈیشن) معرفت سینٹ پیٹرک کیتھڈرل صدر کراچی ۳

برادرز (راہب)

ا۔ برادرس آف دی کرسچین اسکولس (دی لاسال) ایف۔ ایس۔ سی ایک گھر۔
سینٹ پیٹرک ہائی سکول (ٹیکنیکل سیکشن) شنگل ٹن روڈ کراچی ۳۔

ب۔ لٹل برادرس آف جیسس (چارلس دی فاوکالڈ) ایک گھر۔
معرفت سینٹ فرانسیس بلڈنگ پرانا حاجی کیمپ۔

سسٹرز (راہبہ)

ا۔ ڈاٹرس آف دی کراس (بیچ) ایف ۔ سی ۔ ۳ گھر

۱۔ سینٹ جوزف کانونٹ ۔ شاہراہ عراق کراچی ۳

۲۔ سینٹ جوزف ولا ۶/۱ اے ویسٹ ایونیو ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی

۳۔ پراویڈنس ہوم (بچوں کے لئے) پلاٹ نمبر ۵۶۱/ بی ۔ ایم ۳ دادا بھائی نوروجی اور کیتھولک کالونی نمبر ۲ کراچی ۵ ۔

ب۔ ڈاٹرس آف دی ہارٹ آف میری ۔ ڈی ایم ایچ ۔ ایک گھر

۱۔ بی/۵ کاسموپولیٹن کالونی جگر مراد آبادی کراچی ۵۔

ج۔ ڈاٹرس آف سینٹ پال ۔ ڈی ایس پی ۔ ایک گھر

۱۔ ایمی لیبا کاٹیج کیتھولک کالونی ۱ ۔ سادھو ہول رائے روڈ ۔ کراچی ۵

د۔ ڈومینیکن ننس آف دی سیکنڈ آرڈر آف پرپیچول اڈاریشن ۔ ایک گھر

دفرشتوں کا راہب خانہ) مانسٹری آف اینجلز پلاٹ نمبر ۲۱۳ دیہہ لانڈھی عقب مرغی خانہ ۔ کراچی

ہ۔ فرانسسکن مشنری آف میری (ایف ایم ایم) دو گھر

۱۔ سینٹ لارنس کانونٹ ہیڈ روڈ ڈی سوزا روڈ گارڈن ایسٹ ۔ کراچی ۳

۲۔ نوٹرڈیم دی لوردے کانونٹ ملیر کراچی ۲۲

و۔ ریلیجیئس آف جیسس اینڈ میری (جے اینڈ ایم) ایک گھر

کانونٹ آف جیسس اینڈ میری ۔ کلفٹن مینور کلفٹن ایک گھر

ز۔ سسٹرز آف چیریٹی آف جیسس اینڈ میری (گھنٹ) ایک گھر

سینٹ جوزف ہوم برائے ضعیف لوگ (فار ایجڈ) میری ولا ۲/۳ گارڈن ایسٹ

ح۔ سوسائٹی آف کیتھولک میڈیکل مشنریز (فلاڈلفیا) ایک گھر

ہولی فیملی ہاسپٹل ۔ آمز یدی (ایس جے) شہید روڈ

ط۔ فرانسسکن مشنریز آف کرائسٹ کنگ (ایم ایف سی کے) ۹ گھر

۱۔ کرائسٹ کنگ کانونٹ ، دادا بھائی نوروجی روڈ کیتھولک کالونی ۲ کراچی ۵

۲۔ سینٹ کیلرنس کانونٹ معرفت ایس ایس ایم کے میٹرنٹی ہاسپٹل سولجر بازار کراچی

۳۔ سینٹ فرانسس کانونٹ ۔ حاجی کیمپ روڈ کراچی ۱

۴۔ سینٹ جانسن کانونٹ ۔ ڈرگ روڈ کراچی ۸

۵۔ اور لیڈی آف فاطمہ کانونٹ میکسٹا گارڈن کیتھولک کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی رینڈل روڈ کراچی ۳

۶۔ روزری کانونٹ ۔ نزد مینولا گرینڈ ہوٹل ملیر کراچی ۲۳

۷۔ سینٹ جوزف کانونٹ ۔ بھٹو کالونی ۔ سول لائنز لاڑکانہ

۸۔ دارالسکون ۱۵۹/ ایچ/۳ کشمیر روڈ پی ای سی ایچ ایس کراچی ۲۹

۹۔ سینٹ لیوکس کانونٹ ٹیپو سلطان روڈ بلدیہ کراچی ۲۸

ی۔ لیٹل سسٹرس آف جیسس ایک گھر

معرفت سینٹ لیوک چرچ آخری ٹیپو سلطان روڈ ۔ بلدیہ کراچی ۲۸

(۲) حیدرآباد ڈایوسیس

پریسٹ اینڈ برادرز

۱۔ آرڈر آف دی فرائرز مائنرز (ڈچ پراونس) (او ایف ایم)

۲۔ لیٹل برادرس آف جیسس ۹-۹/۱ گوکل چند سین قائد آباد کوٹری

سسٹرس (راہبہ)

ا۔ ڈاٹرس آف دی کراس (ایف ۔ سی) ایک گھر

کنواری مریم اسپتال ، مریم روڈ ، نواب شاہ

ب۔ فرانسسکن مشنریز آف کرائسٹ دی کنگ (ایف ایم سی کے) ۲ گھر

۱۔ سینٹ میری کانونٹ مقابل نیشنل بینک سکھر

۲۔ سینٹ ریٹا کانونٹ سانگھڑ

ج۔ انسٹیٹیوٹ آف دی فرانسسکن مشنریز آف میری (ایف ایم ایم) دو گھر

کانونٹ آف اور لیڈی آف گڈ کونسل نزد ٹک الاٹن حیدرآباد

د۔ کانگریگیشن آف دی سسٹرز آف دی سینٹ جوزف آف چمبری۔ ایک گھر

سینٹ جوزف کانونٹ۔ شاہ راہ رضا پہلوی، کوئٹہ

ھ۔ فرانسسکن سسٹرز آف دی ہارٹ آف جیسس ۳ گھر

۱۔ سینٹ میکائل کانونٹ میر پور خاص

۲۔ الویرانہ کانونٹ، پادری جو گوٹھ، سانگھڑ

۳۔ سینٹ کلیرس کانونٹ، ماتلی

(۳) لاہور ڈایوسیس

پریسٹ (خادم دین)

ا۔ آرڈر آف دی فرائرز مائنرز کپوچین سان کے دو گھر ایک گلبرگ لاہور اور دوسرا کوٹ لکھپت لاہور میں ہیں۔

ب۔ سوسائٹی آف جیسس۔ ایک گھر لاہور میں ہے۔

ج۔ آرڈر آف فرائرز مائینز۔ ایک گھر لاہور میں ہے۔

برادر (راہب)

ا۔ برادرز آف سینٹ پیٹرک۔ ایک گھر لاہور میں ہے

ب۔ برادرس آف اماکیولیٹ کن سپیشن۔ ۳ گھر ہیں۔ ۲، ایف سی سی گلبرگ لاہور۔ سیالکوٹ شہر اور تیسرا گجرانوالہ

سسٹر (راہبہ)

ا۔ سسٹرز آف چیریٹی آف جیسس اینڈ میری۔ ۴ گھر ہیں لاہور، حافظ آباد، گوجرانوالہ اور قصور میں۔

ب۔ ڈاٹرس آف دی کراس۔ ایک گھر سیالکوٹ شہر میں

ج۔ فرانسسکن مشنریز آف کرائسٹ کنگ ۲ گھر۔ نارووال اور لسپورہ میں۔

د۔ فرانسسکن مشنریز آف میری ۲ گھر۔ لاہور اور بھائی پھیرو میں

ہ۔ کانگریگیشن آف جیسس اینڈ میری۔ ۲ گھر۔ لاہور اور سیالکوٹ چھاؤنی میں۔

و۔ فرانسسکن ٹرٹیری سسٹرس آف لاہور ۵ گھر لاہور، میری آباد، سانگلا ہلز، آدرہ اور شیخوپورہ۔

ز۔ ڈاٹرس آف سینٹ پال۔ ایک گھر۔ لاہور

(۴) لائلپور ڈایوسیس

پریسٹ (خادم دین)

ا۔ آرڈر آف دی ڈومینکن فادرز (رومن پراونس) ایک گھر۔ وارث پورہ چک ۲۴۴/آر بی ضلع لائلپور

ب۔ آبلیٹ آف میری اماکیولیٹ (سیلون پراونس) ایک گھر گوجرہ ضلع لائلپور

برادر (راہب)

ا۔ برادرس آف دی کرسچین سکول (دے لاسال) دو گھر ایک لائلپور اور دوسرا خوشپور میں ہے۔

سسٹر (راہبہ)

ا۔ ڈومینکین سسٹرس آف دی کانگریگیشن آف سینٹ کیتھرائن آف سینا (روم) چار گھر ہیں، ایک لائلپور دوسرا خوشپور تیسرا فرانسس آباد اور چوتھا وارث پورہ میں ہے۔

ب۔ فرانسسکن مشنریز آف میری۔ دو گھر ایک لائل پور دوسرا ریناله خورد میں ہے۔

ج۔ سسٹرس سینٹ کیتھرائن آف سینا آف دی مشنریز آف دی اسکول (او۔پی) ایک گھر ساہیوال میں

د۔ ڈومینکین سسٹرس آف سینٹ کیتھرائن آف سینا۔ مالٹا (او۔پی) ۲ گھر ایک جھنگ دوسرا ۲۴۴/ جے۔بی میں ہے۔

(۵) ملتان ڈایوسیس

پریسٹ (خادم دین)

ا۔ آرڈر آف ڈومینک فادرس (نیو یارک پراونس) ۸ گھر ملتان اور بہاولپور میں

برادر (راہب)

ب۔ کرسچین برادرز (دی لاسال) ۲ گھر ایک لاسال ہائی سکول بوسان روڈ ملتان دوسرا سینٹ ونسنٹ ہائی سکول چک ۱۳۳-۱۰/۶ ایل میاں چنوں میں

ج۔ برادرز آف دی اماکیولیٹ کن سیپشن۔ ایک گھر ملتان کینٹ۔

سسٹرز (راہبہ)

د۔ یونین آف سینٹ کیتھرائن سینا آف دی مشنریز آف دی سکولس (روم۔ اٹلی) دو گھر سول لائنز خانیوال

ہ۔ ڈومینکن سسٹرس آف اور لیڈی آف دی ہولی روزری (اسپکارکل۔ نیو یارک) ۳ گھر ایک بہاولپور ۲۔ لورے ٹو چک لیہہ۔ ۳۔ ملتان کینٹ۔

و۔ فرانسسکن مشنریز آف کرائسٹ دی کنگ (کراچی) ایک گھر۔ بہاولپور

ز۔ ڈاٹرس آف دی کراس (لیج۔ بلجیم) ایک گھر چک ۱۳۴-۱۰/۶ ایل براہ میاں چنوں ضلع ملتان

ح۔ فرانسسکن مشنریز میری (روم۔ اٹلی) ایک گھر۔ خاتون صلیب۔ رحیم یار خان

(۶) راولپنڈی ڈایوسیس

پریسٹ (خادم دین)

ا۔ سینٹ جوزف سوسائٹی۔ مل ہل لندن۔ گھروں کے لئے دیکھئے مشن اسٹیشن اور اسکول۔ ۲۸ ممبر ہیں

ب۔ آرڈر آف فرائرس مائینرز (ڈچ پراونس) ۲ گھر۔ ایک گجرات دوسرا پبلک اسکول سنگوٹہ ضلع سوات میں۔

برادر (راہب)

ج۔ سینٹ جوزف سوسائٹی مل ہل لندن ۲ ممبرس ہیں

د۔ میرٹیشٹ برادرز آف سکولس (سیلون) ۲ گھر ۷ ممبرس ہیں۔

سسٹرز (راہبہ)

ہ۔ سسٹرس آف دی پریزنٹیشن آف دی بلیسڈ ورجن میری۔ ۹ گھر ۵۵ ممبر ہیں ۹ گھر مختلف پریزنٹیشن کانونٹوں مثلاً راولپنڈی۔ پشاور کینٹ۔ جہلم کینٹ جوزف آباد چک ۵۹ خوشاب ضلع سرگودھا۔ پنڈی پائنٹ مری۔ رسالپور۔ کالج روڈ سرگودھا پبلک سکول سنگوٹہ ضلع سوات۔ حسن ابدال میں پھیلے ہوئے ہیں)

و۔ کانگریگیشن آف جیسس اینڈ میری (روم) دو گھر۔ ۱۱ ممبرس (ایک گھر میرا خیل چک ۱۷، ضلع میانوالی اور دوسرا پنڈی پلائنٹ مری میں ہے)

ز۔ دی فرانسسکن مشنریز آف میری (روم) ۲ گھر۔ ۲ ممبرس (ایک راولپنڈی کینٹ اور دوسرا مغلیہ کنارہ راولپنڈی اس کے علاوہ خاتون نور۔ ایچ/۲۸ تربیلا میں بھی رہتے ہیں)

ح۔ سوسائٹی آف کیتھولک میڈیکل مشنریز (روم) ایک گھر ۵ ممبرس ہولی فیملی اسپتال میں رہتا ہے

ط۔ کانگریگیشن آف سینٹ جوزف آف چیمبری (روم) اگھر ۶ ممبرس سینٹ جوزف کانونٹ، دی مال کوہاٹ میں رہتا ہے۔

ی۔ کمیونٹی آف مشن ہیلپرس (ورزبرگ) ایک گھر ۴ ممبرس فاطمہ ہاسپٹل سرگودھا۔

ک۔ فرانسسکن مشنریز آف کرائسٹ دی کنگ (کراچی) ایک گھر ۳ ممبرس سینٹ جوزف کانونٹ چک ۳۶۔ ایس بی ضلع سرگودھا

ضمیمہ نمبر ۴

پاکستان میں مسیحی گرجے (چرچ)

چیپل، مشن ہیڈ کوارٹرز

کراچی آرچ ڈایوسیس

۱. کیتھیڈرل آف سینٹ پیٹرک۔ شاہراہ عراق کراچی ۳ (صدر)

۲. چرچ آف کرائسٹ دی کنگ دادا بھائی نوروجی روڈ کیتھولک کالونی ۲ کراچی ۵ مشن اسٹیشنز جملہ (۵)

۳. چرچ آف اور لیڈی آف فاطمہ ۲۷ رینڈل روڈ کراچی ۲ مشن اسٹیشنز جملہ (۲)

۴. چرچ آف سیکرڈ ہارٹ۔ اینڈریوس روڈ، کیماڑی کراچی، مشن اسٹیشنز (۸)

۵. چرچ آف سینٹ انتھونی ۲۱ میک نیل روڈ کراچی ۴ مشن اسٹیشنز (۱۸)

۶. چرچ آف سینٹ فرانسیس، پرانا حاجی کیمپ کراچی، مشن اسٹیشنز (۳۰)

۷. چرچ آف سینٹ جان ڈرگ روڈ کراچی ۸ مشن اسٹیشنز (۱۴)

۸. ایئرپورٹ چیپل آف سینٹ کرسٹوفر

۹. چرچ آف سینٹ جوڈ نارتھ ناظم آباد بلاک پی کراچی ۲۳ مشن اسٹیشنز (۱۵)

۱۰. چرچ آف سینٹ لارنس۔ گارڈن ایسٹ ڈی کروز روڈ مشن اسٹیشنز (۴)

۱۱. چرچ آف سینٹ پال، محمود آباد گیٹ نزد مسجد کراچی ۱۹ مشن اسٹیشنز (۱)

۱۲. چرچ آف سینٹ برکہ دوف، آخر ٹیپو سلطان روڈ بدیع کالونی کراچی ۲۸ مشن اسٹیشنز (۴)

۱۳. چرچ آف سینٹ میتھیو۔ فادرز کالونی ماری پور کراچی ۴۱ مشن اسٹیشنز (۱)

۱۴. چرچ آف سینٹ مارکس شیرشاہ کراچی ۱۸ مشن اسٹیشنز (۲)

۱۵. چرچ آف سینٹ جبرائیل کیمپ نمبر ۱ ماری پور

۱۶. چرچ آف ڈفینس کیمپ نمبر ۲ ماری پور

۱۷. چرچ آف سینٹ فرانسس زیویئر اے ۱۹ قیوم آباد

۱۸. کیتھولک چرچ لانڈھی آؤٹ اسٹیشنز (۶)

۱۹. چیپل آف اسٹیلا میرس پی اے ایف کورنگی کریک کراچی

۲۰. چیپل آف نیریسا کورنگی ۲۰۰

۲۱. دادو۔ کوٹڑی کا چرچ کے ذریعے یہاں خدمات انجام دی جاتی ہیں۔

۲۲. دالبندین۔ کوئٹہ کی چھوٹی سیمنری آف سینٹ پائس کے ذریعہ خدمت ہوتی ہے۔

۲۳. خضدار۔ اس کی بھی چھوٹی سیمنری آف سینٹ پائس ۱۰ کے ذریعے خدمت ہوتی ہے۔

۲۴. کوٹڑی کیتھولک چرچ نزد ڈاک خانہ کوٹڑی مشن اسٹیشنز (۱۲)

۲۵. لاڑکانہ۔ چرچ آف سینٹ جوزف۔ نواب ولہورا محلہ آؤٹ سٹیشن شہدادپور

۲۶. کوئٹہ۔ سینٹ پائس ہم سیمنری، کوئٹہ۔

(۲) حیدرآباد ڈایوسیس

۱. بشپ ہاؤس ۳۷۔ اے جی۔ او۔ آر کالونی حیدرآباد

۲. سینٹ فرانسس زیویئر کیتھیڈرل نزد تلک انکلائن حیدرآباد مشن اسٹیشنز (۱۸)

۳. سینٹ تھامس چرچ کیتھولک چرچ بدین آؤٹ اسٹیشنز (۳)

۴. کیتھولک چرچ جاتی آؤٹ اسٹیشنز (۷)

۵. سینٹ بنیڈکٹ چرچ کنری ضلع تھرپارکر آؤٹ اسٹیشنز (۵)

۶. سینٹ جوزف چرچ ماتلی۔ آؤٹ سٹیشنز (۵)

۷. سینٹ میکائیل چرچ ٹنڈو آدم روڈ میرپور خاص آؤٹ اسٹیشنز (۲)

۸. سینٹ فرانسس سولونس چرچ، مریم روڈ۔ نواب شاہ آؤٹ اسٹیشنز (۵)

۹. سینٹ ایسی ڈور چرچ پادری جو گوٹھ سانگھڑ آؤٹ اسٹیشنز (۳)

۱۰. ہولی روزری چرچ آرڈیننس روڈ کوئٹہ

۱۱. سیکرڈ ہارٹ چرچ "مفتی کالج جناح روڈ کوئٹہ آؤٹ اسٹیشنز (۱۶)

۱۰۔ سینٹ فرانسس کونٹ

۱۱۔ سینٹ پال چرچ ۔ سانگھڑ آوٹ اسٹیشنز (۲)

۱۲۔ سینٹ میری کا چرچ مقابل نیشنل بنک سکھر آوٹ اسٹیشنز (۹)

(۳) لاہور ڈایوسیس

۱۔ کتھڈرل آف دی سیکریڈ ہارٹ آف جیسس ۱۔ لارنس روڈ لاہور

۲۔ چرچ آف اماکولیٹ کنسیپشن کیتھولک چرچ ۸۔ کچہری روڈ انارکلی ۲

۳۔ چرچ آف سینٹ انتھونی ۲۴۔ ایمپرس روڈ لاہور ۵

۴۔ سینٹ فرانسس چرچ ۔ بہار کالونی بیکو روڈ کوٹ لکھپت لاہور

۵۔ سینٹ میری سینکٹ جویری بلاک ڈی گلبرگ لاہور

۶۔ چرچ آف سینٹ جوزف شاہ راہ سرفراز رفیقی لاہور کینٹ

۷۔ چرچ آف اور لیڈی آف کارمل بی پی او اعوان سیال کوٹ

۸۔ چرچ آف اور لیڈی کوئین آف اینجلز ملتان روڈ بھائی پھیرو (تحصیل چونیاں) ضلع لاہور

۹۔ چرچ آف سینٹ جوزف ڈسکہ روڈ گوجرانوالہ

۱۰۔ چرچ آف سینٹ فرانسس زیویئر حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

۱۱۔ چرچ آف سینٹ فرانسس آف اسی سی حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ

۱۲۔ کیتھولک چرچ جیکا چیما ضلع سیال کوٹ

۱۳۔ کیتھولک چرچ ایل گڑھ قصور ضلع لاہور

۱۴۔ چرچ آف اماکولیٹ کنسیپشن میری آباد ضلع شیخوپورہ

۱۵۔ چرچ آف سینٹ پال ناروال ضلع سیالکوٹ۔

۱۶۔ چرچ آف سینٹ روچ، پسرور، ضلع سیالکوٹ

۱۷۔ چرچ آف اور لیڈی آف دی ازمپشن سانگلا ہل ضلع شیخوپورہ

۱۸۔ چرچ آف سینٹ تھریسا آف دی چائلڈ جیسس سول لائنز قلعہ شیخوپورہ

۱۹۔ چرچ آف سینٹ جیمس دی مال سیالکوٹ ۲

۲۰۔ چرچ آف سینٹ جوزف کالج روڈ سیالکوٹ سٹی

(۴) لائلپور ڈایوسیس

۱۔ کتھڈرل آف سینٹ پیٹر اینڈ پال بشپ ہاؤس لائلپور

۲۔ چرچ آف سینٹ انتھونی چک ۱۰/۴ ایل اوکاڑہ ضلع ساہیوال

۳۔ چرچ آف سینٹ پائس کیتھولک چرچ چک جھمرہ ضلع لائلپور

۴۔ چرچ آف اور لیڈی آف ازمپشن کیتھولک چرچ چیچہ وطنی

۵۔ چرچ آف سینٹ فرانسس آف اسی سی کیتھولک چرچ ۵۰۰/جے بی فرانسس آباد شورکوٹ روڈ ضلع جھنگ

۶۔ چرچ آف دی سیکریڈ ہارٹ کیتھولک چرچ گوجرہ ضلع لائلپور

۷۔ چرچ آف دی سیکریڈ ہارٹ کیتھولک چرچ جھنگ صدر

۸۔ چرچ آف سینٹ فیڈیلز آف سگ مارنگا کیتھولک چرچ چک ۵۱/جے بی ضلع لائلپور

۹۔ چرچ آف سینٹ پیٹر دی اپاسل کیتھولک چرچ ۴۴۴/جے بی منٹگمری والا گوجرہ ضلع لائلپور

۱۰۔ چرچ آف اور لیڈی فاطمہ کیتھولک چرچ رینالہ خورد ضلع ساہیوال

۱۱۔ چرچ آف دی سیکریڈ ہارٹ کیتھولک چرچ ساہیوال

۱۲۔ چرچ آف سینٹ پال کیتھولک چرچ ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور

۱۳۔ چرچ آف گارجین اینجیل کیتھولک چرچ چک ۴۴۴/آر بی وارث پورہ ضلع لائلپور۔

(۵) ملتان ڈایوسیس

۱۔ ہولی ری ڈیمر کتھڈرل بشپ ہاؤس ملتان کینٹ

۲۔ پاسٹورل انسٹی ٹیوٹ نقشبند کالونی ملتان

۳۔ چرچ آف دی ہولی یوکراسٹ چک نمبر ۱۳۳-۱۶ ایل امرت نگر میاں چنوں ضلع ملتان

۴۔ چرچ آف سینٹ ڈومینک کتھڈرل چرچ آف بہاولپور

۵۔ چرچ آف اور لیڈی آف فاطمہ کیتھولک چرچ چک ۴/۷، ۳۰ آر فاطمہ پور ضلع رحیم یار خان

۶۔ چرچ آف سینٹ مارٹن دی پورس کیتھولک چرچ حاصل پور ضلع بہاولپور

۷۔ چرچ آف سینٹ جوزف ورکر کیتھولک چرچ سول لائنز خانیوال ضلع ملتان

۸۔ چرچ آف اور لیڈی آف لورے ٹو۔ کیتھولک چرچ چک ۲۷۰ ٹی ڈی اے لیہ ضلع مظفر گڑھ۔

۹۔ چرچ آف ہولی کراس آف لورے ٹو کیتھولک چرچ رحیم یار خاں

(۶) راولپنڈی ڈایوسیس

۱۔ سینٹ ایتھرکینی سوس چرچ کیتھولک چرچ دی مال ایبٹ آباد آؤٹ سٹیشن (۱)

۲۔ سینٹ جوزف چرچ چک ۳۶ ایس بی ضلع سرگودھا آؤٹ اسٹیشنز ۴۰۔ اطراف کے دیہات

۳۔ سینٹ ہیلن چرچ وسیم روڈ ڈیرہ اسماعیل خاں آؤٹ اسٹیشنز (۳)

۴۔ ہولی روزری چک نزد پولیس لائنز گجرات آؤٹ اسٹیشنز (۳)

۵۔ کیتھولک چرچ ۳۴ ایف ۷/۳۔ اسلام آباد

۶۔ اور لیڈی آف فاطمہ ۶۱۔ جاٹرا روڈ جہلم چھاؤنی آؤٹ اسٹیشنز (۹)

۷۔ سینٹ جوزف چرچ جوزف آباد چک ۵۹/ایم بی، پی او جوزف آباد خوشاب ضلع سرگودھا آؤٹ اسٹیشنز (۴) اور مزید اطراف کے دیہات

۸۔ چرچ آف امیکولیٹ ہارٹ آف میری ۷۔ دی مال کوہاٹ آؤٹ اسٹیشنز (۱۱)

۹۔ چرچ آف دی انونسی ایشن آف اور لیڈی چک ۱۷۔ ایم ایل میربا خیل لیاقت آباد ضلع میانوالی

۱۰۔ اور لیڈی آف سارورز چرچ پنڈی پائنٹ مری

۱۱۔ ہولی نیم چرچ نوشہرہ کینٹ ضلع مردان آؤٹ اسٹیشنز (۸)

۱۲۔ چرچ آف سینٹ میکائیل اینڈ آل دی اینجلز ۳۶۔ دی مال پشاور کینٹ آؤٹ اسٹیشنز (۲)

۱۳۔ سینٹ جان دیا نے چرچ۔ سٹی سرکلر روڈ پشاور سٹی آؤٹ اسٹیشنز (۵)

۱۴۔ سینٹ جوزف کتھڈرل چرچ روڈ راولپنڈی کینٹ

۱۵۔ چرچ اور امیکولیٹ کن سیپشن۔ جے/۲۸۶ شاہ راہ رضا شاہ پہلوی راولپنڈی سٹی آؤٹ اسٹیشنز (۲)

۱۶۔ سینٹ جوزف چرچ معرفت پبلک اسکول منگوڑا سوات

۱۷۔ چرچ آف سینٹ فرانسیس زیویئر کالج روڈ سرگودھا۔

۱۸۔ کیتھولک چرچ تربیلا

۱۹۔ چرچ آف سینٹ تھامس دی اپاسٹل گلی ۱۸ واہ کینٹ آؤٹ اسٹیشنز (۵)

۲۰۔ سیکرڈ ہارٹ چرچ کناٹ روڈ ویسٹریج۔ راولپنڈی۔

ضمیمہ نمبر ۵

کرسچین سیمینریز اور ایجوکیشن بورڈ

ا۔ سیمینریز

۱۔ ریجنل میجر سیمینری آف کرائسٹ دی کنگ کراچی (ملک پلانٹ اسٹیڈیم روڈ سے جو شاہراہ لالوکھیت جاتی ہے وہاں پل کے قریب واقع ہے تین تین چار چار منزلہ عمارتوں کے تقریباً ۴ بلاک ہیں اس کے ساتھ ہی کافی بڑی اراضی پر زرعی کاشت بھی ہوتی ہے۔ تعداد طلبا (۳۴)

۲۔ سینٹ میری مائنر سیمینری ۱۲ مین روڈ لاہور ۳ " نامعلوم

۳۔ دار النعیم ۲۸۔ لارنس روڈ لاہور (نام ملاحظہ فرمائیے) " نامعلوم

۴۔ ڈایوسیس مائنر سیمینری آف سینٹ پائس دہم کوئٹہ

ب۔ بورڈ آف ایجوکیشن

۱۔ کیتھولک بورڈ آف ایجوکیشن کراچی۔ چیئرمین اسٹینڈنگ کمیٹی۔ مسٹر ایم آر چوہان ہیں۔ یہ سینٹ پیٹرک کالج کے وائس پرنسپل بھی ہیں۔

۲۔ کیتھولک بورڈ آف ایجوکیشن۔ خط و کتابت کا پتہ، سیکریٹری کیتھولک بورڈ آف ایجوکیشن ۳۷۔ اے جی روڈ کالونی حیدرآباد

۳۔ کیتھولک بورڈ آف ایجوکیشن۔ چیئرمین۔ مین فریڈ دے بائے ۳ ۷۔ ایف سی سی گلبرگ ۴ لاہور

۴۔ انسپکٹر آف ریلیجئس انسٹرکشن فلپ بیوٹین ہاف ایف سی سی لاہور

ضمیمہ نمبر ۶

پرائمری اسکولز

۱۔ کراچی آرچ ڈایوسیس

	تعداد طلباء
۱۔ کرائسٹ دی کنگ پرائمری سکول دادا بھائی نوروجی روڈ کیتھولک کالونی ۲ کراچی ۵۔	۴۰۰
۲ مریم گارڈن نرسری سکول بی/۵ کاسموپولیٹن کالونی جگر مراد آبادی روڈ	۸۹
۳۔ مریم اسکول محمود آباد کراچی	۲۸۴
۴۔ اور لیڈی آف فاطمہ پرائمری اسکول ۲۳ رینڈل روڈ کراچی ۳	۲۵۱
۵۔ سینٹ انتھونی بوائز پرائمری اسکول ۲۱ میک نیل روڈ	۱۰۳
۶۔ سینٹ انتھونی اردو پرائمری اسکول ۲۱ میک نیل روڈ	۴۵۰
۷۔ کرسٹوفر سکول ملیر چھاؤنی کراچی	۱۴۰
۸۔ سینٹ فرانسیس پرائمری اسکول حاجی کیمپ روڈ کراچی ۱	۷۰۰
۹۔ سینٹ جانسن پرائمری اسکول ڈرگ روڈ کراچی ۸	۳۶۲
۱۰ سینٹ جوزف کانونٹ پرائمری اسکول شاہ راہ عراق کراچی ۳	۶۱۰
۱۱۔ سینٹ جوزف پرائمری اسکول ڈرگ کالونی کراچی ۸	۱۵۶
۱۲۔ سینٹ جوزف اردو پرائمری اسکول بھٹو کالونی سول لائنز لاڑکانہ	۵۲
۱۳ سینٹ جوڈس پرائمری اسکول بلاک پی نارتھ ناظم آباد کراچی ۳۳	۳۴۰
۱۴۔ سینٹ لارنس بوائز پرائمری اسکول ڈی کروز روڈ گارڈن ایسٹ کراچی ۳	۲۶۸
۱۵۔ سینٹ لارنس کانونٹ پرائمری اسکول پیڈیسوڈی سوزا روڈ گارڈن ایسٹ کراچی ۳	۵۲۰
۱۶۔ سینٹ لیوک اردو پرائمری اسکول ٹیپو سلطان روڈ بلدیہ کراچی ۲۸	۱۲۳
۱۷ سینٹ مارکس اردو پرائمری اسکول شیر شاہ کراچی ۲۸	۱۴۰

	تعداد طلباء
۱۸۔ سینٹ میری اردو پرائمری اسکول ڈی کروز روڈ گارڈن ایسٹ کراچی ۳۔	معلوم نہ ہو سکی
۱۹۔ سینٹ متھو اردو پرائمری اسکول فادر کالونی ماری پور کراچی ۳۱	۲۱
۲۰۔ سینٹ پیٹرک پرائمری سکول سنگھٹر روڈ کراچی ۳	۷۸۳
۲۱۔ سینٹ پالس اردو پرائمری اسکول مقابل نیول ہیڈ کوارٹرس ملیر روڈ کراچی ۴	۴۹۵
۲۲۔ سینٹ رافیل اردو پرائمری سکول کیمپ نمبر ۲ ماری پور	۴۰
۲۳۔ سینٹ ریٹا پرائمری اسکول بی/۵ کاسموپولیٹن کالونی جگر مراد آبادی روڈ کراچی ۵	۱۹۱
۲۴۔ سینٹ تیریسا اسکول کورنگی ٹاؤن شپ ۲	۳۰
۲۵۔ سینٹ تیریسا پرائمری اسکول لالوکھیت کراچی ۱۸	۲۲۵
۲۶۔ سینٹ تھامس پرائمری اسکول ملیر کالونی کراچی	نامعلوم
۲۷۔ اسٹیلا میرس اسکول کورنگی کریک کراچی ۲۰	۹۸
۲۸۔ یونائیٹڈ پرائمری اسکول کورنگی ٹاؤن شپ ۲	۱۰۳
۲۹۔ ڈینے انگلش پرائمری اسکول شاہراہ عراق	۱۲۲۸

۲۔ حیدر آباد ڈایوسیس

۱۔ بدھا تاپورا سکول. کیتھولک چرچ جاتی	۳۴
۲۔ چاچ بارا ہوا سکول	۱۷
۳۔ ہدایت اسکول سینٹ میکائیل چرچ ٹنڈو آدم روڈ میرپور خاص	۲۷
۴۔ خاتون ضلع اسکول نمبر ۲۵۶ یونٹ ۸ لطیف آباد	۱۱۰
۵۔ سینٹ جبرائیل اردو پرائمری اسکول آرچر روڈ کوئٹہ	۱۴۹
۶۔ سینٹ اسی ڈور اردو پرائمری اسکول پوسٹ آفس پادری جو گوٹھ سانگھڑ	۱۵۳
۷۔ سینٹ جوزف اردو پرائمری اسکول ماتلی	۱۶۸
۸۔ سینٹ میری اردو پرائمری سکول مقابل نیشنل بینک سکھر	۳۰۰

تعداد طلباء

(۳) لاہور ڈایوسیس

۱۔ کیتھولک اسکول حافظ آباد ضلع گجرانوالہ — ۶۷

۲۔ کیتھولک اسکول کامرکی " " — ۱۳۰

۳۔ کیتھولک اسکول بی پی او بھریا آباد ضلع شیخوپورہ — ۲۱۹

۴۔ چائنا باسپیش اسکول بلاک ٹی گلبرگ لاہور (نام قابل غور ہے۔) — ۴۰

۵۔ محمد علی نرسری اسکول ۳ گولف روڈ لاہور ۳ — ۸۴

۶۔ سینٹ جیمس اسکول معرفت کیتھولک چرچ سیالکوٹ ۲ — ۲۵۸

۷۔ سینٹ جوزف اسکول " " الہ گڑھ قصور — ۱۴۴

۸۔ سینٹ میری اسکول روڑس بڑا پنڈ او سیالکوٹ سٹی — ۲۸۰

۹۔ سینٹ پیٹرز اسکول سول لائنز قصبہ شیخوپورہ — ۳۱۱

۱۰۔ سینٹ ونسنٹ اسکول پسرور ضلع سیالکوٹ — ۳۲۶

(۴) ملتان ڈایوسیس

۱۔ کرسچین ایکیومینیکل اسکول چک ایل ۸۲ تحصیل خانیوال — ۶۲

۲۔ فاطمہ پور اسکول چک ۴/۳۰ آر پی او فیروزہ ضلع رحیم یار خان — ۸۶

۳۔ ہولی کراس اسکول کیتھولک چرچ رحیم یار خان — ۱۰۹

۴۔ سینٹ انگنس اسکول بوسن روڈ ملتان — ۸۳

۵۔ سینٹ اے کرسچین اسکول چک ۸۶ خانیوال ضلع ملتان — ۵۵

۶۔ سینٹ ابراہیم اسکول چک میرا ملتان — ۳۶

۷۔ سینٹ جوزف ورکرا اسکول سول لائنز خانیوال — ۱۶۰

۸۔ سینٹ جوڈ اسکول رنگپورہ چک ۵/۴۲ ضلع مظفر گڑھ — ۵۵

۹۔ سینٹ مارٹن دی پورس اسکول حاصل پور منڈی ضلع بہاولپور — ۶۷

۱۰۔ سینٹ پیٹر کرسچین اسکول چک ۱۳۶/۱۰-۱۹ ایل براہ کوٹ سجان سنگھ ضلع ملتان — ۵۶

۱۱۔ سینٹ اینس اسکول مظفر گڑھ — ۵۰

تعداد طلباء

۱۲۔ سینٹ ریٹا اسکول چک ۱۱۶ ضلع رحیم یار خان — ۳۰

۱۳۔ سینٹ تھریسا اسکول چک ۲۶ لودھراں ضلع ملتان — ۵۲

۱۴۔ سینٹ تھامس کرسچین اسکول چک ۲۱ خانیوال — ۶۴

(۵) لائلپور ڈایوسیس

(۱ تا ۷) لائلپور شہر کے مختلف حصوں میں — کل ۱۶۸۸

۸۔ کاربرین انجیل پرائمری اسکول وارث پورہ چک ۲۲۴/آر بی ضلع لائلپور — ۳۱۴

۹۔ سینٹ انتھونی پرائمری اسکول چک ۱۰/۴ ایل ضلع ساہیوال — ۱۹۲

۱۰۔ خاتون رحم پرائمری اسکول چک ۶/۴ ایل ضلع ساہیوال — ۱۹۸

۱۱۔ سینٹ پالس پرائمری اسکول چک جھمرہ ضلع لائلپور — ۹۳

۱۲۔ سینٹ پیٹر پرائمری اسکول چک ۲۴۴/ج بی گوجرہ ضلع لائلپور — ۱۹۹

(۶) راولپنڈی ڈایوسیس

۱۔ برنا ہال جونیئر اسکول دی مال ایبٹ آباد — ۳۹۴

۲۔ سینٹ جوزف اسکول چک ۳۶ ضلع سرگودھا — ۲۹۴

۳۔ سینٹ میری اسکول پولیس لائنز گجرات — ۱۹۷

۴۔ سینٹ میریز پائلٹ اسکول پولیس لائنز گجرات — ۶۸

۵۔ مسیحی مدرسہ چکوال کرسچین کالونی چکوال ضلع جہلم — ۱۴

۶۔ سینٹ جوزف اسکول برائے ٹرانزیشن کانونٹ رسالپور — ۴۱

۷۔ پریزنٹیشن اسکول، بوچڑخانہ کالج روڈ سرگودھا — ۱۱۸

۸۔ پرسیس اسکول چک ۸۸ کالج روڈ سرگودھا — ۸۰

۹۔ " " ۱۴۲ " " " — ۶۸

۱۰۔ " " کرسچین بستی " — ۸۹

۱۱۔ سینٹ جوزف اسکول جاجی روڈ ۵۱۹ حسن ابدال — ۱۱۳

۱۱۔ سینٹ میری ہارٹ اسکول کنٹ روڈ مغربیہ ... راولپنڈی — ۱۰۰

ضمیمہ نمبر ۷

مشن سکول اور کالج

مڈل سکولز

کراچی آرچ ڈایوسیس

	تعداد طلباء
۱. سیکریڈ ہارٹ اسکول اینڈ روز روڈ کیماڑی، کراچی ۲	۳۱۲
۱. سینٹ لارنس کانونٹ مڈل اسکول پیڈرو ڈی سوزا روڈ گارڈن ایسٹ کراچی ۲	۳۰۹

حیدرآباد ڈایوسیس

۱. سینٹ انتھونی مڈل اسکول مریم روڈ نواب شاہ	۳۹۹
۲. سینٹ میریز کانونٹ اسکول نزد تلک انکلائن حیدرآباد	۱۲۹۴
۳. سینٹ میریز اسکول خیرپور	۱۹۹

لاہور ڈایوسیس

۱. ڈون باسکو انگلش اسکول ۲۴ - ایمپریس روڈ لاہور ۵	۵۲۰
۲. " " اردو " " " "	۸۸۰
۳. جیسس اینڈ میری کانونٹ اسکول ۲ - بہادر جنگ روڈ لاہور ۵	۱۰۹۲
۴. سینٹ جوزف اے - وی مڈل اسکول شاہراہ سرفراز رفیقی لاہور کینٹ	۸۶۰
۵. سینٹ جوزف اردو اسکول ڈسکہ روڈ گوجرانوالہ	۲۲۱
۶. سینٹ پال اسکول سرکلر روڈ نارووال ضلع سیالکوٹ	۲۲۱

ملتان ڈایوسیس

۱. سینٹ ڈومینک اسکول کیتھولک چرچ بہاولپور	۲۵۰

لائلپور ڈایوسیس

	تعداد طلباء
۱. سینٹ فرانسس مڈل اسکول چک ۵۰۰ ر ب بی براہ شورکوٹ ضلع جھنگ	۳۰
۲. سینٹ ڈومینکن مڈل اسکول چک ۵۱ ر ب بی ضلع لائلپور	۷۷
۳. سیکریڈ ہارٹ مڈل اسکول ساہیوال	نامعلوم

راولپنڈی ڈایوسیس

۱. سینٹ انگلش اسکول جوزف آباد چک ۵۱ ایم بی خوشاب ضلع سرگودھا	۶۱
۲. سینٹ میریز اسکول میرانیس چک ۱۰ ایم ایل ضلع میانوالی	۳۴۰
۳. سینٹ میکائیل اسکول سہزرا مسجد روڈ پشاور کینٹ	۳۰۰
۴. سینٹ جوزف اسکول چرچ روڈ راولپنڈی	۴۰۲
۵. سینٹ جوزف اسکول گل والا کالج روڈ سرگودھا	۱۹۰
۶. پرنس اسکول بلاک ۲۹ کالج روڈ سرگودھا	۲۵۰
۷. پبلک اسکول سنگوٹہ ضلع سوات	۲۲۵

مشن ہائی سکولز

۱- کراچی آرچ ڈایوسیس

۱. کرائسٹ دی کنگ سیکنڈری اسکول دادابھائی نوروجی روڈ کھتوڑ کالونی ۲	۱۶۴
۲. کانونٹ آف جیسس اینڈ میری سیکنڈری اسکول ۸۸ کلفٹن کراچی ۶	۷۸۰
۳. اور لیڈی آف فاطمہ سیکنڈری اسکول ۳، رینڈل روڈ کراچی	۲۲۵
۴. سینٹ انتھونی گرلس سیکنڈری اسکول ۲ میکلیوڈ روڈ کراچی ۲	۱۹۰
۵. سینٹ جانس سیکنڈری اسکول ڈرگ روڈ کراچی ۸	۲۳۲

	تعداد طلباء
۶۔ سینٹ جوزف کانونٹ اسکول شاہراہ عراق کراچی ۲	۱۳۰۲
۷۔ سینٹ جوڈس سیکنڈری اسکول بلاک پی نارتھ ناظم آباد	۴۹۵
۸۔ سینٹ لارنس بوائز سیکنڈری اسکول ڈی کروز روڈ گارڈن ایسٹ	۲۲۹
۹۔ سینٹ لارنس کانونٹ سیکنڈری اسکول ڈی سوزا روڈ گارڈن ایسٹ	۱۸۷
۱۰۔ میریس اردو اسکول ڈی کروز روڈ گارڈن ایسٹ	۴۷۴
۱۱۔ سینٹ پیٹرک سیکنڈری اسکول سنگر روڈ کراچی	۱۲۸۱
۱۲۔ سینٹ پال سیکنڈری اسکول مقابل نیول ہیڈکوارٹرس ٹیر روڈ	۵۹۳
۱۳۔ سینٹ پال اردو سیکنڈری اسکول " " " " " "	۴۸۵
۱۴۔ سینٹ تھامس انگلش سیکنڈری اسکول " " " " "	۸۴۸

۲۔ حیدر آباد ڈایوسیس

۱۔ خاتون فاطمہ ہائی اسکول سانگھڑ	۴۵۶
۲۔ سیکریڈ ہارٹ گرلز ہائی اسکول ورکشاپ روڈ کوئٹہ	۴۱۹
۳۔ بونا ونچر ہائی اسکول نزد تلک انکلائن حیدر آباد	۱۲۳۲
۴۔ سینٹ فرانسس گرامر اسکول پوسٹ بکس ۴۴ کوئٹہ	۸۴۶
۵۔ سینٹ جوزف کانونٹ اسکول شاہراہ رضا پہلوی کوئٹہ	۸۰۴
۶۔ سینٹ میکائیل ہائی اسکول آرڈیننس روڈ کوئٹہ	۵۲۷
۷۔ سینٹ میری ہائی اسکول مقابل نیشنل بنک سکھر	۷۴۲
۸۔ سینٹ میکائیل کانونٹ ہائی اسکول میرپور خاص	۴۳۵

۳۔ لاہور ڈایوسیس

۱۔ کانونٹ آف جیسس اینڈ میری اسکول ۱۲۸ سیالکوٹ کینٹ	۴۳۴
۲۔ فتح گڑھ سوم اکنکس اسکول (صرف نویں و دسویں کی جماعتیں) نزد واسال انڈسٹریز اسٹیٹ، سیالکوٹ	۳۳

	تعداد طلباء
۳۔ فاطمہ اسکول ۷ بہادر جنگ روڈ لاہور ۵	۳۲۵
۴۔ سیکریڈ ہارٹ کتھیڈرل اسکول (اردو) لارنس روڈ لاہور ۲	۸۳۸
۵۔ " " " " (انگلش) " "	۴۴۹
۶۔ سیکریڈ ہارٹ اسکول تھارنٹن روڈ لاہور ۲	۷۱۸
۷۔ سینٹ انتھونی اسکول سانگلا ہل ضلع شیخوپورہ	۴۱۷
۸۔ " " " کالج روڈ سیالکوٹ شہر	۱۴۷۷
۹۔ سینٹ فرانسیس اسکول کچہری روڈ لاہور ۲	۱۴۱۸
۱۰۔ سینٹ فرانسس اسکول معرفت کانونٹ جیسس اینڈ میری ۱۲۸ سیالکوٹ کینٹ	۲۲۱
۱۱۔ سینٹ جوزف اسکول تھارنٹن روڈ لاہور ۲	۳۲۵
۱۲۔ " " انگلش اسکول ڈسکہ روڈ گوجرانوالہ	۳۹۱
۱۳۔ سینٹ لارنس اسکول بلاک ڈی گلبرگ لاہور	۱۲۸۵
۱۴۔ سینٹ میری اسکول " " "	۴۱۶
۱۵۔ سینٹ میری اسکول سول لائنز گوجرانوالہ	۴۵۵
۱۶۔ " " " معرفت کیتھولک چرچ جیکا چیما ضلع سیالکوٹ	۱۰۲۲

۴۔ ملتان ڈایوسیس

۱۔ ڈومینکن کانونٹ اسکول بہاولپور	۴۳۲
۲۔ لاسال اسکول بوسن روڈ ملتان	۵۵۸
۳۔ اور لیڈی آف لورے ٹو اسکول چک ۲۷۰ ٹی ڈی اے پی ادلیہہ مظفر گڑھ	۵۴۳
۴۔ سیکریڈ ہارٹ اسکول ملتان کینٹ	۳۵۶
۵۔ سینٹ ونسنٹ اسکول (بوائز) چک ۱۳۲-۱۶ ایل میاں چنوں ضلع ملتان	۴۰۸
۶۔ " " " " " " " (گرلز)	۱۰۰

۵۔ لائلپور ڈایوسیس

	تعداد طلباء
۱۔ لاسال ہائی اسکول پیپلز کالونی لائلپور	۴۶۷
۲۔ سیکرڈ ہارٹ ہائی اسکول لائلپور	۴۸۲
۳۔ سینٹ جوزف ہائی اسکول لائلپور	۶۲۷
۴۔ سینٹ البرٹ ہائی اسکول گوجرہ	۵۱۶
۵۔ سینٹ تھامس ہائی اسکول خوشی پور چک ۵۱/ ج ب ضلع لائلپور	۳۴۲
۶۔ اور لیڈی آف فاطمہ ہائی اسکول رینالہ خورد ضلع ساہیوال	۵۵۰
۷۔ سینٹ میری ہائی اسکول ساہیوال	۳۱۰

۶۔ راولپنڈی ڈایوسیس

۱۔ برن ہال اسکول مانسہرہ روڈ	۳۸۸
۲۔ مشن ہائی اسکول ڈال ویل ضلع جہلم	۲۵۲
۳۔ سینٹ ہیلن اسکول نثار روڈ ڈیرہ اسماعیل خاں	۱۲۸
۴۔ پریزنٹیشن کانونٹ اسکول جارڈا روڈ ڈیرہ اسماعیل خاں	۵۳۹
۵۔ " " " " ، (اردو میڈیم) جارڈا روڈ ڈیرہ اسماعیل خان	۲۵۴
۶۔ سینٹ میکا ئیلس اسکول ایل بلاک کھاریاں کینٹ ضلع جہلم	۲۸۰
۷۔ سینٹ جوزف اسکول ، دی مال کوہاٹ	۴۲۰
۸۔ جیسس اینڈ میری اسکول پنڈی پوائنٹ مری	۲۲۶
۹۔ پریزنٹیشن کانونٹ اسکول ارباب روڈ پشاور کینٹ	۶۸۰
۱۰۔ سینٹ میری اسکول خیبر روڈ پشاور کینٹ	۴۸۹
۱۱۔ سینٹ جان ویانے اسکول سٹی سرکلر روڈ پشاور سٹی	۸۰۰
۱۲۔ پریزنٹیشن کانونٹ اسکول عزیز بھٹی روڈ راولپنڈی کینٹ	۱۱۴۸
۱۳۔ سینٹ کیتھرائن اسکول عزیز بھٹی روڈ راولپنڈی کینٹ	۵۶۹

	تعداد طلبا
۱۴۔ سینٹ میری اکیڈمی لالہ زار روڈ راولپنڈی کینٹ	۴۷۸
۱۵۔ سینٹ جیفرے اسکول شاہراہ رضا شاہ پہلوی راولپنڈی کاشبر	۶۸۰
۱۶۔ سینٹ پیٹرکس اسکول " " " "	۴۷۶
۱۷۔ سینٹ میریز اسکول " " " " "	۵۰۵
۱۸۔ پریزنٹیشن کانونٹ اسکول رسالپور	۶۲۷
۱۹۔ " " " " " " کالج روڈ سرگودھا	۵۰۵
۲۰۔ سینٹ جوزف اسکول " " "	۴۷۷
۲۱۔ سینٹ پال اسکول " " "	۵۱۸
۲۲۔ پریزنٹیشن کانونٹ اسکول جی ٹی روڈ واہ آرڈیننس حسن ابدال	۴۶۰

اعلےٰ ثانوی اسکولز اور کالج

۱۔ سینٹ لارنس گرلز ہائر سیکنڈری اسکول پیڈرو ڈی سوزا روڈ گارڈن ایسٹ کراچی	۱۵۴
۲۔ ناصرت کالج نزد تلک انکلاش حیدرآباد	۲۶۲
۳۔ سینٹ پیٹرکس کالج سینگر روڈ کراچی ۳	۱۱۰۰
۴۔ سینٹ جوزف کالج برائے خواتین شاہراہ عراق کراچی ۳	1195

ضمیمہ نمبر ۸

پیشہ ورانہ اور ٹریننگ سکول، کالج

	تعداد طلباء
۱۔ سینٹ پیٹرکس ٹیچرس ٹریننگ کالج سنگر روڈ کراچی ۳	۱۴۳
۲۔ اسکول فار جنرل نرسنگ اینڈ مڈوائفری ہولی فیملی ہاسپٹل (سولجر بازار)	۶۰
۳۔ سینٹ الزبتھ مڈوائفری ٹریننگ اسکول معرفت سینٹ الزبتھ ہوزٹ، لطیف آباد حیدرآباد۔	لا معلوم
۴۔ تھریسا مڈوائفری ٹریننگ اسکول معرفت سینٹ تھریسا ہاسپٹل حیدرآباد داؤد پیر پور خاص	"
۵۔ سینٹ جوزف نارمل اسکول تھارٹن روڈ لاہور ۲	۱۵
۶۔ نرسنگ ٹریننگ کالج معرفت کانونٹ آف جیسس اینڈ میری ۲ بہادر جنگ روڈ لاہور ۵	۱۶
۷۔ سینٹ پیٹرک ہائی اسکول ٹیکنیکل سیکشن، سنگر روڈ کراچی ۳	۱۴۰
۸۔ سینٹ البرٹ چیسٹ ٹریننگ اسکول پوسٹ آفس ۵۱/آر جی بی ضلع لائلپور	۳۶
۹۔ سینٹ رافیل مڈوائفری ٹریننگ اسکول لائلپور	۲۶
۱۰۔ ہولی فیملی اسکول آف نرسنگ سید پور روڈ راولپنڈی	۶۲
۱۱۔ " " " " " مڈوائفری	۲۲
۱۲۔ لیبارٹری ٹیکنیشن ٹریننگ اسکول ہولی فیملی ہاسپٹل سید پور روڈ راولپنڈی	۱۰
۱۳۔ سرگودھا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کالج روڈ سرگودھا	۱۱۲

ضمیمہ نمبر ۹

لڑکیوں کے یتیم خانے اور ہاسٹل

	مکین
۱۔ سینٹ لارنس بورڈنگ معرفت سینٹ لارنس کانونٹ پیڈرو ڈی سوزا روڈ گارڈن ایسٹ کراچی	۱۲۰
۲۔ سینٹ میریز کانونٹ ہاسٹل نزد انکلاٹی حیدرآباد	۶۳
۳۔ سینٹ کلیرس بورڈنگ معرفت سینٹ کلیرس کانونٹ ماتلی	۴۰
۴۔ میکائیل بورڈنگ معرفت سینٹ میکائیل کانونٹ میرپور خاص	۵۵
۵۔ تھریسا بورڈنگ مریم روڈ نواب شاہ	۴۳
۶۔ سینٹ جوزف بورڈنگ شاہراہ رضا پہلوی کوئٹہ	۴۶
۷۔ نیوڈلا ہاسٹل (صرف کالج کی طالبات اور ورکنگ گرلز کے لیے) معرفت کانونٹ آف دی پےشن گولف روڈ لاہور۔ اس کو فرانسسکن مشنریز آف میری چلاتی ہیں	
۸۔ سینٹ جوزف کانونٹ لاہور	۱۱۰
۹۔ کانونٹ آف جیسس اینڈ میری سیالکوٹ چھاؤنی	۲۰
۱۰۔ فتح گڑھ ہوم اکنامکس اسکول سیالکوٹ	۶۰
۱۱۔ مشن ہائی اسکول میریز آباد	۸۵
۱۲۔ سینٹ پال گرلز اسکول نارووال	۱۱۰
۱۳۔ سینٹ میری اسکول گوجرانوالا	۴۴
۱۴۔ سینٹ جوزف ہاسٹل معرفت سیکریڈ ہارٹ کانونٹ لائلپور	۵۰
۱۵۔ سیکریڈ ہارٹ ہاسٹل معرفت سینٹ میریز کانونٹ ساہیوال	۳۶
۱۶۔ اور لیڈی آف فاطمہ ہاسٹل معرفت اور لیڈی آف فاطمہ رینالہ خورد ضلع ساہیوال	۸۰
۱۷۔ امرت نگر ہاسٹل ریاض ہائی اسکول ۱۲۳-۱۴ ایل براہ میاں چنوں ضلع ملتان	۵۹

ضمیمہ نمبر ۱

لڑکوں کے یتیم خانے اور ہاسٹل

یہ ہاسٹلز ۱۹۷۶ء کی ڈائریکٹری کی رو سے چیریٹیبل ہیں اس میں ہر کوئی رہ سکتا ہے بشرطیکہ جگہ ہو۔

	مکین
۱۔ ڈان باسکوس بورڈنگ معرفت سینٹ پیٹرک کتھیڈرل شاہراہ عراق کراچی	۴۵
۲۔ سینٹ جوزف بورڈنگ ماتلی	۸۰
۳۔ سینٹ انتھونی بورڈنگ، مریم روڈ نواب شاہ	۸۰
۴۔ بوائز بورڈنگ میرپور خاص	معلوم نہیں ہو سکے
۵۔ سینٹ فرانسس ہاسٹل پوسٹ بکس نمبر ۳۴ کوئٹہ	۵۸
۶۔ الفلاح ہاسٹل اسپینی روڈ کوئٹہ	معلوم نہیں ہو سکے
۷۔ یولا ہاؤس (صرف یونیورسٹی کے طلبا کے لیے) ۲۸ وارث روڈ لاہور ۳	۱۷
۸۔ سینٹ میری ہائی اسکول جھیکا چیمہ	۱۴۲
۹۔ سینٹ پال اسکول نارووال	۴۵
۱۰۔ سینٹ ونسنٹ اسکول پسرور	۱۰۵
۱۱۔ لاسال ہاسٹل معرفت لاسال ہائی اسکول پیپلز کالونی لائلپور	
۱۲۔ فاطمہ ہاسٹل معرفت کیتھولک چرچ پوسٹ آفس گوجرہ ضلع لائلپور	۵۸
۱۳۔ کیتھولک ہاسٹل پوسٹ آفس خوش پور چک ۵۱/ جی بی ضلع لائلپور	۶۵
۱۴۔ سینٹ میری ہاسٹل معرفت سینٹ میری اسکول ساہیوال	۲۳
۱۵۔ سینٹ پیٹر ہاسٹل معرفت کیتھولک چرچ چک ۴۲۴/ جے بی ضلع لائلپور	۴۵
۱۶۔ لاسال ہائی اسکول ہاسٹل بوسان روڈ ملتان	۴۱
۱۷۔ سینٹ ونسنٹ ہائی اسکول ہاسٹل چک ۱۲۲/۱۶ ایل میاں ضلع ملتان	۷۰

	مکین
۱۸۔ سیکرڈ ہارٹ ہاسٹل (ہائی اسکول) ملتان کینٹ	۴۰
۱۹۔ لورڈ گرز ہاسٹل (ہائی اسکول) چک ۲۰۱ ٹی ڈی اے پوسٹ آفس لیہ ضلع مظفر گڑھ (زیر اہتمام ڈومینکن سسٹرز آف راولپنڈی آف ہولی روزری اسپارکل نیو یارک)	۵۰
۲۰۔ سینٹ میری ہاسٹل (ہائی اسکول) ملتان کینٹ (زیر اہتمام سینٹ کیتھرائن آف سینا آف دی مشنریز آف سکوئس رم ۔ امی)	۴۰
۲۱۔ فاطمہ پور ہاسٹل (پرائمری اسکول) چک ۲۰ ۔ ۳۰ آر پوسٹ آفس فیروزہ رحیم یار خان	۱۰
۲۲۔ سینٹ میری ہاسٹل ملتان	۵
۲۳۔ سینٹ جوزف ہاسٹل نارگرز معرفت کیتھولک چرچ چک ۲۰۶ ایس بی ضلع سرگودھا	۲۴
۲۴۔ جیسس اینڈ میری ہاسٹل پنڈی پوائنٹ مری	۱۹۰
۲۵۔ سینٹ کیتھرائن بورڈنگ ہاؤس ۴۲ ۔ ۲ عزیز بھٹی روڈ راولپنڈی کینٹ (زیر اہتمام دی فرانسسکن مشنریز آف میری)	۶۸
۲۶۔ ہولی فیملی ہاسٹل، اسکول آف نرسنگ سید پور روڈ راولپنڈی	۶۲
۲۷۔ ہولی فیملی ہاسٹل ٹڈ وائفری اسکول سید پور روڈ راولپنڈی	۲۲
۲۸۔ سینٹ جوزف بورڈنگ پریزنٹیشن کانونٹ کالج روڈ سرگودھا	۳۱
۲۹۔ پبلک اسکول سنگوٹا ضلع سوات	۳۶
۳۰۔ سینٹ جوزف بورڈنگ ۷ ۔ دی مال کوہاٹ	۲۷

زیرِ اہتمام کرسچین برادرز — مکین

۱۸۔ سینٹ ڈومینکن ہاسٹل (ہائی اسکول) کیتھولک چرچ بہاولپور — ۴۵

۱۹۔ لورے ٹو ہاسٹل (ہائی اسکول) چک ۲۰۰ ٹی ڈی اے پوسٹ آفس لیہ ضلع مظفر گڑھ — ۱۱۰

۲۰۔ سینٹ جوزف دی ورکر (پرائمری اسکول) کیتھولک چرچ سول لائنز خانیوال — ۴۰

۲۱۔ سینٹ مارٹن دی پورس (پرائمری اسکول) کیتھولک چرچ حاصل پور ضلع بہاولپور — ۲۸

۲۲۔ ہولی کراس ہاسٹل (پرائمری اسکول) کیتھولک چرچ سول لائنز رحیم یار خان — ۴۰

۲۳۔ لاسال ہاسٹل بوسان روڈ ملتان — ۱۲

۲۴۔ سینٹ ڈومینک ہاسٹل کیتھولک چرچ بہاولپور — ۷

۲۵۔ برن ہال اسکول (ایبٹ آباد) (جونیئر ہاسٹل) — ۱۴۰

۲۶۔ 〃 〃 〃 (سینئر ہاسٹل) — ۱۸۶

۲۷۔ سینٹ جوزف ہاسٹل فار بوائز معرفت کیتھولک چرچ ۳۶/ایس۔بی ضلع سرگودھا — ۸۵

۲۸۔ پرے زن ٹے شن کانونٹ پنڈی پوائنٹ مری — ۱۶۰

۲۹۔ انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کالج روڈ سرگودھا — ۸۵

۳۰۔ پرے زن ٹے شن کانونٹ جی ٹی روڈ واہ حسن ابدال — ۸۴

۳۱۔ سینٹ جان ویانے ہاسٹل سٹی سرکلر روڈ پشاور سٹی — ۶۰

۳۲۔ پبلک اسکول سنگوٹا ضلع سوات

ضمیمہ نمبر ۱۱

دوسرے مختلف تعلیمی ادارے اور سنٹرز وغیرہ

طلبا

۱۔ سینٹ انتھونی نیڈل ورک ہوم سینٹ لارنس کانونٹ کراچی — نامعلوم

۲۔ کانونٹ آف دی پیشن ۳ گاف روڈ لاہور ۳ اس کو فرانسسکن مشنریز آف میری چلاتی ہے۔

۳۔ اسکول فار دیلیج گرلز گھر لیو کورس فتح گڑھ کانونٹ نزد اسمال انڈسٹریز اسٹیٹ سیالکوٹ ۴ — ۲۶

۴۔ ورک روم فار گرلز (نیڈل ورک) سینٹ رافیل کانونٹ لائلپور

۵۔ 〃 〃 〃 〃 اور لیڈی آف فاطمہ کانونٹ رینالہ خورد ضلع ساہیوال

۶۔ 〃 〃 〃 〃 ڈومینکن کانونٹ خوشی پور چک ۵۱/جی بی ضلع لائلپور

۷۔ ہوم سائنس اسکول اینڈ ورک روم فار گرلز معرفت ڈومینکن کانونٹ چک ۴۲۱/جے بی براہ گوجرہ ضلع لائلپور

۸۔ ہوم سائنس سکول فار گرلز معرفت ڈومینکن کانونٹ وارث پورہ چک نمبر ۲۲۴ آر بی ضلع لائلپور

۲۔ مراکز تعلیم بالغاں

تقریباً ہر جگہ قائم کئے گئے ہیں عیسائیوں سے برائے نام ایک روپیہ ماہانہ فیس لی جاتی ہے اور مختلف ذرائع سے انہیں شوق دلایا جاتا ہے

۱۔ بلدیہ ۲۔ ڈرگ روڈ ۳۔ محمود آباد ۴۔ مار ٹن پور ۵۔ عیسیٰ نگری وغیرہ

۳۔ مختلف سنٹرز

۱۔ دی انسٹی ٹیوٹ فار ریلیجس اینڈ سوشل اسٹڈیز سینٹ پیٹرک کتھیڈرل شاہراہ عراق کراچی۔

۲۔ کیتھولک انفارمیشن سینٹر آئیڈیل لائف بلڈنگ بالائی حصہ لٹن فادر چ کمپنی زیب النساء اسٹریٹ

۳۔ کرسچین ریسرچ سینٹر 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۴۔ پاکستان کرسچین انڈسٹریل سروس ۴۲، گارڈن روڈ کراچی (یہاں سے ایک رسالہ بھی "جفاکش" کے نام سے نکالا جاتا ہے)

۵۔ نضارت ولا ہولی ڈے ہوم کیتھولک چرچ پنڈی پائنٹ مری

۶۔ گھوڑا گلی ہولی ڈے ہوم کیتھولک پنڈی پائنٹ مری

۴۔ پریس

۱۔ روڈی پریس (ڈاریوسن) سینٹ فرانسس بلڈنگ پرانا حاجی کیمپ روڈ

۲۔ دی پاکستان ورنا کیولر کیتھولک ٹریکٹ سوسائٹی ۸، کچہری روڈ انارکلی لاہور۔ مزید پریسوں کی تعداد ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

ضمیمہ نمبر ۱۲

صحت کے مسیحی ادارے

۱۔ ذہنی طور پر معذور بچوں کا گھر

مکین

۱۔ دارالسکون ۱۵۶/ای ایچ/۲ کشمیر روڈ پی ای سی ایچ ایس (ضمیمہ ملاحظہ فرمائیے) ۴۰

۲۔ پراویڈنس ہوم

۱۔ اس کو ڈاٹرس آف کراس سوسائٹی چلاتی ہے۔ پلاٹ نمبر ۵۶۱/ جے۔ ایم دادا بھائی نوروجی روڈ کیتھولک کالونی ۲ ۳۰

۳۔ بوڑھوں کے لئے گھر۔ ہوم فار ایجڈ

۱۔ سینٹ جوزف ہوم فار دی ایجڈ (اسکول سسٹرس آف نوٹرے ڈیم سوسائٹی چلاتی ہے، میسری ولا ۲۰۲، ۴ گارڈن ایسٹ کراچی ۵ ۲۰

۲۔ سینٹ ونسنٹ ہوم فار دی پور ایجڈ (زیر اہتمام فرانسسکن مشنری آف کرائسٹ کنگ، معرفت سینٹ جان کانونٹ ڈرگ روڈ کراچی ۲۲

۲۔ سینٹ جوزف ہاسپیز کنات روڈ مغربی لقارہ راولپنڈی (زیر اہتمام دی لٹل فادرز، ۴۰ بستر

۴۔ شفاخانے۔ کلینک۔ ڈسپنسری

۱۔ سینٹ جوزف ہیلتھ سینٹر (مشنری ڈاٹرس آف دی کراس کے زیر اہتمام) سینٹ جوزف کانونٹ شاہراہ عراق صدر کراچی

۱۔ لیپروسی سینٹر ایم اے سی، کراچی

۲۔ 〃 〃 〃 〃 مردان

۴۔ لیپرسی کنٹرول سنٹر (ایم اے سی)، تربت

۵۔ سینٹ الزبتھ ہاسپٹل یونٹ نمبر ۲ لطیف آباد

۶۔ لیڈی گراہم میٹرنٹی ہوم جیکب روڈ حیدر آباد

۷۔ سینٹ تھریسا ہاسپٹل حیدر آباد روڈ میرپورخاص

۸۔ فاطمہ اسپتال کنری ضلع تھرپارکر

۹۔ کنواری مریم اسپتال مریم روڈ نواب شاہ

۱۰۔ سینٹ ریٹا اسپتال دھاکرو روڈ سانگھڑ

۱۱۔ مبلغہ سینٹر معرفت اویرا کانونٹ پادری جوگوٹ

۱۲۔ سینٹ میری سنٹر معرفت کلیرس کانونٹ ٹاٹی

۱۳۔ بیتھانیا ڈسپنسری سیالکوٹ

۱۴۔ سینٹ رافیل ڈسپنسری لائلپور

۱۵۔ کھتوواس ڈسپنسری پوسٹ آفس چک ۵۰۰ ۵۱ ر ب براہ شورکوٹ روڈ ضلع جھنگ

۱۶۔ " " " " ۵۱ / جی بی ضلع لائلپور

۱۷۔ اور لیڈی آف فاطمہ ڈسپنسری رینالہ خورد ضلع ساہیوال

ضمیمہ نمبر ۱۳

مشن ہسپتال

بستر

۱۔ ہولی فیملی اسپتال (میڈیکل مشن سسٹرس کے زیر اہتمام) سولجر بازار کراچی ۲۱۷

۲۔ ایس ایس ایم کے میٹرنٹی اسپتال (زیر اہتمام ایف ایم سی کے) سولجر بازار کراچی ۵۰

۳۔ میری ایڈیلیڈ لیپرسی سینٹر (زیر اہتمام ڈاٹرس آف ہارٹ آف میری) مریم منزل مقابل نوید کلینک کراچی ۴۰

۴تا۵ ڈالوسین ہاسپٹل سینٹ الزبتھ ہاسپٹل یونٹ، لطیف آباد اس کی مزید (۴) شاخیں ہیں

۶۔ سینٹ الزبتھ ہاسپٹل یونٹ، لطیف آباد ۱۰۰

۷۔ لیڈی گراہم میٹرنٹی ہوم جیکب روڈ حیدر آباد ۱۸

۸۔ سینٹ تھریسا ہاسپٹل حیدر آباد روڈ میرپورخاص ۱۱۰

۹۔ فاطمہ ہاسپٹل کنری ضلع تھرپارکر ۸

۱۰۔ کنواری مریم ہاسپٹل مریم روڈ نواب شاہ ۳۰

۱۱۔ سینٹ ریٹا ہاسپٹل دیہہ باکرو روڈ سانگھڑ ۱۴

۱۲۔ بیتھانیا اسپتال وزیر آباد روڈ سیالکوٹ۔ زچہ خانہ و عام امراض کے لئے ۴۰ بچے ۱۰۰ ٹی بی ۴۰

۱۳۔ سینٹ رافیل ہاسپٹل لائلپور ۱۰۰

۱۴۔ اور لیڈی آف فاطمہ ہاسپٹل رینالہ خورد ضلع ساہیوال ۱۲

۱۵۔ سینٹ ڈومینک ہاسپٹل بہاولپور ۵۰

۱۶۔ روزری ہاسپٹل پولیس لائنز گجرات ۵۵

۱۷۔ سینٹ میری میٹرنٹی اینڈ چائلڈ سنٹر میرخیل چک ۱۰، ایم ایل میانوالی ۳

ضمیمہ نمبر ۱۴

مسیحی سماجی ادارے

یہ وہ ادارے ہیں جو اپنے بنیادی کام کے علاوہ سماجی و رفاہی کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں بظاہر ایک جملہ میں اس ادارہ کا نام درج ہو جاتا ہے مگر درحقیقت ایک ایک ادارہ دوسری بہت ساری انجمنوں اور منزلوں سے متعلق و ملحق ہوتا ہے اور اس کی اپنی کارکردگی سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہوتی ہے۔

فی الوقت اس پہلے ادارہ سے مندرجہ ذیل ابتدائی ۲۰ ادارے ملحق بتائے جاتے ہیں۔

۱۔ کیتھولک سوشل سروسز لمیٹڈ واچ کمپنی کی بالائی منزل آئیڈیل لائف بلڈنگ زیب النساء اسٹریٹ

۲۔ کیتھولک ویمنز گلڈ

۳۔ ہولی فیملی ہاسپیٹل (ہولی فیملی اسپتال کا اپنا الگ سے ایک نظام ہے جو سوشل سیکشن سے الحاق رکھتا ہے)

۴۔ لے مینز ویلفیئر سنٹر صدر کراچی ۳

۵۔ میری ایلڈ بلیسڈ لیپرسی سنٹر

۶۔ نوٹرڈیم دی لاغ دے ڈسپنسری

۷۔ روزری کانوینٹ

۸۔ سینٹ انتھونی اسکول

۹۔ سینٹ فرانسس بورڈنگ اسکول برائے خواتین

۱۰۔ سینٹ جوزف " " " "

۱۱۔ " " ایسوسی ایشن

۱۲۔ " " سنٹر

۱۳۔ " " کانونٹ میلتھ سینٹر

۱۴۔ " " ہوم فار دی ہینڈی کیپڈ

۱۵۔ سینٹ لارنس بورڈنگ

۱۶۔ " " پور ایڈ سوسائٹی

۱۷۔ سینٹ پیٹرک کالج

۱۸۔ سینٹ ونسنٹ ہوم فار دی ایجڈ

۱۹۔ ینگ کرسچین ورکرس

۲۰۔ سینٹ میری اردو سکول

۲۱۔ کراچی کیتھولک کریڈیٹ کوآپریٹو سوسائٹی لیمیٹڈ

۲۲۔ کوآپریٹو کلوتھنگ سینٹر معرفت برلن ہائی اسکول ایبٹ آباد

۲۳۔ سوشیو انڈسٹریل سینٹر فار ویمنز ۷۔ دی مال کوہاٹ

۲۴۔ سینٹ میریس سوئنگ سنٹر میری خیل چک ۱۷ ایم۔ ایل

۲۵۔ کیتھولک سنٹر ۳۶۔ دی مال پشاور کینٹ

۲۶۔ سینٹ کیتھرائن ہوم سائنس سنٹر عزیز بھٹی روڈ راولپنڈی کینٹ

۲۷۔ کیتھولک سنٹر ۱۶۔ چارٹر روڈ جہلم کینٹ

۲۸۔ پاک جرمن ویلفیئر سوسائٹی سی ۲۱۸ بلاک اے نارتھ ناظم آباد کراچی

۲۹۔ سینٹ رافیل سوشل سروسز معرفت سینٹ لوقا چرچ ٹیپو سلطان روڈ بلدیہ کالونی کراچی

۳۰۔ کرسچین ویلفیئر ایسوسی ایشن سلاٹر ہاؤس مغربی شاہ باغ لائن کراچی

۳۱۔ کیتھولک ویلفیئر ایسوسی ایشن فادر کالونی ماری پور کراچی

۳۲۔ یعبر ویلفیئر سوسائٹی ۸، ۱ کراچی اسٹیٹ لوتر نکل ورس ویزارام روڈ

۳۳۔ سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کترک بلڈنگ عقب ایمپرس مارکیٹ

۳۴۔ ینگ ویمنز کرسچین ایسوسی ایشن اسٹریچن روڈ کراچی

۳۵۔ سینٹ جان یتیم خانہ و بورڈنگ معرفت سینٹ جان کانونٹ ڈرگ روڈ کراچی

۳۶۔ انسٹی ٹیوٹ آف دی ڈاٹرس آف کراس سینٹ جوزف چلڈرن کلینک ۱۰۶ اے ولیٹ ریونیو ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی[1]

۱۔ کراچی سوشل ویلفیئر آفس کے تیار کردہ ریکارڈ سے ماخوذ جو آخری جون ۱۹۷۱ء تک ہے۔

ضمیمہ نمبر ۱۵

دوسری انجمنیں اور سوسائٹیز

"سینٹ پیٹرک کیتھڈرل" صدر کراچی۔ مسیحیت کا ایک اہم ترین مرکز ہے یہاں پر متعدد ادارے اور انجمنیں قائم ہیں اکثر انجمنوں کے پتے سینٹ پیٹرک کیتھڈرل کی معرفت ہیں آرچ بشپ ہاؤس بھی یہیں واقع ہے آرچ بشپ اور کارڈینل بھی یہیں رہتے ہیں خود پاپائی سوسائٹی کے نیشنل ڈائریکٹر فرانسیس۔ این۔ کوٹوانی بھی یہیں رہتے ہیں اس کے علاوہ پاپائی سوسائٹی کے تحت قائم شدہ مزید مالی اور ریلیف سروسز اور کیتھولک فیڈریشن کے بھی مراکز یہیں ہیں۔ دیگر انجمنیں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ اپاسٹل شپ آف پریئر معرفت سینٹ کیتھڈرل شاہراہ عراق کراچی ۳

۲۔ کرمیاس پاکستان معرفت مذکورہ بالا (اس کی تفصیلات باب سوم میں کی جاچکی ہیں)

۳۔ کیتھولک ایسوسی ایشن آف کراچی معرفت مذکورہ صدر

۴۔ کرسچین نرسیز گلڈ۔ معرفت ہولی فیملی اسپتال آفریدی شہید روڈ

۵۔ کیتھولک ویمنز گلڈ پتہ درج نہیں ہے

۶۔ کونسل آف کیتھولک ویمنز آف پاکستان معرفت کیتھولک مرکز اطلاعات آئیڈیل لائف بلڈنگ زیب النساء سٹریٹ کراچی ۳

۷۔ لیجن آف میری سینٹ معرفت سینٹ پیٹرک کیتھڈرل صدر کراچی

۸۔ مایٹ پاکس ایکشن 〃 〃 〃 〃 〃

۹۔ سیرا کلب آف کراچی 〃 〃 〃 〃 〃

۱۰۔ پونٹی فیکل ایسوسی ایشن آف دی ہولی چائلڈ ہڈ معرفت آرچ بشپ ہاؤس سینٹ پیٹرک کیتھڈرل صدر کراچی۔

۱۱۔ سوسائٹی فار دی پروپگیشن آف دی فیتھ معرفت آرچ بشپ ہاؤس سینٹ پیٹرک کیتھڈرل صدر کراچی۔

۱۲۔ سوسائٹی آف دی سینٹ ونسنٹ دی پال (پتہ درج نہیں)

۱۳۔ سوڈالیٹیز آف اور لیڈی معرفت آرچ بشپ ہاؤس سینٹ پیٹرک کیتھڈرل صدر کراچی

۱۴۔ سینٹ جوزف ایسوسی ایشن 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۵۔ تھرڈ آرڈر آف سینٹ فرانسس (پتہ درج نہیں)

۱۶۔ ینگ کرسچین ورکرز اے ایف سی ایچ ایس لمیٹڈ میر کرم علی تالپور صدر کراچی ۳

۱۷۔ پونٹی فیکل مشن ایڈ سوسائٹیز بشپ ہاؤس ۳۷ اے جی او آر کالونی حیدر آباد

۱۸۔ کیری ٹاس بشپ ہاؤس ۳۷ اے جی او آر کالونی حیدر آباد

۱۹۔ سینٹ ونسنٹ دی پال سوسائٹی بشپ ہاؤس لائلپور

۲۰۔ 〃 〃 〃 〃 کیتھولک چرچ خوش پور چک ۵۱/جی بی ضلع لائلپور

۲۱۔ 〃 〃 〃 〃 〃 چک ۱۰/۴ ایل بلہ انتھونی آباد اوکاڑہ ضلع ساہیوال

۲۲۔ لیجن آف میری (یہاں دو پریسیڈیا ہیں ایک کیتھڈرل اور دوسرا سینٹ ڈومینک چرچ) کرسچین ٹاؤن لائلپور

۲۳۔ لیجن آف میری کانونٹ اسکول رنیالہ خورد

۲۴۔ سوڈالیٹی سینٹ ڈومینک کانونٹ اسکول خوش پور ضلع لائلپور

۲۵۔ ہولی نیم سوسائٹی کیتھڈرل آف سینٹ پیٹر اینڈ پال لائلپور

۲۶۔ پونٹی فیکل ایڈ سوسائٹیز کیتھولک چرچ حاصل پور ملتان

۲۷۔ یوتھ کلب بشپ ہاؤس پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۳۳ ملتان چھاؤنی

۲۸۔ کیتھولک چرچ سول لائنز خانیوال

۲۹۔ 〃 〃 〃 بہاولپور

۳۰۔ کیتھولک ایسوسی ایشن معرفت بشپ ہاؤس ملتان

۳۱۔ سوسائٹی فار دی پروپگیشن آف دی فیتھ بشپ ہاؤس چرچ روڈ راولپنڈی

۳۲۔ سوسائٹی آف ہولی چائلڈ ہڈ بشپ ہاؤس چرچ ر [illegible]

۳۳۔ سوسائٹی آف سینٹ ونسنٹ دی پال

ا۔ سپریئر کونسل بشپ ہاؤس چرچ روڈ راولپنڈی

ب۔ پرٹیکولر کونسل سینٹ جوزف کتھڈرل چرچ روڈ راولپنڈی

ج۔ 〃 〃 کیتھولک چرچ واہ کینٹ

۳۴۔ لیجن آف میری (پتہ درج نہیں)

ا۔ سینٹ سرگودھا

ب۔ پریسیڈیم میری خیل

ج۔ 〃 راولپنڈی

د۔ 〃 واہ کینٹ

۳۵ ینگ کرسچین ورکرز

ا۔ راولپنڈی کینٹ لڑکوں کا گروپ

ب۔ 〃 سٹی 〃 〃

ج۔ واہ کینٹ 〃 〃 〃

۳۶۔ کوآپریٹوز جوزف آباد

۳۷۔ 〃 میریاخیل

۳۸۔ 〃 سرگودھا

۳۹۔ کیتھولک ایسوسی ایشن بشپ ہاؤس چرچ روڈ راولپنڈی

۴۰۔ 〃 〃 〃 معرفت کیتھولک چرچ کالج روڈ سرگودھا

۴۱۔ کیتھولک کلب بشپ ہاؤس چرچ روڈ راولپنڈی

۴۲۔ پونٹی فیکل سوسائٹیز آف دی پروپیگیشن آف دی فیتھ

۴۳۔ سینٹ پیٹر اپاسٹل

۴۴۔ دی ہولی چائلڈ ہڈ

۴۵ کیریٹاس پاکستان کیتھولک چرچ ۸ کچہری روڈ انارکلی لاہور ۲

۴۶۔ کیتھولک ایسوسی ایشن لارنس روڈ لاہور ۳

۴۷۔ کیتھولک براڈکاسٹنگ ایسوسی ایشن کیتھولک چرچ ۸ کچہری روڈ انارکلی لاہور ۲

۴۸۔ تھرڈ آرڈر آف سینٹ فرانسس سینٹ انتھونی

۴۹۔ سینٹ انتھونی نارووال

۵۰۔ 〃 〃 سیالکوٹ

۵۱۔ سوڈالیٹی آف اورلیڈی کتھڈرل لاہور

۵۲۔ 〃 〃 〃 سیالکوٹ چھاؤنی

۵۳۔ سینٹ انتھونی ایسوسی ایشن لاہور

۵۴۔ یسوع مسیح کے پاک دل کی انجمن لاہور گلبرگ

ضمیمہ نمبر ۱۶

مسیحی اسٹیٹ

(غیر منقولہ وسیع اراضیات)

مسیحی ادارے پاکستان کے چپہ چپہ پر پھیلے ہوئے ہیں دور و دراز کے دیہات چکوں اور گوٹھوں میں بھی ان کے اسکول ڈسپنسری، یتیم خانے، ہاسٹلز وغیرہ موجود ہیں یہ سب کے سب ان کی اپنی ملکیتی اراضی میں قائم ہیں چھوٹے چھوٹے شہروں کے علاوہ ان کی جائیدادیں بڑے بڑے شہروں میں بھی ہیں اور وہ شہر کے اہم ترین علاقوں میں ہیں مثلاً کراچی میں صدر برنس روڈ، الفنسٹن اسٹریٹ، وکٹوریہ روڈ بندر روڈ پر۔ ان علاقوں کی زمین کی قیمت نیلام کے ذریعے چھ سو اور آٹھ سو روپیہ فی گز کے حساب سے ہوتی ہے اب پانچ سو سے ہزار فیصد تک اضافہ ہو گیا ہے ایک دو تین منزلہ عمارت کے اوسطاً دام دس لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوتے اگر فی گز پانچ سو روپے بھی قیمت کا تخمینہ لگایا جائے تو صرف کراچی میں ان کی مقبوضہ اراضی کی قیمت کروڑوں اربوں روپیہ ہوتی ہے پھر ان عمارتوں کی تعمیر، زیبائش، آرائش کہاں تک پہنچتی ہے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے اربوں سے کم نہیں۔

تاہم سروے رپورٹ آف چرچ ورک ان ویسٹ پاکستان ۱۹۶۰ء کے حوالہ سے یہاں مسیحی اسٹیٹ (جائیداد غیر منقولہ) کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ کلارک آباد۔ ضلع لاہور

کلارک آباد کا رقبہ ایک سو مربع اراضی پر مشتمل ہے کلارک آباد مشن کے زیر اہتمام طلبہ کا ہائی اسکول گرلز ہائی اسکول۔ مڈل اسکول۔ ٹیچرز ٹریننگ اسکول۔ گرجا گھر اور اسپتال قائم ہیں

۲۔ چک عیسائیاں ضلع سیالکوٹ

ضلع سیالکوٹ میں مارٹن پور اور ینگ سن آباد کے نام سے چک عیسائیاں نمبر ۱، ۲ موجود ہے اسکی اراضی ۱۸۸۹ء میں مشن کو برائے نام قیمت یعنی ڈھائی سو روپیہ فی مربع کے حساب سے تیس (۳۰) سال کی آسان قسطوں پر دی گئی تھی۔ یہ چرچ آف اسکاٹ لینڈ مشن کی جاگیر ہے۔

۳۔ رین سن آباد ضلع ساہیوال

یہ نہایت زرخیز اراضی ۱۹۱۶ء میں ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پریس بائٹیرین چرچ کو دی گئی تھی گرجا گھر اس کا مرکز ہے۔

۴۔ شانتی نگر ضلع ملتان

۸۲ مربع اراضی ۱۹۱۶ء میں مکتی فوج (سالویشن آرمی) کو تیس سال کی آسان قسطوں پر دی گئی ہے۔

۵۔ اسٹینز آباد ضلع ملتان

ڈاکٹر سٹینز کی کوششوں سے ۱۹۲۱ء میں ۵۰ مربع زمین میتھوڈسٹ چرچ کو ملی یہاں بھی ایک مشن ہائی اسکول اور گرجا گھر قائم ہے۔

۶۔ ہملٹن آباد ضلع منٹگمری

یہ جاگیر اے آر پی چرچ کے تحت ہے یہاں ایک مشن ہائی اسکول ایک گرجا اور ایک اسپتال ہے۔

۷۔ منٹگمری والا ضلع لائلپور

یہ اراضی انجیلیکن چرچ کی ہے یہاں بھی ایک گرجا، ڈسپنسری اور مشن ہائی اسکول ہے۔

۸۔ عیسیٰ نگر ضلع لائلپور

یہ پورا مسیحی چک انجیلیکن چرچ کی ملکیت ہے اس کے علاوہ تحصیل کے علاقہ میں متعدد مشنوں کے زیر اثر ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۱۷

پاکستان میں مسیحی اخبارات ورسائل

۱۔ لاہور ڈایوسیس میگزین لاہور
۲۔ المائدہ 〃
۳۔ مسیحی بچہ 〃
۴۔ مسیحی نوجوان 〃
۵۔ نعرہ جنگ 〃
۶۔ اخوت 〃
۷۔ آزاد وطن 〃
۸۔ شاداب 〃
۹۔ نیوز 〃
۱۰۔ نقیب کا تھولک 〃
۱۱۔ بچوں کا دوست 〃
۱۲۔ آل شاہد سرگودھا
۱۳۔ بشیر النساء راولپنڈی
۱۴۔ کلام حق گجرانوالہ
۱۵۔ مسیحی خادم 〃
۱۶۔ خزینۃ الجواہر سیالکوٹ
۱۷۔ کلیسا 〃
۱۸۔ ہمارا ڈاکٹر ملتان
۱۹۔ کرسچین دانش کراچی
۲۰۔ جفاکش 〃
۲۱۔ قاصد جدید لاہور
۲۲۔ ہیلتھ 〃
۲۳۔ المشیر راولپنڈی
۲۴۔ اچھا چرواہا 〃
۲۵۔ چھوٹا سپاہی 〃
۲۶۔ افسر 〃
۲۷۔ ہوم لیگ (خواتین کے لئے) 〃
۲۸۔ صدائے فکر پشاور
۲۹۔ مستقبل لاہور
۳۰۔ اخلاق کراچی

ضمیمہ نمبر ۱۸

مسیحی ناشرین

سنہ ۱۹۷۴ء

۱۔ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور
۲۔ پاکستان بائبل سوسائٹی 〃 〃
۳۔ تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ
۴۔ مسیحی اشاعت خانہ ۳۶۔ فیروزپور روڈ لاہور
۵۔ نرالی کتابیں پوسٹ بکس نمبر ۱۸ سول لائنز گوجرانوالہ
۶۔ ایس پی سی کے معرفت پی آر بی ایس انارکلی لاہور
۷۔ دی سالویشن آرمی ۳۵۔ شارع فاطمہ جناح لاہور ۴
۸۔ اخوت اندیا سیہ ۳۔ وارث روڈ لاہور
۹۔ پاکستانی لوتھرن چرچ اردو لٹریچر بشپ منزل مردان
۱۰۔ چائلڈ ایونجیلزم فیلوشپ آف پاکستان ۳۶۔ فیروزپور روڈ لاہور
۱۱۔ اسکرپچر گفٹ مشن معرفت مسیحی اشاعت خانہ 〃 〃 〃 〃
۱۲۔ پاکستان ورنیکلر کیتھولک ٹریکٹ سوسائٹی ۸۔ کچہری روڈ انارکلی لاہور
۱۳۔ پاکستانی لوتھرن چرچ پشتو لٹریچر بشپ منزل مردان
۱۴۔ مطبوعات پولوسی ۳۔ سی وارث روڈ لاہور
۱۵۔ مکتبہ شاداب امیرحسن پارک روڈ بی بی پاکدامن لاہور ۵
۱۶۔ مکتبہ تنویر ۲/۹۰ کریم پارک کچا راوی روڈ لاہور
۱۷۔ راس اکیڈمی بی بی پاکدامن لاہور ۵
۱۸۔ ادارہ اظہار وافکار ۲، ۷ بی گلبرگ نمبر ۲ لاہور

ضمیمہ نمبر ۱۹

مسیحی کتب خانے اور دار المطالعے ۱۹۷۳ء

۱۔ مشن اسپتال بک شاپ پشاور
۲۔ مسیحی دار المطالعہ مشن کمپاونڈ ساہیوال
۳۔ کامیاب کتابیں معرفت سوسائٹی بنیادی تعلیم بالغاں گوجرانوالہ
۴۔ خزینہ ادب ہنگو روڈ کوہاٹ
۵۔ مسیحی دار المطالعہ مظفر گڑھ
۶۔ تربیلا ڈیم کرسچین بک سٹور مین بازار ڈیرہ غازیخان
۷۔ روشن مینار بک روم جیل روڈ کیمبلپور
۸۔ گنجینۂ ادب سراج کورڈ بازار اسلام آباد
۹۔ کرسچین اسپتال بک شاپ معرفت کرسچین اسپتال کوئٹہ
۱۰۔ کرسچین بک روم فاطمہ جناح روڈ کراچی
۱۱۔ ڈاٹرز آف سینٹ پال ۸۔ بلیو ہیون منسفیلڈ اسٹریٹ صدر کراچی
۱۲۔ ٹیم بک اسٹور ۴۴ الف بنک روڈ صدر راولپنڈی
۱۳۔ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انار کلی لاہور
۱۴۔ پاکستان بائیبل سوسائٹی انار کلی لاہور
۱۵۔ کیتھولک ٹروتھ سوسائٹی ۸ کچہری روڈ انار کلی لاہور
۱۶۔ عنایت سنز وائی ایم سی اے دی مال روڈ لاہور
۱۷۔ مسیحی اشاعت خانہ ۳۶۔ فیروزپور روڈ لاہور
۱۸۔ سالویشن آرمی بک اسٹور کوئینز روڈ لاہور
۱۹۔ پرویز پبلشرز جانز لاج سلطان احمد روڈ اچھرہ لاہور

۲۰۔ ایس ڈی اے بک شاپ ایڈونٹ پورہ ملتان
۲۱۔ فل گاسپل اسمبلی بک روم معرفت بائیبل ٹریننگ اسکول کوٹ لکھپت لاہور
۲۲۔ کرسچین بک اسٹور بیکر بلڈنگ لاڑکانہ
۲۳۔ مسیحی بک شاپ ۵۷، اے لطیف آباد حیدر آباد
۲۴۔ کرسچین ریڈنگ روم ہنجدری روڈ شکارپور
۲۵۔ گڈ نیوز سنٹر پٹیل روڈ کوئٹہ
۲۶۔ بتیل ریڈنگ روڈ ۲۸۔ ریسی ڈیڈنسی روڈ کوئٹہ
۲۷۔ گنجینۂ ادب مشن کمپاونڈ ڈیرہ اسماعیل خاں
۲۸۔ مسیحی ریڈنگ روم سرکلر روڈ ڈیرہ اسماعیل خاں
۲۹۔ کرسچین ریڈنگ روم معرفت مشن اسپتال بنوں
۳۰۔ مشن ریڈنگ روم فری ایونجیلیکل چرچ مردان
۳۱۔ مسیحی کتب خانہ لوتھرن چرچ کمپاؤنڈ رسالپور
۳۲۔ کرسچین بک روم کرسچین اسپتال ٹیکسلا
۳۳۔ " " " " سکھر
۳۴۔ مسیحی کتب خانہ سینٹ فلپ چرچ حیدر آباد
۳۵۔ پشتو لٹریچر سروس ارباب روڈ پشاور

ضمیمہ نمبر ۲۰

پاکستان میں بائیبل کارسپانڈنس اسکول ۱۹۷۴ئہ

۱۔ پاکستان بائیبل کارسپانڈنس اسکول ۳۶۔ فیروز پور روڈ لاہور
۲۔ کارسپانڈنس اسکول ملتان روڈ پوسٹ آفس بکس نمبر ۳۲ لاہور
۳۔ پی بی سی اسکول گلبرگ لاہور
۴۔ واٹس آف پرافیسی بائیبل سکول پوسٹ بکس نمبر ۳۲ لاہور
۵۔ فل گاسپل اسمبلیز آف ولیسٹ پاکستان کارسپانڈنس اسکول پی او بکس ۱۱۰ ملتان
۶۔ کارسپانڈنس اسکول پی او بکس ۱۱۷ فیصل آباد
۷۔ پاکستان بائیبل کارسپانڈنس اسکول ۲۷۔ پائین ویو روڈ ایبٹ آباد
۸۔ بائیبل کارسپانڈنس اسکول پی او بکس ۲۹۲۹ کراچی
۹۔ پی بی سی اسکول پی او بکس نمبر ۳۱۰۳ کراچی
۱۰۔ پی بی سی اسکول شکارپور سندھ
۱۱۔ " " " " لاڑکانہ سندھ
۱۲۔ " " " " خیرپور
۱۳۔ سکرپچر یونین پوسٹ بکس نمبر ۹۶۹ (۵ ایمپریس روڈ) لاہور
۱۴۔ چرچ آف کرائسٹ پوسٹ بکس نمبر ۵۷ لاہور
۱۵۔ سکرپچر گفٹ مشن پوسٹ بکس نمبر ۴ ڈیرہ غازی خان

انگلش کورس کے ۱۶۰ اسباق ۵۶۰۷ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اردو کورس کے ۱۴۳ اسباق ۱۴۰۱ صفحات پر مشتمل ہیں [1]

---

[1] حافظ نذر احمد - عربی خط و کتابت اسکول، مختلف کتابچے - لاہور

ضمیمہ نمبر ۲۱

۱۸۴۸ئہ سے ۱۹۴۷ئہ تک سو سال میں

(برصغیر پاک و ہند میں مشن سوسائٹیوں اور ایجنسیوں کی آمد)

مشن کا نام	آمد کا سال
۱۔ یونائیٹڈ پریس بائی ٹیرین چرچ	۱۸۴۹ء
۲۔ چرچ مشنری سوسائٹی (یونائیٹڈ کنگ ڈم)	۱۸۵۰ء
۳۔ چرچ آف اسکاٹ لینڈ	۱۸۵۶ء
۴۔ یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ (یو ایس اے)	۱۸۷۳ء
۵۔ سالویشن آرمی	۱۸۸۳ء
۶۔ بریدرن مشنری فیلوشپ	۱۸۹۲ء
۷۔ بائیبل اینڈ میڈیکل مشنری فیلوشپ	۱۸۹۳ء
۸۔ یونائیٹڈ سوسائٹی فار دی پروپیگیشن آف گاسپل (انجیلیکن)	۱۹۰۰ء
۹۔ ڈینش پٹھان مشن (لوتھرن)	۱۹۰۳ء
۱۰۔ ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پریس بائی ٹیرین	۱۹۰۶ء
۱۱۔ سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ	۱۹۱۳ء
۱۲۔ نیوزی لینڈ	۱۹۱۸ء
۱۳۔ اسکنڈے نیوین فری مشن	۱۹۴۳ء
۱۴۔ افغان بارڈر کروسیڈ	۱۹۴۴ء
۱۵۔ ورلڈ وائیڈ ایوینجلائیزیشن کروسیڈ	۱۹۳۵ء
۱۶۔ دی ایوینجلیکل الائینز مشن	۱۹۴۶ء
۱۷۔ ورلڈ مشن پروبیٹرنگ ۔ لوتھرن	۱۹۴۶ء

۹۷ سال تقریباً ایک صدی کے عرصہ میں پاکستان کے موجودہ علاقہ میں کل سترہ مشنز ۳۴۷ مشنریوں کے ساتھ سرگرم عمل تھے ان اعداد میں رومن کیتھولک وغیرہ شامل نہیں ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۲۲

۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۳ء تک صرف ۲۶ سال میں

پاکستان میں مشنز، سوسائیٹیوں اور ایجنسیوں کی آمد۔

مشن کا نام	آمد کا سال	مشنریوں کی تعداد ۱۹۷۳ء میں
۱۔ بپٹسٹ بائیبل فیلوشپ	۱۹۵۲	۴
۲۔ چائلڈ ایونجیلزم فیلوشپ	۱۹۵۴	۳
۳۔ آسٹریلیا	۱۹۵۴	۲
۴۔ کنزرویٹو بپٹسٹ	۱۹۵۴	۱۶
۵۔ انٹرنیشنل کرسچین فیلوشپ	۱۹۵۴	۱۹
۶۔ مری کرسچین اسکول	۱۹۵۵	۸
۷۔ پاکستان مشن آف انٹرنیشنل مشنزلنگ	۱۹۵۵	۱۲
۸۔ کمروارا مشن (ڈینش)	۱۹۵۶	۲
۹۔ یونائیٹڈ فیلوشپ فار کرسچین سروس (سابق ویمنز یونین مشنری آف اسکاٹ لینڈ)	۱۹۵۶ ۔	۸
۱۰۔ بپٹسٹ انڈی پینڈنٹ	۱۹۵۸	۲
۱۱۔ ریفارمڈ چرچز آف نیدر لینڈس	۱۹۵۸	۱۱
۱۲۔ ناردرن مشن ٹو مسلم	۱۹۵۹	۲
۱۳۔ برٹش اسمبلیز آف گاڈ	۱۹۶۰	۲
۱۴۔ کرسچین لٹریچر کروسیڈ	۱۹۶۰	۲
۱۵۔ چرچ آف کرائسٹ	۱۹۶۰	۳
۱۶۔ فنش مشنری سوسائٹی (لوتھرن)	۱۹۶۰	۲۱

مشن کا نام	آمد کا سال	مشنریوں کی تعداد ۱۹۷۳ء میں
۱۷۔ پیکس سروس (مینونایٹ)	۱۹۶۰	۲
۱۸۔ سوسائٹی ان ایڈ آف دی پاکستان لوتھرن چرچ (ڈنمارک)	۱۹۶۲	۴ ۱
۱۹۔ میتھوڈسٹ کالج ان کوریا	۱۹۶۳	۱
۲۰۔ کرسچینس (نان ڈی نامی نیشنل)	۱۹۶۸	۴
۲۱۔ یونائیٹڈ پنٹی کوسٹل چرچ	۱۹۶۹	۵
۲۲۔ جرمن مشن ٹو لیپرس	۱۹۵۵	۴
۲۳۔ سروسیس اوورسیز (جرمن)	سن نامعلوم	۱۱
۲۴۔ ان ڈی پینڈنس	-	۸

میزان ۲۴ مشنز صرف ۲۶ سال کا عرصہ ۱۵۶

—— اس میں رومن کیتھولک فرقہ کے جو کل عیسائی فرقوں کا ۳۹ ½ فی صد ہے مشنریوں کی تعداد شامل نہیں ہے اس کے علاوہ یہوواہ وٹنس، چلڈرن آف گاڈ وغیرہ کے بھی اعداد و شمار نہیں ہیں

—— جدول نمبر ۱۴ سے ظاہر ہے کہ تقریباً ایک سو سال کے دوران صرف ۱۰ مشنز اس علاقہ میں قبل پاکستان کام کر رہے تھے جبکہ قیام پاکستان کے بعد ۲۶ سال میں ۲۴ مشنز اپنی سرگرمیوں کے لئے پاکستان کو کھلا میدان سمجھ کر آئے گو نووارد مشنریوں کی تعداد نصف سے کچھ کم ہے لیکن "باہمی اشتراک عمل" سے اس تعداد پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

—— ان میں ملکی و غیر ملکی مشنریوں کی تعداد کے بارے میں کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکتی تاہم گمان غالب ہے کہ اکثریت غیر ملکی مشنریوں ہی کی ہوگی۔

رومن کیتھولک مشنریوں اور کارکنوں کی تعداد

۱۔ پریسٹ	۲۲۹
۲۔ مرد ریلیجس آرڈر کے تحت	۲۲۳
۳۔ خواتین " " "	۵۸۵

۴۔ اسکولوں کے کارکن ۲۳۱

۵۔ اداروں کے کارکن ۱۲۲

میزان ۱۴۰۰

ان کارکنوں میں ملکی و غیر ملکی دونوں شامل ہیں۔ یہ اپنے کام کا انحصار زیادہ تر غیر ملکی کارکنوں پر کرتے ہیں جو دنیا کے تمام خطوں سے آتے جاتے رہتے ہیں اس لحاظ سے قوی امکان ہے کہ ان کے غیر ملکی کارکنوں کی تعداد دیسی اور ملکی کارکنوں سے زیادہ ہوگی اسٹاک کے مطابق ۸۰۰ غیر ملکی افراد اس فرقہ کے پاکستان میں کام کر رہے ہیں۔

ان کے مختلف اداروں / سوسائیٹیوں وغیرہ کی تعداد مجھے دستیاب ریکارڈ کے مطابق پانچ ہزار سے زیادہ ہے۔ تاہم حقیقی اعداد اس سے زیادہ ہوں گے

قیام پاکستان سے قبل کل مشن سو سال میں ۱۷ کل مشنریاں ۳۴۷

" " کے بعد " ۲۶ " ۲۴ " ۱۵۶

رومن کیتھولک " ۱۴۰۰ سے زائد

ضمیمہ نمبر ۲۳

پاکستان میں مسیحی آبادی

(سنہ ۱۹۵۱ء اور سنہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کا تقابلی جائزہ)

پاکستان کے چاروں صوبوں میں

۱۔ صوبہ پنجاب

	سنہ ۱۹۵۱ء	سنہ ۱۹۶۱ء	
۱۔ مسلمان	۲،۰۲۰۱۰۰۰	۲،۵۵۸۱۷۱۳	
۲۔ عیسائی	۴۰۳،۰۰۰	۵۲۴۷۷۰	
۳۔ پست اقوام شیڈول کاسٹ	۳۰،۰۰۰	۷۳،۵۹۳	
۴۔ ہندو اقوام	۳،۰۰۰	۴۳۷۲	
۵۔ دیگر اقوام مثلاً پارسی بدھ مت وغیرہ	نامعلوم	۱۱۱۲	

۲۔ صوبہ سرحد

	سنہ ۱۹۵۱ء	سنہ ۱۹۶۱ء	
۱۔ مسلمان	۵۸۵۸۰۰۰	۴۱۳۱۰۸۷	
۲۔ عیسائی	۴۰۰۰	۷۴۶۳	
۳۔ پست اقوام	۲۰۰۰	۸۱۲	
۴۔ ہندو اقوام	۱۰۰۰	۶۶۳	
۵۔ دیگر اقوام پارسی بدھ مت وغیرہ	صفر	۷۹	

۳- صوبہ سندھ

	سنہ ۱۹۵۱ء	سنہ ۱۹۶۱ء	
۱۔ مسلمان	۵۵۳۶۰۰۰	۷۹۳۶۹۷۹	
۲۔ عیسائی	۶۰۰۰	۷۶۹۳۱	
۳۔ پست اقوام	۳۲۵۰۰۰	۳۷۸۷۶۶	
۴۔ ہندو اقوام	۱۴۶۰۰۰	۱۸۹۷۶۴	
۵۔ دیگر اقوام پارسی بدھمت وغیرہ	۷۰۰	۷۰۹۸	

۴- صوبہ بلوچستان

	سنہ ۱۹۵۱ء	سنہ ۱۹۶۱ء	
۱۔ مسلمان	۱۱۳۷۰۰۰	۱۱۴۶۳۵۲	
۲۔ عیسائی	۴۰۰۰	۴۷۲۰	
۳۔ پست اقوام	۱۰۰۰	۸۴۰	
۴۔ ہندو اقوام	۱۲۰۰۰	۸۹۹۴	
۵۔ دیگر اقوام پارسی بدھمت وغیرہ	۸۰	۱۰۳	

۱۔ الف۔ اسٹاک کے ان پیش اعداد و شمار میں صوبہ سرحد کی مسلمان آبادی میں دس برس میں ۱۱ لاکھ ۲۷ ہزار تیرہ مسلمان افراد کی تعداد حیرت انگیز طور پر کم ہے۔ جبکہ مسلمانوں میں ویسے ہی شرح پیدائش سب اقوام سے زیادہ ہے۔ اس نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ لوگ عیسائی مذہب اختیار کر چکے ہیں۔ اگر یہ حقیقت ہوتی تو عیسائی آبادی میں بہت زیادہ اضافہ ہوا پایا جاتا۔ قیاس کہتا ہے کہ طباعت کی غلطی ہوئی ہے۔

ب۔ صوبہ پنجاب میں ہر قوم میں درمیانہ سا اضافہ ہی ہوا ہے۔ شاید شرح پیدائش کی بنا پر کسی بھی قوم میں غیر معمولی اضافہ نہیں معلوم ہوتا۔

ج۔ صوبہ سرحد میں عیسائی آبادی میں گو اضافہ ہوا ہے تاہم نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں کو عیسائی بنا کر کیونکہ دس سال میں صرف ۳۶۶۲ افراد کا اضافہ ہوا ہے اور شرح پیدائش کی بنیاد ہی پر ہوا ہوگا۔ البتہ پست کردہ اقوام میں ۱۱۸۸ کی دس برس میں کمی ہوئی ہے اور اسی طرح ہندوؤں میں ۲۷ افراد کی۔ شاید اور صوبوں میں ہجرت کی وجہ سے ہوئی ہو۔ اگر وہ عیسائی بنائے جاتے تو عیسائیوں کی تعداد میں مبینہ اعداد و شمار سے کہیں زیادہ اضافہ ہوا پایا جاتا آج کے سائینٹفک دور میں بیماریوں سے اتنی اموات کا تصور محال ہے۔

د۔ صوبہ سندھ میں عیسائیوں میں دس برس کے اندر ستر ہزار نو سو اکہتر افراد کا اضافہ ہوا گمان غالب ہے کہ پست کردہ اقوام میں عیسائیت کی تبلیغ سے یہ نتیجہ حاصل ہوا ہوگا دوسری طرف خود پست اقوام اور ہندوؤں میں اضافہ ہوا ممکن ہے شرح پیدائش کی وجہ سے ایسا ہوا ہو ان لوگوں میں کئی کئی بیویوں کا رواج ہے اور معاشی و معاشرتی حالت پست ہے ماہرین کا خیال ہے کہ اس قسم کے معاشرہ میں شرح پیدائش تیزی سے بڑھتی ہے۔

ہ۔ صوبہ بلوچستان میں عیسائیوں میں معمولی اضافہ ہوا البتہ پست اقوام اور ہندوؤں میں زیادہ کمی پائی جاتی ہے شاید فقرہ ج کی وضاحت کا بیان بھی اطلاق ہوتا ہو۔

ضمیمہ نمبر ۲۴

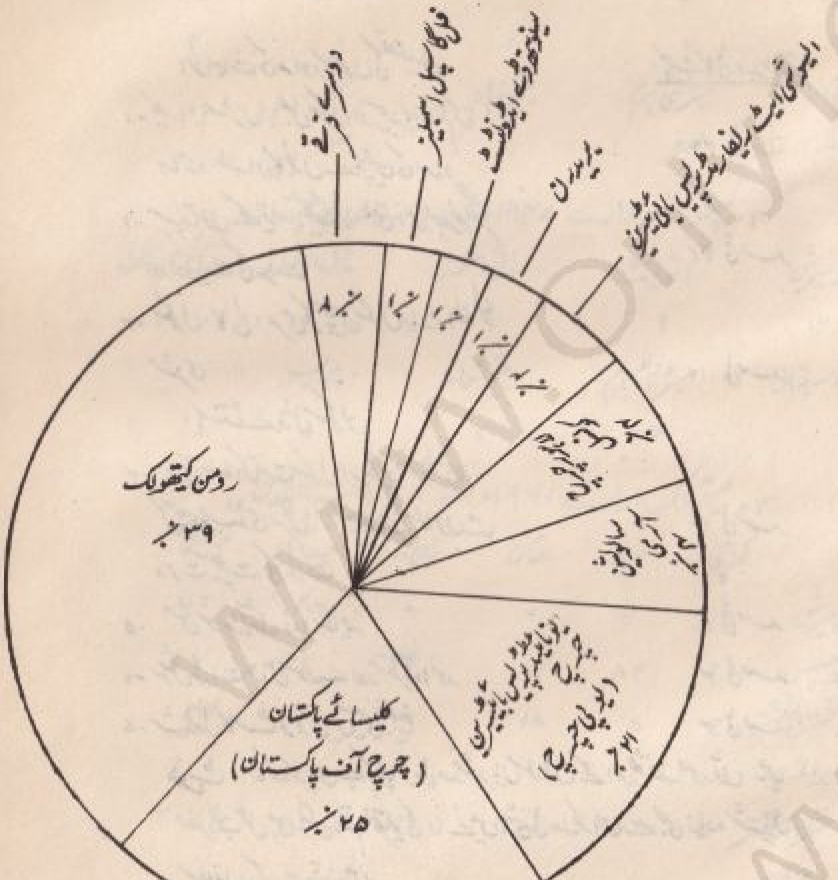
بڑے مسیحی فرقوں کی آبادی ۱۹۷۳ء

۱۔	رومن کیتھولک	۳۴۱,۰۰۰
۲۔	چرچ آف پاکستان	۲۱۶,۰۰۰
۳۔	یونائیٹڈ پریس بائٹیرین چرچ	۱۸۷,۰۰۰
۴۔	سالویشن آرمی	۴۰,۰۰۰
۵۔	لاہور چرچ کونسل (پریس بائٹیرین)	۳۹,۰۰۰
۶۔	دی ایسوسیئیٹ ریفارمڈ پریس بائٹیرین چرچ	۲۰,۰۰۰
۷۔	بریدرن	۱۱,۰۰۰
۸۔	سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ	۹,۰۰۰
۹۔	فل گاسپل اسمبلیز	۸,۰۰۰
۱۰۔	دی پاکستان مشن آف انٹرنیشنل فارن مشن ایسوسی ایشن (ای ایف ایم اے)	۲,۰۰۰
۱۱۔	دی پاکستان کرسچین فیلوشپ آف دی انٹرنیشنل کرسچین فیلو شپ (پی سی ایف ای سی ایف)	۲,۰۰۰
۱۲۔	دی انڈس کرسچین فیلوشپ	۸۰۰
۱۳۔	دی ایونجیلیکل الائنس مشن (ٹی ای اے ایم)	۷۰۰

ٮ۔ جیساکہ قبل ازیں بتایا گیا ہے اس میں چار فرقے ہیں ۱۔ انجلیکن چرچ ۲۔ میتھوڈسٹ چرچ ۳۔ سیالکوٹ چرچ کونسل (سابق اسکاٹ لینڈ چرچ) اور ۴۔ لوتھرن چرچ

ضمیمہ نمبر ۲۵

عیسائی آبادی فیصد



ضمیمہ نمبر (۲۶)

مشنری بجٹ اور اس کی مدات

پروٹسٹنٹ مشنریز بالعموم اپنا بجٹ مندرجہ ذیل مدات پر خرچ کرتے ہیں

اخراجات کی مد اور کاموں کی تفصیل	بجٹ کا فی صد حصہ
۱۔ کلیسا، پاسٹرس، بائبل سکول اور سیمینری قائم کرنا، اساتذہ، طلبہ اور کالجوں کے چیپلین کی امداد	۴۲ فی صد
۲۔ ہسپتالوں کے قیام، کلینک، طبی امور، جذام گھر اور ادویات کی مدات	۲۲ فی صد
۳۔ سکول، کالج، مری کرسچین سکول برائے اطفال مشنری (باستثنائے بائبل سکولز)	۱۶ فی صد
۴۔ بائبل خط و کتابت سکول، ریڈیو منسٹری کرسچین سٹڈی سرکل، مبلغین اور مسلمانوں میں دعوت مسیحیت کی مدات	۱۰ فی صد
۵۔ مشن سوسائیٹیوں کی انتظامیہ	۴ فی صد
۶۔ سوشل خدمات، زرعی مشورے اور متفرق امور	۳ فی صد
۷۔ شیڈول کاسٹ قوموں میں مسیحی تبلیغ	۳ فی صد

نوٹ: اسٹاک کا بیان ہے کہ پچاس فی صد مشنریاں مسلمانوں کے اندر مختلف صورتوں میں مصروفِ عمل ہیں لیکن راقم التحریر کی رائے میں اسی فی صد بلکہ اس سے بھی زیادہ مشنریاں مسلمانوں کے لیے وقف ہیں۔

(اسٹاک پیپلز موومنٹ ان دی پنجاب صفحہ ۲۲۴)

ضمیمہ نمبر (۲۷) پاکستان میں مسیحی ادارے

اعداد و شمار کے گوشوارے

۱۔ کیتھولک ادارے ۱۹۳۵ء میں ۔ سندھ و بلوچستان

پیرشز	کانوینٹ	ہائی اسکول	مڈل اسکول	پرائمری اسکول
۶	۲	۲	۱	۴

اسپتال	میٹرنٹی ہوم	یتیم خانہ	پریس
صفر	صفر	۱	صفر

۲۔ کیتھولک ادارے ۱۹۴۷ء میں ۔ سندھ و بلوچستان

پیرشز	کانوینٹ	ہائی اسکول	مڈل اسکول	پرائمری اسکول
۱۳	۹	۶	۲	۱۰

اسپتال	میٹرنٹی ہوم	یتیم خانہ	پریس
۱	۲	۳	۱

۳۔ کیتھولک ادارے ۱۹۶۰ء ۔ مغربی پاکستان میں

	کراچی	لاہور	ملتان	راولپنڈی	حیدرآباد	میزان
پیرشز	۸	-	-	-	۴	۱۲
چیپلس	۲۶	۸۴	۸۴	۴۵	۳۲	۲۷۱
مشنز اسٹیشنز	۴	۱۸	۱۸	۱۶	۸	۶۴
پرائمری مشنز اسٹیشنز	۱۳	۲۰۸۹	۱۳۸۹	۱۴۷	۴۱	۳۶۷۹
سیکنڈری پرائمری اسکول	۱۷	۱۶	۳۵	۴۵	۱۰	۱۲۳
طلبہ	۳۵۷۹	۷۰۴۳	۴۹۶۳	۶۳۸۷	۱۴۱۴	۲۲۱۰۶

	کراچی	لاہور	ملتان	راولپنڈی	حیدرآباد	میزان
مڈل اسکول	۳	۸	۱۰	۲۸	۲	۵۱
طلبہ	۸۳۹	۱۷۱۵	۷۴۳	۲۱۲۰	۴۳۳	۵۷۵۱
ہائی اسکول	۷	۷	۶	۱۹	۷	۴۶
طلبہ	۵۸۲۴	۵۰۹	۲۱۱	۶۷۵	۳۵۸۶	۱۰۸۰۵
کالجز	۲	-	-	۳	۱	۶
طلبہ	۶۳۰	-	-	۱۴۳	۸۰	۸۵۳
پیشہ ورانہ کالج	۲	۲	۱	۳	۲	۹
طلبہ	۱۱۰	۳۲	۲۸	۷۷	۱۴	۲۶۱
دیگر اسکولس	-	-	۲	-	-	۲
طلبا	-	-	۷۰	-	-	۷۰
یتیم خانے	۳	۴	۹	۴	۵	۲۵
مکین	۲۸۶	۱۰۶۸	۴۵۶	۱۵۳	۲۳۱	۲۱۹۴
اسپتال	۲	۳	۴	۲	۷	۱۸
شفاخانے	۳	۴	۱۲	۵	۶	۳۰
اخبار وغیرہ	۱	۴	-	۱	-	۶

کل اسکول و کالج	۲۳۷
کل طلبا کی تعداد	۴۳۰۰۷
کل یتیم خانے	۲۵
کل مکینوں کی تعداد	۲۱۹۴
کل مشنز اسٹیشنز	۳۷۷۳
کل اسپتال و شفاخانے	۴۸

۴۔ کیتھولک ادارے ۱۹۷۴ء مغربی پاکستان میں

	کراچی	حیدرآباد	لاہور	لائلپور	ملتان	راولپنڈی	میزان
گرجے	۲۰	۱۴	۱۹	۱۴	۱۱	۲۱	۹۹
چیپلس	۱۵	۳۸	۱۶۲	۷۶	۱۶	۴۲	۳۴۹
مشن اسٹیشنز	۱۲۶	۸	-	-	-	-	۱۳۴
آؤٹ اسٹیشنز	۷	۵۹	-	-	-	۱۰۷[1]	۱۷۳
سمنری	۱	۱	۲	-	-	-	۴
پرائمری اسکول	۲۹	۸	۱۰	۱۲	۱۴	۱۲	۸۵
طلبہ	۷۲۶۲	۹۵۸	۱۹۸۷	۳۶۸۴	۹۶۵	۱۸۵۸	۱۵۷۱۴
مڈل اسکول	۲	۳	۶	۳	۱	۷	۲۲
طلبہ	۶۲۱	۱۸۶۲	۴۰۴۷	۱۱۴	۲۵۰	۱۷۸۷	۸۶۸۱
ثانوی اسکول	۱۴	۸	۱۶	۷	۶	۲۲	۷۳
طلبہ	۴۶۳۵	۵۰۰۶	۱۰۴۲۴	۳۲۹۴	۲۴۱۵	۱۱۲۵۰	۳۷۰۲۴
کالجز	۳	۱	-	-	-	-	۴
طلبہ	۲۵۴۹	۲۶۲	-	-	-	-	۲۸۱۱
ٹریننگ اسکول / پیشہ ورانہ اسکول	۳	۲	۲	۲	-	۴	۱۳
طلبا	۳۹۳	نامعلوم	۳۱	۷۳	-	۲۰۶	۷۰۲

۱۔ مشن اسٹیشنز و آؤٹ اسٹیشنز کی تعداد کم ہے جب کہ ۱۴ سال پہلے اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اسی طرح اسکولوں کی بھی۔

	کراچی	حیدرآباد	لاہور	لائلپور	ملتان	راولپنڈی	میزان
لڑکیوں کے یتیم خانے ہاسٹل و اسکول ہاسٹل	۱	۵	۷	۳	۶	۸	۳۰
مکین	۱۲۰	۲۸۴	۴۲۹	۱۶۶	۲۰۴	۴۵۹	۱۶۶۲
لڑکوں کے یتیم خانے ہاسٹل اسکول ہاسٹل	۱	۵	۴	۵	۹	۷	۳۱
مکین	۴۵	۲۱۸	۳۰۹	۱۸۱	۳۷۴	۸۳۰	۱۹۴۷
بچوں کے گھر	۲	-	-	-	-	-	۲
مکین	۶	-	-	-	-	-	۶
بوڑھوں کے گھر	۲	-	-	-	-	۱	۳
مکین	۴۳	-	-	-	-	۵۰	۹۳
شفاخانے۔ ڈسپنسری	۳	۸	-	۴	۵	-	۲۰
اسپتال	۳	۷	۱	۲	۱	۵	۱۹
بستر	۳۰۷	۲۸۰	۱۰۰	۱۱۳	۵۰	۳۳۱	۱۰۸۱
کام گھر۔ ورک روم	۱	-	۲	۵	-	-	۸
طلبہ	۱۴	-	۲۶	تعداد نامعلوم	-	-	۴۰
مختلف مراکز	۴	-	-	-	-	۲	۶
پریس	۱	-	۱	-	-	-	۲
اخبار۔ رسائل وغیرہ	۲	-	۲	-	-	-	۴
سماجی ادارے	۳۰	-	-	-	-	۶	۳۶
دیگر انجمنیں	-	-	-	-	-	-	۵۱
دیگر سوسائٹیز	-	-	-	-	-	-	۱۱

کل اسکول و کالج	۱۹۷؎	
کل طلب کی تعداد	۴۴۹۳۲	
کل یتیم خانے ہاسٹلز وغیرہ	۶۱	
کل مکینوں کی تعداد	۳۶۰۹	
کل مشن اسٹیشنز	۳۰۷	جملہ تعداد معلوم نہ ہو سکی
کل اسپتال و شفاخانے بشمول میری ایڈیلیڈ سنٹرس	۸۱	

۵۔ نیشنل کرسچین کونسل سے منسلک ادارے ۱۹۴۹ء میں

	پنجاب	سندھ	سرحد	بلوچستان	میزان
۱۔ زرعی فارمس و کالونیاں	۵	-	-	-	۵
۲۔ پرنٹنگ پریس	۲	۱	-	-	۳
۳۔ کالجز	۴	-	۱	-	۵
۴۔ ہائی اسکولز	۲۳	۲	۴	-	۲۹
۵۔ انڈسٹریل اسکولز	-	۱	-	-	۱
۶۔ مڈل اسکولز	۲۳	۱	-	-	۲۴
۷۔ ٹیچرس ٹریننگ اسکولز	۲	-	-	-	۲
۸۔ مذہبی و تبلیغی مدرسے	۲	-	-	-	۲
۹۔ مشنریوں کے لئے ریسٹ ہاؤس	۲	-	-	-	۲
۱۰۔ اسپتال	۱۲	۱	۴	۱	۱۸
۱۱۔ ڈسپنسریز	۱۱	-	۱	-	۱۲

۱؎ گو مجموعی اسکولس و کالج کی تعداد ۱۹۶۰ء کی نسبت کچھ کم معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں ان اسکولوں کی تعداد شامل نہیں ہے جو قومیائے گئے پھر اس سے کچھ فرق بھی نہیں پڑتا کیونکہ اسکولوں کی کمی کے باوجود طلبہ کی تعداد میں ہزاروں کا اضافہ ہوا ہے۔

	پنجاب	سندھ	سرحد	بلوچستان	میزان
۱۲۔ جذامیوں کا ادارہ	۱	-	-	-	۱
۱۳۔ عورتوں کے گھر	۱	-	-	-	۱
۱۴۔ سماجی ادارے وغیرہ	۴	۱	-	-	۵
۱۵۔ رسالے اخبار وغیرہ	۶	-	-	-	۶
۱۶۔ مشن اسٹیشنز	۲۲۰	۱۰	۱۰	۱	۲۴۱

۶۔ مشن ہسپتال

(جنہوں نے نرسنگ ٹریننگ کے لئے پی این اینڈ ڈبلیو کونسل سے رجسٹریشن کرایا تھا، ۱۹۵۷ء تک)

سندھ	پنجاب	سرحد	بلوچستان	میزان
۶	۱۰	۴	۲	۲۲

۷۔ میری ایڈیلیڈ لیپرسی سینٹر ۱۹۷۲ء تک

	کراچی	سندھ	پنجاب	آزاد کشمیر	صوبہ سرحد	بلوچستان	میزان
کل مراکز	۸	۹	۵	۷	۹	۴	۴۲
اس کی اپنی عمارتیں	۵	-	-	۱	۱	۱	۸
کرایہ پر عمارتیں	۳	-	-	۲	۸	۳	۱۶
موٹر سائیکل / سکوٹرس	۱۶	۳	-	۲	۹	۳	۳۳
سائیکل	۶	-	-	-	-	-	۶
واکس ویگن	۱	-	-	-	-	-	۱
واکس ویگن کار	۲	-	-	-	-	-	۲
لینڈ روور	۲	-	-	-	۱	۱	۴

اس سوسائٹی کو حکومت پاکستان کے علاوہ بیرونی اداروں سے بھی مدد ملتی ہے مثلاً لائنز کلب اوکسفیم، جی ایل آر ایل ای، ریڈ کراس، ڈیمین فاؤنڈیشن بیلجیم وغیرہ کراچی میں بلدیہ کالونی کا مرکز ۱۹۷۲ء کے بعد تعمیر ہوا تھا وہ بھی اس میں شامل کر دیا گیا۔

کتابیات

کتب اردو اسناد محولہ

۱ قرآن مجید

۲ ابن کثیر عماد الدین — تفسیر ابن کثیر — نور محمد کارخانہ تجارت کراچی

۳ احمد رشید — تاریخ مذاہب — قلات پبلشرز مستونگ ۱۹۶۸ء

۴ قمرالدین احمد — بنات الصلیب — چاننا ہاؤس۔ انجمن پریس کراچی

۵ اسلامی مشن و انجیل جدید — اسلامی مشن سنت نگر۔ لاہور

۶ مولانا ابو الکلام آزاد — تفسیر ترجمان القرآن جلد دوم — ساہتیہ اکادمی دہلی ۱۹۶۶ء

۷ احمد عبداللہ المسدوسی — مذاہب عالم — مکتبہ خدام ملت کراچی ۱۹۵۸ء

۸ میجر باسو — تاریخ التعلیم — مکتبہ نورانی دہلی

۹ ڈاکٹر غلام جیلانی برق — میری آخری کتاب — مکتبہ شاہکار لاہور ۱۹۷۷ء

۱۰ عہد نامہ قدیم (کتاب مقدس بائبل) از روئے پروٹسٹنٹ۔ بائبل سوسائٹی۔ لاہور
مطبوعہ ہانگ کانگ نمبر ۹۳۔ ۱۹۷۲

۱۱۔ برٹن کورین — تاریخ تہذیب دو حصے، ترجمہ غلام رسول مہر — شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۵ء

۱۲۔ مولانا اشرف علی تھانوی — تفسیر بیان القرآن — ادارہ ہادی۔ لاہور ۱۳۷۲ھ

۱۳۔ پادری برکت اللہ — آرچ ڈیکن احسان اللہ — پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور/ ۱۹۵۹ء

۱۴۔ 〃 — توضیح البیان فی اصول القرآن — 〃 〃 〃 〃

۱۵ 〃 — صلیب کے علم بردار — 〃 〃 〃 〃

۱۶	پادری برکت اللہ	قرون وسطیٰ کی ایشیائی اور ہندوستانی کلیسائیں	پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور ۱۹۶۲ء
۱۷	" " "	قدامت و اصلیت انجیل	" " " ۱۹۶۰ء
۱۸	" " "	مسیحیت و سائنس	کرسچین نالج سوسائٹی لاہور ۱۹۲۵ء
۱۹	" " "	مغلیہ سلطنت اور مسیحیت	پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور ۱۹۷۰ء
۲۰	پادری خورشید عالم	تواریخ کلیسائے رومۃ الکبریٰ	" " " ۱۹۷۱ء
۲۱	پادری عنایت ایس مل	بائبل مقدس کا نیا امریکی ترجمہ آر ایس وی پر تحقیقی مقالہ	انٹرنیشنل کونسل آف چرچز گوجراں والا
۲۲	غلام احمد پرویز	معارف القرآن حصہ چہارم	ادارہ طلوع اسلام کراچی
۲۳		تاریخ یورپ ۱۷۸۹ء تا حال	تعلیمی ادارہ لاہور
۲۴	جانسن اے ایچ	یورپ سولھویں صدی میں ۱۴۹۴ تا ۱۵۹۸ء ترجمہ رحیم الدین	دار الطبع عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۹۳۸ء
۲۵	حتی	تاریخ شام ترجمہ مہر	غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۸ء
۲۶	"	عرب دی شارٹ ہسٹری ترجمہ مبارز الدین	الجمعیۃ پریس دہلی ۱۹۵۵ء
۲۷	شیخ حسام الدین	انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ	اردو اکیڈمی۔ لاہور ۱۹۴۷ء
۲۸	رابطہ دعوت و تبلیغ	مسیحیت مغربی پاکستان میں	احمد مینشن ۹۴ مال روڈ لاہور
۲۹	سر چرڈ و مرانڈ	ظلم پر فتح (دی کنگ مارٹیرز)	مطبع اللہ والا پرنٹرز لاہور
۳۰	خورشید مصطفیٰ رضوی	۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی	مکتبہ برہان اردو بازار دہلی ۱۹۵۹ء
۳۱	سید ریاض حسن	پاکستان ناگزیر تھا	شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی کراچی ۱۹۶۷ء
۳۲	ڈاکٹر رفیع الدین	قرآن اور علم جدید	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۵۹ء
۳۳	ریزن	کلیسائے ہند اور مسیحی خادم	پنجاب رلیجس بک سوسائٹی

		ترجمہ پادری برکت اللہ	لاہور ۱۹۴۶ء
۳۴	ریورنڈ فادر ایگز ویر	مسیحی تعلیم کے مجابات	پنجاب ورنیکولر ٹریکٹ سوسائٹی لاہور
۳۵	ڈورتھیا جین اشٹیفن	تواریخ کلیسا کا مجمل بیان	ترجمہ اصغر فضل الٰہی پال ایس پی سی کے لاہور ۱۹۴۰ء
۳۶	ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی ترجمہ معروف شاہ شیرازی	اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو	ادارہ معارف اسلامی کراچی دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۶ء
۳۷	ایس ایم سنگھ ولیم کیری		پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور ۱۹۶۰ء
۳۸	سید قطب شہید ترجمہ ساجد الرحمٰن	اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل	ادارہ معارف اسلامی کراچی ۱۹۷۳ء
۳۹	عہد نامہ قدیم (کتاب مقدس بائبل) از روئے کیتھولک، سوسائٹی آف سینٹ پال، روما ۱۹۵۸ء		
۴۰	محمد شمس الدین	تاریخ یورپ ۱۸۱۵ء تا ۱۸۶۲ء	یونائیٹڈ بک کارپوریشن۔ لاہور
۴۱	مولانا عبدالستار محدث دہلوی	حواشی و فوائد ستاریہ قرآن مجید	ادارہ اشاعت القرآن والحدیث کراچی ۱۹۷۲ء
۴۲	مولانا محمد تقی عثمانی	عیسائیت کیا ہے	دار الاشاعت کراچی ۱۹۷۲ء
۴۳	محمد سلیمان منصور پوری	رحمۃ للعالمین	لاہور
۴۴	محمد بن عبد الوہاب ترجمہ محمد بن یوسف سواتی	کتاب التوحید	نور محمد کارخانہ کتب تجارت کراچی
۴۵	مرزا بشیر الدین محمود احمد	تفسیر صغیر	ادارہ مصنفین ربوہ (جھنگ)
۴۶	مولانا ابو النصر منظور احمد شاہ	آئینہ حق	مکتبہ فریدیہ۔ ساہی وال ۱۹۷۴ء
۴۷	محمد قطب ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی	کیا ہم مسلمان ہیں؟	ادارہ معارف اسلامی۔ کراچی ۱۹۷۲ء
۴۸	اشتیاق حسین قریشی ترجمہ ہلال احمد زبیری	برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ	شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی کراچی ۱۹۶۷ء
۴۹	علامہ رحمت اللہ کیرانوی	اظہار الحق۔ بائبل سے قرآن تک ترجمہ مولانا اکبر علی	مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۹۶۶ء

۵۰ لیکی سی ایچ پی	تاریخ اخلاق یورپ۔ ترجمہ عبدالماجد دریا آبادی	مکتبہ سلطانیہ بمبئی
۵۱ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	تفہیم القرآن	مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور بچھتیواں ایڈیشن ۱۹۷۰ء
۵۲ " "	یہودیت و نصرانیت	اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۶ء
۵۳ ابوالحسن علی ندوی	مسلمانوں کے عروج و زوال کا دنیا پر اثر	مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ ۱۹۶۶ء
۵۴ " " "	مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش	" " " "
۵۵ سید سلیمان ندوی	سیرت النبی	قرآن لمیٹڈ۔ لاہور ۱۹۷۵ء
۵۶ " " "	ارض القرآن جلد اول و دوم	دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۵ء
۵۷ حافظ نذر احمد	جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان	مسلم اکادمی محمد نگر لاہور ۱۹۶۰ء
۵۸ " " "	مختلف رسائل	عربی خط و کتابت اسکول محمد نگر لاہور ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۹ء
۵۹ " " "	مسیحیت مغربی پاکستان میں	ادارہ رابطہ دعوت و تبلیغ لاہور ۱۹۶۹ء
۶۰ سید نواب علی	تاریخ صحف سماوی	مکتبہ افکار و مسری طباعت کراچی ۱۹۲۰ء
۶۱ مولانا کوثر نیازی	ابطال تثلیث	مکتبہ شہاب لاہور ۱۹۶۲ء
۶۲ ولیم ایل لنگر	انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم ترجمہ مہر	طبع ثانی شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۴ء
۶۳ ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ہنٹر	ہمارے ہندوستانی مسلمان ترجمہ ڈاکٹر صادق حسین	طبع ثانی۔ قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۵۵ء

اخبار جرائد و رسائل وغیرہ

تاریخ ماہ اور سال کا مواد متعلقہ مقامات پر موجود ہے

۶۴۔ اردو ڈائجسٹ	ماہ نامہ	لاہور
۶۵۔ الفتح	ہفت روزہ	کراچی
۶۶۔ الفضل	سہ روزہ	ربوہ
۶۷۔ ترجمان القرآن	ماہ نامہ	لاہور
۶۸۔ جنگ	روز نامہ	کراچی
۶۹۔ حریت	روز نامہ	کراچی
۷۰۔ زندگی	ہفت روزہ	لاہور
۷۱۔ سیارہ ڈائجسٹ	ماہ نامہ	لاہور
۷۲۔ شاداب	پندرہ روزہ	لاہور
۷۳۔ شہاب	ہفت روزہ	لاہور
۷۴۔ لیل و نہار ضمیمہ اردو ڈائجسٹ	ماہ نامہ	لاہور
۷۵۔ مساوات	روز نامہ	کراچی
۷۶۔ نوائے ملت	روز نامہ	لاہور

20. Directory of Churches and Missions in India and Pakistan-1951, World Dominion Press, Dotacamund, 1951
21. Dorman Harry Raylof, Towards understanding Islam., Fleming and Company, London.
22. Eighteen years of Leprosy work in Pakitan-1955-73., Maria Adelaide Leprosy Centre, Karachi, 1973.
23. Encyclopaedia Britannica.,
24. Francis Somerville., Christ is king, 8th Edition, Samuel Walker Ltd., Hinckley, England, 1955.
25. Frank. S.Mead, Hand-book of Denominations in the U.S.A., Abingdon Press, Neshville, 1968.
26. Glover, Robert Hall, The Progress of World-Wide Mission, Revised and Enlarged by Kane. J. Herbert, Harper and Bros., New York, 1960.
27. Govt. of Madhia Perdesh.. Report Enquiry Committee on Christian Missionery Activities., Nagpur., 1956.
28. Govt. of Pakistan., Census of Pakistan Population, 1961., vol I & 1979, vol 1 Census Commissioner, Ministry of Home & Kashmir Affairs, Home Affairs Division, Karachi.
29. Govt. of Pakistan., Development of Education in Pakistan 1971., Ministry of Education., Govt. Press, Karachi.
30. Govt. of Sind., Report regarding Registration of the Social Walfare Institutions, Social Welfare Office, Karachi, 1971.
31. Graduate School of Theology, God Speaks out on new morality., Ambassador College, London, 1967.
32. The Arts of Overseasmanship, edited by Harlan Syracuse University Press, 1958.
33. Harnack. F., What is Christianity, translated Thomas Bailey, Sounder, New York, 1912.
34. Herald, Lindsell, Missionary-Principles and Practices, Felning H. Revell Co, London, 1953.
35. Islami Mission, Christian Missionaries & their Activities, Islami Mission, Sant Nagar, Lahore.
36. James McCannon, From Christ to Constantine., London, 1936.

Bibliography (English)

(A)—Book and Reports

1. A. A. Abidi., Discovery of Bible, Seraj Sons, Karachi, 1973
2. Al-Haj A.D. Ajijullah, The Myth of the Cross, Islamic Publication Lahore
3. Alcuin Van Miltenburg, Rt. Rev. MGR., In the Land of Sindhi and Balochi—1935-47., (Compiled), Rotti Press, Karahi, 1947.
4. Annual Report, Pakistan Christian Blind Society, 1973
5. Muhammad Asad, Islam at the Cross-road., Majlis Tahqiqat-oNashriyat-e-Islam, Lucknow
6. Ansari—Dr. Muhammad Fazl-ur-Rehman—Islam and Christianity, Educational Institute, Karachi, 1955.
7. Bawany, Ebrahim Ahmed, Islam an Introduction, Aisha Bawany Wakf, 6th Edition, Karachi, 1976.
8. Begum Aisha Bawany Wakf., The Gospel of Barnabas, 3rd Edition, Aisha Bawany Wakf, Karachi, 1974.
9. Brinton Crane., Civilization in the West,. Prince-Hall, Inc, New-Jersey., 1960
10. Cambridge University Press, The New Cambridge Modern History., Cambridge University Press, London, 1972
11. Catholic Almanac, 1958
12. Catholic Social Services.,
13. Annual Report Catholic Social Services, 1969-70
14. Annual Report Catholic Social Services, 1970-71
15. Aunual Report Catholic Social Services, 1971 72
16. Annual Report Catholic Social Sarvices, 1973-74
17. Colliers Encyclopedia., P.F. Collier and Sons Corporation, U.S.A. 1956
18. Grubb, World Christian Hand-book 1952., (Edited) World Dominion Press, London, 1953
19. Devi Morgan., Society of Propagation of Gospel Review of the year's work 1958-59., Tufton Street, London, 1959

37. Jamil S.M., The Moral side of the Christian clergy, Matba-e-Saidi, Karachi, 1963.
38. Latourette, Kenneth Scott, The Christian World Mission in our day, Harper Brothers, New, York, 1954.
39. Muhammad Hamidullau Dr., Islam and Christianism— Paris 1976.
40. National Assembly, of Pakistan, Debates (various sessions), Official Report, Govt. Press, Krachi.
41. Neill, Stephen : The Concise Dictionary of the Christian World Mission., Edited, Luterwerth Press London, 1970.
42. Pakistan Catholic Directory, 1960
43. Pakistan Catholic Directory, 1966
44. Pakistan Catholic Directory, 1974
45. Pakistan Publications., Minorities in Pakistan, P.O. Box 183, Karachi.
46. Peterson J. Smith, How we Got our Bible, Sampson. Low Marston and Company Ltd., London.
47. Reader's Digest Association, Great Encyclopaedic Dictionary., Reader's Digest Association Ltd., London, Oxford University Press, London, 1964.
48. Report Dr. Bursh, H. Shiender.
49. Report P. Cater Speers.
50. Report Secretary of Pakistan Mission
51. Survey Report of Churches work in Pakistan, 1960.
52. S. Read Brett., Europe since the Renaissance., 2 vols 11th Edition, John Murray Publishers Ltd., 1971
53. Stock, Frederick and Margaret, People Movement in the Punjab, W. Caray Library, U.S.A. 1975.
54. Times incorporated., The World Great Religions., Times Incorporated, New York 1957.
55. Toor, Dr. Yusuf, Behind the plastic curtain, Islamia Electric Press, Quetta 1967.
57. Wand J.W.C., The Church to-day. A Pelicon Book.
58. Watch Tower : Sabylon the great has fallen., Wetah Tower Bible and Tract Society, New York, 1963.

58. Is Bible really the Word of God ? Watch Tower Bible & Tract Society, New York, 1969.
59. Jehovah's Witness Year book-1969., Watch Tower Bible & Tract Society, New York, 1969.
60. The Truth that leads to eternal life. Watch Tower Bible & Tract Society, New York, 1968.
61. Wells H.G. The Out-Line of History, Cassel & Co. Ltd, London 1923.
62. Will Durant : Age of Faith, Vol 4th., Simon & Schusley, New York, 1950.
63. Winny Fred Courtney, The Reader's Adviser, Editor, Winny Fred 11th Edition, R.R. Bowker London., 1969.

(B) NEWS-PAPERS, MAGAZINES & JOURNALS ETC.

64.	Associated Press Depatch	New York
65.	Dawn	Karachi
66.	International Review of Missions	Londan
67.	Morning News	Karachi
68.	National Christian Council Review	London/Madras
69.	National Observer	New York
70.	New York Post	New York
71.	New York Times	New York
72.	News Week	New York
73.	Prospector	England
74.	Reader's Digest	London
75.	The Age of Melbourne	Australia
76.	The Denver Post	U.S.A.
77.	The Muslim World	Hartford
78.	The Sunday Telegraph	London
79.	Times Magazine	New York